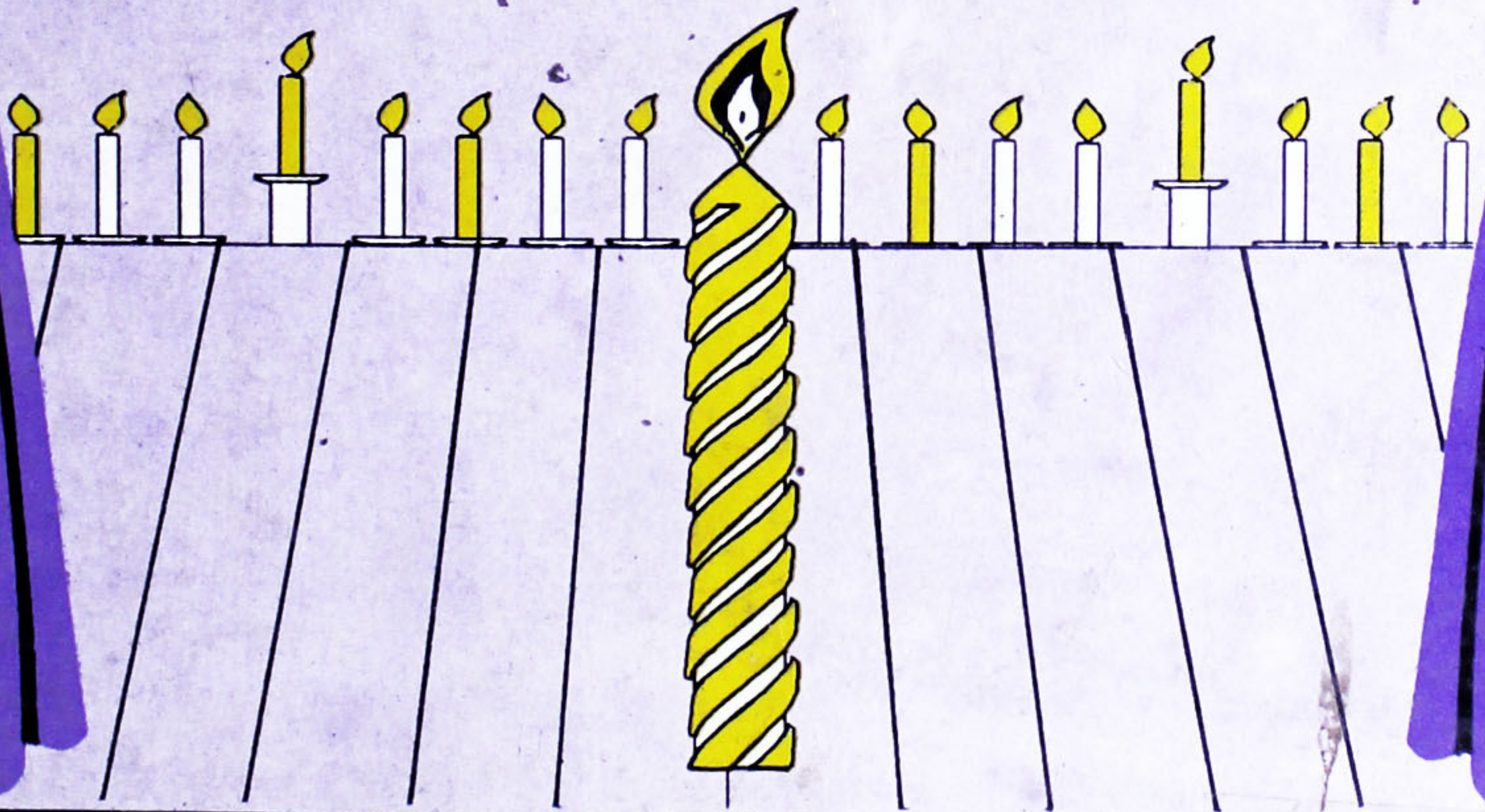


کلیاتِ ممنون

میر نظام الدین ممنون دہلوی



مرتبہ

ڈاکٹر صدیقہ فیض ارمان

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

**پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ**





کلیاتِ ممنون

میر نظام الدین ممنون دہلوی

مرتبہ

ڈاکٹر صدیقیت ارمان



پبلیکیشنز
الوقار ۵۰- لورمال لاہور

150219

سال اشاعت : ۱۹۹۶ء
ناشر : سید وقار معین
سرورق : بین الرحمن
ضخامت : ۳۶۴
طابع : زاہد پبلشرز، لاہور
قیمت : ۳۳۰ روپے



انتساب

والد مرحوم حاجی بشارت علی خاں آفریدی ارمان اکبر آبادی کے نام

جن کی بے توجہ تربیت نے کوچہ، حرف شناساں میں پہنچا دیا

صدیقہ ارمان

مؤلفہ کی دیگر تصانیف

- | | | |
|----------------------------------|-------|----------------|
| اردان اکبر آبادی
(غزلیہ کلام) | ۱۹۸۶ء | ۱- سر دشن سدرہ |
| اردان اکبر آبادی
(غزلیہ کلام) | ۱۹۸۷ء | ۲- صد غلش |
| اردان اکبر آبادی
(غزلیہ کلام) | ۱۹۹۰ء | ۳- بادۂ امروز |

زیر تکمیل

مرسید تحریک کار و عمل

ترتیب

پیش لفظ ڈاکٹر جمیل جالبی

i

پیش لفظ پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی

iii

عرف آغاز صدیقہ ارمان

v

فصائد

	قصیدہ	
۱	در حمد باری عزاسمہ	-۱
۲	در نعت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم	-۲
۵	در نعت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم	-۳
۷	در نعت سید المرسلین و منقبت سیدہ الواصلین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم	-۴
۱۲	در منقبت جناب ولایت و امامت مرتبت علی مرتضیٰ	-۵
۱۷	" " " " " " " "	-۶
۱۹	در منقبت امام سرعین حضرت امام حسین رضی	-۷
۲۲	در منقبت سید الشہداء سبط رسول کونین امام حسین رضی	-۸
۲۵	سید الساجدین رضی	-۹
۲۷	امام محمد باقر رضی	-۱۰
۲۹	امام جعفر صادق بحق ناطق رضی	-۱۱
۳۳	امام باقر حضرت امام موسیٰ ابن جعفر اکاظم رضی	-۱۲
۳۶	امام ہشتم رضی	-۱۳
۳۹	امام نہم حضرت امام محمد تقی رضی	-۱۴
۴۲	امام دہم حضرت امام علی نقی رضی	-۱۵
۴۴	امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری رضی	-۱۶
۴۷	امام دوازدہم خلیفہ الرحمن امام مہدی رضی	-۱۷
۵۰	در مدح حضرت سید ناصر الدین	-۱۸
۵۳	در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مرحوم	-۱۹
۵۶	در تہنیت بسنت مشتمل بر مدح حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ	-۲۰
۵۸	در تہنیت عید الفطر	-۲۱
۶۱	عید الفطر مشتمل بر مدح میرزا محمد اکبر شاہ غازی	-۲۲
۶۳	ایضاً در عید الفطر	-۲۳
۶۵	در تہنیت عید الفصحی مشتمل بر مدح حضرت جہاں پناہ میرزا محمد اکبر شاہ	-۲۴
۶۶	ایضاً قصیدہ در تہنیت عید الفصحی	-۲۵
۶۸	در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت جہاں پناہ میرزا محمد اکبر شاہ	-۲۶
۷۱	در تہنیت در جلوس میمنت مانوس	-۲۷
۷۲	در تہنیت لزوم مرشد زادہ آفاق میرزا جہانگیر بہادر ازالہ بادشاہ جہاں آباد	-۲۸

۲۹	در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت عرش آرام گاہ مرزا محمد اکبر شاہ
۳۰	ایضاد تہنیت شادی کتخدائی مرشد زادہ آفاق مرزا جہانگیر خفرہ اللہ تعالیٰ
۳۱	دو مدح حضرت بہان بہان مرزا عبدالرحمن خلیل
۳۲	در مدح امیر حاج الانارتی و الشہید

شہوتیات

۱	شہوتی در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت عرش آرام گاہ مرزا محمد اکبر شاہ
۲	ایضاد تہنیت شادی کتخدائی مرشد زادہ آفاق مرزا جہانگیر خفرہ اللہ تعالیٰ
۳	ایضاد تہنیت شادی کتخدائی مرشد زادہ آفاق مرزا بابر بہادر مدظلہ العالی
۴	ایضاد تہنیت جلوس میمنت حضرت عرش آرام گاہ میرزا محمد اکبر شاہ
۵	ایضاد تہنیت جشن میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ غازی
۶	ایضاد تعریف تخت نماز حضرت فردوس منزل کہ بر شکل مسجد ساخته بود
۷	ایضاد تعریف باغ حیات بخش
۸	ایضاد تعریف بارہ دری
۹	ایضاد تعریف حوض
۱۰	ایضاد تعریف تالاب باغ حیات بخش

مراثی

۱	ترکیب بند در مرثیہ ملک الشعر امیر قمر الدین ممنت علیہ الرحمہ والد ماجد مصنف
۲	ترکیب بند سید حیدر فرزند دہلند مصنف
۳	ایضاد مرثیہ سید الحکما میر محمد حسین علیہ الرحمہ

غزلیات

صفحہ نمبر	تعداد اشعار	
۱۱۶	۹	۱- جھمکڑا برق کا سا اس جمال میں دیکھا
۱۱۶	۱۳	۲- تہی اس حسن مطلق سے ہے کب آئینہ امیوں کا
۱۱۶	۷	۳- بندہ ہوں حسن صورت و عشق مجاز کا
۱۱۷	۸	۴- اے وہ کہ آئینہ ہے تو حسن قدم کا

۱۱۷	۵	لباب نور عشق مر تفضی سے سینہ ہے اپنا	-۵
۱۱۸	۵	تجھے نقشِ بستی مٹایا تو دیکھا	-۶
۱۱۸	۱۰	تجھے کچھ یاد ہے، بہلا وہ عالم عشق پہناں کا	-۷
۱۱۹	۱۱	سیاہی کب یہ پوچھے ہے رگڑ کر گوشہ داماں کا	-۸
۱۱۹	۱۱	کسے اب معرکہ میں شوق کے زہرہ ہے خوفا کا	-۹
۱۲۰	۹	نگاں کیونکہ کروں تجھ پہ دل پھرانے کا	-۱۰
۱۲۰	۱۱	نہ بند غم میں ہے زور اشک، بھی اب بہانے کا	-۱۱
۱۲۱	۱۱	بھگی نگہ میں ہے ڈھب پر سس بہانی کا	-۱۲
۱۲۱	۱۰	ماعدم ہے شور اپنی آہ پر تاثیر کا	-۱۳
۱۲۲	۱۲	تشنہ لذت ہے پھر زخمِ جگرِ خمیر کا	-۱۴
۱۲۲	۱۱	زبردنداں رہ گیا حسرت سے لب غم خوار کا	-۱۵
۱۲۳	۱۳	کیا کیجیے بیاں ترے عارض کے نور کا	-۱۶
۱۲۳	۱۰	مانع ہے عرض حال سے ڈھب اس نگاہ کا	-۱۷
۱۲۴	۱۰	کیا دل ہوا برشتہ کفِ سینہ تاب کا	-۱۸
۱۲۴	۱۱	نکڑا سا ایک دکھائی دیا آفتاب کا	-۱۹
۱۲۵	۹	دھویا ہے کس نے منہ کہ یہ ہے لطف آب کا	-۲۰
۱۲۵	۱۰	کھولا جو بیچ طرہ، عنبر شمیم کا	-۲۱
۱۲۶	۱۳	بسمل ہے دل سے لب تک ہر حرف آرزو کا	-۲۲
۱۲۷	۸	کب گل ہے ہوا خواہ صبا اپنے چمن کا	-۲۳
۱۲۷	۱۰	نہیں ہے جلوہ نما غنچہ، شاخ پر گل کا	-۲۴
۱۲۷	۱۰	قدم رکھا ہے بہاں کس نے کہ گل تصویرِ عالی کا	-۲۵
۱۲۸	۱۲	رکھے ہے رنگ کچھ ساقی شرابِ ناب آتش کا	-۲۶
۱۲۹	۹	خالی رہا، ہمیشہ ہی ساغرِ جناب کا	-۲۷
۱۲۹	۹	ہوں میں گداز گریہ سے، مسر جناب کا	-۲۸
۱۲۹	۱۵	نیاز گریہ ہے سرمایہ کیا ہوا دل کا	-۲۹
۱۳۰	۱۰	رہے ہے روکشِ نشتر ہر آبلہ دل کا	-۳۰
۱۳۱	۱۲	تھام اے دست تپش اب یہ بلانا دل کا	-۳۱
۱۳۱	۱۰	منظر دیدہ، تراپنا تو گھر ہے اس کا	-۳۲
۱۳۱	۹	نام جانے کانہ لے بار کہ مر جاؤں گا	-۳۳
۱۳۲	۱۵	عینِ راحت ہے جو کچھ ہم پہ ستم کیجے گا	-۳۴
۱۳۲	۱۱	آکے اس شرط سے تو دل پہ مرے تیرنگا	-۳۵
۱۳۳	۱۰	کون کھینچے ہے کمان کاف میں اب تیرنگا	-۳۶
۱۳۳	۹	نور مرہ کو شب تیرا برتک کیا لاف تھا	-۳۷
۱۳۳	۹	ابر کو ہم چشمی ترگاں کا میری لاف تھا	-۳۸

- ۳۶ - ایل انجالیہ میں...
- ۳۷ - کل گرم ہار کون سا...
- ۳۸ - شب بھر میں یہ سہم...
- ۳۹ - کل جو غلوت میں وہ کل...
- ۴۰ - کہا کے کل سوچو...
- ۴۱ - بسکہ وقت گرہ...
- ۴۲ - آج آفت قبر ہے یوں...
- ۴۳ - میں لگا جاتا نہ کب...
- ۴۴ - خوگر دشنام لعل...
- ۴۵ - یاں تک وقف الم رات...
- ۴۶ - رات تم بن نہ تک...
- ۴۷ - رخصت ایک اک سے...
- ۴۸ - دیکھ کر یاں دمناسے...
- ۴۹ - رشک اس پر ہے کہ...
- ۵۰ - آمد آمد سن تری جی...
- ۵۱ - اس نگہ نے کیا کہا...
- ۵۲ - دل شب جو شعلہ...
- ۵۳ - یہ بغل میں تجھے...
- ۵۴ - دل کا دوا غم سے...
- ۵۵ - آنکھیں لڑیں مھیں...
- ۵۶ - ہر نفس ضبط زبیں...
- ۵۷ - بوسہ بھی دے کہ...
- ۵۸ - منہ ڈھانکے آہ وہ...
- ۵۹ - شعلہ سے طور کے...
- ۶۰ - گر آسماں سے بے...
- ۶۱ - غش میں جو ہا گیا...
- ۶۲ - کب کشتگان غم سے...
- ۶۳ - غش سے ہمیں افاقہ...
- ۶۴ - زخمی کو دیکھ تیرے...
- ۶۵ - شب بستر راحت پہ...
- ۶۶ - دل جب سے لگایا...
- ۶۷ - کیا گراں طرہ...
- ۶۸ - کیوں یقین اب تو...
- ۶۹ - گھر سے گرم عتاب...

۱۴۹	۱۱	۶۳- برہانِ ہدایہ اللہ
۱۴۹	۱۰	۶۴- کیا نقشِ ترا لوحِ دل چنگ پہ کھینچا
۱۵۰	۷	۶۵- مطرب نے نہ دل بانگ نے دو چنگ پہ کھینچا
۱۵۰	۹	۶۶- جو کیا سوال بوسہ تو بلا جواب الٹا
۱۵۰	۱۰	۶۷- یہ نظر بڑا تھمکرا جو وہ تک نقاب الٹا
۱۵۱	۱۲	۶۸- کادشِ غم نے ستم رات یہ مجھ پر توڑا
۱۵۱	۱۲	۶۹- میں نے کل اس سے کہا دل کو ہے کیونکر توڑا
۱۵۲	۱۶	۸۰- مزال نے کاسننے کا نہ پایا
۱۵۲	۱۲	۸۱- وہ آیا جب کہ لب بلمناہ پایا
۱۵۳	۱۲	۸۲- ہر مو سے سوزِ غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا
۱۵۳	۱۲	۸۳- سنبہ میں ایک نفس بھی نہ ترا میر رہا
۱۵۳	۸	۸۴- یک جرات کو سسک اور یہ پتھر رہا
۱۵۳	۱۰	۸۵- شب انتظار تھی کس کی کل کہ خیالِ جانبِ در رہا
۱۵۵	۷	۸۶- نہ شفیق سر پر رہا کوئی جو رہا تو زخمِ ستم رہا
۱۵۶	۱۲	۸۷- ہوئیں تم کو اور سے صحبتیں ہمیں اور مشغلہ مل رہا
۱۵۷	۹	۸۸- تمہارو زکون سا کہ یہاں غم نہیں رہا
۱۵۷	۱۰	۸۹- یہاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں رہا
۱۵۷	۹	۹۰- ذرا جب کہ یہاں رو کے دامنِ نچوڑا
۱۵۸	۱۲	۹۱- دھواں اے آہ یوں کرتی ہے کیا جا
۱۵۸	۱۷	۹۲- جو بعد مرگ بھی دل کو رہی کنار میں جا
۱۵۹	۱۰	۹۳- وہ بو لکھوں جلوہ ہے ہر آن تماشا
۱۵۹	۹	۹۴- کچھ رنگِ ترا قبر میں آہ اور بھی چرکا
۱۶۰	۱۰	۹۵- نہ توڑاے محسبِ ناحق کچھ کر ساغرو مینا
۱۶۰	۹	۹۶- یہاں ہے خونِ شدہ دل دیدہ تر ساغرو مینا
۱۶۰	۱۰	۹۷- جاں بخش ہے اس خنجرِ برانِ کالوہا
۱۶۱	۷	۹۸- خوں سے مرے تر ہے ترے پیکانِ کالوہا
۱۶۱	۱۳	۹۹- کہیں یہ دل خیال کوئے دلبر میں نہیں لگتا
۱۶۲	۹	۱۰۰- تم بن اس جانِ تفتہ کا کیا جامہ شب کیا تن جلا
۱۶۲	۱۰	۱۰۱- کوئی ہمدرد نہ ہمدم نہ یگانہ اپنا
۱۶۲	۱۰	۱۰۲- ٹھہرائے ہے یاں بوسہ پہ پیغامِ تمہارا
۱۶۳	۱۱	۱۰۳- مر کر بھی یہاں جوشِ شب و تاب نہ ٹھہرا
۱۶۳	۷	۱۰۴- شب ایک ہی کر وٹ پہ دم خواب نہ ٹھہرا
۱۶۳	۹	۱۰۵- کیا لگا ہوں سے یہاں خونِ دم بسمل شپکا
۱۶۳	۱۱	۱۰۶- بے طرح شبِ طہانِ دل پتہ تاب تو ہوا

۱۶۷	۱۱	سینہ چمکے رہا ہے دل سے	-۱۰۷
۱۶۸	۱۱	میں کشتہ دل کا مارا ہے ہر آنکھ کی	-۱۰۸
۱۶۹	۱۱	اکثر دوچار دل صفت سزاں ہاں چلا	-۱۰۹
۱۷۰	۱۱	فبط یوں ہی جو طیش ہائے مہاں کیے	-۱۱۰
۱۷۱	۱۱	دل کو وقفہ سر سزاں ہاں کیے	-۱۱۱
۱۷۲	۱۱	جگر کے داغ نے دل سینہ جان تاب و توں پھونکا	-۱۱۲
۱۷۳	۱۱	بھریک نے آتش دل کی سریر استخوان پھونکا	-۱۱۳
۱۷۴	۱۱	کہا میں نے مروت کا تمہیں نے خانماں پھونکا	-۱۱۴
۱۷۵	۱۱	اس پہ ہر شوق نہاں شب سر محفل کھولا	-۱۱۵
۱۷۶	۱۱	تھا گرہ دم جو گلوں میں دم بسمل کھولا	-۱۱۶
۱۷۷	۱۱	سر صدر از تری چشم نے کل مل کھولا	-۱۱۷
۱۷۸	۱۱	یہ بے چینی نے تم بن بیرمجھ سے مری جاں باندھا	-۱۱۸
۱۷۹	۱۱	عذاب لپٹے لپٹے یہ آپ مرغ گلستاں باندھا	-۱۱۹
۱۸۰	۱۱	نہ رہا پر نہ طیش سے دل بے تاب رہا	-۱۲۰
۱۸۱	۱۱	بسکہ ذکر خط و رخسار جہاں تاب رہا	-۱۲۱
۱۸۲	۱۱	گزر تا ہے جہازہ دیکھنا اے جان من کس کا	-۱۲۲
۱۸۳	۸	کیا دل یوں نشاندہ تو نے اے نادک گلن کس کا	-۱۲۳
۱۸۴	۱۲	ہم بغل رات رہا کون گل ترا پنا	-۱۲۴
۱۸۵	۱۰	ہاتھ سے تیرے یہ احوال ہے دلبر اپنا	-۱۲۵
۱۸۶	۱۱	تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا	-۱۲۶
۱۸۷	۱۶	کشتہ وعدہ ترا آج سسکتے دیکھا	-۱۲۷
۱۸۸	۱۵	حسن میں چہرے عجب نور بھکتے دیکھا	-۱۲۸
۱۸۹	۹	نثار ناز کہ آئینہ اس نے جب دیکھا	-۱۲۹
۱۹۰	۱۰	نشہ میں بال کھلے خواب میں وہ شب دیکھا	-۱۳۰
۱۹۱	۱۵	ہاتھ لپٹے سے بھا کے وہ داماں نکل گیا	-۱۳۱
۱۹۲	۱۵	واژخم سینہ تھا دل نالاں نکل گیا	-۱۳۲
۱۹۳	۹	بے دل تفتہ سے تادیدہ نم آتش و آب	-۱۳۳
۱۹۴	۶	اشک و پر کالہ دل سے ہے ہم آتش و آب	-۱۳۴
۱۹۵	۸	لو شہ آتش پہ ہے جون زلف چہر گوں نصیب	-۱۳۵
۱۹۶	۶	ہو کب آساں اس چہن میں بادہ گلوں نصیب	-۱۳۶
۱۹۷	۶	کل وصل میں بھی نیند نہ آئی تمام شب	-۱۳۷
۱۹۸	۱۱	وہ شوخ و فرس محفل و سمیں پلنگ و خواب	-۱۳۸
۱۹۹	۶	گرم ہے داغوں سے دل کے پشت داغ آفتاب	-۱۳۹
۲۰۰	۶	کم ہے نہ ہیش دیدہ تر بسکہ آب آب	-۱۴۰

ب

۱۸۰	۷	آتش بھراں سے ہے اپنا دل پتہ آب	-۱۴۱
۱۸۰	۹	گر ترے پر تو درخ سے ہو ضیاءِ جناب	-۱۴۲
۱۸۱	۱۰	دل میں جو جو ہے نکالیں وہ ذرا بول کے خوب	-۱۴۳
۱۸۱	۱۰	پیش صیاد ہوں جتنا کہ پیشمان درست	-۱۴۴
۱۸۲	۱۰	جوش دریا سے ہے سچ شورشِ طوفان درست	-۱۴۵
۱۸۲	۱۰	نہیں معلوم کیا ہے اب ترے پتہ آب کی حالت	-۱۴۶
۱۸۲	۹	نہ سوزِ سینہ سے پوچھو دل پتہ آب کی حالت	-۱۴۷
۱۸۳	۸	ہنجرہ شانہ میں ہو زلفِ دو نما یا قسمت	-۱۴۸
۱۸۳	۱۰	جان سے ہے وہ لبِ روح فرمایا قسمت	-۱۴۹
۱۸۳	۷	مسل زباد نہ اپنی ہے جسیں خاک پر مست	-۱۵۰
۱۸۳	۹	صف بستہ کہاں ہوئے گی فردائے قیامت	-۱۵۱
۱۸۳	۱۱	غالباً گزری نسیمِ باغ سوئے کوئے دوست	-۱۵۲
۱۸۵	۹	رات شعلہ یہ اٹھانا لہ سوزاں سے لپٹ	-۱۵۳
۱۸۵	۸	کس کی ہو آئی نسیمِ چمنستان سے لپٹ	-۱۵۴
۱۸۶	۱۳	کہیں گرے نہ پی آئے ہو سرشاری کا کیا باعث	-۱۵۵
۱۸۶	۱۰	نہ تیغِ عشق گر کھائی دل انگاری کا کیا باعث	-۱۵۶
۱۸۷	۷	درونِ باغِ جہاں بہر یک پیالہ حبیب	-۱۵۷
۱۸۷	۷	ہر حرفِ آرزو پہ کرے تھادہ یارِ بحث	-۱۵۸
۱۸۷	۱۷	دل ہی جھیلے نگہِ برقِ دیش یار کی آنچ	-۱۵۹
۱۸۸	۹	متصل نالے جو آئے شبِ گہوں پر چار پانچ	-۱۶۰
۱۸۸	۸	آج بوسے جاؤں گا اس لب سے لیکر چار پانچ	-۱۶۱
۱۸۹	۱۰	آہ کس کس نے لڑائے نہیں تھوہیر کے بیچ	-۱۶۲
۱۸۹	۱۱	منتِ بخیہ و مرہمِ دل انگار نہ کھینچ	-۱۶۳
۱۹۰	۱۱	ہم سے کہنے بے دلوں کو کب ہے منزل تک پہنچ	-۱۶۴
۱۹۰	۸	روئے ہوا پہ کوششِ نقشِ دنگار بیچ	-۱۶۵

۱۹۱	۱۳	نہ سی پہلو کے چاک اے بخیہ گر آج	-۱۶۶
۱۹۱	۱۰	اٹھے ہے بول سا کچھ بول پر آج	-۱۶۷
۱۹۲	۹	اندوہ دردِ داغِ المِ غمِ نغزِ اب رنج	-۱۶۸
۱۹۲	۱۳	آہوں کا گھٹ گیا جو دھوئیں پر دھواں ہے آج	-۱۶۹
۱۹۳	۱۲	کیا دل کو دستِ غم میں فشارِ نہاں ہے آج	-۱۷۰
۱۹۳	۱۲	دیکھ اس چشمِ گراں خواب کی طرح	-۱۷۱

۱۶۲۔ بڑا پتھر سے تیار ہونے والا پتھر

۱۶۳۔ بڑا پتھر سے تیار ہونے والا پتھر

۱۶۴۔ بڑا پتھر سے تیار ہونے والا پتھر

۱۶۵۔ ہے رخ یار سے کیا زلف پریشاں گستاخ

۱۶۶۔ کس کی نگاہ گرم سے تماشب دوچار رخ

۱۶۷۔ دیکھ آئندہ میں ساتھ حسینوں کے یار رخ

۱۶۸۔ آجھ پہ طیش کز نہ بت پر عتاب سخ

۱۶۹۔ حجابندی اشک بر رخ سے انگشت شرکاں سرخ

۱۷۰۔ لگ اٹھی آگ ففس میں صیاد

۱۷۱۔ فقط میں ہوں کہ تو کراٹھ کے در بند

۱۷۲۔ دام میں پھر کا کیے پر تھی تری صیاد یار

۱۷۳۔ نالہ کرے جو دل سے جرس اپنا ہماں بلند

۱۷۴۔ زنج کر ہاتھ میں مل خون ہنسا میرے بعد

۱۷۵۔ لعلیں لبوں سے یار کی دشنام ہے لذیذ

۱۷۶۔ نقش کر نام بتاں کا تعویذ

۱۷۷۔ ہاتھ پر کس کے کر آیا ہے رسائی کاغذ

۱۷۸۔ فتراک سے نہ باندھو تو یہ شکار یار

۱۷۹۔ دیکھ عکس ہوشاں سے چشم طوفان زراکی سہر

۱۸۰۔ ہے سایہ لگن زلف سیہ نام زمیں پر

۱۸۱۔ یاسن سے دوش دہر سہیں وہ پیکر دیکھ کر

۱۸۲۔ جاں دو ہوں یہ عنایات سنگر دیکھ کر

۱۸۳۔ پوچھا آکر ہے ہر اک تیرے گھائل کی خبر

۱۸۴۔ آئینہ شش جہت میں گھر کے لگا لگا کر

۱۸۵۔ ہو نیچہ اٹھاتے کس کو ڈرا ڈرا کر

۱۸۶۔ تھا جسم ناتواں بھی گراں جان زار پر

۱۸۷۔ جی پلاتن سے فوج نم لے کر

۱۸۸۔ پھر رہ گئے سوتے پھر دیکھ کر

۱۸۹۔ اپنی وہ میرے ہاتھ میں تصویر دیکھ کر

۱۹۰۔ تھا وقت گر پہ پیش نظر خط یار سہز

۲۰۷	۱۱	۲۰۱- میں مر گیا ہوں دیکھ خط گلخوار سبز
۲۰۷	۱۲	۲۰۲- دیکھتا گزرا کوئی کافر ہے تیز
۲۰۷	۱۱	۲۰۳- آہ کس کا دل زخمی ہے نہ خاک ہنوز
۲۰۸	۷	۲۰۴- پردے سے نکلنا تھا وہ زوئے نورانی ہنوز
۲۰۹	۱۰	۲۰۵- ہے بہت قصہ، ضعفِ دل رنجور دراز
۲۰۹	۱۱	۲۰۶- کیوں کریں ہاتھ سوتے منعّم مغرور دراز
۲۰۹	۷	۲۰۷- منکر مہارے قتل سے ہوتا ہے تو ہنوز
۲۱۰	۱۳	۲۰۸- دے شوق رخ و زلف نہ آرام شب و روز

س

۲۱۰	۱۳	۲۰۹- بکھرے وہ دیکھ موئے معنبر جبیں کے پاس
۲۱۱	۹	۲۱۰- بس ہے یہ لطف صبا بہر گرفتار قفس
۲۱۱	۷	۲۱۱- ہے کس کے زخمِ خنجر بیدار کی ہوس
۲۱۱	۹	۲۱۲- اس مصفا سینہ میں نسرین کے باروں کا عکس
۲۱۲	۱۳	۲۱۳- فغاں نے مٹت ہی ظاہر کیے شرارِ افسوس
۲۱۲	۱۳	۲۱۴- نکل ہی جان گئی ہوتے ہی دو چار افسوس
۲۱۳	۹	۲۱۵- گرم اشک سے ہیں شرکاں مہمان آب و آتش
۲۱۳	۹	۲۱۶- ہے حلقِ اشکِ افغاں پر دل پیمانہ میں آتش
۲۱۳	۷	۲۱۷- زبیں بخشنے ہے ہر دم ربطِ اشکِ آتشیں آتش
۲۱۳	۱۱	۲۱۸- دلِ خردشاں یہاں ہے لبِ خاموش
۲۱۳	۱۷	۲۱۹- ہم لیے ہیں دلِ طہاں خاموش

س

۲۱۵	۱۰	۲۲۰- کیونکہ ہم پر نہ ہو ستم مخصوص
۲۱۵	۷	۲۲۱- خاک پر رکھتا ہے اپنی کون سا جانانہ رقص

ض

۲۱۶	۸	۲۲۲- عشق کا مہلک جو سنتے تھے کہانی میں مرض
۲۱۶	۱۲	۲۲۳- دیوانہ میں تراہوں پری سے نہیں غرض
۲۱۶	۸	۲۲۴- کام ہے زلفِ سیاہ و روئے تاباں سے غرض

- ۲۲۵- لکھ کر دیا جو سو زدل بے قرار خط
 ۲۲۶- کرنا زواں ہے جانب رشک بہار خط
 ۲۲۷- تو اور حرف قہر سے ہو آشنا غلط
 ۲۲۸- ہم چہرگی یار سے باندھی اگر بے شرط

- ۲۲۹- یاں نہ گل سے نہ گلستان سے خط
 ۲۳۰- ایک دم پایا تھا آب خنجر قاتل سے خط
 ۲۳۱- تیرے خیال سے ہم اس قدر ہیں جہاں محفوظ
 ۲۳۲- کسی کے بوسہ لب سے ہیں ہم جہاں محفوظ

ع

- ۲۳۳- ہوں محو بخودی نہ جہاں کی ہے اطلاع
 ۲۳۴- دیکھ اس تجلت رخ سے عرش افشانی شمع
 ۲۳۵- تھا یہ کس چہرہ تاباں پہ ندرایا برقع

غ

- ۲۳۶- گلے تشنہ کو پہنچانہ اپنے آپ در رخ
 ۲۳۷- دیکھے اگر ترے رخ پر نور کا چراغ
 ۲۳۸- رکھتا ہے بس کہ ربط دم شعلہ بار داغ
 ۲۳۹- بجر کے بھی رشک کے بھی کھائے داغ

ف

- ۲۴۰- بر آئی آرزو نہ گنجی ایک بار حیف
 ۲۴۱- وہ چشم و دل تھا دو بدو میں اور تماشا اک طرف
 ۲۴۲- دیکھو نہ اس وادی میں ہو مجنون شیدا اک طرف
 ۲۴۳- جھانک کر ناقہ نشیں دیکھ اپنے پیدل کی طرف
 ۲۴۴- ہیں نہ کچھ آب بقایا سے نہ سم سے واقف

ق

۲۲۵	۹	۲۳۵۔ فزوں اس چشم سے ہے غمزا خوشخوار کی رونق
۲۲۶	۹	۲۳۶۔ دے شب وعدہ سحر تک نہ تک آرام قلق
۲۲۶	۱۵	۲۳۷۔ اس کی تیغ صواب کا مشتاق
۲۲۷	۱۲	۲۳۸۔ چھوڑ مسوں ہرزگی کا شوق

ک

۲۲۷	۵	۲۳۹۔ بس جنبشِ فغاں کہ بیسے میں جگر کے چاک
۲۲۷	۱۵	۲۴۰۔ پھونکی تپ فراق نے کیا جسم و جان میں آگ
۲۲۸	۱۳	۲۴۱۔ گیا ہے نور سالختے ہی کیا نقاب چمک
۲۲۸	۱۰	۲۴۲۔ آچک کہ زبست کا ہے کچھ اک نام اب تلک
۲۲۸	۱۰	۲۴۳۔ چھوٹا کبھی نہ اس نے دیا جام اب تلک
۲۲۹	۱۳	۲۴۴۔ لپکے ہے خون میں مل ترے پھیر سے نمک
۲۳۰	۱۷	۲۴۵۔ گرہاں دے گلو کو بوسہ پہنچے بار گردن تک
۲۳۰	۷	۲۴۶۔ ساتھ لپنے گر گیا دل بیتاب زیر خاک
۲۳۰	۱۲	۲۴۷۔ پہنچا ہے اس مریض کا گو کام ہاں تلک
۲۳۱	۱۳	۲۴۸۔ خراب ناز سے طرح قیامت اے جواں کب تک

ل

۲۳۱	۱۱	۲۴۹۔ کس نے بھینچا ہے تجھے رات لگے پیار سے مل
۲۳۲	۹	۲۵۰۔ کیا کہا اپنی نگہ نے نگہ یار سے مل
۲۳۲	۱	۲۵۱۔ بنایا تجھ کو جب اے رشکِ صبح و غیرت گل
۲۳۳	۱۳	۲۵۲۔ خالی چمن میں زور خزاں دیکھ جائے گل
۲۳۳	۷	۲۵۳۔ کب رنگ سے ثبات کے بلبل بنا ہے پھول
۲۳۳	۱۱	۲۵۴۔ جان پر اپنی نہ تھا کچھ اس کے بسمل کا خیال
۲۳۳	۱۱	۲۵۵۔ بیچن شب وعدہ رکھے ہے خلشِ دل
۲۳۳	۵	۲۵۶۔ کون میکش اس چمن میں بی رہے ہیں مل کے مل
۲۳۳	۸	۲۵۷۔ ہوں داغ دست دل سے اگر ہاتھ آئے دل

م

۲۳۵	۱۷	۲۵۸۔ کشتہ شمشیر سے وہ حسرتِ شمشیر سے ہم
-----	----	---

- ۲۴۹ - طالع صیلا بھی لاکے ہیں نہ لکھتے ہیں
- ۲۵۰ - نگہت کو تجھ سے لے لے جے سہارا رسالت
- ۲۵۱ - بیٹھے اٹھائے ہاتھ ہیں ہر دم لاکے ہم
- ۲۵۲ - کیونکر وہ گیا بر سے ازا دل نہیں معلوم
- ۲۵۳ - کیوں خون میں آغشته ہے پھر دل نہیں معلوم
- ۲۵۴ - کرے جب چشم حسرت سے میرا اندوہ گئی پر غم
- ۲۵۵ - رکھ آئے چشم پر کس کی کہ ہے سب آستیں پر غم
- ۲۵۶ - ہونے پایا میرے قاصد کا نہ پیغام تمام
- ۲۵۷ - لٹاکب کے چکے ہیں جنس صبر و ہوش طاقت ہم
- ۲۵۸ - تیرے لبوں سے یہی کہتے بار بار ہیں ہم
- ۲۵۹ - مثال ابر کے پھر روئے زار زار ہیں ہم
- ۲۶۰ - چشم و دل بھی کچھ نہیں رکھتے ترے ناکام کم
- ۲۶۱ - نہ دل ہیں کسو کے نہ جگر ہیں نہ حتام
- ۲۶۲ - پھر محنت جگر آج پیسے بیٹھ کے باہم
- ۲۶۳ - دیکھے ہیں لیکے بوسہ سزا میں کتاب ہم
- ۲۶۴ - آب بقا سے خضر نہ ہوں کامیاب ہم
- ۲۶۵ - گر حسرت دل سنائیں گے ہم
- ۲۶۶ - خلوت میں تمہیں ستائیں گے ہم
- ۲۶۷ - فریاد جو لب پہ لائیں گے ہم
- ۲۶۸ - نلک دیکھ تیری رہ پر کب سے غبار ہیں ہم
- ۲۶۹ - ہے لکڑی دل اور زار و نزار ہیں ہم
- ۲۷۰ - خالی ہیں ہاتھ کسے اور شرمسار ہیں ہم
- ۲۷۱ - تم ملنتے تھے بات کسی کی نہیں کہ ہم
- ۲۷۲ - رگڑے ہے کوئی بت کہہ پہ یوں جنہیں کہ ہم
- ۲۷۳ - دیکھ آئینہ نہ کہہ کہیں ایسا نہیں کہ ہم

ن

- ۲۹۳ - شب بھر بھی ہے کوئی غضب نہیں ہوتی آہ سحر کہیں
- ۲۹۵ - ہر نفس تازہ مرا زخم جگر ہے کہ نہیں؟
- ۲۹۶ - آج گڑبالیوں کو یاد گجر ہے کہ نہیں
- ۲۹۷ - دیکھ آئینہ تری چشم بھی تر ہے کہ نہیں
- ۲۹۸ - چل بے قافلے یاروں کے خبر ہے کہ نہیں
- ۲۹۹ - مل کے شب کس سوختہ کی چشم تر سے آستیں

۲۴۹	۱۰	۳۰۰ - پڑا اشکِ خوئیں سے کار گرہاں
۲۴۹	۱۰	۳۰۱ - الہی کس نگار میں بوجھ نے یہ خط لکھا رنگیں
۲۵۰	۱۱	۳۰۲ - کس دن مری جرات دل خو پچاں نہیں
۲۵۰	۱۰	۳۰۳ - گرد اس مریضِ غم کے کوئی مہرباں نہیں
۲۵۱	۱۲	۳۰۴ - وقت نظارہ یک نگہ آرزو نہیں
-۲۵۱	۱۱	۳۰۵ - پھیلتا زخمِ جگر کا کوئی انگور نہیں
۲۵۱	۹	۳۰۶ - مشک و الماس و نمک بن تو بہاں سود نہیں
۲۵۲	۹	۳۰۷ - یہ خیال میں ہے کہ چارہ کچھ بچے لنگھی جگر کریں
۲۵۲	۷	۳۰۸ - یہ کہے بے دلولہ جنوں کہ گزار سوتے چمن کریں
۲۵۳	۸	۳۰۹ - تا چند قتل کا فغاں ہم گلو کریں
۲۵۳	۹	۳۱۰ - جو اٹھاؤں دم بدم اک جلا سو وہ دل کہا وہ جگر کہاں
۲۵۳	۱۲	۳۱۱ - وہ زندگانی کے مزے اے جان حاصل ہوں کہاں
۲۵۳	۱۰	۳۱۲ - سر سبز تخم دوستی ہو دے بغیر دل کہاں
۲۵۵	۹	۳۱۳ - مرغِ پامال ہے یہ اس سے اڑا جائے کہاں
۲۵۶	۸	۳۱۴ - صورتِ نقشِ قدم مجھ سے اٹھا جائے کہاں
۲۵۷	۱۸	۳۱۵ - کیا اس سے وصل کی شبِ مطلب برامیاں ہوں
۲۵۸	۹	۳۱۶ - قہقہہ شیشہِ صفتِ جب میں کھو کر تا ہوں
۲۵۸	۱۳	۳۱۷ - ترے بیمار نے کی رخصت جہاں کہتے ہیں
۲۵۹	۸	۳۱۸ - کچھ تصور سے ترے رات جو بہاں کہتے ہیں
۲۵۹	۱۰	۳۱۹ - اک ترے عشق سے کیا کیا نہ بہاں رکھتے ہیں
۲۵۹	۷	۳۲۰ - دل ہے پر نیشِ دلِ خندہ زناں رکھتے ہیں
۲۶۰	۹	۳۲۱ - پاس بیٹھے ہیں پہ کب آنکھ ملا سکتے ہیں
۲۶۰	۶	۳۲۲ - پاؤں کب اس دردِ لکش سے اٹھا سکتے ہیں
۲۶۱	۹	۳۲۳ - لئے دم آج ترے دلگیر چھینتے ہیں
۲۶۱	۷	۳۲۴ - اس بھوں کی جو مصور تصویر چھینتے ہیں
۲۶۱	۸	۳۲۵ - مئے روشن کو لاپہر مغاںِ غم سے گلابی میں
۲۶۲	۸	۳۲۶ - سب جو مرگِ مجنوں کا کبھی سنتے تھے کہانی میں
۲۶۲	۹	۳۲۷ - سمندِ باز تک رو کو کہ حاصلِ لنتہ سازی میں
۲۶۲	۹	۳۲۸ - کیا جوں موز بہاں تن اس کی لکر نقشہ سازی میں
۲۶۳	۷	۳۲۹ - تپاں کب تک رہے گا پہ دلِ پستاب بہلو میں
۲۶۳	۱۳	۳۳۰ - بھولا سپہرِ طرزِ روش کی مگر کہیں
۲۶۳	۱۰	۳۳۱ - بہت عشق نے خوں رلایا ہمیں
۲۶۳	۱۵	۳۳۲ - تپ بجر بار سے آگ سیا جو بھردکتی ہے دل زار میں
۲۶۵	۱۰	۳۳۳ - کہے ہے دل شگاف سینہ جب ہیوند ہوتے ہیں

۳۳۲۔ دیکھے مہرا جو نامہ قلم سے لکھتا ہے
 ۳۳۵۔ اپنا سر آپ لائے ہیں پھر اٹھ میں

- ۳۳۶۔ گرفتہ دل کے لپنے عقدہ ہائے آرزو کھولو
 ۳۳۷۔ لکھو گر حضرت دل خط کبھی یار ان صہرا کو
 ۳۳۸۔ پامال اشک کر غوغائے رستا خیز کو
 ۳۳۹۔ ہلایا داغ دل نے سینہ و جان و جگر دیکھو
 ۳۴۰۔ ہمدرد ہے دل اور ہر پہلو ہے سب ابو سے درد دیکھو
 ۳۴۱۔ چاک کر جیب کو کی سینہ درمی دیکھو تو
 ۳۴۲۔ دلفریبی یہ ہے وہ رشک پری دیکھو تو
 ۳۴۳۔ ہنستے ہنستے مل گئی بسمل کی آرزو
 ۳۴۴۔ دل اس چمن ناز پہ اپنا تولد ابو
 ۳۴۵۔ مشغول کسی بزم میں خاطر مری کیا ہو
 ۳۴۶۔ جہاں ہے جلوہ آرائی بہم پھر دلفریبیوں کو
 ۳۴۷۔ صبا پیغام یہ کہو ہمارا ہم سفیروں کو
 ۳۴۸۔ رات خلوت میں جو تنہا کہیں پاؤں تجھ کو
 ۳۴۹۔ پردہ لٹھتے ہی دیا کچھ نہ دکھائی مجھ کو
 ۳۵۰۔ کس کے شرکار کی دلایا دلانی مجھ کو
 ۳۵۱۔ آلودہ کیا خون سے کیا دامن قاتل کو
 ۳۵۲۔ قہر ہے وہ نگاہ مت پوچھو
 ۳۵۳۔ اس کے کوچے کی راہ مت پوچھو
 ۳۵۴۔ بازوہ لعل ناز نہیں تو ہو
 ۳۵۵۔ دست ہوس سے چھوٹ کے کس کے آتے تم گھبرائے ہو
 ۳۵۶۔ چشم اس کے رخ پہ اشک سے بے ہشت و شوہو

- ۳۵۷۔ گریہ کے ساتھ دم ہے دردوں گلو گرہ
 ۳۵۸۔ اس بہوں کی وقتِ عرض نہ داہو کبھی گرہ
 ۳۵۹۔ مرتا ہوں اس نگہ پہ جو ہو اس ادا کے ساتھ
 ۳۶۰۔ خوں گشتہ دل طلب تو کرے جنا کے ساتھ
 ۳۶۱۔ کی کس نے چھینز گس سحر آفریں کے ساتھ
 ۳۶۲۔ مسوں لڑائی آنکھ ہے کس چشمگین کے ساتھ

۲۸۱	۱۲	۳۶۳	گو خط شوق میں تحریر نہ تھا کیا کیا کچھ
۲۸۱	۱۰	۳۶۴	اک نظر لڑتے ہی اظہار کیا کیا کیا کچھ
۲۸۲	۱۲	۳۶۵	عکس اس کے سے سدا ہے بغل گیر آمنہ
۲۸۲	۱۰	۳۶۶	دل حیراں ہے یہاں اور دیدہ تر جام و آئینہ
۲۸۳	۹	۳۶۷	زبس اب حسن کا تیرے ہے منظر جام و آئینہ
۲۸۳	۱۰	۳۶۸	شب ہم کو کشت و خون رہا فوج غم کے ساتھ
۲۸۳	۹	۳۶۹	ہیوستہ وہاں ہے تیر کمانِ ستم کے ساتھ
۲۸۴	۸	۳۷۰	پہرے ہے چشم میں وہ زلفِ قہر گوں سیاہ
۲۸۴	۱۲	۳۷۱	نہ چھوڑ چہرے پہ وہ زلفِ نیم تاب سیاہ
۲۸۵	۸	۳۷۲	شب کہاں تھے کہ کچھ آتے ہو حجابِ آلودہ
۲۸۵	۸	۳۷۳	فوجِ ہستی ہے مری اشک سے آبِ آلودہ
۲۸۵	۱۲	۳۷۴	کسی کا دل ہے جو لینا تو لیجئے چاہ کی راہ
۲۸۶	۱۸	۳۷۵	جو گل کترے تھے تو نے آن کر دیکھ
۲۸۶	۱۹	۳۷۶	بھن رہا دل کباب سا ہے یہ
۲۸۷	۱۵	۳۷۷	وہ خوابیدہ تھا سر کا زلفِ غم آہستہ آہستہ
۲۸۸	۱۰	۳۷۸	گیابدہ استواں میں سوزِ غم آہستہ آہستہ
۲۸۸	۱۷	۳۷۹	مت کفِ دستِ حنائی دلِ پستاب پہ رکھ
۲۸۹	۱۶	۳۸۰	دل سلکتا ہے دھواں نکلے بے ہرنالے کے ساتھ
۲۸۹	۱۱	۳۸۱	نظر بازوں سے جھک کر ان نگاہوں نے اشارت کی
۲۹۰	۹	۳۸۲	پہرا وہ لوٹ بہر دل تو میں نے یوں اشارت کی
۲۹۰	۱۳	۳۸۳	دل میں ہو اور ہو تم دل کے جلانے والے
۲۹۰	۸	۳۸۴	دل کے داغ ہیں اک آگ لگانے والے
۲۹۱	۸	۳۸۵	خواب میں دیکھا تھا شبِ بہلو میں لہنے تیرے
۲۹۱	۸	۳۸۶	ان کو حیلے ہیں اجل کی ہم پہ دار و گیر ہے
۲۹۲	۷	۳۸۷	کادشِ مٹرگاں سے اس کی بس کہ وقف تیر ہے
۲۹۲	۱۲	۳۸۸	نکلے دھواں یہ دل سے ہر اک بار گرم ہے
۲۹۲	۸	۳۸۹	گرم اشکِ آہ گرم تن زار گرم ہے
۲۹۳	۹	۳۹۰	خلق سے قصدِ شبِ غمِ ہلاکِ جاں پر ہے
۲۹۳	۷	۳۹۱	نگاہ و غمزہ سے اس کے ستم یہ ہاں پر ہے
۲۹۳	۹	۳۹۲	سنبل و گل اور کچھ وہ زلفِ و رو کچھ اور ہے
۲۹۳	۷	۳۹۳	شاید اس بیمارِ غم کا حال رو کچھ اور ہے
۲۹۴	۱۰	۳۹۴	مے اگر ہو لبِ آب و شبِ بہتاب تو پی
۲۹۴	۸	۳۹۵	آگ بھرد کے ہے جو سینہ میں مئے ناب تو پی

۳۹۷	شب وصل اس مہرا غم سے کب بند ہو جائی ہے
۳۹۷	تیرے ہاتھوں سے مہالہ زہن کیا کیا ہے
۳۹۸	خوب ہم کجے میں طرز دل ستانی آپ کی
۳۹۹	ہے پھر اس غم سے کو مہنوں ہم زبانی آپ کی
۴۰۰	قتل ہی کرتی ہے یہ شیریں زبانی آپ کی
۴۰۱	غم سے کو پھر ہمیں کاوشیں اس دل پاش پاش سے
۴۰۲	شرار آہ سینہ سے گل ملے گلے
۴۰۳	شب تھے یک جا نہ پر ارمان ہمارے نکلے
۴۰۴	کہاں تک ضبط آہ دل خراش اب دم بدم کیجے
۴۰۵	دل نہ محو کا دکاؤ نوک مڑگاں کیجیے
۴۰۶	اے بت جو دور سے ترے خونہ کیجیے
۴۰۷	بس حنا زور آزمائی ہو چکی
۴۰۸	جوں صبا گاہ ہو ادار چمن ہم بھی تھے
۴۰۹	بسکہ مڑگاں سے شعلہ باری تھی
۴۱۰	مڑہ سے جائے اشک گرم اک شعلہ نکلتا ہے
۴۱۱	غضب جب مجھ پہ ہو اس دم غضب عالم نکلتا ہے
۴۱۲	دل چونک نہیں شباب باقی
۴۱۳	کر لے نہ پائے نیم جسم کہ بس چلے
۴۱۴	جگر کے درد سے رنگیں نشان آہ کیے
۴۱۵	کچھ نہ پوچھو صرف کیونکر یاں شب محنت ہوئی
۴۱۶	ہماری تشنہ کالی کو نوید کامرانی ہے
۴۱۷	صد تیر بلا متصل یک دگر آوے
۴۱۸	فخس میں ہوں پڑا شب سے افاقہ مگر آوے
۴۱۹	ہیں سدا دل گریہ سے ہم دلگیر پانی کے تلے
۴۲۰	بے طاقتی نے جس جا ہم کو بٹھا دیا ہے
۴۲۱	ہر نگہ میں اس کو اک ایمانے تازہ یاد ہے
۴۲۲	اس رنج سے خدا ہی نگہدار چشم ہے
۴۲۳	بیاں دل کی متناسب اظہار کی آنکھوں سے
۴۲۴	نکلا پڑے ہے یاں دل پستاب سینے سے
۴۲۵	زبان غم سے کو پھر آج عذر کم نکالی ہے
۴۲۶	جوں غم سے سر فرودہ گل نو دمیدہ ہے
۴۲۷	ہر جنبش نفس سے میرے دل کو جنگ ہے
۴۲۸	کنند ناز کس کا بند گہن گرم جولاں ہے
۴۲۹	وہ دامن اک نئے بسمل سے روز آلودہ خوں ہے
۴۳۰	کیا دل کوئی اس قاتل پہنک سے باندھے

۳۰۸	۷	۲۳۱ - بوسہ گرمانگوں تو بولے منہ سنبھالو خیر ہے
۳۰۸	۱۸	۲۳۲ - بلبل ہی اس چمن سے نہ کچھ نوحہ گر گئی
۳۰۹	۱۳	۲۳۳ - نہیں رہتے کہیں دیوانہ بن کرنے سے ہم خالی
۳۰۹	۱۶	۲۳۴ - نہیں کیوں تار دام بلبل اس پوشاک کے ڈورے
۳۱۱	۱۵	۲۳۵ - رسا میں اس قدر اس آہ آتش ناک کے ڈورے
۳۱۱	۱۶	۲۳۶ - کھلیں وہ موتو مشام جاں فتن سے طے
۳۱۱	۱۷	۲۳۷ - ہم اس گلی میں دل پر نیم و محن سے طے
۳۱۲	۱۲	۲۳۸ - جو لے تیرد کماں صید افکنی کو تو نکل آئے
۳۱۲	۹	۲۳۹ - جو اسے برہم زن ایمان و کفر اب تو نکل آئے
۳۱۳	۸	۲۴۰ - دل و حشی مبادا چھوڑ کر وہ کو نکل آئے
۳۱۳	۷	۲۴۱ - ہمارے قتل کو جب تیغ لے کر تو نکل آئے
۳۱۳	۷	۲۴۲ - تجھے سچ ہے کس سے شوق نگہ دو بارہ باقی
۳۱۳	۱۲	۲۴۳ - شب دل پھینکا کہ جان نہیں کچھ خبر مجھے
۳۱۳	۷	۲۴۴ - بزم اپنی سے جلانے ہے وہ دور تر مجھے
۳۱۳	۱۱	۲۴۵ - ادھر سے عشق میں پہلی نگاہ ہوتی ہے
۳۱۵	۹	۲۴۶ - نئے آہنگ سے اپنا دل بیمار روتا ہے
۳۱۵	۱۰	۲۴۷ - آہ گر کھینچوں کبھی نہیں گرد گھر دو چار کے
۳۱۶	۹	۲۴۸ - خط پڑھے مرے وہ دھوکے سے مگر دو چار کے
۳۱۷	۱۷	۲۴۹ - آج ہم سیتے ہیں محبت دل انکار کئی
۳۱۷	۱۳	۲۵۰ - اشک آنے میں چلے پردہ ڈیراز کئی
۳۱۸	۹	۲۵۱ - ہرزخم دل غلش سے دم کی تھلا کیا ہے
۳۱۸	۱۱	۲۵۲ - انکار اس بغل میں شب کچھ جلا کیا ہے
۳۱۸	۱۲	۲۵۳ - کیا رنگ نو بہار میں حل بوئے درد ہے
۳۱۹	۱۰	۲۵۴ - جب بھید ذوق اسیری دل ناشاد آوے
۳۱۹	۱۰	۲۵۵ - لب مرغانِ قفس دیدہ بہ فریاد آوے
۳۲۰	۹	۲۵۶ - آیا تجھے فحش سا جو شب آنے سے کسی کے
۳۲۰	۱۵	۲۵۷ - شام کی ہوں نہ میں تیغ اٹھانے سے کسی کے
۳۲۱	۷	۲۵۸ - آسے زلیست کے کیا دیکھو تو ٹوٹ گئے
۳۲۱	۱۵	۲۵۹ - کیوں نہ دستِ ہوسِ معرکہ جو ٹوٹ گئے
۳۲۱	۱۱	۲۶۰ - کشتہ لعلِ دمی زینب پہ باہوس ہے
۳۲۲	۱۱	۲۶۱ - باد چمن گلی سے گزری ہے تو کسی کی
۳۲۲	۱۲	۲۶۲ - چھاتی مری شب کاوشِ حسرت سے چھنی تھی
۳۲۳	۱۳	۲۶۳ - بہتاب کی چادر میں سحر خوب چھنی تھی
		۲۶۴ - تلوار دھرے بیٹھا گردن پہ ہے بسمل کی

۳۱۵	۱۱	۳۶۵	بہر آئینہ بنائیں لکھنؤ میں
۳۱۶	۱۱	۳۶۶	چشم نسوں کو لکھنؤ میں لکھنؤ میں
۳۱۷	۱۱	۳۶۷	دل پہ غم نے ترے دل میں بونے
۳۱۸	۱۱	۳۶۸	ہم بجا آنکھ بوسہ گیر ہوئے
۳۱۹	۱۱	۳۶۹	لکھا ہے ہر مزار پہ خطِ خبار سے
۳۲۰	۱۱	۳۷۰	کاہیدہ اس قدر ہوں غمِ بھریا سے
۳۲۱	۱۱	۳۷۱	ہم دشمن ہے ہم غمروں کے تلوار لگائے
۳۲۲	۱۱	۳۷۲	تھلکے ہے جد مر باغِ وہ ر خبار لگائے
۳۲۳	۱۱	۳۷۳	باتوں میں نہ یک دم کوئی غمخوار لگائے
۳۲۴	۱۱	۳۷۴	شکن بالوں کی وہ کل کھولتے تھے
۳۲۵	۱۱	۳۷۵	اس لب سے بانہرہ ہے حکایتِ عتاب کی
۳۲۶	۱۱	۳۷۶	پوچھ آتشِ فراق کی مست سوز و تاب کی
۳۲۷	۱۱	۳۷۷	یہ نزع دم صدا ترے بیمار کی سنی
۳۲۸	۱۱	۳۷۸	شدت تھی کل تک بہت آزار کی سنی
۳۲۹	۱۱	۳۷۹	آئی بدلی سی کھلی زلف سیہ کس کی تھی
۳۳۰	۱۱	۳۸۰	پھر ہوئی آج کمانِ ناز سے زرہ کس کی تھی
۳۳۱	۱۱	۳۸۱	لاف ظاہر اور کچھ ہے عشقِ پہناں اور ہے
۳۳۲	۱۱	۳۸۲	تھی خلش پر ہر نگہ کاوش پہ شرمگاہ اور ہے
۳۳۳	۱۱	۳۸۳	ادھر انکار ادھر شوق بھی ابرام بھی ہے
۳۳۴	۱۱	۳۸۴	ہر رخ بیدا گرد جو ترا کام بھی ہے

۳۳۳
۳۳۴

مستزاد

داسوخت

مخمس

۳۳۲	۱	۱	مخمس بر غزل ملا عصمت بخاری
۳۳۳	۲	۲	ایضاً۔ بر غزل حافظ شیراز در بہنیتِ جشنِ جلوسِ حضرت فردوس منزل شاہ عالم
۳۳۵	۳	۳	ایضاً۔ در فصلِ صحتِ حضرت فردوس منزل
۳۳۶	۴	۴	ایضاً۔ بر غزل حافظ شیرازی
۳۳۷	۵	۵	ایضاً۔ بر غزل حافظ شیرازی
۳۳۸	۶	۶	ایضاً۔ بر غزل قمر الدین منت

۳۴۹	۶- ایضاً۔ بر غزل قمرالدین منت
۳۵۰	۸- ایضاً۔ بر غزل قمرالدین منت
۳۵۱	۹- ایضاً۔ بر غزل قمرالدین منت
۳۵۲	۱۰- ایضاً۔ بر مصرعہ امیر خسرو
۳۵۳	۱۱- ایضاً۔ بر غزل صلی بروی
۳۵۴	۱۲- ایضاً۔ بر غزل صنعی
۳۵۵	۱۳- ایضاً۔ بر قصیدہ فیضی دہلوی در تعریف حضرت عرش آرا نگاہ
۳۵۸	۱۴- ایضاً۔ بر غزل فیضی
۳۶۰	۱۵- ایضاً۔ بر غزل فیضی
۳۶۱	۱۶- ایضاً۔ خمس بر غزل ملک الشعرا قمرالدین منت علیہ الرحمۃ
۳۶۲	۱۷- ایضاً۔ بر غزل شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶۳	۱۸- ایضاً۔ بر غزل خواجہ حافظ شیرازی در تہنیت مراجعت جناب بکاشن بہادر سپر نشتہ انت ۹ تمیر از سفر پر ظفر
۳۶۵	۱۹- ایضاً۔ بر غزل حافظ شیرازی

قطعات

۳۶۷	۱- قطعہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۳۶۷	۲- قطعہ در منقبت جناب ولایت ماب سیرالادویا علی مرتضیٰ علیہ السلام
۳۶۷	۳- قطعہ در تہنیت نوروز
۳۶۸	۴- قطعہ در تہنیت نوروز
۳۶۹	۵- قطعہ در تہنیت نوروز
۶۶	۶- قطعہ در تہنیت نوروز
۶۶	۷- قطعہ در تہنیت عید الفطر
۳۷۰	۸- قطعہ در تہنیت عید النضی
۶۶	۹- قطعہ در تہنیت عید النضی
۳۷۱	۱۰- قطعہ در تہنیت عید النضی
۳۷۱	۱۱- تاریخ وفات ملک الشعرا میر قمرالدین منت
۳۷۲	۱۲- قطعہ تاریخ وفات سید الکما میر محمد حسین علیہ الرحمۃ
۳۷۲	۱۳- قطعہ تاریخ وفات میر قمرالدین منت علیہ الرحمۃ
۳۷۲	۱۴- قطعہ در تاریخ والدہ ماجدہ صاحبہ
۳۷۲	۱۵- قطعہ در تاریخ تصنیف تذکرہ اعظم الدولہ سرور تخلص نمودہ
۳۷۳	۱۶- قطعہ در تاریخ برادر بزرگوار خود
۳۷۳	۱۷- قطعہ در تاریخ وفات برادر بزرگوار خود

۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۵
۳۶۸
۳۶۸
۳۶۸
۳۶۸
۳۶۹
۳۶۹
۳۶۹
۳۶۹
۳۸۰
۳۸۰
۳۸۰
۳۸۰

- ۱۸- قطعه در تاریخ شهادت برادر عزیز
- ۱۹- قطعه در تاریخ شهادت برادر عزیز
- ۲۰- قطعه در تاریخ شهادت برادر عزیز
- ۲۱- قطعه در تاریخ وفات نواسی بهگیم صاحبہ علیہ الرحمۃ
- ۲۲- قطعه در تاریخ مختاری نوازش خان
- ۲۳- قطعه
- ۲۴- قطعه در تاریخ وفات حضرت فردوس منزل شاه عالم بادشاہ
- ۲۵- قطعه در تاریخ جلوس میرزا محمد اکبر شاہ غازی رحمۃ اللہ
- ۲۶- قطعه در تاریخ شادی کھدائی فرزند از محمد مرشد زاده آفاق ولی عہد مرزا ابو ظفر بہادر
- ۲۷- قطعه در تاریخ فرزند از محمد خود
- ۲۸- قطعه در تاریخ وفات مولوی قطب الدین فرزند مولانا فخر الدین قدس سرہ
- ۲۹- قطعه در تاریخ وفات میان عہد العظیم عمومی خود
- ۳۰- قطعه در تاریخ وفات شہزادہ میرزا سلیم
- ۳۱- قطعه در تاریخ وفات حضرت عرش آرام گاہ
- ۳۲- قطعه در تاریخ وفات حضرت عرش آرام گاہ
- ۳۳- قطعه در تاریخ جلوس میمنت مانوس مرزا ابو ظفر سراج الظفر بہادر شاہ
- ۳۴- قطعه در تاریخ جلوس میمنت مانوس مرزا ابو ظفر سراج الظفر بہادر شاہ
- ۳۵- قطعه در تاریخ جلوس میمنت مانوس مرزا ابو ظفر سراج الظفر بہادر شاہ
- ۳۶- " " " " " "
- ۳۷- قطعه در تاریخ وفات میر قمر الدین علیہ الرحمۃ
- ۳۸- قطعه در تاریخ حضرت فردوس منزل شاہ عالم
- ۳۹- " " " " " "
- ۴۰- قطعه در تاریخ وفات حاجی الحرمین میر باقر علی
- ۴۱- " " " " " "
- ۴۲- " " " " " "
- ۴۳- قطعه در تاریخ فتح نغزنی کہ صاحبان کلکتہ نمودند
- ۴۴- قطعه در تاریخ گہائی پشکر کہ از نواح ہمیراست
- ۴۵- " " " " " "
- ۴۶- قطعه در تاریخ وفات سریر اعظم مجتہد مکرم مولوی سید دلدار علی رحمۃ اللہ علیہ
- ۴۷- قطعه در تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز محدث دہلوی
- ۴۸- قطعه در تاریخ تولد مریم بہگیم نواسی خود
- ۴۹- قطعه در تاریخ تولد مریم بہگیم نواسی خود

رباعیات

۳۸۱	رباعیات	-۱
"	"	-۲
"	"	-۳
"	"	-۴
"	"	-۵
"	"	-۶
۳۸۲	"	-۷
"	"	-۸
"	"	-۹
"	"	-۱۰
"	"	-۱۱
۳۸۳	"	-۱۲
"	"	-۱۳
"	"	-۱۴
۳۸۴	"	-۱۵
"	"	-۱۶
"	"	-۱۷
"	"	-۱۸
"	"	-۱۹
"	"	-۲۰
"	"	-۲۱
۳۸۵	"	-۲۲
"	"	-۲۳
"	"	-۲۴
"	"	-۲۵
"	"	-۲۶
"	"	-۲۷
"	"	-۲۸

۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵

استدراک
فرہنگ

۳۸۶

۳۸۸

۳۸۹

۳۹۰ - ۳۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر جمیل جاہلی

سابق شیخ الجامعہ ،

جامعہ کراچی

سابق صدر نشین ،

مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد

پیش لفظ

میر نظام الدین مسمون (وفات ۱۲۶۰ھ) اپنے دور کے پرگو، مشاق و قادر الکلام شاعر تھے اور اردو شاعری کی اس بڑی روایت کے علمبردار تھے جو دلی دکنی سے شروع ہو کر حاتم سے ہوتی ہوئی محمد ابراہیم ذوق تک پہنچتی ہے۔ مسمون کے دور میں شاعری اس تہذیب کی مقبول عام سرگرمی تھی اور اردو وہ واحد زبان تھی جو سارے برصغیر میں عام طور پر اور شمالی ہندو دکن میں خاص طور پر بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ یہ بادشاہوں اور طبقہ خواص کی زبان بھی تھی اور عوام و رعیت کی بھی زبان تھی۔ اس زبان میں بادشاہ بھی شاعری کرتے تھے اور دوسرے طبقات کے عام آدمی بھی۔ متاعے اس تہذیب و معاشرت کی جان اور ابلاغ کا موثر ذریعہ تھے۔ بات بات میں اشعار کا حوالہ طرز اظہار میں موتی پڑتا تھا۔ شاعر اس دور میں، تہذیبی و معاشرتی سطح پر، ایک بلند تر مقام کا حامل تھا اور اسے حد درجہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی آفتاب بھی شاعر تھے اور ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی شعاع بھی اور ان کے بیٹے بہادر شاہ ظفر بھی شاعر تھے۔ میر نظام الدین مسمون شاہ عالم ثانی آفتاب کی محفلوں میں بھی شریک ہوئے۔ اکبر شاہ ثانی شعاع ان سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ "مجموعہ نغمہ" میں مسمون کے معتبر معاصر، شاعر اور تذکرہ نگار حکیم قدرت اللہ قاسم نے لکھا ہے:

"جوانے است شیریں سخن، واقف اکثر ہول این فن۔ سلیس گفتار، فصیح زبان، نیکی کردار، عذوبت بیان۔ در سنک شعرائے پائے سریر خاقانی انتظام و بقدر شناسی و دیدہ وری حضرت ظل سبحانی بخطاب مستطاب فخر الشعرائے عزد احترام داشت۔ طبع مشکل پسند۔ بادشاہی بدبہہ ہم از و سرنجام می یافت۔ حسب الحکم ارفع اعلیٰ قصہ برشتہ، نظم کشیدہ و بدرجہ قبول خاطر ظل اللہی رسیدہ فیض سخن از پدر والا قدر خود ربودہ۔ از چندے استعنائے خدمت حضور فیض گنجور نمودہ ملخص"۔ (ص ۲۱۲، حصہ دوم، مرتبہ حافظ محمود شیرانی، لاہور ۱۹۳۳ء)۔

قدرت اللہ قاسم نے مسمون کی شیریں سخنی اور طبع کی مشکل پسندی کے ساتھ زبان کی فصاحت اور فن شاعری سے واقفیت کی تعریف کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے والد میر قمر الدین منت کے شاگرد تھے اور بادشاہ وقت نے انہیں "فخر الشعراء" کا خطاب بھی دیا تھا۔

حیرت کی بات ہے کہ اپنے دور کے لئے اہم و معتبر شاعر کا کلیات اب تک شائع نہیں ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ ڈاکٹر منشاہ الرحمن خان منشا نے مسمون پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا تھا اور محمد اکبر الدین صدیقی مرحوم نے کلیات مسمون کے نام سے ایک جلد شائع کی تھی جو صرف قصائد پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ باقی کلام اب تک شائع نہیں ہوا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اب یہ کام جامعہ کراچی کے شعبہ اردو کی اساتذہ ڈاکٹر صدیقہ ارمان کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ہے۔ جن لوگوں نے مسمون کا کلام پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کلیات مسمون مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ متن کی صحت کے ساتھ تیاری جان جو کھوں کا کام ہے۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان نے پتہ مار کر اس کام کو بڑی جاں کاپی سے کیا ہے۔ اگر کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں تو آنے والے اس کام کو پورا کر لیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی
سابق صدر، شعبہ اردو جامعہ کراچی

پیش لفظ

ڈاکٹر صدیقہ ارمان، شعبہ اردو، جامعہ کراچی میں استاد ہیں۔ وہ اچھی استاد اور محنتی خاتون ہیں۔ انہوں نے نظام الدین مسمون - حیات اور شاعری پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند ۱۹۷۵ء میں حاصل کی تھی اس کے بعد بھی وہ علمی و ادبی کاموں میں مصروف رہیں۔ سرور سدرہ، صد غلغلی اور بادۂ - امروز کے نام سے بشارت علی خاں آفریدی اکبر آبادی کے مجموعے مرتب کر کے شائع کیے۔ اب انہوں نے کلیات مسمون مرتب کی ہے۔ انہوں نے انڈیا آفس، آصفیہ، دہلی، کلکتہ اور بھوپال کے معلوم نسخوں تک رسائی حاصل کی البتہ پٹیالہ کانسٹیبل ان کی دسترس میں نہیں رہا۔ انہوں نے بنیاد انڈیا آفس کے نسخے کو بنایا ہے کیونکہ یہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ میں مکمل اور تاریخی اعتبار سے متاخر اور کتاب کے اعتبار سے بہتر ہے۔ متن کے اس نسخے سے اختلاف کی صورتوں کی وضاحت حواشی میں کردی گئی ہے۔

ترتیب و تدوین کا کام بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ اور اس میں قرأت کی غلطیوں کا بڑا امکان رہتا ہے۔ دو سو سال قبل کی انشا، الما اور زبان کی قرأت جس قدر دشوار ہے اس سے وہی لوگ آشنا ہیں جو اس ادگٹ گھائی سے گزر چکے ہوں۔ ڈاکٹر صدیقہ کی تمام لگن اور ساری محنت کے باوجود اس کا امکان موجود ہے کہ قرأت کی غلطیاں اس کلیات میں موجود ہوں۔ لیکن اس سے ان کی محنت اور دیدہ ریزی پر حرف نہیں آتا۔ یہ کلیات آئندہ کے کام کرنے والوں کے لیے مہمیز کا کام دے گا۔

ڈاکٹر صدیقہ ارمان چونکہ مسمون پر پہلے تحقیقی کام کر چکی ہیں اور مسمون کا تفصیلی مطالعہ کر چکی ہیں اس لیے ان کے کلیات کی ترتیب و تدوین ایک طرح انہیں کے کرنے کا کام تھا۔ اسی لیے انہوں نے مقابلتا ایک مختصر مقدمہ لکھا ہے کیونکہ بیشتر کہنے والی باتیں وہ اپنے مقالے میں کہہ چکی ہیں اور اس کا بڑا حصہ سہ ماہی اردو جولائی تا ستمبر ۱۹۷۸ء اور جولائی تا ستمبر ۱۹۷۹ء میں شائع ہو چکا ہے اس لیے انہوں نے کئی ہوتی چیزوں کی تکرار کو مناسب نہ جانا۔

اب تک کلیات مسمون کا مرتب نہ کیا جانا تحقیق کی طرف سے ہماری لاپرواہی کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر صدیقہ نے اس کام کی طرف توجہ دے کر ایک اہم تحقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اول درجے کی چیزوں کے انتظار میں دوسرے درجے کی چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا مناسب رویہ نہیں ہے۔ یہ ایک دل لگتا اصول ہے اگر ڈاکٹر صدیقہ صاحبہ اس کلیات کو بہتر سے بہتر بنانے کے انتظار میں رہتیں تو شاید ہم اس کام سے بھی محروم رہتے۔ اس لیے انہوں نے اس بھاری پتھر کو اٹھایا لیا ہے۔ اب یہ اہل نظر کے سامنے ہے اور وہ اس کے حسن و بچ کی نشان دہی کے مجاز ہیں۔

مسمون اردو ادب کے دور قدم کے اہم شعراء میں شامل ہیں۔ وہ اپنے وقت کے مزاج و مذاق کے اعتبار سے شعر گوئی میں بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف انہوں نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ غزل، قصیدہ، مرثی، رباعی، مستزاد، مخمس، سدس، رباعی اور واسوخت غرض ہر قابل ذکر صنف میں انہوں نے طبع آزمائی کی ہے اور ان اصناف کے معیار متعین کرنے والوں میں

ان کا نام بھی ہمال ہے۔ قدم منکر نادان سے ان کا ناگوار نام دیکھ کر وہ ان کا نام ان کا اعتراف کیا ہے۔ ایک ایسے بڑے اہل علم کا بڑا حق ہے کہ ان کا نام ان کا اعتراف کیا ہے۔

-

امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کی مناسب پذیرائی ہوگی۔

حرف آغاز

لپنے خیالات کا اظہار مناسب الفاظ میں کچھ احتیاجیہ مسئلہ نہیں لگتا کیونکہ مفہوم کی بھرپور ادائیگی کے لئے مصنف کو متبادل الفاظ ڈھونڈنے میں کچھ زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ بسا اوقات تو موضوع ادائیگی مفہوم کے لئے خود ہی مناسب لفظ پیش کر دیتا ہے۔

لیکن دوسروں کے خیال کو انہی کے الفاظ میں بہ نسبت رقم کرنا ایک مشکل تر عمل ہے بالخصوص دو ڈیڑھ سو سال پرانی زبان کو حرفاً حرفاً درست کاغذ پر منتقل کرنا ایک عجیب ذہنی ورزش ہے۔ ناقابل فہم الفاظ کو قابل فہم بنانے کے مرحلہ پر ذہن لپنے کا رخانے سے موزوں لفظ پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ قیل و قال کی کشمکش سے نہات طے اسی لمحہ تحت الشعور آگاہ کرتا ہے کہ لپنے لفظوں کی مہیاں گنجائش نہیں بلکہ بوسیدہ کاغذ پر پھیلے ہوئے کٹے پھٹے اور مٹے ہوئے (بہت سے متروک بھی) الفاظ کو ہی قابل فہم بنانا ہے تاکہ کلام موزوں ہے معنی نہ ہونے پائے۔ اس جگہ دو دو میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں کہ لفظ کی درست قرأت میں کئی کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔

لپنے عہد کے پس منظر میں کلام ممنون تعقید کے تکلف سے آراستہ ہے۔ آج کی روانی زبان ایسے تکلفات کی متحمل ہونا نہیں چاہتی چنانچہ اس کے لئے اعراب لگانا ضروری کھا گیا۔ کمپیوٹر میں ابھی زیر (۔۔) زبر (۔) کا اہتمام نہیں لہذا پروف ریڈنگ کی بار بار کی مشق میں اعراب لگائے گئے تاکہ قاری کو قباحت سے بچایا جاسکے۔

مختلف نسخوں کے تقابلی جائزے سے کلام کی اس طرح صورت پذیری کی کوشش کی ہے جو ان کے عصری پس منظر کے حوالے سے درست ہو سکتی تھی۔ ممنون کا دور روایت و درایت کے اعتبار سے اہم زمانہ تھا۔ میر کی سبک رومی اور غالب کی انقلاب آگین فکر نے پورے عہد کو لپنے محیط میں لے لیا تھا۔ زبان و بیان کی نزاکتوں کا اہتمام اس دور کا خاصہ تھا۔ ممنون نے اس دور سے کیا اخذ کیا اور کیا کچھ دیا اس حقیقت کا اظہار کلیات کی مکمل صورت سے ہی ہو سکتا ہے۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ مرثی۔ قطعات اور رباعیات تمام اصناف سخن کے مجموعی تاثرات سے مقام شاعر کے تعین میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

تددین میں اسی ترتیب کو قائم رکھا ہے جو خود شاعر کی تھی۔ سب سے اول قصائد۔ پھر مثنویات۔ مرثی و غزلیات اور پھر دیگر اصناف سخن۔ اسی طرح ہر صنف کے اشعار کی ترتیب بھی وہی رکھی ہے جو نسخہ لندن میں تھی۔

کتاب کے بک ٹک کے حوالے سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ نقص و خطا بشریت کی دلیل ہے لیکن میں نے اپنی تمام تر مساعی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تددین اس شعوری احساس کے ساتھ کی ہے کہ کلام شاعر بدست شاعر مدون ہونے کی شکایت نہ رہے۔

میں محترمی ڈاکٹر جمیل جاہلی صاحب کی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف لپنے کے انقدر خیالات سے نوازا بلکہ آپ دسالت سے ہی محترمی ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب نے مخطوطہ اپنی کے بہت سے رموز بتائے اور بغور مطالعہ کے بعد بعض اغلاط کی نشاندہی بھی کی۔ محترمی پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی صاحب کا شکریہ بھی واجب ہے کہ کتاب کے بارے میں لپنے و قیغ خیالات کا اظہار کیا۔

محترمی شمیم احمد صاحب مرحوم (شعبہ اردو جامعہ کراچی) اور محترمہ ڈاکٹر روشن آرا صاحبہ (استاد شعبہ فارسی) کی مشکور ہوں کہ درست قرأت کے سلسلہ میں معادنت فرمائی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب (استاد شعبہ اردو جامعہ کراچی) کی بھی شکر گزار ہوں کہ مفید مشوروں سے نوازا۔

یہ تمام اصناف مل کر اپنے عہد کی دستاویز بن جاتی ہیں جس کو منظر عام پر لانا ایک تہذیبی و ثقافتی ضرورت کے زمرے میں آتا ہے۔

ممنون نے طویل عمر پائی۔ ولادت لگ بھگ ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء۔ وفات ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۳ء۔ جائے ولادت و وفات دہلی۔ کسب فنون اپنے والد سے کیا۔ اصلاح شعر بھی انہی سے لی۔

ممنون اک جہاں کو ہے اپنے سخن سے فیض
منت کی تربیت سے ہوئے فیضیاب ہم

شاہ عالم ثانی نے ممنون کو ۱۲۱۸ھ میں فخر الشعراء کا خطاب دیا۔ محمد اکبر شاہ ثانی ممنون کے شاگرد تھے۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۴۲ء تک ممنون احمدیہ میں صدر الصدور کے عہدے پر رہے۔ باقی عمر دہلی دیکھنے میں بسر کی۔

ان کے والد میر قمر الدین منت خود بڑے شاعر تھے۔ بڑے بھائی شمس الدین اور چھوٹے بھائی میر صادق علی صفدری، میر باقر علی جعفری، مرزا علی رضامومن سب شاعر تھے۔ تینوں چھوٹے بھائیوں نے ممنون سے اصلاح لی۔

ایک بیٹے کی تاریخ ولادت ملتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا انتقال کہ رسی میں ہو گیا تھا۔ ممنون کی والدہ کانام رضیہ تھا۔ ایک قطعہ میں ان کی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ حالی نے ان کے داماد اور بھتیجے سید جعفر علی کا ذکر کیا ہے۔

"ایک بزرگ سید جعفر علی مرحوم، جو میر ممنون دہلوی کے بھتیجے اور نیز داماد تھے، فارسی لٹریچر، تاریخ اور طب میں ید طولی رکھتے تھے۔ ان سے دو چار فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور ان کی صحبت میں فارسی لٹریچر سے ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو گئی۔"

ایک قطعہ میں اپنی نواسی کی تاریخ ولادت بیان کی ہے۔

مروم	آن	نور	چشم	فرزندم
بسعدت		منیر	شد	پیدا

دوسرا قطعہ بھی اسی نواسی کی پیدائش سے متعلق ہے۔

تجب اور سید ممنون کے بھتیجے تھے۔ دونوں حضرات بھی شاعر تھے۔ قادر بخش صابر "گلستان سخن" میں اور عبدالغفور نساخ نے "سخن شعراء" میں بحیثیت شاعران دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح ممنون کے دادا، والد، تینوں بھائی، داماد اور بھتیجے سب کا شاعر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ بحوالہ "گلہ سہ" نازیناں "مولوی کریم الدین - مطبع سلطانی - دہلی ۱۳۶۱ء۔

۲۔ بحوالہ "گلہ سہ" نازیناں "مولوی کریم الدین، سخن شعراء - عبدالغفور نساخ وغیر ہم۔

۳۔ بحوالہ دیوان ممنون مخدومہ مولانا آزاد سنزل لاہوری، بھوپال۔

۴۔ بحوالہ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خان) جلد اول، کراچی ۱۹۶۰ء۔

۵۔ وقائع راجپوتانہ - جلد اول ۱۱۹۵ھ - مطبوعہ عام آگرہ بابو جوالا سگائے۔

۶۔ حالی (الطاف حسین) مقالات حالی حصہ اول، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی - ص ۳۶۳ - ۱۹۵۷ء۔

مکانہ

مسنون کے چھتیس چھتیس مکانہ میں بہت سے ایسے ہی مسنونین تھے جنہوں نے اس کتاب کو لکھنے میں مدد کی ہے۔ ان کے ناموں کی فہرست اس کے آخر میں دی ہے۔
میر روشن علی فردخ اور مفتی صدر الدین آرزوہ صاحب لکھنؤ کے مسنونین کے ناموں کی فہرست اس کے آخر میں دی ہے۔
اس لئے ہر دو شہروں سے ان کے شاگردوں کا تعلق ہے۔

غلام محی الدین مرزا دہلوی شاہ عالم کے تالیف	۱- اشکی
امداد علی خاں، مولود مسکن دہلی	۲- آفتاب
نوازش خاں دہلوی	۳- ایس
میر بشارت علی - مولود مسکن دہلی	۴- اعجاز
خداوردی خاں - سعادت یار خاں رنگین کے چھوٹے بھائی تھے۔	۵- ایس
میر سعادت علی	۶- جعفری
میر باقر علی دہلوی مسنون کا چھوٹا بھائی	۷- جنون
محمد فخر الاسلام - دہلوی	۸- جنون
شاہ غلام مرتضیٰ - الہ آبادی	۹- درویش
شاہ علی دہلوی	۱۰- رضا
میر احسن عرف مرزا جیون دہلوی	۱۱- رغبت
میر ابو المعانی - لکھنوی	۱۲- سیادت
میر مجاہد الدین لکھنوی	۱۳- شرافت
مرزا شرف علی لکھنوی	۱۴- شعاع
اکبر شاہ ثانی	۱۵- شہرت
مرزا حاجی دہلوی	۱۶- صادق
شیخ محمد صادق	۱۷- صابر
قادر بخش صاحب گلستان سخن	۱۸- صفدری
میر صادق علی دہلوی مسنون کا چھوٹا بھائی	۱۹- علی
علی جان دہلوی	۲۰- انیسور
سید مہر اللہ خاں	۲۱- نذیر
فدا حسین خاں لکھنوی	۲۲- نذیر
نواب ضیاء الدولہ - حسین خاں عرف آغا مرزا کے بیٹے	۲۳- فردخ
روشن علی خاں دہلوی	۲۴- فگار
میر حسین دہلوی	۲۵- مرہون
مرزا علی رضا دہلوی	۲۶- مضرب
محمد حاجی دہلوی	۲۷- مظفر
سید مظفر علی دہلوی	۲۸- مظفر
شیخ حسن علی لکھنوی	۲۹- مظفر

موتی رام پنڈت کشمیری	۳۰
شیخ عبدالرحیم لکھنوی	۳۱
محمد صدر الدین بعد میں آزرہ تخلص اختیار کیا۔ کشمیری تھے لیکن دہلی میں عمر بسر کی۔	۳۲
محمد رضا خاں لکھنوی (صاحب دیوان)	۳۳
مظہر علی خاں دہلوی	۳۴
میر امام الدین	۳۵

بزرگ مزاج کے اعتبار سے بڑی نازک صنف سخن ہے۔ اسلوب و آہنگ اور ہیئت و مواد کی بیگانگی اس کے سراپا میں نامواری کا سبب بن سکتی ہے۔ معنوی، ہستی اور فکری ارجحاً جہاں لازمی ہے۔

میر مسنون نے لفظوں کی منفرد صوتی خصوصیات کا پیمانہ اختیار اتنا وسیع کیا کہ "الف" کی ردیف سے لے کر ("ب" کے علاوہ) "یے" تک ہر حرف کی ردیف میں کئی کئی غزلیں کہی ہیں۔ ("الف" کی ردیف میں ۱۳۲ اور "ی" کی ردیف میں ۱۰۳ غزلیں ہیں) یہ زود گوئی فنی پختگی، ذخیرہ الفاظ پر قدرت اور علوم متداولہ پر دسترس کی دلیل ہے۔

میر نظام الدین نے اظہار بیان میں وسعت کی کوشش کر کے کئی نئی راہیں کشادہ کیں۔ انسانی تجربات اور نفسیاتی کوائف کو انہوں نے جس خوبی سے پیش کیا ہے وہ ان کے عہد میں کیاب تھا۔ ان کے اس قسم کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ غالب کے انقلابی رویہ کو ان کے پیشرووں کے اجتہاد میں دیکھا جائے تو فکر انگیز نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ مثلاً:

ابنی وہ جو وعدے تھے، وفا کس طرح سے ہوں گے
نہ داں خو یاد آنے کی، نہ یاں شیوہ تقاضا کا
(مسنون)

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
(غالب)

کیا کیا خیال تھے کہ کہیں گے دوچار ہو
دیکھا اسے تو وا نہ لب، گفتگو ہوا
(مسنون)

مرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوہ، بجز
خدا وہ دن کرے، اس سے جو میں یہ بھی کہوں، وہ بھی
(غالب)

دل میں کلامِ بزرگ
بڑی ہمتوں کا
(مسنون)

ادھر وہ بدگالی کے
نہ پوچھا جائے ہے اس کے
(غالب)

ہائے رسبے کسی دامن و بے
کہ مرا دست جنوں - بستہ رہیں
(مسنون)

بے کاری جنوں کو ہے سر پٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی
(غالب)

یاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں رہا
دل چاہیے تڑپنے کو اور دل نہیں رہا
(مسنون)

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
(غالب)

کرنے نہ پائے نیم تبسم کہ بس چلے
جوں غنچہ رنگِ گلشن ہستی پہ بس چلے
(مسنون)

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی ہی
(غالب)

اسی طرح تیسرا اور مسنون کے کلام کی ہم آہنگی بھی بڑی معنی خیز ہے

تجھے ، نقشِ ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حامل ، اٹھایا تو دیکھا
(مسنون)

ہستی اپنی ہے بیچ میں پردہ
ہم نہ ہو دیں تو پھر حجاب کہاں
(میر)

جوں حجاب ایک نفس ہے طلسم عشرت
اس میں گہ شیشہ بنایا ، گہے سائر توڑا
(مسنون)

ہستی اپنی حجاب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
(میر)

بھلی سی ایک بزم میں کچھ کوند نے لگی
کس منہ سے اٹھ گیا ہے یہ گوشہ نقاب کا
(مسنون)

وہ آنے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
(میر)

کلام میں معیار بندی کے فقدان پر تنقید بھی اسی آواز کی مرہونِ منت ہے

سخن سخی کا رتبہ دور ہے اب تو زمانے سے
تخلص سرد کا ، اک مصرعِ مہمل پہ موزوں ہے

ہے مجمعِ اہلِ سخن ، بسم اللہ اے اربابِ فن
سب نکتہ پیرا ایک سو ، مسنون تنہا اک طرف

غزل میں ایک شعرِ ست بھی بہتر نہیں مسنون
خدف پا رہ بھلا ، جوں سلکِ گوہر میں نہیں لگتا

قصرِ معنی پر ہوں مسنون طرفہ نازک کا ریاں
رہختہ کچھ یہ نہیں ، رکھ دیجے پتھر چار پانچ

یہاں "پتھر" کا کافیہ اور "چار پانچ" کی ردیف تو روایتی حقیقت ہے لیکن "اعر کا ذہن نازک طرفہ کاریوں کی طرف گھرنے ہے۔"

ممنون کے دو رنگ ہونے کی وجہ سے اسے دو رنگی ممنون کہا جاتا ہے۔
 ذاتی پسند و ناپسند پر منحصر تھی۔ عقیدتی اعتبار سے اس کے دو رنگ ہونے کی وجہ سے اسے دو رنگی ممنون کہا جاتا ہے۔

شکوہ لفظ اور معنی میں اس کے دو رنگ ہونے کی وجہ سے اسے دو رنگی ممنون کہا جاتا ہے۔
 جو ہر دے اس سے عالی اور نونال ہے اس لیے اسے دو رنگی ممنون کہا جاتا ہے۔

مگر یہی الفاظ نہ آسان ہے بلکہ مشکل ہے۔
 خون نوشی پہنا ہے یہ رنگین خوشی کی

ممنون کا بعد مرفی و نحوی اعتبار سے ایک اہم دور ہے۔ شمالی ہند میں ولی کی آمد کے بعد زبان اردو کے الفاظ و معانی میں گہرا تغیر رونما ہوا ہے۔ لیکن ولی اور ان کے متبعین کی زبان اس زبان سے خاصی مختلف ہے جو میر و مرزا کے دور کی زبان ہے۔ اردو کی زبان کے جہاں وہاں الفاظ و صورتیں ہیں ان کے کلام کا ایک حصہ ایسا ہے جو اردو کے ارتقاء میں ایک قدم آگے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ اس دور میں بہت سے ایسے الفاظ شامل زبان رہے جو بعد کے ادوار میں متروک قرار پائے گئے اور بہت سی ایسی چیزیں زبان میں شامل رہیں جو صرف و نحو کے کسی اصول سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

مثلاً حرف رابطہ کو ترک کرنا عام سی بات تھی اس کی مثالیں میر و مرزا کے دور تک ملتی ہیں۔ ممنون کے جہاں بھی یہی سب کچھ ہے۔

ممنون ہر اک پاس ہو ، دل پیچھے پھرتے
 سودا کا تہارے مجھے حاصل نہیں معلوم

ایک صورت مضارع کی یائے مجہول کے اٹانے کے ساتھ ملتی ہے۔ مثلاً آہیاں، کھایاں، ہمایاں، لایاں وغیرہ۔

اسی طرح آوے، جاوے، لےوے، دےوے، کھاوے وغیرہ۔

تلک، ڈھانک، جھوٹ، گزار، (بمعنی گزر)، بھی ان کے جہاں ملتے ہیں۔

ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں مذکر اور مؤنث فعل کی تفریق قائم نہیں رکھی گئی مثلاً :-

اظہار کی۔ زہری۔ رکتافشاں۔ جمع اور واحد بھی خلط ملط ملتے ہیں۔ گنگوئیں۔ پروائیں۔ دےتھیں۔ آہیں تھیں۔ دل کریں ہدف تھیں۔

ترکی رسم الخط کی طرح اعراب بالتردیف کا طریقہ عام تھا چنانچہ ممنون کے جہاں بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں مثلاً :-

اوس۔ اودھر۔ اولٹ۔ اوتری۔ اوٹھا۔ کوڈھب۔ توڑایا۔ خوری۔ ایدھر۔ اوترا۔ عیوض وغیرہ۔

بائے مخلوط (ہ) کو بائے تختی سے لکھا گیا ہے جیسے :-

تشہبہ - کبل (کھل) باندہ - کہانا - ہونٹ - چکی (جھکی) ڈھونڈنا -

ہائے مخلوط کے بغیر کی مثالیں بھی ہیں -

ڈاریں (دھاڑیں) - یاں (بہاں) سوجی (سوجھی) - بات - تیج - ن - واں -

دود اور تین تین الفاظ ملا کر لکھنے کی روایت بھی بہت ہے جیسے آجشب - کلب - کیساتھ - ولعبد - خوشو - نکچ - صاحبلاں - خزانکا - بیگہ -

مصوتوں کو انگیانے کا بھی رواج عام تھا - پونچھنا - سوچنا - ہونٹے - آن کر - ہوئیں ہیں - تڑپیں ہیں - ڈھانکنا - کانٹنا - کھائیں ہیں -

ہائے مجہول (ے) اور ہائے معروف (ی) میں فرق رواج کھنا ضروری نہ سمجھا جاتا تھا: لی (لے) - نی (نے) سی (سے) دی (دے) وغیرہ - "ک" اور "گ" میں فرق رواج لکھنے کے لئے گ کے دو مرکز (گ) نہیں لگانے گئے -

بعض الفاظ کی جگہ بھی آج کے دور سے مختلف ہے مثلاً اکثر = اکسیر، حار = بار، طیش = تپش، ، خلط، خلط ملط، طپاں = تپاں،

الم = علم، تہ = تباہ، ذرہ = ذرا، چاڑ = چاہو ہو، حوس = ہوس، سایہ = سایہ، پردہ = پردہ - (حائل) ہائل -

زبان چونکہ تکمیل پذیری کے عمل سے گزر رہی تھی اس لئے باضابطگی کم ہے - ایک مصرعہ کا کچھ ٹکڑا دوسرے مصرعہ میں ملتا ہے - بعض مقامات پر صوتی تصادم (گو گیا، گر گرا، کو کہ، کر کر، پاؤں پہ پہنچی، کہ کہیں گے) بھی ملتا ہے -

ڈیڑھ پونے دو سو سال کے عرصہ میں الفاظ کے معنی و تلفظ میں زبان کے قدرتی مزاج کے مطابق بہت سی تبدیلیوں نے قرات میں مزید دشواریاں پیدا کر دیں -

رموز و ادقاف کے عدم رواج نے بھی عبارت کو مشکل بنا دیا تھا -

بعض الفاظ کی املا معنوی اعتبار سے بالکل مختلف لکھی گئی ہے مثلاً الم اور علم میں فرق نہیں رکھا گیا -

میں نے نسخہ لندن کو بنیاد بنایا ہے اس کے اسباب یہ ہیں کہ -

- مکمل ترین نسخہ یہی ہے - تمام اصناف سخن باقی کے نسخوں سے زیادہ ہیں -
- ہر صنف میں اشعار کی تعداد بھی سب سے زیادہ اسی نسخہ میں ہے -
- اس میں صفحات نہیں چھوڑے گئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آخری نسخہ یا مکمل ترین نسخہ اسی کو بنایا گیا ہے -
- بعض اصناف صرف اسی نسخہ میں ملتی ہیں -

کلام سخنوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے نام "کلام سخنوں" ہیں۔

(۱) "دیوان سخنوں" دہلی - مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ دہلی - ۱۹۷۱ء

سائز

تعداد صفحات

کانڈ کارنگ

حالت بہت خستہ ہے، کرم خوردہ، جگہ جگہ سے الفاظ مٹے ہوئے۔

پہلے صفحہ پر اردو روشنائی سے یہ تحریر ہے۔

"محمد سیف الحق ادیب کان اللہ"

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم ترین نسخہ یہی ہے۔ اصناف سب تقریباً مکمل ہیں۔ نہ کسی نظم کا عنوان لکھا ہے نہ کوئی علامت (مستطاب کی علامت) ہے۔ "الم" سے بھی اس کا تقدم ظاہر ہوتا ہے۔ "ط" کی علامت کو بسا اوقات چار نقطوں سے ظاہر کیا ہے مثلاً: "ط"۔ "م" کی علامت (مکعبہ) ہے۔ "م" کے دو مرکز نہیں لگائے گئے۔ کہیں کہیں دوسرے مرکز کی بجائے "م" کی علامت ملتی ہے۔ کہیں (کھلنے) ہے (تھے) چمکے۔ جبکی (تھکی تھکی) بھی لکھا ہے۔

الف کی ردیف میں کل باسٹھ غزلیات ہیں۔ ان میں سے باسٹھویں غزل کے صرف تین اشعار ہیں باقی ندارد۔ "ب" کی ردیف میں پانچ غزلیں ہیں۔ اس کے بعد "ن" کی ردیف آجاتی ہے۔ اس میں بھی پہلی غزل کے صرف تین اشعار ہیں۔ "پ" کی ردیف میں آخری غزل کے دو اشعار ہیں۔ کل ایک سو تینتالیس غزلیں ہیں۔ تقریباً ہر غزل کے اشعار کی تعداد نسخہ لندن سے کم ہے۔ ترتیب اشعار بھی بہت مختلف ہے۔ ایک ہی ردیف لافیہ کی مختلف غزلوں کے اشعار اس نسخہ میں ایک غزل میں جمع ہیں۔

غزلیات کے بعد تفسیریں ہیں۔ پہلی تفسیریں حافظ کی غزل پر ہے۔ کل چھ (۶) محسوس ہیں جن میں سے سبھی ہرودی کی تفسیریں ہیں تقریباً تمام بند مختلف ہیں الا ٹیپ کے بند کے۔ اکیس (۲۱) قصائد میں سے چیدہ چیدہ اشعار مختلف مقامات سے لئے گئے ہیں، بعض قصائد مکمل ہیں۔ "سامیہ" قصیدے کے صرف تین (۳) اشعار ہیں۔

شہزادہ دو (۲) ہیں۔

شہزادہ

آغاز

برنگِ نسیم
نکبتِ صبح کے
محلِ عمل
میں پھرتا تھا
مراہِ گاہ

ختم
 حریٰ اجباب کا رتبہ ہو عالی
 نصیب رساں ہو پایمال

شہنوی ۲
 آغاز
 بیٹھا میں سحر کو سر فرو تھا
 آئینہ دل ہی رو برو تھا

ختم
 یہ افسر و تخت و بادشاہی
 قلام رکنا تو یا ابنی

مراتی دو ہیں۔
 آغاز
 اس باغ میں کہ سینہ ہر گل نگار ہے
 ہر برگ سبز خنجر زہر آبدار ہے

ختم
 پھیرو ایدھر عنان تو آئیں رکاب سے
 رودں یہ میں کہ دامن زیں تر ہو آب سے

دوسرا مرثیہ
 آغاز
 یہ گلستاں کہ نہیں کچھ بجز آزار یہاں
 کاوش خار سے ہر گل ہے دل افکار یہاں

ختم
 ہائے کیا واقعہ ہے کچھ نہیں مسنون معلوم
 یاس و محرومی و حیرت کا ہے اک دل پہ نجوم

اس نسخہ میں وہ قصیدہ بھی ملتا ہے جو مسنون نے نواب علی ابراہیم خان خلیل کی تعریف میں ۱۲۰۸ھ سے کچھ قبل لکھا تھا۔

ہودے جو قطرہ ریز یہ چشم تر آب میں
 پیدا ہوں پھر بہائے گہر انگر آب میں

اور جسے بعد میں اضافہ کر کے ایک کتاب بنائی گئی ہے۔

(۲) دیوان مسنون
ایشانک سوسائٹی، گلشن، ماہیکردولم

ورق
مسٹر

۱۱ سطری

انتخاب کلام ہے۔

عکس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ بھی بہت خراب حالت میں ہے۔ شروع سے آخر تک ایک ہی خط لکھا ہے۔

۶	۱- ثنویات
۱	۲- قصیدہ
۱	۳- مرثیہ
۱۵	۴- غزلیات
۲	۵- نغمات
۱۳	۶- رباعیات

الفاظ ملا کر لکھے گئے ہیں لیکن "ٹ" اور "ڈ" کے املا کی صورت اتنی کدرم نہیں جتنی کہ آزاد بھون دہلی والے نسخہ کی ہے۔ آغاز کلام "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ثنوی شروع ہوتی ہے۔ ثنوی کے بعد وہ قصیدہ ہے جو علی ابراہیم خاں خلیل کی مدح میں لکھا تھا۔ اس کے بعد مرثیہ منت ہے۔ دیوان کے تمام ہونے کی تاریخ ۱۸۱۳ء ہے۔

تمام شد دیوان مسنون در ۱۸۱۳ء عیسوی بمطابق ۱۲۲۸ھ - غرق رحمت حق آنکس با (د) (کذا)

(۳) کلیات مسنون - نسخہ آصفیہ
مملوکہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدرآباد دکن۔

۵۸۷	نمبر
۸ XII	سائز
۷۳	تعداد صفحات
	اصناف سخن
۳۲	۱- قصائد
۱۰	۲- ثنویات
۳	۳- مرثی (ترکیب بند)
۲۸	۴- قطعات
۱	۵- واسوخت
۲۲۲	۶- غزلیات

۱. حوالہ میر نظام الدین مسنون - دیوان غزلیات - تحقیق و ترتیب "افسری افتخار - ۱۹۶۹ء - ص ۱۳۵ - (غیر مطبوعہ) مملوکہ دہلی یونیورسٹی لائبریری دہلی، بھارت۔

۱۷	۷- محضات
۵۲	۸- رباعیات

نصیر الدین ہاشمی نے اپنی مرتبہ فہرست "مخطوطات کتب خانہ آصفیہ جلد اول" میں لکھا ہے کہ:
 "ممنوں کا یہ کلیات خود ان کا قلمی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کلیات کے صفحہ اول پر
 "کلیات ممنوں" نوشتہ، خود مؤلف کی صراحت ہونے کے علاوہ ہر صنف شاعری کے بعد
 سادہ صفحے اضافہ کلام کے لئے چھوڑے گئے ہیں۔"

افسری افتخار نے لکھا ہے:-

"اس میں گاف بندی کے ساتھ دوسرا مرکز نہیں دیا گیا۔ اسی طرح "ز" اور "ٹ" کو قدم
 طرز املا کے مطابق لکھا گیا ہے اور چار نقطے د۔ کہ س کے اوپر "ط" کا نشان بنایا گیا ہے
 "ک" کے اوپر ہمزہ بنایا گیا ہے۔"

املا کی یہی کیفیت نسخہ دہلی میں بھی ہے۔

(۳) نسخہ پشیاہ - مملوکہ - لائبریری آف آرکائیوز - پشیاہ

۱۲ × ۲ × ۷/۲	سائز
۶۷۸	تعداد صفحات
"تاریخ بست" پنجم ماہ رمضان المبارک ختم شد ۱۲۵۰ھ	تاریخ تکمیل
مطابق ۱۸۳۵ء	

	تعداد اصناف سخن
۳۲	۱- قصائد
۱۰	۲- مثنویات
۳	۳- مرثیہ ترکیب بند
۱	۴- واسوخت
۲۳۳	۵- غزلیات
۱۷	۶- محضات
۲۸	۷- قطعات
۵۲	۸- رباعیات

(۵) نسخہ بھوپال "دیوان ممنوں"
 مملوکہ - آزاد سینٹرل لائبریری بھوپال نمبر ۱۶

سائز ۱۲ × ۸"

۱- میر نظام الدین ممنوں دیوان غزلیات - تحقیق و ترتیب "افسری افتخار ۱۹۶۹ء، ص ۱۲۸ -
 ۲- حوالہ میر نظام الدین ممنوں، دیوان غزلیات - تحقیق و ترتیب "افسری افتخار ۱۹۶۹ء، (غیر مطبوعہ)۔

دوران

سطر

خط

آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

مطلع

اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
چشم بر سر و چشم بر حسن پہ تیرے لدا

اختتام کلام قطعاً پر ہے۔

مسنون کو "فخر الشعراء" کا خطاب ملنا اسی نسخہ کے ایک گوشہ میں دیا ہوا ہے۔

"صاحب این دیوان در ۱۲۱۸ ہجری از پیشگاه سلطانی حضرت فردوس
مزل شاه عالم بادشاه قفراں پناه. خطاب "فخر الشعراء" امتیاز یافتہ"

نسخہ لندن کے بعد یہ سب سے زیادہ مکمل نسخہ ہے، اس میں ایک غزل ایسی بھی ہے جو کسی اور نسخہ میں نہیں۔ تمام اصناف سخن کا اختلاف نسخہ
اسی سے کیا گیا ہے۔ وہی والے نسخہ کو بھی اختلاف نسخہ میں پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن وہ مکمل کلیات نہیں۔

(۶) نسخہ لندن "کلیات مسنون"

مملوکہ انڈیا آفس، لندن۔ (مائیکروفلم) تیار کردہ L. Wicks ۱۹۵۲-۳-۲۵

۴۴ ابی، اردو ۴۴، فولیو

۱۱ ۱/۲ x ۴ ۱/۲

۳۴۸

۱۶-۱۵

نستعلیق

نمبر

سائز

ورق

سطر

خط

آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

مطلع

اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
چشم بر سر و چشم بر حسن پہ تیرے لدا

۱۔ "دیوان مسنون" مملوکہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بمبھوپال۔ ص آغاز کلام سے پیشتر والا۔

اختتام دنیا ہے نہ صاحبان ہمت کو پسند
 کیا چہ ہے دور دور ، یہاں ہو ہر چند
 گردش سے ، سب اسکی ایک بندولے میں ہیں
 پست ان سے ہی ہوتے ہیں کہ جن سے ہوں بلند (رباعی)
 تمت تمام شد

۳۲	قصائد	درق ایک تا ۸۸
۱۰	ثنویات	درق ۱۱۶ تا ۸۹
۳	مرثی (ترکیب بند)	درق ۱۲۴ تا ۱۱۷
۳۸۳	غزلیات	درق ۳۴۰ تا ۱۲۵
ایک	واسوخت	درق ۳۴۴ تا ۳۴۱
۱۷	مخمسات (تخصیصیں)	درق ۳۶۲ تا ۳۴۵
۲۹	قطعات	درق ۳۷۲ تا ۳۷۲
۵۵	رباعیات	درق ۳۷۸ تا ۳۷۵

غزلوں کے درمیان "ت" کی ردیف میں ایک مستزاد بھی ہے جسے میں نے ترتیب کے اعتبار سے غزلوں کے بعد دیا ہے۔

اس طرح کل نو (۹) اصناف سخن میں۔

اس میں دو ایسے قطعات بھی ملتے ہیں جن کا تعلق شاعر کے قیام ۱۹۱۸ء کے زمانے سے ہے۔

(۱) - قطعہ تاریخ گھاٹی پشکر کہ از نواح ۱۹۱۸ء میر است
 آخری مصرعہ سے اس کی تاریخ ۱۸۱۸ء نکلتی ہے۔

(۲) - قطعہ تاریخ پنج غزنیوں کہ صاحبان کلکتہ نمودند
 آخری مصرعہ سے تاریخ ۱۸۲۹ء نکلتی ہے۔

اٹھارہ قطعات اس میں "نفس" بھوپال سے زیادہ ہیں۔ سات قطعے آصفیہ والے سے بھی زیادہ ہیں۔

مطبوعہ کلام

(۱) مختار اشعار جلد اول مطبوعہ ۱۹۰۷ء
 مولفہ مولوی سید حسین بلگرامی

کل صفحات
 ۳۳

تمام اصناف سخن کا مختصر انتخاب کیا گیا ہے مثلاً ۲۵ قصائد میں سے چند اشعار ہر قسم سے منتخب کیے ہیں۔ ثنویات میں کہیں سے بھی چند اشعار لیے گئے ہیں۔

مرفہ "تہنیت نوروز" میں سے سات اشعار لیے ہیں۔
 پہلی غزل سے سات اشعار، اس کے بعد کہیں کہیں سے چند اشعار لیے ہیں۔

قطعات
 غزلیات

دوست
مراتی

(۲)

انتخاب دو اوین (حصہ ہفتم)

سید فضل الحسن حسرت مہتابی

فیض عام علی گڑھ ۱۹۱۳ء

پہلے قصیدے سے سولہ اشعار

چھے نقش ہستی مطایا

جو پردہ تھا حاصل اشعیا

(پانچ اشعار)

مطبع

آغاز

غزلیات

پہر مختلف غزلیات سے چند اشعار ہیں۔ باقی اصناف نہیں لی گئیں۔

انتخاب دو اوین (اردوئے معلیٰ سیریز)

(۳)

مولوی امام بخش صہبائی

۸۸ غزلیات میں، ہر غزل میں سے ایک سے لے کر بارہ (۱۲) اشعار تک کا انتخاب کیا ہے۔

ردیف کے بعد کوئی شعر نہیں لیا گیا۔

کوئی شعر منتخب نہیں کیا گیا۔

غزلیات

دیگر اصناف

کلیات مہنون پہلی جلد قصائد

(۴)

مرتبہ۔ محمد اکبر الدین صدیقی، ریڈر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی۔ مارچ ۱۹۶۲ء

۳۲

صرف قصائد کی حدود میں کی ہے، اصل میں والے نسخہ کو بنیاد بنایا ہے۔

قصائد

مطالعہ میر نظام الدین مہنون دہلی

(۵)

حیات، شخصیت اور شاعری

ڈاکٹر منشا الرحمن خاں منشا ۱۹۶۲ء

ڈاکٹر صاحب نے صرف غزلیات پر کام کیا ہے۔ نسخہ اصل میں کو بنیاد بنایا ہے۔

۳۲۲

نہیں دی گئیں

غزلیات

دیگر اصناف

میر نظام الدین مہنون دیوان غزلیات

(۶)

تحقیق و ترتیب۔ انیسویں اکتوبر ۱۹۶۹ء غیر مطبوعہ

- (۷) مسنون - حیات اور شاعری (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی) ڈاکٹر صدیقہ ارمان - غیر مطبوعہ -
(ہر صنف سخن سے منتخب اشعار)
- (۸) مسنون حیات و شاعری - ڈاکٹر صدیقہ ارمان - "سہ ماہی اردو" ۱۹۷۸ء
- (۹) اردو غزل مسنون سے پہلے - ڈاکٹر صدیقہ ارمان - "سہ ماہی اردو" - ۱۹۷۹ء

علاوہ ازیں تقریباً ہر تذکرے میں کچھ کلام منتخب دیا گیا ہے جن میں زیادہ تر غزلیہ کلام ہی ہے۔

اختلاف نسخ کے سلسلہ میں اصلہ کے لئے "آ" بھوپال کے لئے "ب" کو مخفف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ متن کو نقل کرنے کے لئے موجودہ املا کو استعمال کیا ہے، سوائے چند مستثنیات کے صلے ہوئے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ کر کے لکھا گیا ہے۔ نسخہ لندن سے صرف ان مقامات پر اختلاف روار کھا گیا ہے جہاں نسخہ بھوپال کے الفاظ معنوی یا صوتی اعتبار سے زیادہ موزوں تھے، پادرتی میں ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

نسخہ دہلی سے اختلاف آخر میں "استدارک" میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ نسخہ باوجود ہزار کوششوں کے حاصل نہ ہو سکا تھا۔ کلیات کی حدود میں مکمل ہو گئی اور کاپی جزائی بھی ہو چکی تو دہلی جانے کا موقع مل گیا۔ آزاد بھون لائبریری (دہلی) والوں سے ہر ممکن گزارش کی کہ "دیوان کی فوٹو اسٹیٹ کرانے کی اجازت مرحمت فرمادیں لیکن باب اختیار نے اس کی اجازت نہیں دی اور پھر جس طرح بھی ممکن ہوا کچھ حصہ نقل کیا اور چند صفحات کی فوٹو کاپی انہوں نے کرا کر دے دی۔

نسخہ دہلی سے اختلاف کی صورت یہ ہے کہ استدارک میں اصل متن کا صفحہ نمبر اور سطر نمبر لکھ کر دہلی والے نسخہ کی عبارت لکھ دی ہے۔

۳۶۸ ورق یعنی ۷۵۶ صفحات پر مشتمل اس مخطوطہ کو جب اپنے ہاتھ سے رقم کیا تو یہ بارہ سو صفحات پر پھیل گیا۔ درست قرأت اس کا سب سے بڑا مسئلہ تھا، ہر ممکن توجہ اس پہلو پر صرف کی گئی ہے تاہم حق ادا ہونے کا یقین نہیں۔

صدیقہ ارمان

۲۵ فروری ۱۹۹۵ء

۱۔ قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

چشمِ سر و چشمِ سر حسنِ پتیرے
 مائلِ حیرتِ نظر، تالِ حسرتِ ذکا
 آئینہ خانہ جہاں حسنِ تیرا جلوہ نا
 سخت ہے بینشِ گداز، بارگاہِ مدضیا
 زنگ بر آئینہ محفلِ مشقِ فنا
 عقلِ دو صد پردہ و عشق ہے پردہ کشا
 عقلِ بدونِ درد و عشقِ درونِ سرا
 صحبتِ سیلاب و نار، الفتِ برق و گیا
 اس کے جھمکڑے سے ہوش، کس کے رہیں ہیں بجا
 برقِ تجلی کجا، خرمنِ طاقت کجا
 خضر زخودِ رنگی تا بحرِ رہنما
 عرصہ گہرِ معرفت بے سر دے انتہا
 شوق و جنون تیز رو، عقل و فنون خستہ پا
 کیجیے اس راہ میں بے جو سمندر ہوا
 تیغِ سببِ غم ساہوِ بالِ ہما
 بسکہ کیے جا بجا سنگِ نشانِ تو تیا
 کل بصرِ آفریں سرمہِ رفعِ (عمی)
 دے پئے بس طینتاں، لاندہ کیمیا
 العطش و العطش وقفِ لبِ رہ گرا
 ہر طرف، اس دشت میں مرکزہ کربلا
 ڈھونڈے اولوالعزم کو، سے خنجرِ مرد آزما
 کشتہ غم کو ترے نقدِ بقا، خوں بہا
 سمجھے ہے اس کا مزا، زخمِ دل اولیا
 تجھ میں ہونے جب فنا، پھر ہے بقا در بقا
 لبیک صفا بخشِ دل، شوق کا تیری بکا
 تہر و کرم سے ترے، سب کو ہے خوفِ رجا
 کر کے گمانِ غضب، رکھ کے یقینِ عطا
 اے کہ! ترے نام سے زینتِ ہر ابتد

اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
 دیکھ کے نورِ جمالِ سوچ کے کندہ کمال
 باز ہو گر رہ دینے تو ہے ہر اک سو پدید
 گرہ تو ہے جلوہ ساز کونکہ مرہ کیجیے باز
 ہائلِ چشمِ شہودِ مشقِ غبارِ وجود
 دانشِ اسرار میں، بینشِ انوار میں
 عاشق و ہمِ خانگی، مائل و بیگانگی
 خاطر و شوقِ وصال، دیدہ و دیدِ جمال
 موٹی، دل رہ، خموش، دل ہی میں رکھ دل کے جوش
 لبِ ارنی خواں نگر، لاندہ شوقِ نظر
 دشتِ خودی پرتن، غولِ ہوا راہِ زن
 پانے خردِ آبلہ سخی بلاِ راحلہ
 عرصہ سراسر خطر، ہر قدم و نیشتر
 کوئی نہیں غیر ہوا چشمِ کسے پھر روبرو
 سالکِ راہِ طلب، فرق یہ سمجھے نہ کب
 وہ کی تری گرم طے، شعلہِ عنانِ برق نے
 دیدہ دین کے لیے، چشمِ یقین کے لیے
 در پہ جو تیرے ہلاک شوق نے ہو، اس کی خاک
 تشنہ لبانِ وصال، سوختہ دل، تفتہ حال
 خون میں لپٹاں سو بسو، جانِ دو صد آرزو
 سینہ زن سیرتاں زخم کے تالِ نہ یاں
 ہے ترے خنجر کے ہاتھ مایہ عمر و حیات
 تیری محبت کا شورا، کچھ تک افشاں ہے زور
 واصلِ دریا ہو گر، قطرہ کو پھر کیا خطر
 آئینہ کی آب و تاب، چھوڑے نہ ہر چند آب
 والہ و مائل کوئی، تجھ سے نہ غائل کوئی
 ترسِ مناجاتیاں، نازِ خراباتیاں
 لکھوا، ہوں وحدت کی شاںِ مطلعِ ثانی میں یاں

۱۔ آیت ہے تو

۲۔ رہے مختار اشعار

۳۔ آیت نقد بہا

۴۔ بد یہ شعر دو اشعار سے پہلے ہے

خونِ دودی کا ہر ذرہ دنیا کی ہر جگہ
 اس درہِ تنزیہ پر خونِ بہو وقتِ کون
 جز و علو جلال و نعتِ اوج و کمال
 اویں در ایوں تک اویں سر داماں تک
 شکل و تہجہ ہے ہیج، ذکرِ علی ہیج ہیج
 حرفِ سخن قلع کر، اصلِ سخن کر نظر
 ہر لہونِ صلفہ ساز، معنی و صورت طراز
 خام نہ و نقش کلا، رنگ نہ و صد نگار
 سبز کیے نہ و دق، سرخ ہے لوحِ شفق
 ایک سے ایک زیب، کون نہیں دلرب
 لوحِ جہاں کر نظر دیکھ، نقوش و صورت
 نقش و نگار جہاں، ثبت کیے کیا نہ یاں
 وہ رے تصویر جسم! صغ کیے قسم قسم
 چشم بایں آب و تاب، کیا ہے بجز قطرہ آب
 سینہ ہے صندوقِ راز، نطق کرے قفل باز
 راز و معانی تمام بستہ یک لحم خام
 حمد کی وہ ہے دراز کیا ہو نگ و پ و تاز
 حمد و ثنا بن نقطہ حرف سے لے تا نقطہ
 تیری ستائش محال، اہل زباں یاں ہیں لال
 تیری ثنا کا کہاں ہو کے احصا کہ ہاں
 واقفِ اسرار تو کاشفِ اسرار تو
 ایک ما تجھ پر عیاں حالِ سکوت و بیباں
 یہ جو ہے مسوں ترا، بندہ دلِ خوں ترا
 بہر حیبِ ازل حسن میں وہ بے مثل
 پرتوہ لا یزال، دولتِ دیرِ جمال
 تو نہ کرے گر قہول کس سے کہیں ہم مول

پانے کا لکڑی کے پانی سے
 جانوں کے پانی سے جانوں
 پانے کے لکڑی کے پانی سے
 منطقی
 دود
 کلمہ شکر
 حل کن شکر
 سب سے تعادیر کون
 طرز میں یک شکل کے
 جسم میں جاں، جاں میں عشق، عشق میں کون
 تس میں حقائق شناس، دی ہے نگار
 ایک ہے ہیج ہنر ایک خزان
 طرز بیان و کلام باعثِ شرح و ادا
 پانے لقم میں ہے یاں علتِ عرقِ النسا
 لفظ و عبارت نقطہ، خط و کتابت خطا
 آے کہ تری ذات پر تجھ سے، ثنا ہے سزا
 جب کہ نہ احصی کرے باطنہ مصطلح
 کیا تیری درگاہ میں حاجتِ عرض و دعا
 لیک تجھے عرض ہے، آپ ہے آنا سزا
 تجھ سے ہی چاہے تجھے، کس سے کرے التجا
 آئینہ میں جس کے تو، آپ ہے جلوہ نما
 کردی آئینہ سے، اس کو الہی عطا
 انت کا المرتجی، انت کا اللہ

۲۔ قصیدہ در نعت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

رگِ جاں میں، جگر میں، دل میں سینہ میں رکھیں پہناں
 سووم تیغِ بجاں دشمن، چہارم تیر کا پیکان
 بغل میں ہر سا جھکے لنگ پر ماعقہ انشاں
 سووم داغِ دل، مضطر، چہارم نالہ سوزاں
 نگاہ و غمزنہاں و ارد و دمِ شکر جفا کیشاں
 نخستیں و غمزنہاں دشنہ، دومِ شکر بخوں نشہ
 لہوں پر برقی سی چمکے، مرہ پر لعل سا دیکے
 نخستیں آہ شعلہ در دوم اشکِ شرر بیکر

۱۔ آء حرفِ سخن
 ۲۔ آء جب کہے لا احصی

مرہ پر افک عنابی، جگر میں کا ہش بہناں
 سووم خون نابہ، حسرت، چہارم نیشتر افشاں
 کہ وہ در و قدر دلکش، نگاہ و زنگس فشاں
 سووم برق انگن، خرمن چہارم قندہ دوراں
 مشابہ خلقہ مو کا فیہر غضب، جاناں
 سووم ہبتاب چہارم، چہارم اختر تاباں
 حنا آرا کف، چہارم، جبین صاف، زراشاں
 سووم، نسریں پر گل انگن، چہارم صبح پروں ساں
 شہید سر و گل یا زنگس و سبیل سے ہیں یکساں
 سووم ہو چشم نکتہ جو، چہارم مو ہو مشک افشاں
 بھلا کیا لادہ ممنوں بھلا کیا منفعت ناداں
 سووم تاریکی دین و چہارم، ظلمت ایماں
 صلہ بخشے نیک ساعت کجھے تا دین کا وہ سلطان
 سووم دارین کی نعمت، چہارم روضہ رضواں

شہد مراں کی بے خوابی، تپہ ہجراں کی پتلی
 نخستیں دشمن راحت، دوام دل خون کن طاقت
 ہوا یوں جس سے آنت کش مجب ہی ایک ہے مہوش
 نخستیں، مشعل روشن، دوام، چوں خلقہ ایمین
 بھوکا آتشیں روکا، نمونہ گرمی، خو کا
 نخستیں شعلہ لالہ، دوام آتش کا پرکالہ
 مسی آسا لب، لعلیں، سن سا زلف، مشک آگین
 نخستیں لالہ میں سوسن، دوام سنبل سرنگش
 کہوں جب اویں قد و رو کو، لکھوں جب چشم اور مو کو
 نخستیں قد پہ جب ہو رو، دوام رو پر کھلے گیسو
 اگر مضمون جعد و زلف و خط و خال کو باندھا
 نخستیں دوام چشم دل، دوام تیرہ کن خاطر
 حیب حق کی لکھ مدحت، پڑھ اس کی نعت، بے مہلت
 نخستیں خلعت عزت، دوام کونین کی ذلت

مطلع ثانی

غبار و سنگ، خار و خس، درون عرصہ امکان
 سووم کلک، رگ، احمر، چہارم چشم کی موگاں
 مناقب کے ترے دلتر، ترے جب کا رکھے عنوان
 سووم، اوراق قرآنی، چہارم لوحہ ایماں
 گواہی دہ صداقت پر، بلاغت کا تری بہاں
 سووم جبریل امین رب، چہارم جنگلی قرآن
 ولایت تیری بیعت سے، ارادت سے تری عرفاں
 سووم برخوش نازشہا، چہارم وجد سے خنداں
 مسج و موسیٰ و یوسف، خلیل، اے دین کے سلطان
 سووم با حسن دلآرا، چہارم بندہ احساں
 اوامر تیرے اے اصدق! مناہی تیرے اے ذی شان
 سووم حکم خدا، حکم، چہارم مانع عصیاں
 تری طینت میں ہے مملو تری خلقت میں آمیاں

نبی ہے تربیت سے تیری اے ہنفس یزداں
 نخستیں نور کی چادر، دوام گوہر صفا پرور
 مرثم تیری مرضی پر، دعا کے تیرے فرماں پر
 نخستیں خط پیشانی، دوام تقدیر ربانی
 سند تیری نہوت پر، خبر آور رسالت پر
 نخستیں لوح محفوظ اب، دوام پیش صحائف سب
 نہوت تیری نسبت سے، رسالت اس اخافت سے
 نخستیں نثریہ پیرا، دوام ہے افتخار آرا
 تیری حکمت سے بیعت سے، تری طلعت سے ہمت سے
 نخستیں قیادہ احیاء، دوام رکھے بدر بیضا
 ضمانت اے ترے برحق، خواطر تیرے سب مطلق
 نخستیں وحی سے توام، دوام الہام سے ہمد
 ترے عنصر سے ہے معروں ترے پیکر سے ہے مشوں

- ۱۔ آء بے سی
- ۲۔ آء نگاہ
- ۳۔ آء بھی میں
- ۴۔ آء تیرے
- ۵۔ آء تیرے اے
- ۶۔ آء بے میں

نختیں عصمت ذاتی آدم و حوا سے
 گہر صافی طینت سے قرین نورانی
 نختیں آبرو پرورد، دوم ظلمت کا روشن
 اشارہ تیرے آبرو کا تجلی روئے نیکو کا
 نختیں حل کن مشکل، دویم روغن گرہ عمل
 نسیم جیب عطر آگین، نسیم کا گل مشکین
 نختیں نغمہ جنت دوم فردوس کی نگہبت
 ترا وہ جسم بے سایہ، ترا روئے ضیا مایہ
 نختیں روح سرپا دوم ماہ جہاں آرا
 تری ہر خشت کلخ منزلت سنگ، در دولت
 نختیں ماہ پر تو، زا دوم قطب لنگ آسا
 رکھے پا پر سروانسر سعادت کا ہے گدیہ گر
 نختیں خسرو خاور، دوم برجیں نیک اختر
 ترا دست کرم فرما، ترا صدر تجلی زا
 نختیں بحر سب گوہر دوم گردوں ہم اختر
 جو وہ ابر کرم چکے جو وہ برق غضب چکے
 نختیں دشت ہو دریا دوم دریا ہو سب صحرا
 دلیل منطقی، بہان حکیمی، بحث مشائی
 نختیں حرف سرسای، دوم ہاہوے سودانی
 زجاج جام کی صورت دف و زنگولہ کی ہنیت
 نختیں واژگونہ سر، دوم سوزاں ہم پیکر
 ترے اعجاز نصفت سے ترے خرق حفاظت سے
 نختیں بی مونس بحر، دوو پہلو نشین خود
 ترے رعب عدالت سے تری چشم حمایت سے
 نختیں زار و خستہ تن، دوم شلاہیں بخوں انگن
 اگر تو موج و گرداب و جاب و باد کو کہ دے
 نختیں سدا سکندر، دوم سائل پہ رہ آرد
 گنہ تیری شفاعت سے، خطا تیری عنایت سے
 نختیں غیرت طاعت، دوم شایستہ رحمت
 بچے حیدر، بچے زہرا بچے سبطین دین آرا
 نختیں ہو تری رویت، دوم دارین کی عزت
 ترا منوں ثنا گستر پڑھے جب نعت تب سن کر
 نختیں شیخ کبیرازی، دوم خواجہ کرمانی

سویم اب بنا سیرت چارم، ترا نورانی
 ترا بات لنگ پایہ، ترا نصرت
 سویم عشق سے بالا چارم، عرش عالیان
 ترا ہر طاق، نصرت
 سویم قوس، قزح گویا، چارم
 بچے اعدا بکف خیر، در دولت یہ یک
 سویم بہرام، تہر آرد، چارم بندوئے گویا
 ترا لعل سخن میرا، ترا سر جوہر احسان
 سویم نسیم جان پرورد، چارم
 جو وہ مہر عطا بچکے، جو برے لطف کا بازاں
 سویم ہر لکھی، ذرہ ہو بیضا، چارم قطرہ ہو عمان
 مقال فلسفی پیش بیان، شرح عالیان
 سویم ہذیان بے معنی، چارم معنی ہذیان
 پھر و خورم و اختر ہوئے جو شرع سے ترساں
 سویم داغ، سیاہ زوہر، چارم اشک ماتم ساں
 ہند وہ شبنم و سیاب و رنفت اے عادل دوراں
 سویم ہم بستر آرد، چارم ہمد آشداں
 عقاب و تیو و آہو مو حامی، مظلوماں
 سویم ضیفم پہ دندان زن، چارم قاتل ثعباں
 کہ ہو سدا رہ طولان، سکوں بخش و سفینہ راں
 سویم کشتی کا ہو لنگر، چارم مانع طغیاں
 ازم تیری اجازت سے، کرم سے دوزخ سوزاں
 سویم ہم سب کی ہو قسمت، چارم سرو جوں بستاں
 روا کر اے مہرے مولا یہ چاروں عرض مدحت خواں
 سویم ہو نزع دم راحت، چارم ختم برائیاں
 رواں احسنت ہو لب پر، دواں ہو آفریں گویاں
 سویم مست سخن جاکی، چارم سا و جی سلطان

۱۔ آحاب

۲۔ آقرے

۳۔ آہی عارف دوراں

۴۔ بہ باقی اشعار نہیں ہیں

۵۔ آ سویم نزع دم

۶۔ آ ہوں

جو حاصل ہو رضا تیری جو داپو وہ کف احسان
سیوم خوشنودی یزداں چہارم گنج ہو ارزاں
عد و منکر و گمرہ حسود و خصم سرگرداں
سیوم سیلاب کا مفرش، چہارم مورد طولاں

کہاں ہو نلے ثنا تیری مگر کیجے دعا تیری
گنجیں بحر بے پایاں دوم واجب ہے انسان
بشال جلد چوں کہنہ بیان خار و خس ابس
گنجیں لقمہ آتش، دوم ہو برق کا روکش

۳۔ قصیدہ در نعت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

برہنگی سرخورد پر سے تاجِ نورانی
کہ بس ہے جامہ رنگین شعلہ عریانی
نصیب ہو پادوس کو مگس رانی
کرے اسیر نفوس مرغ کو، غزل خوانی
رہے نہ خندہ گل سے جدا پریشانی
کہ / نوشت چہ رہنا فقط ہے نادانی
اگرچہ گج بھی لکھی ہو نوشتِ پیشانی
کہ دیکھے پردہ ظلمت سے رازِ پہنپانی
برائے دیدہ انجم حجابِ ظلمانی
کریں بہشت کے آنکھوں چمن خیابانی
کہ بندہ رہا تھا عجب مایہ گلستانی
غزل کے طور سے پڑھ کوئی مطلع ثانی

بلند طبع نہ ہوں عجب چترِ سلطانی
نہیں لباس کے وابستہ جو ہیں گرمِ نفس
نہ پائیں عزت جو داغ داغ تزیں ہیں
بلانے جان سے بہانگہ بلند عرضِ طرب
بقدر نیم تبسم ہے فرصتِ عشرت
کہ اوس سے عجز کہ ہوں بختِ واژگوں بھی راست
سجود ہے ہونگیں دارِ نقش کارِ درست
بلند ہیں کو نہ ہو بایل نظر کوئی
کرے نیابتِ کمال اور کامِ سرمہ کا
نسیم فیض سے اوکے کھلے جو غنچہ دل
گرہ جو غنچہ دل کی کھلے تو، تو دیکھے
روش کلام کی یہ چھوڑ اور اب مثنویں

غزل

رہے سے آئندہ جوہر سے ہیں بہ پیشانی
چھڑک دیا گلِ خورشید پر یہاں پانی
لباسِ کعبہ سے پیدا فروغِ ایمانی
ہما کی چشم میں شاید کرے وہ مڑگانی
نہ تو ذرا مجھے واعظ کہ ہے یہ نادانی
کروں بروزِ جزا میں، جو دامن انسانی
کہا یہ دل نے کہ اے تو سخن میں لاثانی

نخل ہے دیکھ کے اوس کی، جبینِ نورانی
عرق سے اوس رخِ تاباں کے آب ہوں، کس نے
سیاہ زلف سے جھکے وہ نورِ رخ، یا ہے
ہوئی گداختہ یاں تک ہر استخوانِ اپنی
مرا یہ دامن تر دیکھ مہرِ محشر سے
پڑے کشاکشِ امواج میں سفینہ مہر
ہنوز لب پہ مرے، ناتمام تھی یہ غزل

- ۱۔ آہ کہاں طے ہو
- ۲۔ آہ نفرت
- ۳۔ آہ فرقت
- ۴۔ آہ رکھے سے
- ۵۔ آہ چمکا

خدا کے واسطے خود کو قربان کرنا ہے۔
 مناسب اوس کے لگانا ہے۔
 خیالِ عشق رکھو اب اس خیال سے
 محمدؐ عربی بادشاہِ عربوں کا
 یہ نام پاک درگوشِ ہوا میں
 اوشیں نصیب سینہ میں امواجِ فکر پے در پے

مطلع ثالث

اگر تھا دلبرِ یعقوب ماہِ کنعانی
 جو ذکرِ حفظ ہو اوس کا تو بزم میں گھگھیر
 صحاحِ جود میں اوس کی لغت نویں تضا
 اگر وہ دستِ سجا شادکش ہو کیا ممکن
 گدا جو اوس کی گلی کا ہے، کفش پا سے کم
 اوس کے لطف سے بچ جانے موجِ حادثہ میں
 گر آنے ظلِ حمایت میں اوس کی یک پرکاہ
 پناہ اوس درِ دولت پہ لے، جو مورِ ضعیف
 کرے وہ دستِ شفاعت جو مثلِ مشاطہ
 عجب نہیں ہے کہ بعدِ گناہ رنگیں تر
 ہوا ہے ولولہ اندازِ دل میں شوقِ خطاب

میر تقی میر کی شمع کی
 لکھے ہے رزمِ لفظ
 کہ رہنے کا کل اللہ
 نظر میں اوس کی ہے
 اگر سفینہ نوح بھی
 کرے مثالِ عصائی
 نظر سے اوس کی گرے
 سیاہ روئی عصیان پہ
 عذابِ ناز سے ہو
 ہونی گیا کو ہوانے

مطلع رابع

عرب جو تو ہے یہ اس میں ہے رمزِ پہنپائی
 جمالِ حق کا جھمکڑا ترے جمال میں ہے
 نگاہِ تیری ہی طلعت پہ کیوں نہ کی اس نے
 مجھے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
 کہوں ہوں اشہد ان لا الہ الا اللہ
 نہ تھا وجوب تو کیا تھا کہ تو وہاں پہنچا
 شہا طفیل سے ترے ہی خوانِ ہستی پر
 تری کتاب ہے ام العلوم، آی کیوں
 قلم بکف نہ گرفتہ ولے قلم کھینچا
 سبقِ خواندہ و جبریل و جوہرِ کل کو
 طہورِ نیرے گلستانِ علم کے جس دم

کہ عین رب ہے تو اے فخرِ انسی و جانی
 مثالِ آئینہ پہ جھکو یہی ہے حیرانی
 جو حق سے تھا ادنیٰ گو، حکیمِ عمرانی
 کہ تیری مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی
 کہ تو ہے مثلِ احد لا شریک و لا ثانی
 نہ گرد تھی ترے دامن کے گرد امکانی
 قضانے کی ہے سب اہل جہاں کی بہانی
 نہ ہو خطاب ترا اے رسولِ یزدانی
 ہر ایک دفترِ ملت پہ کیا ہے آسانی
 ترے تلامذہ سے فخر ہے، سبقِ خوانی
 کریں زبورِ حقایق کی زمزمہ خوانی

۱۔ آ۔ بھلا یہ کیا ہے
 ۲۔ آ۔ ب۔ جمیل
 ۳۔ آ۔ ہے

مقام دان، معارف جو ہیں سو پھر مسوع
 ام نواز رسول و جہاں پناہ شہا
 وہ اس مقام پہ ہرگز نہیں سمجھتا ہے
 ترے ہی لطف سے امیدوار ہے کہ ذرا
 زبان پر سر مو تن پہ ہو، اگر گویا
 ہوا ہے بھی مثل سرائگشت لکر پر نہونی
 مدح خسرو و دارا یہ کچھ نہیں کہ یہاں
 نہیں سے مدح تری حد تک و عہدہ نطق
 کہاں مجال، ثنا عرض حال کا سے وقت
 دل بہ سے، مرے یوں ہے نور نقوی دور
 نسیم فیض جو تری چلے تو اٹھ جائیں
 مثال جامہ ہے جان اپنی گرد آلودہ
 یہاں نور گنہ ہے پر، آسرا ہے یہ
 امید تیری شفاعت کی جس کو حکم سے
 ہزار کوہ گنہ مثل برگ کلا بہیں
 تمام مایہ عمر عزیز حد انوس
 بہ پیش ہے رہ باریک اور شب تاریک
 نہ بدر ہے نہ توشہ نہ راحلہ نے زاد
 علی سے کہہ کہ ذرا اب پناہ دے مجھو
 زبے علی ولی وہ کہ جس نے آتش کفر
 علی سے لے کے وصی جو ترے ہیں مہدی تک
 زبان پر ہو ترا نام، اوصیا کا ترے
 نہ کوئی عقدہ رہے کلہ مدح خواں میں ترے
 رہ شریعت و دین پر ثبات ہو اوس کو
 رہے ہلیرہ دنیا و دین سے وہ محفوظ
 کروں ہوں ختم دعا پر تصدیہ اب تمنوں
 مثال دست کرم آفتاب عالمتاب
 ہمیشہ دست سما کے ترے حضور شہا

کریں نہ حضرت داد کی خوش الحانی
 تری ثنا میں ہے رسوں مقرر نادانی
 کہ کیا ہے طرز سخن گوئی و سخن رانی
 خطائے لفظ و معانی سے کر نگہبانی
 ادائیگی ہوئے ترا شہہ ثنا خوانی
 تری کتاب، فضائل کی صفحہ گردانی
 بطور اہل سخن کیجیے سخن رانی
 تری جناب میں کافی ہے مدح یزدانی
 سن اے کہ ملک کرم کی تجھے جہاں بانی
 کہ روئے کفر سے جوں پر تو مسلمان
 پڑے ہونے ہیں جو دل پر حجاب ظلمانی
 تمام دامن دل پر ہیں داغ عصیانی
 کہ سب سے تری شفاعت کو ہے فراوانی
 کچھ اوس کا کم نہیں طاعت سے، ناز عصیانی
 ترا محیط شفاعت کرے جو طغیانی
 ہوا ہے مفت ہی میں دست برد نادانی
 رکھوں کدھر کو قدم میں یہی ہے حیرانی
 رہ پیپ ہے اور بے سری و سامانی
 کہ ہیں تمکین میں غارت گران شیطانی
 بھائی، تیغ کا اوس کی، عجب ہی تھا پائی
 ہر اک کے نام کو سمجھوں ہوں حرز ایمانی
 جو روح کرنے لگے ترک عالم لانی
 کہ مشکلات ہوں حل اوس کی سب باسانی
 نصیب ہو اثر ذکر و ذوق عرفانی
 بحق سرور مردان علی عمرانی
 پہ وہ دعا جسے لازم قبول یزدانی
 کرے ہے خاک پہ جس آن تک زرافشانی
 رہے پھر و زمین کی کشادہ دامانی

۴۔ تصدیہ در نعت سید المرسلین و متقبت سید الواصلین صلوة اللہ علیہ وسلم

شب میں بیدار سر شام سے تھا صبح تک
 گریہ تلخ سے تھی ناوک زہر آلودہ
 اشک پر شور سے بھر، دیدہ گریاں میں تک
 چشم خونناہ نشان، اپنی کی، ایک ایک پتک

۱۔ آء منوع

۲۔ آء بیان ہونہ ترا

۳۔ بیدہ دو اشعار پہلے درج ہیں۔

۴۔ آء وہ

۵۔ آء کہ لگ رہی ہے گیس گہ میں نوح شیطانی

بیچ کھا کھا کے نفس سید میں رہا
 صورت سایہ بھی چون مردک
 اسی عالم میں ہوا اختر دولت کا طلوع
 مدد زلف سید و رنگِ طلائی وہ
 آتش رنگِ حنا کا مگر اٹھا تھا دود
 تھا خم و بیچ تیر میں رخ و زلف سے دل
 چاندنی برگ سے، اشجار کی، جس طرح چھنے
 گل سے بہتا پڑے لوتے انگاروں پر
 چین سے ایک جیش تک تھی جب سیدی راہ
 تنہا مانگ کا چوٹی ہے کہ ظلمت اوس سر جا
 شب تارک سے دیکھی جو نہو صبح بھی
 جس پس ماندہ تھی وہ کارگر قدرت سے
 گردن صبح دوش و کاکل مٹھیں مت کہہ
 ماہ ہونے نہ سفید اوس کی جبین کے آگے
 اوس کی ابرو کو نہ کہہ مثل ہلال گردوں
 ابرو دجہ کو یوں پیر لنگ پر طعنے
 چشم وہ نسوہ شوخی کہ حضور اوس کے سے
 شب سے پھڑکے سے پڑی چشم کواکب تا صبح
 زگس مست کو اس کی جو کہوں ساغر سے
 غارت دل پہ اشارت جو کریں وہ آنکھیں
 چہرہ قرآن ہے اور سورہ صاد اوس میں چشم
 وہ مرہ نقش نہ آرام کا دل میں چھوڑے
 متصل کیونکہ پھڑکتی نہ مری آتش شوق
 صبح میں جیسے کہ ہو عقد ثریا کا ظہور
 رخ گل رنگ پہ وہ پرتو آویزہ سبز
 رخ فروختہ کا دل سے نہیں جاتا دھیان
 دونو رخسار کا دل سے نہ مٹے اپنے خیال
 درمیان مشتری و زہرہ کے مرجع ہے یاں
 چہرہ کے خوان ملاحظت سے حکمدان دہاں
 ہنسی کہتی تھی یہ، چہرہ پہ تہجیبی دیکھی تھی

ہے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے
 آئی تھی اس لئے ان کے لئے ان کے لئے
 نکل رہا ہے میں درختوں کے لئے ان کے لئے
 حکم زلف سے یوں تھی جب وہ ان کے لئے
 مونے آشفہ سے دیکھ اوس رخ تاپاں پر
 مانگ کا خط وہ چین سے جگہا جگہا
 نظر آئے ہے، نگہ جا کے جہاں جگہا ہے
 دیکھ اوس جد میں مویاں طلائی کی
 کاکل مشک نشاں جسکو کے تھا ہر ایک
 خواب میں ہندی لاقم کی بھا کر تو
 کرم شب تاب کی کیا مہر کے آگے ہو
 ہے نہ نو یہ حقیقت میں وہ تھی کی
 صبح میں دوسرے نو بھی تھے دکھانے ایک
 مردم دیدہ تہو نگہاں نقطہ شک
 دیکھے اوس متعشک میں جو آنکھوں کی پھرک
 نشہ عقل یہ کہتا ہے کہ اتنا نہ بہک
 ہو صف آراء مرہ و سرمہ کی دنبال تک
 مذہبے ابرو و مرہ زر و زر میں یک یک
 چھیل دے صلح سے جوں حرف غلط گو کلاک
 جنبش مرزہ تھی دھیان میں مرگاں کی جبک
 سلک گوہر کے بنا گوش سن گوں ہیں لنگ
 تھا کنارے پہ ہا باغ کے سبزہ سا لہک
 دل ہی جانے ہے جو دل میں سے رہی آگ دک
 ماہ و خورشید ہوں کس طرح لنگ سے منک
 دیکھ یا قوت کے دو موتوں میں تھو کی دمک
 پر جہاں دغم جگر ہے وہیں پھڑکے وہ تمک
 موج سرچشمہ خورشید سے اٹھتی اب تک

۱۔ لندن: دولت اختر، لیکن یہی زیادہ موزوں ہے۔

- ۳۔ آتشراگے شر کے بعد ہے۔
- ۴۔ لندن۔ دیکھ نہیں ہے۔
- ۵۔ آ۔ صلح، جوں، ب۔ صلح سے
- ۶۔ آ۔ بھڑک
- ۷۔ آ۔ تمک دان و دہاں
- ۸۔ ب۔ یہ شعر موجود نہیں

ماہ و خورشید کی ہر چند وہ رکھے عینک
سیگون ہیں سطور ان سے، وہ دندان کی جھلک
سک، گوہر سے جھلکتے تہ لعلین درجک
کم سررشتہ کو کرنا نہیں اپنا مسک
جدول مشک سے گردادن کے، مسی سے بیشک
وہ ذقن سبب بہشتی سے بھی ہے نثر ترک
مطلع صبح جسے دیکھ کے رہ جانے بھپک

خوردہ ہیں چرخ نہ پاوے دہن اوس کے، کا نشان
سٹری شگرف کی "دو لب خنداں اوس کے
صف دندان وہ نمایاں دہن رنگین سے
اوس کے دانتوں کو نہ دوں سک، گہر سے تشبیہ
بے سخن معصوم خوبی کے یہ ہیں سپارے
دستمال اے نگہ شوق مبادا ہو کہیں
مدح میں اوسکی صباحت کی وہ مطلع لکھوں

مطلع مانی

کوئے سین کی ہو مہتاب میں جسے کہ دمک
کہ نظر شعلہ آواز کی آتی تھی بھڑک
مشرق حیب سے یوں صبح نکلو تھی مدرک
نورتن دیکھ کے بازو پہ رہی عقل بھپک
ساعدا صاف تھی یا بحر تجلی کی سک
شاخ مرجان پہ یاقوت کا غنچہ اب تک
اوس پہ وہ چترسہ نام نہ سرپوش تک
ادب حسن یہ کہتا ہے کہ بس آگے نہ بک
یہ حیا حسن کی کہتی ہے کہ ہٹ یاں سے سرک
جانے پستان پہ اٹکیا جو کہیں اس کی سک
کہیں بل جاوے جو چوٹی وہیں آجانے چک
سے بھنور چشمہ آئینہ کی بے شبہ و شک
رکھی جو صانع قدرت نے تو آتی سے ڈھلک
وہم بیرون در اس جا پہ رہا جا کے ٹھٹھک
دست زر کو بھوس سے نہ پہنچی بے دھک
جس کے ہو سامنے تہا زانوئے مرات لک
جس سے شرمندہ عمود سحر و مہر فلک
پشت پا سے نظر آتا تھا بڑا رنگ کفک
آگے آجائے تو دے مار کے ٹھوکر وہ جھڑک
باد سے آنے ہے جس رنگ سے گلبن میں چک
سنجے گر سمع تک اوس ہانو کے گھنگھرو کی جھنک
دیکھ اوس حسن کے شعلہ کو گنی آنکھ جھپک
دشت، ایمن کی طرح خاک سے لے تابہ فلک

نور رخسار فروزاں میں وہ غضب کی چمک
وہ صراحی گلو یا کہ بلورین فانوس
حیب مشرق سے ہو جوں نور سحر کا مشہود
ایک ہی شاخ سے ہر رنگ کے گل پھولے تھے
مل کے بالیدہ ہوئے نرمی و صافی باہم
فندق دست یہ کہتی کہ نہ دیکھا ہو تو دیکھ
گول پستان کہ دو کوزہ زر زور سلا حول
گر ترنج زر پرور کہوں میں اوس کو
دست رس اون پہ جو ہو مرسل گوہر کی
قدسیوں کا ہو وہیں خرم تقویٰ پھر چاک
اللہ اللہ نزاکت کہ کر پر اوس کی
وہ شکم آئینہ صاف ہے اور اوس میں ناف
سینہ کے تختہ بلور پہ یا خاتم سیم
اوس سے آگے تو مجال نظر و فکر سے تنگ
گنج خوبی کی کچھ ایک سیم پس انداز سرس
اس کے آئینہ زانو کی صفا کیا کیسے
سات آئینہ زانو کا بلوریں دستہ
لعل گوں ڈانک سا الماس کی پٹری کے تلے
قامت اوس کا یہ قیامت کہ جو شور محشر
نشا بادہ میں یوں وہ لہر موزوں جھومے
اوس کی آواز پہ ہو روح ملائک کو سماع
جلوہ پرداز ہوئی ناز سے بالیں پہ مرے
کلبہ تار سے ایک نور تجلی تھا بلند

۱۔ آ۔ دست مل

۲۔ آ۔ (سے)

۳۔ ب۔ کہتی نہ دیکھا ہو

۴۔ آ۔ ب۔ زائد شعر

غنچہ سان ہر شبیم یہاں کہیں کہیں
 صورت ہوے گل اب روئے کہیں کہیں
 گل و بلبل سے گستاخ میں نہیں اور وہیں
 ایسی رنگین غزل اب وصف بہاروں میں کہیں
 سنتے ہی اوس سے کہی طرہ بہاڑیہ غزل

غزل

تعمیر گل سے دے غلطی داندہ
 آبِ خنجر سے اور لہجہ سوز
 جانے سے اسرار تصور سے کہیں
 ہاتھ میں میری لالہ رہے ہاتھوں میں
 دل شائع کرے یوں باغ میں چوں کی ہنک
 سب جن جملہ شاید صفت اٹھائے ہنک
 لالوں کا مقطع رنگیں کوئی کہہ کر لب ہنک
 ہو کے یوں کہنے لگی ناز سے گرم ہنک
 گوش در گوش زمانے کے نہیں آج تک
 کہ یہ سے طرز ہیں آن کے سیکھے ہر تک
 نہیں کہتا ہے تو اب نعت شہ انس و ملک
 واسطے عرش معلیٰ کے ہے زبیر تارک
 حالت وجد میں تھے سن کے بزرگ و کوچک

فیض آری سے ہوئی سبز دمیں تابہ لنگ
 کیا جب کھینچے پھولوں سے سپر کے گر عطر
 جوہر باد بہاری میں یہ سیرابی سے
 باغ میں تاکہ عیاری در گل کو سمجھے
 نغمہ جن تنگ دہانوں کا کرے دل کو وا
 عطردان غنچوں کے، بادِ سحری نے کھولے
 غنچہ سان سر نہ نکالا تھا گہبان سے ہنوز
 سن کے وہ رشک جن غنچہ نرگس کی طرح
 یہ مضامین یہ الفاظ یہ تالیف یہ نظم
 نظم کہتے ہیں اسے، یہ سے سخن کا انداز
 پر یہ پوچھوں ہوں کہ کس واسطے اسے نثر سخن
 کون! وہ یعنی محمدؐ کہ در اوسکے کی خاک
 سن کے یہ اوس سے کہا نعت میں ایسا مطلع

مطلع ثالث

جام کو ہر چھپاوے شر دامن شبک
 ہاتھ سے پھینک دیا مطرب گردوں نے چمک
 ہنگل صعوہ بے پروا کلمہ باز اوچک
 عہد میں اوس کے اگر آنکھ پہ رکھے وہ خشک
 اوس حماقت سے ہے یوں شیر پہ آہو شیرک
 ہے نہ ممکن کہ اونٹنے باد سے پھر آگ دہک
 رہ گئے دیدہ و دل نچ کو تعمیر سے تک
 چو مشام آپکی نگہت سے ذرا جانے ہیک

عہد میں صورت نہیں اوسکی نہاں سے یا تک
 بسکہ آوازہ احکام شریعت ہے بلند
 عدل اسکا ہو اگر حامی مظلوم تولے
 خلیج برق کی ہو چشم نہ پھر بار دگر
 چشم معشوق ہو جیسے دل عاشق پہ دلیر
 گر تری تربیت علم دکھاوے اعجاز
 بترے آئینہ میں سے جلوہ نما حسن قدیم
 آنے خاطر میں نہ کچھ نکبت نسرین بہشت

۱- ب، جوہری

۲- آ، آن کے سب کی ہر ایک

۳- آ، ب، مطلع ایسا

۴- آ، حکم

راہِ الاک کہے، عقل کہے، مار نہ جھک
دہر و لکر جو جاوے تو رہے راہ میں تھک
خیمہ ترکِ معنی کا کیا جب جترک
مرشدِ جہر اول کو ہے حکم کو دک
چرخ پر رشک سے ہو مطلعِ شری بھی حک

خاکوں سے ترے در کے جو لیٹا خورث
زندہ اولِ ایوانِ مراتب پہ ترے
سخت کو تباہ ہوا خودِ الاک خیال
مدح کیا او سکی کروں نعت میں جسکی معنوں
لیک مطلع وہ لکھوں وصفِ وحی میں اورکے

مطلع رابع

آب گوہر کہیں گوہر سے نہیں جانے چھک
جانے شیرِ لکلی صورتِ رداہ دیک
عہد میں، اونکے جو دیں شیشہ کو پتھر پہ پتک
شعلہ شرکِ دل، گہر میں اونکے جو بھڑک
جانے چپکے سے ہے یوں خصم سے بہت شک
سایہ حیرہ دروں جانے دے پانو کھک
دیدہ دشمنِ خفاش صفت سے ہو، حک
باندھ، ترکش کو جہاں مثل سپاہِ ازبک
فن پیار میں ہے اورکو مہارت یاں تک
چھوڑ دتا ہے اگر کھینچ کے وہ تک ناوک
جانے شیرازہٴ نظم و نسق دہر چنک
ہو کہ الطباقِ زمین و لک ابریک یک
ساختِ آئندہ پر پہنچنے پاوے نہ دھک
پہنچنے پانے نہ شمال بھی آئینہ تلک
لطف سے آئے سے جوں وحی خدا زیرِ لک
فرض کی تیری اطاعت ہے انسان و ملک
کہ وحی بعدِ وحی بعد تیرے ہیں وہ و یک
ہیں بہتریب محمد کے وہ نائب بے شک
راہ پہنچے سے وہ بے شہر، درِ دوزخ تک
کہ اسی رہ نہیں مجھے خاک کرے دورِ لک
ہاتھ میرا نہیں جاتا کسی دامان تلک
دم پہ دم شر یہ طاہر کا ہوں لاتب تک
لیں واللہ سوا جب بے مستمک
ہر گنہگار کی ہوگی شفاعت بے شک

اورکے عنصر نے نہ ہو نورانی منک
اسد اللہ کہ یک نعرہ تہر اورکے سے
یا علی کہہ کے وہ آغوش میں لے لے اورکو
آبِ شمشیر ترا دم میں بجھادے اورکو
جلوہ پرداز جہاں تو ہو ترے سامنے سے
ہر پر نور کے ہونے ہی مقابل جیسے
کو کہہ دیکھ سواری کا تری کہونکہ نہ نور
ہو کے صف بستہ ہزاروں شہِ خاورد سے چلیں
ایک ادنیٰ جو ہے سرکارِ مبارک کا غلام
توڑ جاتا ہے وہیں سات توے گردوں کے
صوتِ نعرہٴ پر تہر و غضب سے تیرے
مثل اوراق پریشان شدہ ہوں زیرِ زبر
نوسن اوس کا وہ سبک رو کہ وہ ڈپٹے جو ۴ سے
پارِ مرآتِ لک کے ہو وہ اسی جلدی سے
اوترے ہے ایسی ہی خوبی و لطافت سے اور!
خسرو بادشاہِ بندہ نوازا! حق نے
سے جو اولاد تری جنتِ حق عالم میں
صاحبِ ستر محمد ہے بلاشبہ ہر ایک
راہ سے اونکی جو عالم میں مخالف سے راہ
سو یہہ اب عرض ہے، اے راہنمائے عالم
سے تری ذیلِ محبت کا وسیلہ حج کو
کوئی میرا نہیں الا کہ محبت تیری
ہر کے راہ کے دستِ توسل حکم
میں گنہگار ہوں اور لطف سے تیرے ہے امید

۱۔ آبِ خاک ہوسوں سے ترے در کی

۲۔ ب۔ یو نہیں ناوک

۳۔ آ۔ جو ڈپٹے وہ اے

۴۔ آ۔ جلوے سے

۵۔ ترجمہ، بجز تیری محبت کے میرا کوئی سہارا نہیں

سو یہ تجھ سے ہے شہا عرض کہ میں نے
تیری ہمت سے تو ہے بخش ہے مدد کی تھی
ختم کرتا ہوں دما پر یہ تصدیق
جب تک ہر کے ہے چر مرصہ سر پہ
خلعت سدس جنت پہ تجھوں کو نصیب

میں نے تجھ سے شہا عرض کی ہے
تو نے مجھ سے بخشش کی ہے
ختم کرتا ہوں دما پر یہ تصدیق
جب تک ہر کے ہے چر مرصہ سر پہ
خلعت سدس جنت پہ تجھوں کو نصیب

۵۔ تصدیقہ در متقبت جناب ولایت و امامت مرتبت علی مرتضیٰ علیہ السلام

بزم عالم میں جب نشوونما کا ہے عمل
لالہ و داغ صفت دے سے نمودار اگر
دود و اٹگر سے بہم سنبل و گل پہنچیں ہیں
مل کے بالیدہ بہم خواہ لاج خواہ شراب
فرش گل پر یہ صفا سے کہ گزرنا مشکل
ہے جب فیض نمود کار گہر ہستی میں
اثر نامیہ یاں تک سے کہ چلن شاخ درخت
کھل ہا تیر کا سونار سے گل کی مانند
پھول کیا کیا ہیں نہ خیاط بہاراں نے لگانے
گل و تختہ سنبل سے ہوا عکس پذیر
کار رنگینی موسم کا کہاں تک ہے عروج
سے خیابان چمن صفحہ دیوان بہار
چمن صفحہ پہ سطروں میں عجب ہیں دستور
روز نوروز منجم کو سے گھر بننے سیر
کھل رہے صفحہ پہ ہیں گل سے رقوم تقویم
گرہیں تاز میں دیکھنے تو سو نسرین کا ہار
ہو تر و تازہ دہیں شکل کھینچیں نیلوفر
کک نقاش اگر شاخ کی جھکی پڑتی ہے
پوسہ کو شاخ شردار جھکی پڑتی ہے
پنچہ گل رنگ کرے مثل حنائی سودہ
لاف خشکی نہیں اس موسم رنگیں میں قبول
صورت دانہ انگور پختی سے شراب
شاخ خم گمشدہ میں آویختہ ہیں غنچہ و گل

ریشہ دولانے سے بزم میں عجب
آتشیں مجرہ ہو پارہم عشر کا
رنگ و بو میں ہیں خیابان کے مقابل
جام سیمیں و مئے زرد سے رنگین
گاہ جانا ہے پھل پائے صبا گاہ
جون رگ سبزہ بڑھے سے رگ خواب
کیا عجب شاخ کلن سے بچی جو پھولے کو بل
پڑھ ہا داغ کمان صورت بلبل سے غزل
دامن دشت مسطر اور گریبان طلل
کہیں نکلے ہیں شفق کے کہیں کالے بادل
کہ خیابان لنگ میں گل و سوسن سے زحل
بن گیا سرود ہے مصرع جو کوئی تھا پہل
خمنستان میں ہے باریک سی جاری جدول
لوح احکام سے صحن چمنستان کا بدل
سبزہ و گل کی سی موجیں ہیں خطوط جدول
شاخ سنبل ہوا اگر بال میں پڑجاویں بل
امتحاناً جو رکھیں آب میں کاغذ کا کنول
شاخ سے پھول اوگے پھول سے بنتا ہے پھل
رنگ ان روزوں میں کچھ گل کا یہ آیا سے نکل
ہاتھ دھوے جو کف خاک سے کوئی مل مل
سجہ زاہد کے گلو میں ہے گلوں کی ہیکل
دانہ سجدہ صوفی کو اگر ڈالیں مل
دل تبدیل گیا رشک سے عراب میں جل

- ۱۔ ب۔ بر میں اللاک
- ۲۔ ب۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام نہیں لکھا ہے۔
- ۳۔ آ۔ ب۔ جام بلور سے زلا
- ۴۔ آ۔ ب۔ بڑھی ہے رگ خواب گل لندن۔ ہمزے، سہو کاتب
- ۵۔ عجب ہیں دستور
- ۶۔ ب۔ پانی
- ۷۔ آ۔ ب۔ صحنے

واہ ری تربیت فیض ہوا زمزمہ خواں
سمر ہر سرد ہر ہے کافیہ پرداز حمد

بلبلین بیضہ فولاد سے آتی ہیں نکل
عندلیبان خوش آواز یہ پڑھتے ہیں غزل

مطلع ثانی

نقش ثانی یہ چمن خلد سے نقش اول
محل لعلی لالہ چنے لیلیٰ ہے محل
چہرہ نازک گل پر عرق آیا ہے نکل
ہاتھ مشاطہ کا ہر موج صبا سے مثل
آج بھی دیکھتا ہوں یہی جو دیکھوں تھا کل
چشم فنان میں سے زگس کے نگایا کاجل
جدید سنبل کمر شاخ سے آتی ہے ڈھل
شاخ سے شاخ دو مشاق صفت دست و بغل
بے ادب دیکھ کہ گل کی ہے گنی چولی بچل
مخمل لالہ رخاں میں سے جو میل و مکمل
بکہ ہے عکس پذیر گل و رخاں جدول
جوں یہ مست و گل اندام بہم دست و بغل
یہی اشجار نے پھولوں کی گلے میں بیگل
سرد کے پانو میں خفاں سے آب جدول
ایک سے ایک نئے رنگ کی پوشاک بدل
انوری کا یہی اب شعر پڑھے ہے بہ محل
ہمہ بر بستہ جلی وہمہ پوشیدہ خلل
باغ میں دیدہ زگس نہیں جھپکے یک پل
شعبہ باز صبا میں بھی عجب سے چھل بل
رنگ گل آب نئے سرخ میں کچھے گا حل

دیکھ رضاں کے نقاش بہاراں کا عمل
دولہ خیز صبا کیوں نہ ہو بجنوں کی طرح
کہ نہ شہم کہ دم گرم سے بلبل کے تمام
حلی و حلہ گل دہسزہ چمن زار عروس
عکس برگ درگ سوسن سے مجب جا دو دست
لب خوش رنگ پہ غنچہ کے جمانی ہے مسی
روس گلشن پہ رہے موسم ہفتہ ہیں بکھر
گل پہ گل جیسے دو محبوب رکھیں رخ پر رخ
کب تک دست صبا خیرگی و چالاک
غنچہ و شاخ سے لالہ کے ہوا ہے ہم رنگ
غیرت شیشہ گلزار ہے آئینہ آب
سایہ پاک کی ہر پھول پہ یہ کیفیت
غنچہ پر شاخ کے پیچھے پہ سے لعلین تعویذ
زیور گل سے جلی بند ہوئی ساعدہ شاخ
جلوہ پرداز ہیں رعنا منشان گلشن
دیکھ یہ جلوہ رنگین چمن میں بلبل
ساعدہ و ساق عروساں چمن راہینی
بکہ ہیں مو تماشا سے عروساں چمن
گہ کرے غنچہ صراحی گہے ساغر گل کو
اود کرتا ہے رقم مطلع رنگیں مسوں

مطلع ثالث

سنگ سے نخل تراشے ہیں تو پھونے کو نپل
زگس و لالہ بنے چشم و رخ لات وہیل
کی ہر اک سنگ پہ یہ لطف ہوا نے صیقل
یوں چلا شیشہ ہر اک سنگ سے صحرا میں اویل

ہے جمادات تک نامیہ کا فیض عمل
صوت ناتوس ہے مرغ چمنستان کی نوا
آگ یوں جھکے سے جیسے پس مینا ہو چراغ
جانے جس طرح چھلک ظرف بلوہیں سے آب

۱۔ آ۔ میں ہے لیلیٰ کا محل ب۔ لالہ کے ہے لیلیٰ کا جدول

۲۔ آ۔ وہ ہے، ب۔ سب کچھ دیکھا یہی

۳۔ بھی، ب۔ سے

۴۔ آ۔ ب۔ نہ

۵۔ آ۔ پڑھی

باغ تصور بنادے کوئی
 کہیں امواج اوشما کر نہ
 غرض اس فعل میں یہ دیکھ کے سیرانی
 اندریں فعل بننا بند کہیں تو ہے
 کہوں نہ شاداب ہوں گہاے مضامین بہار
 صورت شاخ گل اب خاک میں شاخ آہو
 خاک کے جہر قابل سے نہ کچھ دزد کچھ
 تازگی بخش ہے ہر ایک رگ خشک کو باد
 دل کشا باد میں انفاس حکیمان ہیں اگر
 غنچہ ساں باد سے ہر عقدہ مشکل ہے وا
 گرچہ ایس فعل میں جوں مرغ خوش الحان چین
 آشنا نغمہ شادی سے نہیں لیکن ہم
 صورت خام بھرا سرمہ گلو تک ہے تمام
 عنقہ ساں یاں تہرب حرف تمنا خون ہے
 باغ عالم سے خلوت نہیں قسمت میں میری
 دل میں میرے اثر عیش و طرب جز غم و رنج
 جہر گردوں سے وہاں جا کے کروں گا فریاد
 کون یعنی سرمہ مردان علی عالی قدر
 سرمہ خاک رہ اوس کا جو کریں آنکھوں میں
 ہے بجا کہے اگر اول و آخر اوس کو
 زور نور انلی کے تھے دو لیے چنے
 مصطفیٰ موسیٰ و ہارون ہے تو اوس کے بعد
 مدح میں اوسکی پڑھوں مطلع ثانی ایسا

باغبان را کے اگر کچھ کرے
 کہ گل زور سے دیکھ اوس کے
 متحرک ہوں شاخ گل ایک سرمد ہوں
 دا کئے عقدہ خاطر
 لیک بخش تصویر
 بلبل بخش تصویر
 ایک بھی حرف زبان سے نہیں
 میل گویا ہے زبان اور وہاں سے
 دس زبان موزہ میں ہیں سوسن کی طرز
 سب دکھلا کے ہے دیتا ہے گردوں
 نہ زیادہ ہے نہ کم اور نہ اکثر نہ
 جگے در کا ہے لقب مجاہد امیر و
 نام اوس خاک دریاک کا ہے عرش
 رشتہ نور ہے ہم چشم ہو پھر عرق
 آخر ختم رسل اور امام
 سو پہا ایک امام ایک نبی
 اس وصامت کا وہ منکر ہے کہ
 سن کے احسن مکر کہے عقل اول

مطلع رابع

ذات یکتا تری جون ذات حق جو درجیل
 شکل ثانی کی ترے عو یہاں تک کہ نہ پانے
 نہ مشیل و نہ مماثل نہ رکھے مثل و مثل
 وہم و آئینہ و آب اوسکو نہ چشم احول

۱۔ آ۔ ابوطالب علی

- ۳۔ ب۔ کئے
- ۴۔ ب۔ یہ
- ۵۔ ب۔ آتا
- ۶۔ آ۔ ہے خون
- ۷۔ آ۔ دکھلانے ہے
- ۸۔ آ۔ بہ جو ہو
- ۹۔ ب۔ وہ

نہ دلائل کی رسائی نہ رخرد کا مدخل
جو کلام حمدی میں تھے نکات مجمل
دل اربابِ ولایت میں ہے جدول جدول
ہو عبادت وہ شجر جس میں نہ ہو پھول نہ پھل
عوضِ صل و سلم جو کہیں عزوجل
تو کہ ہے نفسِ نبی سب سے نہ کیوں ہو افضل
ذہرہ مارے کیا جو کہ کرے مور سے بل
مخاوس عہدِ عدالت میں سے مفہوم جدول
دستِ پیرِ قوتِ عدل اوس کا اٹھا زہیں جبل
ذرہ ذرہ ہو فلک، کوہ ہے خردل خردل
کیجے جمع جو دو ضد کو تو پیچھے نہ خلل
ہو کے بالیدہ و شاداب وہ لاتا ہے پھل
کہ جسے منع کرے شرعِ نبیٰ مرسل
جانے بس نانے گلو شعلہ آواز سے جل
بزم میں ہو جو ترا ذکرِ حفاظت یک پل
لجہ دہر میں یہ حفظ کا تیرے ہے عمل
عاجز آزارِ فلکِ ظلم کو لایا ہے عمل
ہنجمہ عدل نے تیرے اوسے ڈالا ہے مسل
بادجو دیکھ کہاں سے وہ گیا ہونے نکل
چل ادھر ہی کو اولت، دیکھ ادھر کو مت چل
یوں الٹا ہے ادھر کو کہ اوسے جانے نکل
شے وہ ہو ماثل بہتی کہ جو ہوسے ہو جھل
ہوسے عارض جو ترے عہد میں آہو کو کسل
غیرتِ گل ہو اگر آب میں رکھیں منقل
مشک لکھتے ہیں بے تقویتِ روحِ جعل
نسبت کفر زبس رکھنے سے ہندوسے زحل
دامنِ روز میں زنگولہ اختر او جھل
ہن ترے حکم اگر چاہے کہ ہو رفعِ علل
اٹلسِ چرخ نہ ہو ٹز کہیں د مستعمل

جوں حریمِ احدی کعبہ عزت میں تری
حق کہ تو مصحفِ ناطق ہے، مفصل تجھ میں
بحر اسرار ہے تو اور ترا جاری فیض
آبیاری نہ کرے چشمِ الفت جو ترا
تو ہے ہم نامِ خدا نام پہ تیرے ہے بجا
سب پہ ہے شبہ و شک نفسِ نبی کو تفضل
حفظ تیرا جو مددگار ضعیفوں کا ہو
ہنجمہ شیر ہوا شانہ کشِ لہیہ کیش
جو رہ گدوں سے اگر سنگ پڑے شیشہ پر
ایسے ہی زور سے مارے ہے رخِ گدوں پر
عہد میں تیرے، عدالت کا یہاں تک ہے عموم
نخلِ مو میں کو جو دیں چشمِ آتش سے آب
آتشِ تہر تری شعلہ لگن سے اوسکے
عہد میں تیرے جو مطرب کرے اہنگِ غنا
تارِ صرصر سے نہیں پردہ نائوسِ چراغ
دستِ صرصر سے نہ ہو چاک گریبانِ جناب
خاکساروں سے کہیں عہدِ عدالت میں تری
پیکر اوس کا جو سراسر نظر آتا ہے کبود
کسی مظلوم پہ ظالم جو کوئی پھینکے تیر
اور فرمانے ترا حفظِ جہاں پرورد اسے
کر کے سو فار سے وا اپنے دہن کو وہ پھر
خاک میں خضم گراں جان نہ ترا کیوں گرجانے
تکیہ ہے زانوئے غم خوار صفت زانوئے شیر
واہ رے تربیتِ بادر بہارانِ کرم
حبذا معجزہ عہدِ عدالت کہ طیب
کیا تعجب کہ ترے تہر سے ہو جل کر خاک
صورتِ نبی تھے ازبکہ یکے گدوں نے
پھر کرے بادِ مہسا اثرِ بادِ سموم
فرش ہو گوشہ ایوانِ جلال میں ترے

۱۔ آ۔ ہے

۲۔ آ۔ ہے

۳۔ ب۔ ہیں

۴۔ آ۔ وہیں جبل

۵۔ آ۔ ہے۔ ہے

گبرو ترسا کو نظر آئیں اگر میرے عمل
 ڈھونڈتا طعمہ مردار پھردوں ہوں ہر پل
 معنوی حرص و ہوالے ہی گیا مجھ سے جہل
 آنکھ دیکھے ہی نہیں جلوہ معشوق ازل
 مجھ معنی باہر ہوس سے یہ خرد کی مشعل
 تجھ سے یہ عرض ہے اے نورِ حقِ عزوجل
 تابعِ شرعِ نبی ہوں مرے جتنے ہیں عمل
 ہوں جس وقت کہ میں موردِ بیدارِ اجل
 کہ یہی غایتِ امید و نہایت ہے امل
 کہ نہ لے جائے لنگ تادیرِ اربابِ ذل
 دے اوسے خلعتِ تاثیرِ حقِ عزوجل
 قامتِ سرو کو جب تک ہو عطا سبزِ حل
 تاکہ گلشن میں جلادے گل و لالہ منقل
 تا زبانِ سبزہ کی لے نامِ حقِ عزوجل
 نسق و نظم میں عالم کے نہ تا آنے خل
 منزلِ خاک رہے تاکہ بسوسے اسفل
 تیرے اعدا کا ہمیشہ ہو تہرِ خاکِ محل

مدتِ عمر تک پھر وہ بڑھیں استغفار
 نگہ تیز مجھے دی ہے پھر گس کی طرح
 تہ یہ دل کہ عجب گوہرِ نایاب تھا آہ
 حسنِ لائی پہ ہوس بازِ نظر ہوں ہر دم
 پر خطرِ راہ سے رات کیں گہ میں عدد
 اس شبِ تیرہ میں تو راہ نما میرا ہو
 علم جو کچھ کہ مجھے ہووے سو ہو دین کا علم
 داد بخشا ہو ترا نام جب دردِ زباں
 روزِ محشر کے محوں میں ترے ہوں محو
 اور دنیا میں میری زیست ہو اس طور کے ساتھ
 ختم کرتا ہوں دعا پر یہ تصدیہ تمہوں
 ساعدِ شاخِ حلی بند ہوں گل سے جب تک
 طبع میں پیرِ سخن کے ہے بردوت جبتک
 جب تک ہاتھ میں دریا کے ہے تسبیحِ جناب
 میل ہر شے کا ہے تاسوے مقرِ اصلی
 مرجِ ناز رہے جانبِ اعلا جب تک
 طائرِ عرش ننگ ہووے محوں کو عروج

۶۔ ایضاً در متقبت حضرت امامت مرتبت علی مرتضیٰ علیہ السلام

جنش باد سے جوں گل کے پریشاں ہوں ورق
 قرصِ خورشید سدا دیکھ یہاں زیرِ شفق
 کھینچے نالہ تو ہو جا سے جگر جانے ترق
 شکلِ مجر کی بنے سے یہ پہرِ ارق
 نفسِ گرم سے اپنے جگر سنگ ہو شق
 غرقِ لہوہِ خوں ہووے لنگ کی زورق
 جب تک جسم نزار اپنے میں ہے دم کی روق
 بلبلوں کو ہو فراموش گلستاں کا سبق

لختِ دل آہ سے جاتے ہیں بکھر وقتِ قن
 داغِ جاں سوز مرا خوں میں رہے ہے ذوبا
 کھینچے گر ضلہ نفاں، سینہ ہو معمورہ زخم
 گرمی آہ شردبار سے میری ہر شب
 مثلِ فرہاد نہیں دستِ نگر تیشہ کے
 دیکھے دامنِ مڑگاں کو اگر اپنی نثار
 ذہبائی رہے گی چشمِ مری مثلِ جناب
 پڑھے اب ایک غزل ایسی چمن میں جا کر

۱۔ لندن۔ نغمہ۔ یہ کاتب کی غلطی ہے

۲۔ آ۔ ب۔ نظر باز ہوس

۳۔ آ۔ ب۔ تکو

۴۔ لندن۔ امید چھوٹ گیا ہے۔

۵۔ لندن۔ طبع پر سخن کے یہ درست نہیں ہے۔

مہر وہ کو نہیں نسبت ترے منہ سے اٹھتی ہیں
 جلوہ زگر باغ میں گزرتے رہنا ہو کرے
 بے سبب پروانہ جنباں نہیں باز سہری
 گرہ ابرو سے خوباں میں ہے یوں حسن نہاں
 منع، مستی سے نہ کر اہل خرابات کو بیخ
 حسن اور عشق کے مضمون کو باندھا تو کیا
 مدح اب کیجیے اوس بحر سما کی، کہ مدام
 نقد بظہا کہ ہو اکسیر نگہ سے جس کھینچے
 اسد اللہ جو ایک نرہ غضب سے کھینچے
 اوس کے قامت پہ ہے تشریف امامت زیبا
 ار سے اوس کے نہیں ظلم کا عالم میں اسم
 اعتبار اوس کے سے یاں تک سے شریعت کو رواج
 پڑھ حضور اوس کے میں وہ مطلع روشن تمنوں

بالا میں ہے
 جس طرح ہے
 ہے کس طرح
 عدل سے جس کے
 جیب معدن میں
 جگر و زہرہ شیر
 مسند ختم و سل اوس کے
 مصدر عدل سے ہے ذات مبارک
 ہے نہ انگور میں جوں پھر کماں
 رنگ سے چرخ پہ رنگ رخ شہری ہو

مطلع ثالث

جو دو جرات کا ترے کچھ نہ بیان ہو مطلق
 کفر ہمت کی ترے دیکھ کے گو ہر باری
 ضربت تیغ سے لڑے ہے تری، کوہ کا دل
 قصر شوکت میں ترے جب کہ ہو در کار بیاط
 لطف سے تیرے ہمیشہ ہے رخ ماہ سفید
 یوں عدو خشک ہے میدان میں تری بہت سے
 شاہد تیغ کی انگشت کہ تیرا ہے خدنگ
 تابہ پر خانہ ہوا غرق سر خصم پہ تیر
 بہت کفر گدازی سے تری آب ہو پھر
 جمع اعداد ترے حکم عدالت سے جو ہو
 بسکہ تھا ظالم سرکش سو عدالت نے تری
 تربیت سے ہو تری ظلم بدل رحمت سے
 مادہ گرگ ہو بزغالہ پہ ماں سے ارحم

ہر آسا ہے جمائگیر ترا تیغ و طبع
 دست انوس عاد سوہ ہونے تا مرق
 سووے بہت سے تری رنگہ رخ گردوں فق
 اطلس سبز کو لادے ملک استبرق
 دل خورشید سدا تیرے غضب سے عرق
 جس طرح عرصہ شطرنج میں ہووے بیق
 خون اعدا سے وہ باندھے ہے ہمیشہ فندق
 ہے وہ میدان میں مشابہ بخروس فرق
 ہوچکا نطفہ کافر جو رحم میں ہو علق
 ہوں پریشان نہ دو عدل لطف صرصر سے بق
 سرگردوں پہ رکھا کاپٹاں سے عرق
 کیا جب سے کہ ترے عہد میں اے ضعیف حق
 شیر نر بچہ آہو پہ پور سے اشق

۱۔ آئی

۲۔ بہ ہی سے

۳۔ مختار اشعار بوطیق۔ یہی درست ہے۔ لندن۔ وآء مطلق

۴۔ آہی سے

۵۔ آہی سے

وصفِ عالی سے ترے رتبہ ہمتِ ارفع
 توڑ کر صعدہ خستہ پر د بالِ لُق لُق
 معر وہ پائے طلب جو کہ کرے قطعہ دن
 فلک و بہر ہوا صاحبِ کوس و بیریق
 عرصہ سبز فلک مثلِ دہانِ فستق
 تو سے ملزومِ نبی اس پہ کہوں ہوں صدق
 جوں نبی، عصمتِ ذاتی سے تجھے بھی الحق
 اس سخن کا وہی منکر ہے کہ جو ہوں احمق
 در رسالت کے سرا، تو سے امامت کے احق
 ہے سرحدِ حدوث و رُقدم اس جا ملحق
 یوں بعینہ سے پس اے نائبِ پیغمبر حق
 صیغے یہودہ درادوں کو ہو بحق بن، حق حق
 صیغے قرآن میں نہ ہو لفظ کسی کا ملحق
 زب سے اوسکے سے شرمندہ چمن کی رونق
 پر عرقِ گوش کہ آلودہ شبنم زنبق
 گزرے، گردوں سے اودھراتے میں تیرا اہلق
 منجذب ریگ کے دریا میں نہ اوس کا ہو عرق
 سے سرادارِ قبول اور اجابت کی احق
 مرگ سے صعب تر و زیت بھی سے جگ کو اشق
 شر کے بحر میں تا چند رہوں مسترق
 جب تک صاحبِ منطق کو سے امکان نطق
 وصفِ عالی سے ترے لطفِ سخن ہو ملحق

نسبت ذات سے تیری ہے دو عالم کو شرف
 آشیانِ عیدِ حماقت میں بنانا سے ترے
 دے تو کاشاں اوسے جو پارہٴ نخل مانگے
 منصبِ انزا سے شہا تو ہی ترے دو پر آ
 دے نخل جو ترا قرضِ چشم تو ہو تنگ
 جوں ولایت کے نبوت کے لیے لازم ہے
 حق نے تج کو سے کیا نفسِ پیرِ شہا
 نفسِ معصوم کا بے شبہ کہ ہودے معصوم
 حبذا احمدِ مرسل کہ وہی اوس کا تو
 اوس کا امکان سے نزدیکِ وجوب آہنچا
 سامنے ذکرِ فضائل کے ترے مدحتِ غیر
 ژند پاژند کو پڑھ دو بروے مصحفِ خوان
 قدر عالی سے تری قدر کسی کی نہ شبہ
 تیرا گلگوں کہ سے رفتار میں جوں بادِ بہار
 سبیل افشاں وہ دم، بالِ کفلِ خرمن نخل
 پار آئینہ سے جوں چشمِ بیاں کا ہو عکس
 اتنی فرصت میں وہ پھر غُرب سے آنے تا شرق
 تیرا مداح یہ کرتا ہے شہا تج سے عرض
 خاک ہوں درپہ ترے میں کہ ترے در سے دور
 لاؤں ہوں ہاتھ میں مسنونِ دُرِ مضمونِ دعا
 جب تک معنی و الفاظ میں باہم سے ربط
 مدح سے تیری ہوں الفاظ و معانی مربوط

۴۔ قصیدہ در منقبت امام سر علیٰ حضرت امام حسن علیہ السلام

نکہ غزال کی جوں شاخِ سبز ہے محسوس
 بیا۔ نگاہ کو بر سے جو بحر تک جاسوس
 کہ لالہ داغِ گلِ اشرفی بنے ہیں فلوس
 چمن کو بو قلموں سے تری معکوس
 زمیں پہ بو قلموں گل، فلک پہ اون کے عکوس
 الہی صبح چمن سے کہ بیضہ طازس
 چنے عقیقی اکواب و لعل رنگ کو دس

ہوا سے دشت ہے مثلِ چمن طرب مانوس
 بجز بہار نہ دیکھا زمیں سے تا تر آب
 بہار خیز = چشمِ پلنگ و ماہی ہے
 کنار آب، گلِ جعفری و سوسن دیکھ
 حسیض و اوج جہاں تک سے سو بہار انگیز
 ہزار رنگ کے جلوے بغل میں رکھتی ہے
 چمن ہے محفلِ مستان کہ غنچہ و گل سے

۱۔ آواز اند شعر

۲۔ آبِ بید کا حق

۳۔ آ۔ تیرا گلگوں کہ رفتار۔

۴۔ آبِ بہت اجزا،

۵۔ آ۔ نہ کہہ

پرا چراغ سا جگے سے عکس جہرہ گل
 جھک آئی شاخ پہ شاخ و گل آنے گل جھوم
 علی و حلد گل و سبزہ سے رکھے ہے کام
 زبان وصل دو مشتاق سے سے خرم باغ
 نہیں ہے دعویٰ خشکی بجا کہ رنگین تر
 بندوبست سے لطف ہوا کا عالم میں
 کھلے ہے شاخ پہ جون غنچہ انبساط ہوا
 بنا نضائے گلستاں ہر اک صنم خانہ
 عذار و چشم بتاں سے اوگے گل و زرگس
 دغاں سے سنبل و گلبن زبانہ اگلہ گل
 برنگ سرد زبس نخل شمع سبز ہوا
 لکھوں ہوں شرح بہاراں میں مطلع رنگیں

جباب آتے ہیں کہ جس سے
 کہ جس موسم سے آدہ ساہو کو
 مگر نسیم سے مشاطہ و بہن ہے
 کہ عندلیب نہ صحبت سے گل کی ہے
 تیسیں گل سے ہے زلیلا کا خزانہ سالوس
 کہ ہر گرہ میں سے جون غنچہ بوے گل محسوس
 کرے سے وا گرہ ابروے فقیر محسوس
 کہ بت زمین پر ہیں جیسے کہ نخل گل محسوس
 نوائے مرغ گلستاں سے نغزہ ناخوس
 پئے پرستش آتش، کہاں سے لائیں محسوس
 نوائے فاختہ سے ہے پردہ فانوس
 کہ جس سے جون رگ گل نال خامہ ہو محسوس

مطلع ثانی

کیسے ہیں جعفری دگل سے جو قبول عکوس
 ہوا بہار کی دولت سے لطف یہ ارزاں
 برنگ برنگ گل ایک ایک بال بلبل ہے
 شہ بہار کی آمد سے کس تجمل سے
 صبا سے تاثر نواز و گل اور گل کی چنگ
 صبا کو باغ میں فیض پیمبری پہنچا
 کیا ہے لطف سے احیاء مردگان جن
 دکھا رہی ہے ہر اک شاخ گل بید بیضا
 شگفتگی سخن سے دلیل شق تر
 جو بوستان محمد کا ہے نبات حسن
 امام سر علن شاہ دیں جناب حسن
 زے جناب مقدس کہ پاک سے وہ ذات
 خدا گواہ کہ دید اوس کی سے خدا کی دید
 شہر سرپر امامت کہ ہر گدا جس کا
 کریں جو خاک نشین اوسکی شرح نسخہ چرخ
 زے رواج سعادت کہ عہد میں اوسکے
 اگر وقار ہو اس کا طیب تو شاید

ہر ایک برگ ہے سوسن کا شہر طاؤس
 کہ مثل خوردہ گل ہاتھ میں ہے مشتہر سوس
 بنا ہے صورت تاج خروس، تاج خروس
 علم صنوبر و گل دف ہر ایک غنچہ کوس
 صد آنے تاثر و شہنا گلوے ہر طاؤس
 کہ اوس سے ہوتے ہیں ہر ڈھب کے معجزے محسوس
 کہ اوس کے دم سے ہے اعجاز عیسوی مانوس
 نہ ایک شمس، گلوں سے ہونے پدید شمس
 اگر یہ معجزہ روشن نہ مانجے، افسوس
 دم صبا ہے مگر اوسکے لطف سے مانوس
 امید بخش زمن، دفع ساز حسرت و ہوس
 ہر ایک نقص سے جون ذات طاہر قدوس
 کہ مثل ذات علی ذات حق میں ہے محسوس
 برانے پا نہ کرے کفش تاج کیاوس
 کھلے ہر ایک پہ پستی لکیر بطیموس
 عمل بہر پہ سعدین کا کریں ہیں نخوس
 کرے بہر سے بھی دفع علت کا ہوس

کرم سے اوس کے مریضانِ دل کو صحت سے
ہاگر وہ حکم بدل دے خواص اشیا کو
عجب حضور میں مطلع پڑھا ہے ممنوں نے
یہاں نہ دخلِ فلاطون نہ کارِ جالینوس
برائے مار ہو سم بادیاں و اصل السوس
کہ اقتباسِ فصاحت کو آنے ہے قابوس

مطلع ثالث

کے جو صاف تو آئندہ قلوب و نفوس
رہے ہے خاطرِ ایمانیاں پہ نورِ نشان
مخدرات سب اسرارِ دین کے ہیں مخوف
عجیب کیا کہ تری محفلِ حفاظت میں
پناہِ شرع سے تو عہد میں ترے شاہا
نہ دیکھتی لکن آشتی اگر تج سے
پنے جہاد اگر حکم عام ہو تیرا
عجب نہیں ہے کہ ہو طوقِ حلقہ زنا
طریقِ دینِ شریعت تری زبان میں رواں
یہ پاس نہیں ہے میرا کہ بادہ خواہ کے ہونٹھ
ہدا اونھے لبِ مینا سے دور اے مردود
نہیبِ شرع ترا گوشِ چرخ تک پہنچا
تری حمایت، مظلوم کی کرے جو کمک
جو خاندان سے تیرے بنا رکھے بہ خلاف
ثنا میں اور بھی مطلع لکھا کہ نازش سے

دکھانے معنوی معقول صورتِ محسوس
بڑے ضمیر منور کہ ہے وہ شمس و شمس
کہ پیرا جملہ خاطر ہے حافظ ناموس
بنائیں، لے، پر پروانہ، شمع کے فانوس
مصنوں ہے کشورِ اسلام و ملک دینِ محروس
ہوا تھا سرحد دینِ پانہمال ہر محسوس
تو بت پرست کی خاطر تفنگ ہو ناتوس
کہے جو تو کہ سب ادبابِ شرک ہوں محسوس
رسومِ ذلت، بدعت تمام ہیں مطسوس
کریں اگر لبِ بنتِ العناب پہ نیتِ بوس
سنے یہی دہنِ جام سے کہ "ہٹ محسوس"
سو، واڈ گونہ ہے ازبکہ تھا بصورتِ کوس
تو مورے، جگرِ مار سے لہو سب چوس
توسلے سے خانہٴ ایمان کو اوسکے شیطان محسوس
قلم پہ صفحہ کو، صفحہ پہ ہے قلم کو، بوس

مطلع راج

کہ پہنچے ماہی دم کو درست سیم و لوس
پھرا ہو ایک بھی سایل بحسرت و افسوس
ادسے تفضلِ کشمیر ہو عنایتِ طوس
نہ خوفِ مہرِ او نہیں کچھ دم معادِ نفوس
کل ان کے ہونٹ ہیں اور سلسبیل کے ہیں کبوس
کہ جل بچھے ہے شتابی سے مشعلِ منکوس
انھے نہ شرک کا شعلہ دردنِ قلبِ نجوس
کرے حسد کا پامال کو کبرِ محسوس

ہے سمانہ سمک تیرے جو ہے مابوس
نہیں سنا کہ تری کارِ گلہ بخشش سے
جو ایک خرقہ پشمینہ کا کرے ہے خیال
جنہوں کے سر ہیں ترے دامنِ دلا کے تلے
جو آج جرمِ کش ساغرِ محبت ہیں
عدد کے اخترِ واژوں کو لگ رہا ہے وبال
یہ آبِ تیغ نے تیری بھجائی آتشِ کفر
زہے کیت لنگ تازِ میخِ نعلِ صفت

۱۔ لندن ہے "لیکن ہیں" درست ہے۔

۲۔ آ = دوس

۳۔ لندن کے "جو درست نہیں

۴۔ آ = سوال

زے وہ دیش لکک
 ترے مدد کا ستارہ
 برائے عرض ترے در پہ
 بغیر تیرہ دل کچھ نہیں
 یہ التماس ہے تجھ سے کہ ہو مطاق مرا
 بقاع ہفت لکک اپنے زیر پا سمجھوں
 زے وہ روضہ عالی کہ خاک در پہ وہاں
 جو ہاتھ خاک نشینی لگے ترے در کی
 جو سنگریزہ ترے در کا کوئی ہاتھ لگے
 ہزار نعمت الوان خوان دہر میں پہنچ
 حصول عرض ہے دست دعا اوٹھا۔ تمہوں
 ہمیشہ تاکہ ہے مالوف دل خراشی خار
 تبسم لب اجاب آشنا ہوں سدا

ملائے دیکھو
 بلبل میں ترے در پہ
 رچے سر اون کا جو میں غریبوں
 تو کیا ہے عظمت و نام و آواز
 تو خاک ہو میری نظروں میں جا
 ملے جو مطہج عالی سے ایک
 کرے قبول جناب
 ہمیشہ تاکہ لب گل سے خندہ ہے
 خراش دیدہ رہے جانِ حاسد مالوس

۸۔ قصیدہ در متقبت حضرت سید الشہداء سبط رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم جناب امامت
 انتساب امام حسین رضی اللہ عنہ

ہوا ہوئی یہ تپ بہر سے حرارت گیر
 ہزار سحر طرازی اگر کرے مانی
 ہوئی ہے تابش خورشید کی حرارت سے
 تمام آبلہ پیکر بنے جناب صفت
 تمام قسم جمادات ہو گئے ہیں آب
 خراب لوح منقش ہو جس طرح تر آب
 جلے ہے جسم ملاقات ماہتاب سے یوں
 مزاج شاخچہ گل ہے شمع آساں محرور
 جلے چراغ سے جس طرح بال پروانہ
 یہاں تک ہیں سب اجسام منعقد سیال
 او نہیں یہ خوف رہے ہے کہ ہو کے آئینہ آب
 لکھوں بیان حرارت میں اب وہ مطلع گرم

کہ موج باد سحرگہ ہے آتشیں زنجیر
 جلائے خام و کاغذ کو شعلہ تصویر
 مزاج اہل برودت میں یاں تک تاثیر
 کسی کی شکل اگر آب میں ہو عکس پذیر
 زبک آتش گرما کی عام ہے تاثیر
 بزیر شیشہ ہوئے رنگ صغیر تصویر
 کسی کے تن پہ نگرے گرم گرم جیسے شیر
 برودت اتنی حرارت سے ہو گئی تغیر
 جلائے شعلہ گل بال بلبل دلگیر
 کہ گھر کو آئینہ بندی اگر کریں ہیں امیر
 مثال سیل مبادا ہوں آفت تعمیر
 کہ ہووے مطلع سرد اوس کے آگے مہر امیر

۱۔ آب سے حرارت کی

۲۔ آب سے شاخ گل آب مثل شمع ہے محرور

۳۔ جلے ہے شمع سے

130215

مطلع ثانی

قلم کی نالا عاشق سے گرم تر ہو صبر
 ملے ہے لے کے سیاہی کو وہ دم تحریر
 رکھے ہے شعلہ حرارت سے سر میں ہر ایک ہیر
 جو دیکھیں گنجف کا آفتاب میر و وزیر
 کھڑے ہیں بے مدد شعلہ خنجر و شمشیر
 ہر ایک ذرہ تفسیہ اوس کی دے تعبیر
 ہر ایک رگ سے اگر بحر کھولے ابر مطیر
 ہوا ہے صحن چمن دشت کربلا کا نظیر
 کرے ہے غنچہ پرمردہ باغ میں تقریر
 کہ یاد آنے ہے لب خشک امام شہیر
 امام مفرض الطاعت صغیر و کبیر
 روا نہیں ہے اوسے تہمت شبیب و نظیر
 نقوش بوسہ وہاں شکل اختران میں منیر
 رکھے ہے مثل تمک رطب چشم صید سے تیر
 سو اس کے عہد میں یاں تک ہے پائے بند داسیر
 تو پانے نغمہ میں تحریر صوت ہو زنجیر
 شراب خوار کو ہے مثل زہر آلاشیر
 بنے ہے مرد مک چشم آفتاب منیر
 کھلے نہ مدحت ثابت سے خاطر دلگیر

جو شرح آتش گرما کو کھینچے تحریر
 جلے ہے شرح حرارت سے بسک نوک قلم
 کرے ہے صبح کو جوں جلوہ بہر عالم سوز
 شعاع چشم میں شمشیر کا کرے یہ کام
 گداز شدت گرما سے بسک ہے فولاد
 جو کوئی خواب میں خوردشید حشر کو دیکھے
 زمیں کے ذرہ تفسیہ پڑ ہوں جوں شبنم
 نہیں ہے بسک وہ صورت شناس ابر بہار
 ہاں خشک شہیدان تشنہ لب سے آب
 مرہ نہ اپنی ہو دریا نشاں بھلا کیوں کر
 حسین ابن علی بادشاہ ہر دو جہاں
 زہے وہ ذات مقدس کہ مثل ذات احد
 وہ در ہے جوش صفا سے زبس تجلی زار
 یہ اوس کے عہد عدالت میں تم ہوا آزار
 وہ چیز جو کہ ہو مردود شرع مصطفوی
 کہ مطربوں کو گر آہنگ نغمہ سازی ہو
 نہیب اوسکے سے بہتاب و سبزہ مینا
 برانے خاک نشیں دے عروج تو سایہ
 شگفتگی نہیں ہو نیکی جز خطاب یہاں

مطلع ثالث

تو بیٹھ جانے تر آب موج جوں زنجیر
 نہ ہووے ہر جہاں تاب کے لیے تنویر
 کہ بعد ہر سے جیسے فلک پہ ماہ منیر
 ہمیشہ رکھے ہے دو ضد کو اک جا تقدیر
 لگا کے دے جو کوئی آب چشم شمشیر
 نسیم باغ عدالت کی واہ رے تاثیر
 فلک کے پانوں میں موج خرام ہو زنجیر
 دو ہفتہ میں ہو جہیں اوس کی مثل بدر منیر

جو کوہ علم سے تیرے ہو بحر سایہ پذیر
 جو عکس ذرہ کوے لنگ نشاں سے ترے
 تو اوس کے بعد سے کا ہیدہ ہو کے یوں ہو ہلال
 زہے رواج عدالت کہ عہد میں تیرے
 لب جداول شریان پہ سبزہ نشتر
 رگوں میں ریشہ دواں ہو کے دے پیام سرور
 بڑھانے حلقہ طاعت ہے وہ ترے گرا کام
 ہلال ساں جو ترے در پہ ناصیہ سا ہو

۱۔ تہتیر

۲۔ آب پھر

۳۔ آہ کھڑیں ہیں

۴۔ آب مثل زہر آلاشیر، لادن مثل آلاشیر

۵۔ آہ ترے در پر جو

آسمانِ مدور ہے اس لیے بازاں
 پہ منزلت ہے سگِ کوہِ آ، ترے کہ اسے
 بزرگیاں پیرے ایوان کے کبوتر کی
 زبان سینہ ابرار ہے لبالب نور
 اودھر جو بادِ گلستانِ خلق تیری چلے
 زبے گرانی کوہِ وقار و قلم تری
 تو پست گاو زمین بس کہ زیر باراوسے
 یہ ریزہ ریزہ ہر ایک استخوان ہو اوسکی
 زبے وہ تیغِ جگر چاک سازِ دشمن دیں
 زبانِ خامہ صفت ہو دوپارہ اوس کی زبان
 تری کر میں جو ہے ذوالفقار حیدر کی
 کہ میری صورت لائے، غرض کہ نانی ہوں
 زبے سمندر ہوا تک کہ نام ہیں اوس کے
 کہے ہے کوئی اوسے بادِ کوئی آتش و برق
 نفاذِ امر الہی میں اوس کی سرعت کا
 کہیں ہیں، اوس پہ مجھے دیکھ یہ سلیمان سے
 زبانِ سنبھال کہ مسمون تو اور اوس کی مدح
 براے عرض گرہ کھول نطق سے بس جلد
 کبھی بھی اوس کے در لطفِ حق پرور سے
 وہ در ہے تلباء امید بادشاہ و گدا
 غرض کہ شوق سے افون گرہ کشائی ہے
 زبان کھولوں ہوں یوں ہاتھ باندھ کر پے عرض
 ہزار شوق سے اوس دم زبان ہر سرو
 کہ اپنے دل میں تو جز عشقِ اہل بیت نہیں
 تری جناب سے ہے خسرو امید قبول
 یہ سر ہو، حد کے ترے زیر سایہ دامن
 بس اختتام سخن اب دعا پہ کر مسمون
 مدام؟ تاکہ ہو عالم میں گردشِ شب و روز
 ہمیشہ صبح، عدد کی، ہو شام ساں تیرہ

کہ کھان میں شعلہ جلاں
 جو دجے رہا اصحابِ کربلا
 صفحہ پر ہاں ملکِ کربلا
 لگے جو سخت اوس ایوان میں دم
 تو ہودے شعلہ جہنم کا شعلہ تصویر
 کہ اوس سے مرکزِ خاکی، اگر ہو سایہ پذیر
 شکست ایسی ہی بیچے کہ کیا کردوں تقریر
 کہ آب میں ہو تاثیرِ سودہ ساں تہہ گیر
 گراوس کا جو ہر برش کوئی کرے تقریر
 کہ ہو رفو سے نہ مرہم سے، التیام پذیر
 یہی کرے ہے وہ دونو زبان سے تقریر
 براے شرکِ حق، و ہستی عددے شریر
 خیالِ سرعت و اندیشہ سیر و لکر منیر
 جو مجھ سے پوچھے تو میں کروں یہی تقریر
 نہیں ہے عرصہ گزرا، کن نکاں میں کوئی نظیر
 کہ اس نے بادِ سبک ترکو ہے کیا تفسیر
 کہ جس کی ذات کا مداح خود ہے ربِ قدیر
 کہ ہے نہ اہل طلب کو اجازتِ تاخیر
 سنا ہے تو نے کہ محروم رہ گیا ہے فقیر
 وہ کوہِ کعبہ آمال، ہر فقیر و امیر
 ادب سے، گرہ تہہ ہر نئے لبِ تقریر
 کہ جب سوال کریں مجھ سے منکر اور نکیر
 بعد نصاحت و خوبی ہی کرے تقریر
 کچھ اس بغیر نہیں لوحِ اول پہ یاں تحریر
 کرے ہے عرضِ دوم جو ترا غلامِ حقیر
 بروزِ حشر کہ ہو شعلہ ریز ہر اشیر
 کہ اس دعا کو ہے لازم قبولِ ربِ قدیر
 نٹا ہے صبح کو تاثیر اور شام کو تیر
 مدام شام محبوں کی مثل صبح منیر

- ۱۔ آ کی سی ہے
- ۲۔ لندن، ب۔ زائد شعر
- ۳۔ آ ب۔ صحائف
- ۴۔ آ۔ نالہ
- ۵۔ آ۔ ل۔ "نہیں سے عرصہ گو کن نکاں"۔ جو درست نہیں۔ غالباً سو کاتب
- ۶۔ ب۔ سبک خیر
- ۷۔ آ ب۔ درِ خلق پرور سے
- ۸۔ آ ب۔ جان
- ۹۔ آ۔ تاکہ ہو

۹۔ قصیدہ در مستقبت سید الساجدین علیہ السلام

کہ میرے خرمن طاقت پہ ہو شرور باری
 لک نے آبِ رکیا، جو نے تیشہ سے جاری
 ہزار طرح سے کی، پر ہونی نہ بیداری
 تہی ثبات سے، صبر و شکیب سے عاری
 سینہ سے، سر آتش پہ ہو نہ پاواری
 رکھے ہے بالِ خنداں شرابِ گنہگاری
 جگر سے خوں گرے جوش لب سے ہو جاری
 سو وہ تمام ہوا صرف سینہ انگاری
 حصول کیا جو ہوا نامِ چرخِ زنگاری
 کروں سر سے ^{الباشیر} کی طلب گاری
 کوئی پہر سے ^{سکھنے} علاج بیماری
 فناں کو طبل دیا، آہ کو غم داری
 پہنچ کے لب پہ سخن کی نہ ہو نگہداری
 رہے نہ دغدغہ ہانے ستیرہ کرداری
 کہ خود خراب ہو، چاہے کسی کی جو، خواری
 مے غرور سے کب تک بھلا یہ سرشاری
 کہ سرفرونی ہے لازم پئے گنہگاری
 اگر شمار کروں تیری زشت کرداری
 ولیک شرط ہے، باہم درست گفتاری
 کہ خیل خیل کواکب پہ جس کو سرداری
 ملا ہے قرصک ^{نانا} اک اوسے ہاں خواری
 کہیں ملا سر کامل کو، بعد دشواری
 کہ وہ گیا کفِ خالی لیے بنا چاری
 سلوک ان سے ہیں یہ کچھ، زہے سہ کاری
 کسی کو تجھ سے غلط ہے توقع یاری
 ملا یہ خلعت اوسے، باوجود سرداری
 اوسی میں عمر سب آخر ہونی بنا چاری
 بندھے تو تند ہوا کو سکھانے طراری
 بنا شہوت کو پہنچی نہ تیری غداری
 غلط نہ تجھ پہ کیا دعویٰ ستم گاری
 نشان ہیں میرے خوں کے چھپے نہ خوں خواری
 کہ میرا ہاتھ ہے اور تیرا حبیب عیاری
 کہ ناتواں کی سدا جو کرے مدد گاری

ہمیشہ مجر گردوں کو مغل ہے جگوں ساری
 برائے تربیتِ گراں خواب میں میرے کہ فناں
 عجب ہی بختِ گراں خواب میں میرے کہ فناں
 زمانہ سرسبز اک بزمِ آتشیں اور میں
 فناں تک اونھے ہے سینہ سے اپنے رخصت ہے
 وہ کون ہے کہ جو اس سبز خم تلے، جوں جام
 برنگِ شیشہ ہنسون میں تو تپتہ کے ساتھ
 بجز تمک نہ ملا خوانِ آسماں سے مجھے
 بقدرِ مرہمِ زخمِ جگر نہ دے زنگار
 کبھی جو ابلہ ذل کی چارہ سازی کو
 ملا کے سودہ الماس میں تمک جھازے
 سپاہِ حسرت و حرماں جھک آنے یوں تجھ پر
 زباں پر نہیں رکتی شکایتِ گردوں
 کلام آج متقابل ہے اوس ستار کے
 سن اے پہر، کہ کچھ انفعال لازم ہے
 بہت ہیں نشہ نخوت کے بعد خمیازے
 بلند آپ کو اتنا نہ کھینچ اے مغرور
 ہزار میں سے نہ ہو ایک کا جواب بھی خوب
 وگر جواب دہی ہو سکے تو بسم اللہ
 تری بساط میں اعلیٰ جو سب سے ہے خورشید
 تمام روے زمیں کے پھرا ہے گردِ بگرد
 کرم، نگاہ کر اپنا کہ ایک سیمیں قرص
 پھرا کے منزل منزل، اوسے یہ کاہش دی
 فردغ بخش ہیں جو اوج جاہ و عزت کے
 زمینوں کو ہے تیرے کرم سے کیا امید
 تمام اہل چمن میں جو سر بلند ہے سرو
 کہ ایک جامہ کوتاہ تابہ ساق جو تھا
 گرہ میں غنچہ کی یک مشت زرد پس ازیک سال
 بیان یہ جو کیے اس میں کچھ خلاف بھی ہے
 خجائیں تو ذرا کھینچ، دیکھ اپنے رنگ
 نہیں شفق ترے دامن پہ جا بجا ظالم
 رہے نہ تیج کو، مرے سامنے سے پانے فرار
 کشاں کشاں مجھے لاذنگا روبرو اوس کے

۱۔ لندن = کو نہیں لکھا ہے

۲۔ آ۔ رکھتے

۳۔ ب۔ کردہ

زمانہ میں اس وقت کے امام
 وہ آفتاب بہرہ علو و منعت ہے
 فراز منبر و محراب کے لئے اوس کے
 سخن پہ اوس کے ہے اعجاز عیوی قریاں
 سرخک وقت دعا اوسکی چشم حق ہیں میں
 گداز بخش جو ہو آتش نسیب اوسکی
 بنانے عدل یہ رکھی ہے اوس نے مستحکم
 نہ ہو ثبات میں کچھ سزا آہنی سے کم
 ثبات بخش جو نقاش حفظ ہو اوس کا
 جو منفعت سے بدل دے مضرۃ اشیا
 کہ التیام جراحات کے واسطے جراح
 یہ زبیر سایہ کوہ و تار و علم اوسکے
 جب نہیں ہے کہ جوں شاخ کینہہ پر خم
 نسیم خلق ہو اوس کی اگر نسیم فروش
 کھلا نہ مدحت قامت سے دل بہ طرز خطاب

مسامحہ کو ہے خون سے
 کہ جسے جگہ وہ خطرات کو لے کر
 ہرگز خطیہ جو ہو میں
 شعاع بہر سے درازا ہے
 عرض ضرور کے یہ ہر ہے
 منکائیں ڈھونڈ کے ہر سو سے
 صبا گزرد کے کرے کسب گر گراں باری
 تر ہوا ہو قدر نوجواں کو
 رہے نہ قیمت جنس دکان عطاری
 کردوں ہوں مطلع رنگیں سے اور گل کلداری

مطلع مانی

رہے نہ یاد فلک ! طرز عاجز آزادی
 نہ ظالوں میں رہی خصلت جفاکاری
 بزم سر رہے اوسکے بطرز خم خواری
 قلم کو ناخن کاتب میں ہودے مسامری
 مزاج بادہ کی نکھیں خواص ہشیاری
 کرے ستارہ غلامی فلک پرستاری
 جو امر دے تو ثوابت میں آئے سیاری
 کی ہے رنج کو آرام کو ہے بیاری
 درون خلعت خارا بتان فرخاری
 جو اوس ضمیر کو آیا خیال معیاری
 سنیں جو ہاتھ کی تیرے صفات ایثاری
 نہ بخش دے کہ مری بھیجی سے شکل دہناری
 کہ تیری ذات میں جوں ذات حق ہے غفاری

اگر کرے دل مسکین کی تو نگہ داری
 زمان عدل میں تیرے تمام شفقت ہے
 اگر مریض ہو آہو تو زانوے ضیق
 لکھے جو حرفہ ستم تیرے عہد میں شاید
 خرد جو تیری کرے جو نشہ غفلت
 ترا اشارہ خداوند امر و نہی سے یاں
 کرے جو نہیں، تو سیارہ ثباتی سکھے
 یہ ترے حکم سے اس کلچہ ہستی میں
 رہے ہے، خلوت خارا میں شیشہ یوں جیسے
 طلائے مہر ہے نقص عیار سے لرزاں
 جہاں میں زر نہیں چھوڑا ہے بن دیے تو نے
 سحر کو مہر نکلتا ہے کانپتا کہ مجھے
 ام نواز امام و گناہ بخش شہا

سن اے کہ ملکِ عطا کی تجھے جہانداری
تو سب جہاں کی خطبات سے ہو بسیاری
جو تو شفیق ہو کیا چیز پھر گنہگاری
صواب سے ہو فزوں نازش خطا کاری
نصیب ہو تری خدمت میں گر پرستاری
جو ہاتھ آنے ترے در کی خاک برداری
نہ ہو محیط کی ہیودہ گز سے زخاری
دم دعا ہے بدرگاہ حضرت باری
مدام پنجہ خور کو ہے تاکہ زر باری
یہ دستِ خود کی تیرے ہو گرم بازاری

تری جناب میں کرتا ہوں عرض حال اپنا
گناہ اپنے اگر کم سے کم شمار کروں
تیری شفاعت و آرزو کریم ہے ساتھ
جو مجھ پر ایک نگاہِ گرم تیری پڑجانے
ہزار شاہ کو کم اک غلام سے سمجھوں
فلک پہ خندہ کروں عرش پر ہوں تہقہہ زن
قلم لکھے ترے اوصاف سو ہے کیا ممکن
ادانے مدح سے عاجز زبانِ منوں ہے
ہمیشہ تاکہ کشادہ سحر کا دامن ہے
ہمیشہ دامنِ عالم ہو وا ترے آگے

۱۔ ایضاً در متقبت امام محمد باقر علیہ السلام

تو رفتہ رفتہ گرہ ہو بلال دار انگشت
مثالِ شانہ آگین کف سے گر ہزار انگشت
کہ ہاتھ میں نہیں رکھتا ہے روزگار انگشت
گرہ ہے سخت بہت اور رعشہ دار انگشت
ہزار بار اونٹھاتی ہے زخمِ خار انگشت
رہی نہ ہم نے تو اے چرخ بے وقار انگشت
مدا رہی لبِ افسوس سے دوچار انگشت
بلند شعلہ رگوں سے ہو پانچ چار انگشت
تو ریزہ ریزہ مینا سے ہو نگار انگشت
بنانے کلک کی آلودہ نگار انگشت

جو باز چاہے مری عقدہ ہانے کار انگشت
معدہ اپنا رہے کامِ شکلِ طرہ یار
کشادہ عقدہ خاطر کہاں سے اپنا ہو
کشود پنجہ تدبیر سست سے کب ہو
جو ایک گل سر شاخِ مراد سے توڑوں
کسی پہ ہو یگا احساں ترے نمک داں پر
نہ تو ہوں شاہ نہ شاہد کہ شوقِ خاتم ہو
وہ تفتہ جاں ہوں کہ جوں شمع بعدِ قلع گھو
وہ دل شکستہ ہوں اپنے جو آپ پوچھوں اشک
غزل لکھوں ہوں وہ رنگیں کہ جبکی رنگینی

مطلع ثانی

کرے خطوطِ گم اپنے دم شمار انگشت
دراز کی طرف زلف تابدار انگشت
نہ کر حریف دم تیغ آبدار انگشت
برنگِ غنچہ لالہ ہو داغ دار انگشت
کہ گلفروش کے جوں گوندھتی ہے ہار انگشت
ہر ایک موج سے اے بادِ نو بہار انگشت
رکھوں ہوں زلف پہ ابرو پہ بے قرار انگشت
رکھیں ہیں سطر پہ ہو ہو کے اشکبار انگشت
رکھے ہیں شانہ بیباک بار بار انگشت

اگر گئے مرے داغِ دل نگار انگشت
تلاش تھی دلِ گم گشتہ کی سو اوس بہوں نے
عرقِ اوس ابرو کے خم دار سے دلامت پونچھ
طیب! نبضِ جگر تفتگان نہ دیکھ مباد
مرہ سے سلسلہ اشک و لختِ دل ہے درست
ہوانے سنبلِ مشکیں میں کس کے پیدا کی
پڑھوں ہوں درسِ ولا اوس رخِ کتابی سے
دی ہے حال کہ اطفالِ نو سبق جیسے
کسی کے حلقہ زلفِ سیاہ پر خم میں

۱۔ آب نگاہِ گرم تری، ل: تیری ندارد

۲۔ ب= ناقابلِ نمہ

نسون گری میں یہ کافر بھی ہے بلا کوئی
 گیا ہوں زیر زمین میں یہی تمنا لے
 جب نہیں کہ سرشت خاک سے اپنی
 کروں شکایت بھراں تو خوف سے اوکے
 کرونگا دستِ نظم بلند، اوس کے حضور
 نبرد اوس شہر دیں گا کہ جس نے خاتم سے
 رہے محمد باقر گرہ کشاے جہاں
 دیانہ جس نے اوسے یاں برائے بیعت، ہاتھ
 وہ دستِ جود عجب بحرِ مکرمت کا ہے
 کفِ نوال ہے وہ یک محیطِ جوہر خیز
 جو رشک دست سے اوس کے ہونگ کارِ محیط
 جو اوس کے عہد شریعت میں ساز کو چھیرے
 ہوس سے دیکھے اگر دختِ رز کو تو مینا
 اجل بھی ڈھونڈے ہے طعمہ کہ تیرنے اوس کے
 لکھ اور مطلع وہ تمنوں حضور میں لا نذر

کہ ہونے سے پہلے ہی وہ ہونے والا ہے
 کہ ہے ترے ہونے سے پہلے ہی ہونے والا ہے
 دمیدہ ہو، غرض، ہر وہ چیز
 برائے متع اونٹھالے ہیں گنگار
 کہ حق نے جس کی بنائی کلید کار
 دم رکوع تہی کی ہے تار
 ہونی عجیب بید اللہ کی آشکار
 رکھے گلاب سے دم حشر وہ دوچار
 کہ جا بجا سے ملے مثل جو تبار
 ہر ایک موج ہے اوس کی گہر تار
 گرہ ہو موج کی ہر یک جناب دار
 تو باندھ لے وہیں مطرب کی تار تار
 اونٹھانے جانب چشم پیالہ خوار
 دراز کی بسوسے خصم کہیں شکار
 کہ حق نے دی ہے تجھے زور سحر کار

مطلع ثالث

ہوتی ہے بسکہ تیری منفعت نگار انگشت
 لکھی ہے مدح تری لوح پر غلط بھی نہیں
 زبیں سے کہ شکل تاسف بھی عہد میں تیرے
 علم ہے دین کا اوس ہاتھ میں زیارت جو
 زبے شرف کہ جو ہزار کے وقت استیلام
 تو اہل عرش کہیں، پہنچ دے ذرا للہ
 نہیں عدد کی ترے گور پر ہے روشن شمع
 ترے ہے دستِ تصرف میں خامہ تقدیر
 لنگ پھرے ترے ایما پہ خوش عنان جوں اسپ
 بہ یک اشارہ ہزیمت وہ عدد ہو تو
 بروزِ مرکہ گر آہنیں ہو اسپ و سوار
 نگاہ گرم سے دیکھے جو عہد میں برے
 دم نگاہ حسد تجھ پہ ہو ہر اک مرگاں
 اشارہ دستِ حمایت کا ہو ترا تو کرے

تمام ہاتھ میں رکھے ہے اعتبار انگشت
 کرے جوہ لوح و قلم پر اب افتخار انگشت
 دہن ہے پھ لائیں نہ اطفال شیرخوار انگشت
 بڑھے اونٹھا کے تری جانب مزاد انگشت
 تری فرج مبارک سے لے غبار انگشت
 ہماری چشم میں تو میل سرمہ دار انگشت
 نکالے خاک سے جلکے بہ زینہار انگشت
 قلم پہ جیسے کہ رکھتی ہے اختیار انگشت
 بددھر پھرے کہ جدھر پھیردے سوار انگشت
 کہ ہاتھ میں ہے ترے جانے ذوالفقار انگشت
 اونٹھالے صورت خاتم وہ ایکبار انگشت
 تو چشم برق کی خاطر ہو خار خار انگشت
 برائے دیدہ بدخواہ نابکار انگشت
 بہ چشم تیشہ زباں، ہنجدہ پتار انگشت

- ۱۔ آہ گویا ہر خیز
- ۲۔ آہ اجل بھی ڈھونڈتی طعمہ سوتیرنے اسکے
- ۳۔ لندن بے تیز اند شہر
- ۴۔ لندن ذرا پہنچ دے کہیں اللہ لیکن زیادہ مناسب یہی ہے

رکھے ہے چشم پہ گردن بے مدار انگشت
لب و زباں پہ رکھے او سکی چو بدار انگشت
اونٹھا کے ہے بھلا کیوں کہ کوسبار انگشت
یہ تیغ تیز ہے رکھ اس پہ ہوشیار انگشت
کہوں اونٹھا کے شہادت کی بار بار انگشت
کسی کے نام سے تمہوں نہ کر دوچار انگشت
نشاں ہیں پانزدہ رکھتے پئے شمار انگشت
کہ رہ گئی حرکت سے ثنا نگار انگشت
ابھی شاخ سے جب تک ہے مستعار انگشت
گرہ کشا ہو تری شاہ کا مگار انگشت

قبلا حکم کو تیرے نہ حکم غور سے
بغیر انت انا جو کہے ترے آگے
قلم سے کب ترے تمکس کا ہو تحمل وصف
مدح شاہ ہے تمہوں سمجھ کے لکھ او سکو
بیان اپنے عقیدہ کا اب میں کرتا ہوں
رما ہو دست اگر تیرا وردہ اسما پر
خدا و چارہ معصوم گن کہ پنجہ میں
اونٹھاؤں دست دعا منقبت رقم کب ہو
سنجواں کہیں غنچہ کو تاشبیہ گرہ
گرہ گرہ ہو سدا رشتہ امید عدد

۱۱۔ قصیدہ در مقبت امام جعفر صادق بحق ناطق علیہ الصلوٰۃ والسلام

قالیں کا فرش رکھتے ہیں کسبار سنگ سے
آئینہ حطب کا لیا کلا، سنگ سے
آنی چھلک ہے سرخی رخسار سنگ سے
سبزہ نہیں دمیدہ ہے زنگار سنگ سے
دکھلائی یہ بہار کرنے اس بار سنگ سے
لہجے رگوں کو کھینچ اگر تار سنگ سے
کھینچے اور اوس کے ہوں پر و منقار سنگ سے
پرواز کر کے وہ سونے گلزار سنگ سے
دیتے ہیں رنگ و بو کے وہ آثار سنگ سے
بھرنے جانے نالہ ہانے شرر بار سنگ سے
گویا کہ تھا نہ لعل شکر بار سنگ سے
کیں شیر کی روان عجب انہار سنگ سے
انٹھا ہے جو بخار دغاں دار سنگ سے
لیں موتیا کے گوندھ، اگر ہار سنگ سے
تکلی لیے شے ہے ہاتھ، خا دار سنگ سے
یاتوت کا بنانے ہے میخوار سنگ سے

گل گونہ گونہ اب ہیں پدیدار سنگ سے
صیقل ہوا سے جمادات ہیں لطیف
گلابانے ناشگفتہ کہ پیش ازدسیدگی
آئینہ سنگ تھے کہیں پہنچا جو اون پہ آب
شادابی و نزاکت و نرمی و نازکی
شاید ہو چاک دامن گل کی رفوگری
تصویر عندلیب جو حکاک کوہ میں
شاید ترانہ ریز و غزل خواں ہو یک بیک
خارا شکاف نے جو بنانے تھے گل تمام
کھینچنے لگے گلاب اگر مرغ باغ کے
غنچہ ما بے ستوں میں ہے شیریں کے نقش کا
فرہاد آ کے دیکھ کہ جوش شگولہ نے
لطف نسیم سنبل مشکیں بتانے ہے
برگ سمن سے ریزہ مرر ہے خوب تر
مرجاں کا پنجہ آب میں رنگیں پہ گل کی شاخ
اللہ رے رنگ بخشا باد بہار جام

۱۔ آب نہ قطب و محور ہے

۲۔ لندن سب کو غلط ہے

۳۔ آ کے

۴۔ آ بھر جائیں

۵۔ آ خوار

۶۔ بے مگر

۷۔ بدر نگین تھا پر بہاں۔ نکلا ہے دست شاخ خنادار سنگ سے

طاقتوں میں جامِ شاخِ خمیہ ہیں گل بنے
 بے صدا نزاں موسم، سرکے ہو گئے
 جن انہوں زجاج میں جھلکے شرابِ سرخ
 کیفیتیں بہار سے ارزاں ہیں یاں تلک
 پنہاں جو خمیے تھے سو وہ انگور کی مثال
 اصنام سب بصورتِ مردم گیا بنے
 کیا موجِ کلک بادِ بہاراں ہے رنگریز
 ازبس ہو آب و رنگِ گلِ جعفری عیاں
 فیضِ نمو جماد میں ہے صورتِ نبات
 شاداب و سبز آب سے ہو جوئے تیشہ کے
 ہرسل، ہزار گل سے بنے پات چھینٹ کا
 کیا جوشِ گل ہے جاوہِ تاریک کوہ میں
 انوارِ جوشِ زن ہیں سرکوہ پر کہ جوں
 کوہوں میں فیضِ تربیتِ نو بہار دیکھ
 لالہ شفیق و مالکِ دینار جعفری
 منصور وارِ گل ہے سردارِ شاخِ پر
 گل کی رنگیں نہیں ہیں خطوطِ نگاہ سے
 شوقِ یقانی ثرۃ عینِ رسول میں
 یعنی امامِ جعفر صادق کہ جس کا فیض
 ہو ایک ایک رفتہ رگ، صرف تار و ہود
 وہ پرتو کے خمیر جو پڑ جانے، ہر گہر
 وہ ہاتھ جس نے کسیہ معدن تہی کیا
 معجز نمائے جو ہو شکل کو کنار
 اوس کا ہے اذنِ خلق کہ کوئی گراں نہ ہو
 وہ کوہِ بھگنت جو کرے سایہ بحر پر
 طوفان کے وقت لنگر کشتی کے واسطے
 اوس نو بہارِ عدل سے باغِ زمانہ میں
 کچھے اک اور سنگترہ، گردو چار ہو
 سر پر گرے پہاڑ جو اس عہدِ حفظ میں
 دشمن ہے اوکے دور میں دشمن کا پاساں
 پہنچے اگر وہ حکمِ طلبِ جانبِ جبال

ہموال سے سردی نہیں
 ہے آتشِ نہشتہ سردارِ سنگ
 ہے سرد سے فروش کا بازار، سنگ
 پڑنے نکال لے ہے قدحِ خوار، سنگ
 مردم ہے پرستشِ کفار، سنگ
 رکھے کہیں اساس جو معمار، سنگ
 ایوان ہو تمام طلا کد، سنگ
 لیتا ہے کام چوپ کا تیار، سنگ
 مصنوع تھے جو گلبن و اشجار، سنگ
 پنہنے قبا ہے کوہِ قلم کد، سنگ
 دیکھے نگار و نقشِ تن، ماد، سنگ
 موسیٰ پہ جلوہ ریز تھے انوار، سنگ
 عبرت پذیر ہیں اولوالابصار، سنگ
 مسند نشین ہیں صاحبِ اسرار، سنگ
 گویا کہ سرسبز ہے تنِ افکار، سنگ
 نرگس آگے ہے طالبِ دیدار، سنگ
 کیا کھل رہے ہیں دیدہ بیدار، سنگ
 لے وقتِ تربیت کے، اگر کد، سنگ
 خارا کا یوں لباس ہو تیار، سنگ
 نکلے ستارہ وار، نسیابار، سنگ
 کچھے گہر کو کم دم، ایثار، سنگ
 پیدا ہو درجِ گوہرِ شہوار، سنگ
 مینا کی طبع پر نہ دیا بار، سنگ
 گردابِ آسیا کی ہو ہم ہم بار، سنگ
 دریا میں ہو جنابِ گرانبار، سنگ
 نے گل کو، نے شمر کو ہے آزاد، سنگ
 نارنج کا درختِ شردار، سنگ
 گردن نہ برگِ خس کی ہو خمدار، سنگ
 ٹھیرا برانے شیشیہ نگہدار، سنگ
 کبک دری کی دیکھے رفتار، سنگ

۱۔ آ کے

۲۔ ب کی

۳۔ ب۔ زائد شعر

۱۔ ل۔ نے گل نہیں ہے غالباً منٹ گیا ہے

۲۔ لندہ۔ فقط عہد جو درست نہیں۔

ظاہر ہوں اضطراب کے آثار سنگ سے
 ہر رگ کی نبض کو زنب سفار سنگ سے
 فرضاً تو کوہ ساں ہو، سپر دار سنگ سے
 اوس کا خدنگ قہر ہو، یوں پار سنگ سے
 بران ہو گر چٹائینے تلوار سنگ سے
 مسک ہے اوسکے واسطے تیار سنگ سے
 گوندھی ہے مسک گوہر شہوار سنگ سے

وہ قہر شعلہ ہو تو سیلاب سے زیاد
 فرزندِ قہر حق کہ حضور اوس کے دیکھے
 کہے یہ کوئی خصم گراں جاں سے کائی عنود
 عینک سے جیسے تیرنگہ کا گزار ہو
 ہو سنگ جانوں سے ترے تیز اوسکی تیغ
 بدخواہ کا یہ رنق ہے خوانِ زمانہ پر
 مطلع پڑھوں حضور میں جائین مدح سے

مطلع ثانی

جون سیم جنتری میں کھنچے تار سنگ سے
 آئندہ لے ہر اک بت فرخار سنگ سے
 جنبشِ خمبو روہیں صورت جاں دار سنگ سے
 شیریں کا نقش دیکھ نمودار سنگ سے
 منہ پھیر لے بہ نفرت بسیار سنگ سے
 آواز تھی درخت سے، اقرار سنگ سے
 کی خلق اوسے، قوت گفتار سنگ سے
 کعبہ میں تھی صدا دم تکرار سنگ سے
 کم ہے وہ تیرہ جان سے کلا سنگ سے
 ہے خاک سے ذلیل تر و خوار سنگ سے
 رگزیں سر نیاز کو سو بار سنگ سے
 داغیں ہیں جو جبین گنہگار سنگ سے
 معبود جوں بنانے ہیں کفار سنگ سے
 ہے نقش بت بقیہ آثار سنگ سے
 اونھے شرار سنگ ہو، گر یار سنگ سے
 خالی ہو پھر زمانہ غدار سنگ سے
 بن جانے پانے مردم فرار سنگ سے
 ہو نخل، سیوہ دار کو، آزار سنگ سے
 یعنی ہے زرناب کا معیار سنگ سے
 اونھ کر ہو دست و لب زہار سنگ سے

اکسیر فیض لے جو تری کلا سنگ سے
 خارا پہ یہ مصقلہ تربیت پھرے
 انفاس عیسوی جو تری روح پھونک دیں
 ممنوع شرع بسکہ نگہ دلبروں پہ ہے
 فرہاد تیرے دورہ عفت میں یک بیک
 تو وہ ہے تیرے جد کی نبوت پہ خسروا
 ذکرِ خفی گواہ ہے دست صحابہ میں
 تیرے پدر کی اور امامت پہ بے گماں
 اے گوہر شرف ترے انکار میں جو ہے
 جو سنگ جان ہوا نہ ترا خاک آستان
 روتاب تیرے در کے، اگر جا کے کعبہ میں
 یہ ہی ہو شکل جبہ کہ تعذیب کے لیے
 تیرے عدو کے محقودوں کی ہے یہ مثال
 جز کفر کیا عدو سے یہ دیں کی یادگار
 شیریں نتیجہ کیا جو مخالف ملیں بہم
 تیرا ہو گر اشارہ کہ ہٹ جانے اصل بت
 اوسے جو یاد تیری متانت دم نبرد
 احباب کو جو رنج ہوا وجہ بنا کمال
 سختی کشی خلوص، اجبا کے کھول دے
 جب غازیان فوج تری ہوں صنم شکن

۱۔ لندن - سے ندارد، غالباً سو کاتب

۲۔ یہ مطلع ثانی نہیں لکھا ہے

۳۔ لندن = اکسیر لکھا ہے

۴۔ آ، ب، ج، جنش وہیں ہو

۵۔ آ، ب، ج،

اس پر کہ اس کے لیے
 چھپنے کا مکان
 جوں برگد گل سے خار، نالے سے
 کیا، یمن ترے رخس میں ہیں گر
 موسیٰ کے سے آنکھ کو جل کر کہ
 گر وصف، اوس کی شوخی و سرعت کا
 پرواز کے لیے ہوں پر بال آشکار
 کھینچے گر اوس کا نقش، کہیں رکھ کے
 پتے کفل پہ ہاتھ تو وہ شوخ کر کے
 اے شہسوار دین جو مدد دست دے تیرے
 تیرے سوا جو غیر سے نصرت طلب کرے
 تجھ سے یہی ہے عرض کہ ہوں دیکھتا سدا
 میناے آبرو کو مری طاق دہر میں
 رکھ درج حفظ میں ڈرایماں مرا
 محفوظ میرے شیشہ عزت کو رکھ سدا
 مجھ سے بھی بے زباں کو زباں دے تو کیا
 منظور منقبت تھا ترا، ورنہ یاں
 یہ ہی تک تھی مدح کی تیری کہ میری
 شاباش تیشہ کلای تیزی فکر کو
 دامان و آستین قلم و صفحہ کے
 میرا کلام و حرف حریفان جو ہو
 جیسے گہر پہ پلہ میزان جوہری
 گردِ حسد سے دیدہ عالم ولے سے
 سے نظم بے صفائے گستاخ کی
 پڑمرا، شعر غیر کیا یہ سخن کہاں
 یاں ہو نہ نقب دزد معانی کی
 نقد گراں یہ ہاتھ نہ آوے گا مدعی
 طبع رواں کا زور حلے اس زمیں میں
 نے، نہ رخس فکر نے کھانی سکندری

جوں برگد گل سے خار، نالے سے
 کیا، یمن ترے رخس میں ہیں گر
 موسیٰ کے سے آنکھ کو جل کر کہ
 گر وصف، اوس کی شوخی و سرعت کا
 پرواز کے لیے ہوں پر بال آشکار
 کھینچے گر اوس کا نقش، کہیں رکھ کے
 پتے کفل پہ ہاتھ تو وہ شوخ کر کے
 اے شہسوار دین جو مدد دست دے تیرے
 تیرے سوا جو غیر سے نصرت طلب کرے
 تجھ سے یہی ہے عرض کہ ہوں دیکھتا سدا
 میناے آبرو کو مری طاق دہر میں
 رکھ درج حفظ میں ڈرایماں مرا
 محفوظ میرے شیشہ عزت کو رکھ سدا
 مجھ سے بھی بے زباں کو زباں دے تو کیا
 منظور منقبت تھا ترا، ورنہ یاں
 یہ ہی تک تھی مدح کی تیری کہ میری
 شاباش تیشہ کلای تیزی فکر کو
 دامان و آستین قلم و صفحہ کے
 میرا کلام و حرف حریفان جو ہو
 جیسے گہر پہ پلہ میزان جوہری
 گردِ حسد سے دیدہ عالم ولے سے
 سے نظم بے صفائے گستاخ کی
 پڑمرا، شعر غیر کیا یہ سخن کہاں
 یاں ہو نہ نقب دزد معانی کی
 نقد گراں یہ ہاتھ نہ آوے گا مدعی
 طبع رواں کا زور حلے اس زمیں میں
 نے، نہ رخس فکر نے کھانی سکندری

- ۱۔ لندن سے "لیکن" پر ہی درست ہے۔ غالباً سہو کاتب
- ۲۔ آہ بے دیندار
- ۳۔ بے ما
- ۴۔ آہ بے کے
- ۵۔ بے اور سے
- ۶۔ ب۔ تجھ سے یہی عرض
- ۷۔ لندن و مختار اشعارہ زائد شعر
- ۸۔ آہ پرکے

گوڑ تھے اس زمیں کے سب اقطار سنگ سے
مت کشتی سخن میں کراظہار سنگ سے
آمین کی ہوں صدائیں بہ تکرار سنگ سے
حاصل نہ یاں ہو اور، جز آزار سنگ سے
لعنت کے ناصبی کا سرا، افکار سنگ سے

سرہٹ گیا ہے تو سن چالاک طبع کیا
گمنوں پہاڑ ہے یہ زمیں، قوتِ بیان
لب پر دعا۔ امام کی لا، اس نیاز سے
جب تک کہ سے سرور فزانی خواص جام
اجاب کو ہو یادہ رحمت سے سرخوشی

۱۲۔ قصیدہ در منقبت امام ہفتم حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم علیہ السلام

کہ خود نجوم سے رکھتا ہے صد ہزار گرہ
کہ ایک دود کی خود ہے تیرہ کار گرہ
کبھو نہ کھول سکے دستِ رعشہ دار گرہ
مکدر آبِ رواں در آبدار گرہ
بنانے پیچک تابیدہ رعشہ دار گرہ
لگے نہ تیغ کی ڈوری پہ زینہار گرہ
کھلی زباں سے بہ پیشِ ستیزہ کار گرہ
کوئی ہے وجہ کہ آتی ہے یوں بکار گرہ
کروں فردغ کی خاطر جو اختیار گرہ
کہ میری ہودگی رونق فزائے کار گرہ
کہ ہو پسند نگاہِ نظارہ کار گرہ
کہ یوں نصیب ہوئی مجھ کو پیمدار گرہ
کہ تیغ و رند گنیں میری بار بار گرہ
کہ میرے واسطے ہو وجہ اعتبار گرہ
کہ نام و سکے کے باعث ہو افتخار گرہ
گرہ کے بعد جو ج سے رہے ددچار گرہ
نہ مجھ پہ چاہ تو اے بحر بے کنار گرہ
کہ چشم میں ہو نگاہِ امیدوار گرہ
بنوں عبث نہ پئے طبعِ شاخسار گرہ
کہ ہوں کسی کی، درون دل نگار گرہ
مخلط گرہ پہ تھی فکرِ غلط شعار گرہ
فضول مجھ پہ تھی اے کلک خوش نگار گرہ
کہ مرے رشتہ پہ ہو بہر اختصار گرہ
ضرور مجھ پہ تھی کیا دستِ روزگار گرہ
لگی ہے رشتہ پر نام پہ استوار گرہ

کشادہ کس کی کہے، چرخ کیں شعار گرہ
کسی کا دم جو گھٹے اس سے انبساط ہو کیا
گرہ کشا ہو مرا کیا کہ آپ لرزاں ہے
عدو ہے صاف دلوں کا کہ ہاتھ سے اس کے
میرے ہی تارِ نفس کو خم و شکن ہے کر
جہاں سے دستِ ستم وا، وہاں یہ عاجز ہے
کئی سوال ہیں اس خود پسند بدخو سے
سن اے پہرا سبب کچھ گر تھی کا مری
نہ ہوں سہا، نہ ثریا نہ خوشہ پرویز
نہ بندِ پیر، یار ہوں نہ نکتہ حبیب
نہ جعد و کاکل و ابرو نہ طرہ و گیسو
نہ شاخِ آہو و سنبل نہ موجِ دود نہ زلف
نہ ہوں تمار کا مہرہ نہ دانہ تسبیح
نہ ہوں بخیل کا کیسہ نہ صرہ صرف
نہ فلس مس نہ درستِ طلا نہ قرصک سیم
نہ تارِ سبج ہوں، نئے عقدِ ڈر، نہ سلکِ گہر
نہ قطرہ ہوں نہ گہر نہ جناب نہ گرداب
نہ ہوں شرار نہ اخگر نہ ذرہ نہ اختر
نہ غنچہ ہوں نہ شگوفہ نہ میوہ ہوں نہ ثمر
نہ داغِ لالہ نہ ہنگام ضبطِ دودِ نغاں
نہ تو ہوں بیتِ معقد نہ مصرعہ منقوط
ہوس کا داو و سرسیم مدعا بھی نہیں
نہ تو ہوں طولِ امل نے درازی امید
شکتہ تار نہیں، رشتہ گستہ نہیں
پہ یہ ہے سچ کہ دمِ گریہ ہوں نفس کا تار

۱۔ ب۔ ل = رشتہ دار۔ غالباً ہو کاتب

۲۔ آ۔ ہو

۳۔ آ۔ کیا دستِ روزگار گرہ

کہاں تک ہوں غم میں
وہ دل گرتے ہوں تارکشاہ
بقا ہے میری فقط
ذرا بے کہیں مرگیاں کہ کام آخر سے
ضعیف جنس باد نفس ہی کال سے
اگر نیم نفس سے بھی کم ہے صبح حیات
بسان نقطہ کہ پر کلا اوکے ہر گد پھرے
کیا تغیر حالات نے پریشان گو

غزل

کہ بند یاد میں دی جاے
پڑی یہاں بھی سے چھوئی زلف تابدار
تہل عشق سے کی آپ باج جلا
بگولے کی سی طرح ہو مرا عیار
ہونیں ہیں سینہ میں آ آ بہت بخار
گلو میں کسی ہے جان پر اضطراب
کہ واہ بیری ہی ہو اے عمر مستعار
نہ غنچہ ہوں کہ مری کھول دے بہار
کہ نے کی طرح ہوا سب تن نزار
گرہ جو ایک کھلے ہوں عیاں ہزار
کہ یک گرہ میں نہفتہ سے لے شمار
ہوی نہ نطق سے اپنی دوچار
ہونے گئے نہ لب منقبت گزار
نہ چھوڑے ایک بھی ہوں جمع گر ہزار
مری بھی باز کرے گا وہ شہر یاد گرہ

غم فریق کی دل پر ہے یادگد گرہ
نفس ہی جل کے ہوا دود دود بچ بچ
ہا خیال دو ابرو و خال و زلف کا دھیان
گرہ گرہ ہوں ہا زندگی میں مر کر بھی
مثال ابر ہے اب انتظار گریہ کا
عنی ہے ناخن شمشیر کی کہاں ہمت
کہاں ہے ناخن دست فنا کی جنس آہ
یہ بند دل ہے کہ لب رہ گئے ہیں بس خاموش
مری گرتے دلی ہے عیاں سراپا سے
انقباض طبیعت ہے کوکنار صفت
مگر ہوں دانہ انجیر باغ امکان میں
سزار عقدے فلک نے دیے ولے حد شکر
کھلی ہمیشہ رہی یہ زبان مدح شعار
مدح خواں ہوں میں اوسکا کہ جس کا ناخن لطف
تمام خلق کا حلال مشکلات ہے وہ

۱۔ آ۔ ذرا طے

۲۔ آ۔ آ۔ سے

۳۔ آ۔ نقطہ پر کلا

۴۔ لندن۔ یہ پورا مصر نہیں ہے

۵۔ آ۔ سے

۶۔ آ۔ بھی

۷۔ آ۔ ہو

۸۔ آ۔ ب۔ ہیں

۹۔ آ۔ ب۔ گئے

۱۰۔ آ۔ کبھی

وہی ہفتم اوس کا کہ بد کی جس سے
 نشان وہ ہے ید اللہ کا کہ جس نے کیں
 امام موسیٰ کاظم کہ جس کی جبہ حسین
 مدح ہے بہ پیش اس زمیں میں مطلع اور

بہ یک اشارہ ہونی باز، استوار گرہ
 ہزار وار بہ دو انگشت ذوالفقار گرہ
 ستارہ ساں سے تجلی کرد گد گرہ
 شتاب دے قلم منقبت نگار گرہ

مطلع ثالث

کھلے جو کبیر کی اوس کے دم نثار گرہ
 وہ ابر جود جو ہو رشتہ ریز، نخلت سے
 جو قطرہ قطرہ پہ اوس کے نگاہ کی گستاخ
 جو اوس محیط کرم کی روانیاں دیکھے
 رواں وہ حکم جو ہو آب پر کہ ہو نہ رواں
 مثال تختہ گوہر نگار سنگ بنے
 زمان جود میں اوس کے یہ قدر دولت ہے
 زمان معدت شاہ میں معاذ اللہ
 کیا ہے پنچہ ہر سخت گیر فرسودہ
 وہی جو شیر کے ناخن میں کچھ نہ کچھ تیزی
 پڑھوں حضور میں مطلع کہ مدح ثابت ہے

تو رشک سے ہو، دل ابر قطرہ بار گرہ
 سمت یہ جانیں کہ جوں قطرہ ہوں، بخار گرہ
 صدف کی چشم میں ہے در شاہوار گرہ
 جناب آفت آسا ہو چشمہ سار گرہ
 تو قطرہ قطرہ ہو جوں درآباد گرہ
 کہ نقش نقش پہ ہو موج آبشار گرہ
 بنجیل دیکے نہ رکھے زر عیار گرہ
 کسی سے دل میں رکھے کوئی کینہ کاد گرہ
 کہ ہو نہ روکش یک خاطر ہزار گرہ
 سو تیرے کھولتی ہے اے دل شکار گرہ
 کھلی نہ دل کی زبان ثنا شعار گرہ

مطلع رابع

مرہ پہ کب سے نگہ ہے بہ انتظار گرہ
 دوبارہ جلوہ دکھا دے کلیم کو شاہا
 زمین کوہ تری وہ فلک ہے یا موسیٰ
 فلک کو آئندہ داری تری تھی، مہر نہیں
 نسیم مخلق جو تری چلی تو غنچہ صفت
 ترا وقار ہو آڑے، تو مثل کمر، سیم
 زمان عدل میں ترے کشاد کد ہے عام
 بندھے جو بال کبوتر تو ناخن شہباز
 یہ تیرے حکم نے سب وہ مناپی کی
 جو ساز چھیزنے کا مطرپوں کو ہو، آہنگ
 جو رخ عزم ہو قدکش ترا تو بہت سے
 سناں کی تیرے، رحیمی یہ ہے کہ دیوے کھول

ذرا نقاب کی کھول، اے ترے نثار گرہ
 کہ بند حبیب کی کر باز، ایک بار گرہ
 کہ جا بجا ہے تجلی ستارہ وار گرہ
 ہونی عمامہ شوکت کی آشکار گرہ
 جبیں تنگ عموساں پہ دے بہار گرہ
 درون شعلہ ہو سیماں بے قرار گرہ
 دل عدو پہ، عدو سے نہ زینہار گرہ
 بچا کے کھولے سے مانند نمکسار گرہ
 صدانے نغمہ ہو شاید درون تار گرہ
 بجانے زخم ہو، ناخن سے آشکار گرہ
 فلک پہ نشان ہو مثال مار گرہ
 اگر عدو کی ہو جان پر اضطراب گرہ

۱۔ آء غائب ہے
 ۲۔ آء کھلے

زبے وہ رخش جو اوس کا سر دانتوں سے
 پڑھ اوسکا نام جو گنڈا بنائے لاکھوں
 وہ تیر - صرصر جولان کہ کھول دے اسکا
 یہ جلد زد کہ جو دامان زین سے اسکا
 دلیل تھی زماں کی وہیں بد یہی ہو
 پھر آنے اتنے میں وہ شعلہ دش جہان و سب
 ملک کہیں سر لتراک دیکھ کر اس کا
 شگرف بال دلاویز شکل طرہ جو
 صبا کی موج میں باندھا ہے رنگ گل کیونکر
 صبا کو تنگ لیا بر میں، یہ بھی ہے اعجاز
 خدا یگانہ حلال مشکلات جہاں
 جہاں کے عقدہ دشوار حل کیے تو نے
 نہ زندگی میں ہو عسرت نہ وقت مرگ ہو ضیق
 زبان پر ہو ترا نام، پرکشا ہو روح
 بغیر مدح سے مدح غیر سے لب
 قبول عرض ہے کموں دعا کی خاطر اب
 ہمیشہ شاخ سے نسبت سے تا انامل کو
 گرہ کشانے جہاں ہو ترا سر انگشت

کہ کاش اس کی لگے ہم
 مجیب دم کہ رکھے مثل رشت
 لگے جو دم میں دم
 جو تنگ زین کی لگے اوس
 ترا ہے ہاتھ کشا
 مری بھی کھول تو اسے شاہ کا
 رے نہ اول و آخر کوئی کار
 گلو میں جان نہ ہو وقت اختیار
 رہیں بہ صورت اسلاف حتی گزار
 زباں سے کھول تو اے، مدعا نگار
 مدام غنچہ سے جب تک ہو مستعار
 نصیب کابر حسودان نابکار گرہ

۱۳۔ قصیدہ در مقببت امام ہشتم

چھٹے سے اب طیب، جو یوں بار بار دست
 رکھتے ہی داغ سینہ پہ تھا شعلہ بار دست
 موسیٰ دکھا نہ جیب سے کر آشکار دست
 تھا لگ گیا، قلق میں جو بے اختیار دست
 ساعد تک کباب ہوا، ایک بار دست
 پہنچا نہ اوس کی زلف تک شانہ وار دست
 خالی ہیں گو، پہ تجھ سے نہیں شرمسار دست
 یاں ہے شگفتگی سے گلے ہی کا ہار دست
 سینہ پہ اب رہے ہے بعد اضطراب دست
 اک دل پہ ایک سر پہ، ترا بیقرار دست
 لانے سنبھالنے کو کہاں سے، یہ بار دست
 مت چشم تر پہ دکھ نہ کہیں ہو نگار دست
 ناداں دراز کر نہ سوے خار زار دست

کیوں نبض تفتگان سے کیا تھا دوچار دست
 روشن کریں چراغ سے جوں شمع، شب یہاں
 یاں داغ سینہ زیر گریباں ہے آفتاب
 اللہ رے تفتگی مرے سینہ کی، شب یہاں
 ماہی کی طرح تابہ آتش زدہ پہ آہ
 سے دل کا چاک چاک و خم و بیچ دوداہ
 جان آستیں میں شمع صفت سے بے نثار
 گردن میں اوس کے حلقہ و طوق کر ہو کیا
 تھا پہنچتا جو زیر گریباں ترے وہ ہی
 کیا روکتا وداع کے دم، رکھ کے رہ گیا
 کوہ فراق کیونکہ اٹھے طاقت ضعیف
 پر اشک شبیہ ریز ہے اس دل شکستہ کا
 لغت جگر مرہ سے نہ چن بہر یک دو گل

۱ اور شک

۲۔ لندن، زشت مگر ضیق زیادہ مناسب ہے۔

رکھے تو میرے سینہ پہ رکھ ہوشیار دست
 ہے روکتا عنایں کا نہ وہ شہسوار دست
 پہنچا ہے اوس کے دامن زین تک غبار دست
 شاید بلند یاں ہو، درون مزار دست
 دامن مرے کے واسطے ہر سمت خار دست
 کھولے ستم پہ گو، لک لکتہ بار دست
 رنگیں کرے ہے خون شکار نزار دست
 کرتے دراز ظلم پہ ہیں، کینہ کار دست
 منصور کے لبو سے کرے چو بدار دست
 حق نے مجھے دیا ہے عجب سحر کار دست

مد نیشنر ستم ہے نہفتہ ہر ایک جا
 پامانی غبار میں کیا اپنی رہ گیا
 بس آب پاشی مرہ اس خاکسار کا
 دامن کشاں جو خاک پہ تو آنے ناز سے
 گو، گل بھی اس چمن میں ہیں لیکن بڑھانے سے
 اے دل! زبانِ شکوہ نہ تو باز بے پرو
 مظلوم سے ہے زینتِ ظالم کہ شیر کا
 آرائش اپنی جاں کی، آزارِ اہلِ حق
 کیا رنگِ منصفی ہے کہ آلودہ حنا
 نمون اس زمیں میں غزل جاودانہ لکھ

مطلع ثانی

کیوں موجد نسیم کا ہے مشک بار دست
 اوس سطوتِ جمال سے ہے، رعشہ دار دست
 بہر پناہ سرو لب جو تبار دست
 فریاد کا اونٹھانے ہونے سے بہار دست
 پہنچا نہ اپنا گلا، ترے تا عذار دست
 گل ہاتھ آنے جب کہ سے زخم خار دست
 مشاطہ تیرا شانہ سے دیکھے اتار دست
 واں اچھلاہٹ اور یہاں رعشہ دار دست
 رکھ بندہ سمجھ تو پئے ورد و شمار دست
 رکھتا نہیں سو کا مگر بادہ خوار دست
 بہراماں بلند کیے سے جو دار دست
 رکھتا ہے وہ نگار تو وقفہ نگار دست
 حق نے دیا مجھے بھی ہے معنی نگار دست
 سے اپنے واسطے، سببِ افتخار دست
 جس کا ہر ایک شے پہ رکھے اقتدار دست
 رکھتا قلم پہ جیسے کہ ہے اختیار دست
 باندھے حضور اوس کے رہیں بندہ وار دست
 ایک اوس کا ہاتھ، غالب ہفدہ ہزار دست
 دیکھے کلیم کا نہ کوئی زینہار دست
 بہر پہر کا جو ہوا نور بار دست
 دولت پہ دو جہان کی، دے اقتدار دست
 کیسے بسوے کلک جو اہر نگار دست

پہنچا مگر ہے تابسر زلف یار دست
 آئینہ دار تیرا بنا تھا جو آفتاب
 قد کس کا تیغ کش سے کہ رکھتا ہے یوں بلند
 خون کر چلا سے کون چمن کا کہ شاخ سے
 ہوں داغ، گل کو دیکھ سر شاخ پر کہ یوں
 ہو وصل یار کا نہ بجز خونِ دل نصیب
 دے ہیج و تاب طرہ جانا نہ بے ادب
 بند قباے یار کی وا، کیونکہ ہو گرہ
 گنتا ہوں میں شکن شکن زلف یار شیخ
 اے شیخ شہر کیوں تری بیعت کو ہاتھ دے
 منصور کا تھا آتشِ حل کردہ خون مگر
 کیا عقدہ عقدہ، دلِ خون گشتہ باز ہو
 دستِ نگار بستہ پہ کیجو بتا، نہ ناز
 ہر ایک کو ہے ایک مہابات کا سبب
 مدحت نویس یعنی کہ ہوں اوس جناب کا
 کلک قضا ہے دستِ تصرف میں اوس کے یوں
 اقلیم قربِ حق کا کھینٹہ کہ خرداں
 وہ شاہِ دیں علی سوم، ہشتیس امام
 موسیٰ کا نور چشم کہ اوس پشت پا کو دیکھ
 اوس کے قدم پہ ہاتھ لگایا مگر کہیں
 پا ہوس اوس مزار کا اک دم ہو گر، نصیب
 جوں سلک در، ایک اور بھی مطلع ضرور ہے

۱۔ آ۔ کو میرے ۲۔ لندن = ردیف ندارد

۲۔ آ۔ بہ شاعر

اوکا ہو گر بلند دم باکر دراز دست
 حاکم ہے ارو نبی کا وہ جرخ ایک لاکھ
 شایں کا زور بازوی العافر شاہ سے
 عاجز کی دستیار اگر ہو وہ معدلت
 جو ہے شبیہ نہیں سے شاید وہ جو ہو
 میناے نہ پہر مگر ریزہ ریزہ ہو
 مقدور کیا کہ سوے منا ہی کرے دانا
 ہر خوشہ شاخ تاک کے مانند ہو قلم
 ہنگام رشہ ریزی نسیانِ مرحمت
 ہر سائل و فقیر کا یاں صورتِ صدف
 ہو تارِ آستین گدا رشتہ گہر
 بہرِ رفوے چاک کتاں اوس کے عہد میں
 بس مدح غائبانہ کہ مطلع پڑھوں ہوں اور

بیعت بے تیری دین کا ہو مایہ دار دست
 دستِ رسول کا سے ترا یادگار دست
 بیعت کو تیری دست میں دیں ہر چہار دست
 انگشت تو خدا کا شیر ذوالفقار دست
 دریاے جود تو ہے ترا جو تبار دست
 سچ لکھ گیا کسی کا حقیقت نگار دست
 آسان نداد چوں تو در شاموار دست
 بہرِ کاقت ہے کیے تو ہر حصار دست
 برق کو دے اللہ جو ترا ایک بار دست
 کر سائبان دیدہ نظارہ کار دست
 دیوے مکک کا گر پٹے زار و زار دست
 کدہ پہ شیر زر کے غزال سار دست
 بہودہ گو زبان سے بہودہ کار دست
 یوں باندھ کر کہوں ہوں بہ صد افتخار دست

مطلع رابع

رکھتا ہے تیرے دست پہ پروردگار دست
 بیعت تری سے بادشاہا بیعت خدا
 علم ایقین و عظمت و ایمان و معرفت
 تو عین سے علیؑ کا، علی عین سے ترا
 موج گہر نشاں تری انگشت ہے ہر ایک
 تو گوہر شرف ہے نسب تیرا کیا کہوں
 دریای تو نہوت و ابرت ولایت است
 کیا ڈر چراغ دین کو، بدعت کی باد سے
 اللہ برق حسن کہ خیرہ کرے نظر
 موسیٰ تجلی رخ تاباں کرے نگاہ
 اے زور بازوی علوی تیری معدلت
 مویزہ کھول کر جو آئے، طمانچہ کو بس اٹھانے
 بن تیری مدح جو کہ کہے یا رقم کرے
 مستغنی شہا نہ ثنا تیری ہوئے

۱۔ لندن، ثانی لکھا ہے جو درست نہیں ل۔ مطلع ثانی
 ۲۔ آہ کیا
 ۳۔ لندن جو خدمت گل لکھا ہے جو درست نہیں
 ۴۔ آہ زائد شعر
 ۵۔ لندن و آصفیہ دست چھوٹ گیا ہے۔

کر شست و شو، اٹھا کے وہ رحمت شعار دست
 رو سے سیاہ کے ہیں کئی پردہ دار دست
 اہل ذل کے سامنے دنیا، پیار دست
 تا چند دست بندہ بہ پیش ہزار دست
 لایا ہوں تیرے سامنے امیدوار دست
 اے نفلِ لطفِ حضرت پروردگار دست
 بہر دعاے خسرو والا تبار دست
 جس آن تک کہ ماہِ سہلکا سے سیم بار دست
 زر ریز و سیم بار ہو، لیل و نہار دست

نامہ مرا سیاہ ہے اے ابرِ مکرمت
 فرطِ حجاب سے نہ اٹھانے پئے دعا
 شاہ! ترا گدا ہوں، سمجھتا ہوں سخت عار
 بے دست گم ہوں دستِ کرم اپنا باز کر
 نقدِ مراد سے نہ تھی پھیرنا اے
 سر سے مرے کہ بے سرو ساماں ہوں، مت اٹھا
 ممنون عرض تاہ کجا بس اٹھا کہیں
 سے جب تک کہ پنجہ خورشید زرفشاں
 اہلِ طلب کے دامنِ مقصود میں ترا

۱۵۔ قصیدہ در مقببت امامِ نیم حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

کہ دی اس شیر کی تپ نے درونِ نیستان آتش
 سمندر کے لیے انگر ہے گل اور بوستان آتش
 جہاں ہے ذرہ ذرہ زیرِ پائے رہرواں آتش
 کہ منزلِ معدنِ سیلاب و جنسِ کدواں آتش
 گئے ہم نیم جستن میں کہ تھی بزمِ جہاں آتش
 گرجانِ خزانی نخل میں ہو گلِ نشاں آتش
 نوائے گرم تو ہی ہو برائے آشیان آتش
 بھری رگ رگ میں سے جوں تار تارِ شمع یاں آتش
 کہ ہے آبِ بقا ہم کو چراغِ مردہ ساں آتش
 کرم رکھے گئے سیلاب، گاہے مہرباں آتش
 کہ ہوتے ہیں بہراماں دیکھ کر شیرِ زماں آتش
 کہ پیشِ گبرِ رھتی ہے عجب ہی عروشاں آتش
 بھڑے جب آہن و خارا تو ہوتی ہے عیاں آتش
 کہ مل کر تیغ سے پیدا کرے سنگِ نشاں آتش
 نکلتی زادن و مردن لیے ہے تو اماں آتش
 نظر کر شمع پر حاضر ہے بہر سرکشاں آتش
 پروبالِ سمندر پر نہ پہنچانے زماں آتش
 پہنچ جاتی ہے تا بامِ ہوائے نردباں آتش
 نکالے تیر کے خم اور خمِ کردے، کماں آتش
 دلِ صافی دروناں میں دمِ روشن دلاں آتش
 زمیں پر شیشہ وہ بخشے ہے مہرِ آسماں آتش

ہوتی کیا سوزش دل سے نصیب استخوان آتش
 دل پر دردگانِ سوزِ الفت، داغ سے خوش سے
 نوبت اے طاقتِ موی کہ وہ وادی ہے پیش ایسی
 قدم فرما ہوں جتنا، راہ اتنی دور ہوتی سے
 سپند بے قراری تھی کہ جا، ناکردہ گرم، آخر
 بہارستان نے برگانِ غم سے دل کے شعلوں سے
 کیے ہیں مشتِ خار و خس تمام اب تفتِ آلودہ
 بھجھو کے ہر نفس کے ساتھ کیا پہچاں نکلتے ہیں
 حیات اپنی دوبارہ غالباً ہو عشق کی تپ سے
 مرہ پر گاہ اشک و گہ سے لختِ دل، اس خس پر
 دلیروں کے ہوں زہرے آب، تابِ عشق کے آگے
 بتوں کی گرمیاں مسجود ہیں خواہش پرستوں کی
 ملاقاتِ گرانِ جاناں سے پہنچاں کینہِ ظاہر ہو
 مددِ ظالم و ظالم ملے تو تفتہ اٹھے ہے
 بقانے تفتہ افروزان بہت کم ہے کہ خارا سے
 نہ کیجو گردنِ دعوتے بلند اس بزم میں ناداں
 رہیں عینِ بلا میں جو، انہیں ہم بلا کیا ہے
 عروجِ صاحبانِ طبعِ روشن بے واسطت ہو
 ہر اک کو حسبِ استعداد، فیضِ تربیت پہنچے
 نہیں موقوفِ قرب و بعد پر کچھ فیض، پھونکے سے
 نظر کر بہر کسبِ نور، دوری کچھ بھی مانع ہے

۱۔ لندن میں گایا جو درست نہیں

۲۔ ب۔ مہر

۳۔ لندن ب۔ زائد شعر

۴۔ لندن۔ ناتواں

دم افسردگان دشمن ہے۔
غزل کیا اس زمین میں گرم لعل کی

مطلع مانی

کہ آگ و باد خاک اس آسمان سے
کہ لعل تاب سے بھی بھلا ہے
بھونکنے سے کھٹے ہیں ترے
کہاں وہ تو گلستانِ جنت اور کہاں آتش
کہ سرمایہ کو سے مستقیم مانند
کہ نالوں کی آگنی پہلا طرین ہے
درون آتش بروں آتش عیاں آتش
پے تعذیب کی جو سحر کی وقفہ
کہ یہ سرمایہ انوار و لبریز
چمن تو کیا کہ چمن پر ہو
کہ اپنے واسطے یکساں یہاں آتش
کہیں نکلے نہ ہر ہر مو سے
دلا جس کی کرے افسردہ بہر
پئے اظفا سے بس گو ہو
برائے دوستانِ جنت برائے
نسیم لطف سے جس کی ہو
بجانے شعلہ ہو دامانِ خس
کرے پیدا بجانے شعلہ شاخ
مثال باغبان ہو موم سے گلبن
کنار پرورش میں لے مثال
حفاظت کے لیے خرمن پہ ٹھیرے
بزیدہ کر کے کب برف کی برگستوں
رے روشن بزیر چادر آب رواں
شرد برگ گل و غنچہ ہو
سمندر کی جگہ ہو آبِ ماہی کا
کہاب آما ہو زہر آب و بحر
زبانِ شعلہ پر رکھے نئی ہے

بدن ہے گرم تپ سے شعلہ گونہ اشک و نغان آتش
دیا دل لے کے ہوس لب کا رخ پر جان مانگے سے
غضب نازک طبیعت ہیں کہ رنگ چہرہ گل کو
لوض، لغتِ دل یعقوب کا لعل، اسے زلما ہو
بتوں کی سرد بہری سے غضب بھی ہو تعینت ہے
جلد یک دانہ اختر نہ اپنا فائدہ اس سے
حنائی دستِ سائی میں سینے گل رنگ کا ساغر
مگر اوس ساعدِ سیمین سے ہمدستی کا دعوا تھا
کہاں شعلہ کہاں وہ عارضِ روشن خداوند!
مجھے سیر چمن سے بن ترے اک آگ لگتی ہے
ذرا مت واعظا! خورکہ بہراں کو دوزخ سے
کہاں تک ضبطِ انفاس شرر افشاں کروں یارب
اماں اب لپیچے اوس ابرِ لطفِ حق کے سایہ میں
سحابِ رحمت یزداں کرم کا جس کے ایک قطرہ
تسیم النار و الجنہ سے جد اوس کا کہ ارزاں کی
امام دین تقی ابن علی، ہمنام ہنخبر
اگر معجز نماے خود ہو تو فیض بخشش سے
حلقے آتشکدہ پر گر نسیم باغِ خلق اوسکی
اگر پروردن دشمن کا وہ دے حکم دشمن کو
اگر وہ اذنِ شفقت دے تو اطفالِ نبائی کو
زے حکم نگہبانی عدل خسرو ایماں
اگر ہو تیغِ زن شعلہ سے عہدِ حفظ میں اوسکے
تعالی اللہ حفظِ شمشادہ کہ جوں گل ہو تہر شبنم
جو طبع تند خوباں کو وہ فیض تربیت بدلے
عتاب و لطف سے اوس کے اگر ہو قلبِ ماہیت
شرر انشائی برقِ غضب سے اوسکی ہر ماہی
حریفِ داغ کشتن، سوخن، کیا کیا ہونے اعدا

۱۔ آب چاہے ہے
۲۔ ب۔ بھرن

۳۔ لندن حفاظت مگر حفظ موزوں سے۔ غالباً سو کاتب
۴۔ لندن شرر انشائی برق سے لیکن برقِ غضب زیادہ موزوں ہے۔ غالباً سو کاتب
۵۔ لندن رکھے ہی ہے لیکن رکھے نئی ہے زیادہ مناسب ہے۔

بناتی ہے جلا کر دشمنوں کو سرمہ ساں آتش
کہ کچھ رزق ہوا ہو اور کچھ دت رائیگاں آتش
دل حساد میں دے پھونک، ہنگامِ بیاں آتش

بہت مدت سے تھی چشمِ عدم بے گل اس خاطر
ہوئی کشتِ امید دشمنانِ جل جل کے خاکستر
مضورِ شاہِ دیں پڑھ مطلعِ روشن کوئی تمنوں

مطلع ثالث

کرے شعلہ سے فرق خس پہ کلہ سائباں آتش
کہ رکھے تند خوئی کے کہیں نام و نشاں آتش
ہر ایک شعلہ سے ہو اپنی تر تیغ و سناں آتش
کہ خوف و تہر سے تیری، ہے لرزان و طہاں آتش
پنے تربیت دیں شہر کو، چارہ گران آتش
ترے عہدِ حفاظت میں رکھے سج سے تراں آتش
ہے تعذیب سنگِ کعبہ سے بھی ہو عیاں آتش
تجھ کر گل، چنے آتش کدہ سے باغباں آتش
کر سر سے پاتلک سے عرفِ خورشید جہاں آتش
کہاں نورِ تجلی الہی اور کہاں آتش
درونِ طشت بھر کر، آبِ شاہِ خادراں آتش
جلے ہر نخلِ مرجاں، ہو نصیبِ خیزراں آتش
تری خاطر ہے جوں تیر شہابی وہ سناں آتش
ہما کا قوت ہو جوں کبک جانے استخوان آتش
سدا ہو شکلِ بحرِ ادسکی لبریز دہاں آتش
کرے نے ہم رکابی برق، نے ہو ہم عنان آتش
کہ آئندہ پہ جس سرعت سے ہو پرتو نشاں آتش
کہ تیرے حکم میں ہم یاد ہم اے حکمراں آتش
شرر انشاں کرے جس طرح سے باد وزاں آتش
کیا جو وصفِ شوخی، دل سے کھجے تازباں آتش
کہ خامہ خشک لے وہ وصفِ بیخون و چنوں آتش
عمل میرے ہیں وہ جن کی سزا ہے بے گماں آتش
ہے حقِ مصطفیٰ دیکھے نہ تیرا مدح خواں آتش
کہ کچھ بھی چیز ہے پیشِ نعیطِ بیکراں آتش
کہ مجھ پر سرد ہو، اے سیدِ ہر دو جہاں آتش
ذلالِ نطف سے کہ سرد ہے میری نفاں آتش
جلادے جان بدخواہاں کہ ہے تیری زباں آتش
خدایا جب تلک تیرے غضب کا ہے نشاں آتش
عدوے خانہ حیدر کے وقفِ خانماں آتش

سنے گر عدل سے، تیرے کہیں حکمِ اماں آتش
عدالت گر، تری ہو تربیت فرما تو کیا ممکن
کرے گر سرخ چہرہ برگ کلہ زرد پر گاہے
گواہی سے یہ برق و شعلہ کی روشن ہوا مجھ پر
نفاذِ حکم تیرا پھیر دے گر طبعِ اشیا کو
بہم اک سنگ میں جوں لعل اور الماس کو گوندھیں
حرم میں گر جہیں فرسا ترے اعدا ہوں کیا حاصل
تعالی اللہ آب و رنگ بخشے خلق کے تیرے
نہیں کچھ معنی پنہاں بہر صورت پہ روشن ہے
خیال ہم سری ذرہ سے تیرے در کے باطل تھا
سو اس عذرِ خطا میں رکھ کے اپنے سر پہ آتا ہے
ہر رو سے آب پر وہ برق تیغِ شعلہ گوں چلے
نہ خصم دیو سیرت شیطنت اپنی پہ نازاں ہو
ترے اعدا کے مقتل سے کہ دوزخ کا نمونہ ہے
کرے جو قصد گرمی سخن کا، مدحِ بن تیرے
ترا رخس پری صورت کہ دقتِ نیم جست اوس کے
عنانِ پلٹے ہی یوں افلاک پر وہ گرم زد پہنچے
اشاروں پر پھرے تیرے وہ شعلہ دُش صبا سیرت
حرقِ ٹپکانے سے یوں صرصر جولانِ تیز اوس سے
ہونے لفظوں میں مضمون برقِ شعلہ، لفظ ہیں لب پر
الہی کیوں کہ گرمِ وصفِ شرحِ سرعت اوسکا ہو
ام بخشا، اماما، سرور، دیں پرور، شایا
یہی ہے غرض تجھ سے اے شفیعِ عاصیاں ہر دم
جو تیرا بحرِ رحمت جوش زن ہو کیا جنہم ہے
یہی تیری شفاعت سے توقع ہے دمِ محشر
ترحم، خسروا میں کب سے تیرے در پہ نالاں ہوں
کہاں تک عرض حال اپنا دماے شاہ سے تمنوں
الہی! آب جب تک تیری رحمت کا نمونہ ہے
رہے باغِ امل تازہ محبِ آلِ احمد کا

کونئی لگانے ہے قرآن پر نا مسلمان تیغ
 لگا کے مجھ پر بہت ہووے گا پشیمان تیغ
 کہ چھیننی نہ شکر مری سے آساں تیغ
 رکھوں ہوں نالہ و انغاں سے نہیں ہزاراں تیغ
 بنانے مثل سپر حافظ و نگہبان تیغ
 کہ جس کی قطع کرے بیچ ظلم و طغیاں تیغ
 کرے امام کے مضبوط دیں کے، ارکان تیغ
 سپر ہو آئینہ جوں ماہ نو فروزاں تیغ
 غبار میں ہے چمکتی وہ روز میداں تیغ
 کہ جوں شہاب ہے، اوس کی عدوے شیطان تیغ
 عجب نہیں کہ سپر سے بھی ہو نمایاں تیغ
 تو اس کے حفظ کو سہو، صورت گریباں تیغ
 سمجھتا شاخ ہے آہو کی، شیر غراں تیغ
 بسوے شیر غریں، لے کے زہر دنداں تیغ
 تو تہر شاہ سے اس پر ہو موجِ عمان تیغ
 کرے سپر، مہر نو کی روز پنہاں تیغ
 درون آب ہو، مانند شاخِ مرجاں تیغ
 تو موجِ بادہ ہو، بہر شراب خوراں تیغ
 کہ اہل سیف کی ہے نذر، پیش شاہاں تیغ

نہ زیر مشق ستم کر، مرا دل او کافر!
 رہے یہ یاد کہ ہم یاد آئینے، آخر
 سپر سنبھال لنگ تو خونچکاں نکلے
 مرا حریف نہو، لے کے ایک تیغ ہلال
 حفاظت اوس کی سے آڑے مرے کہ جسکا حفظ
 زبے امامِ علیؑ نفی کنندہ کفر
 اگرچہ آب سے رکن رہنا ہوں سست، ولے
 فروغِ دست و تجلی روے انور سے
 شبِ سیاہ میں ٹونے ہیں جوں ستارے یوں
 فرار کیوں نہ کریں دشمنانِ دیو خصال
 جو اذنِ تہر ہو اوسکا تو بدر، جوں ہو ہلال
 رکھیں جو دونوں طرف سے کسی کی گردن پر
 زبے حمایتِ دادی عدل میں اوس کے
 لنگ سے عدل کی اوس کے دواں ہو ہر روباہ
 اگر دہان کرے وا، نہنگِ مردم خوار
 شیبہ ظلم رہے اوس کے خوف سے خائف
 بہارِ معدلتِ شاہِ دیں سے بالیدہ
 جو عہدِ شرع میں، اوس کے لڑانے جام سے آنکھ
 پڑھ اب حضور میں اے طبعِ تیز! مطلعِ تیز

مطلع ثالث

نہ پھر ہلال کی باندھے سپر گرداں تیغ
 چھپالے چرخ کی بہرام، زیرِ دامان تیغ
 کہ ذوالفقار سی رکھتا وہ شاہِ مرداں تیغ
 کہ دے سے دستِ مبارک میں دستِ ہیماں تیغ
 کہ ہے تضا کی شہا تیرے زیرِ فرماں تیغ
 مگر تری سے کلیدِ کنوزِ عرلاں تیغ
 طبق کے ساتھ رکھے مثلِ مہر رخشاں تیغ
 کرے فراہم، اسباب اور ساماں تیغ
 بیسے شگافِ دل چاک سینہ ریشاں تیغ
 عجب نہیں ہے کہ ہو تازگی دم جاں تیغ

کے جو تو، نہ رہے پیشِ جودکشاں تیغ
 تری بلند ہو، جب اے امامِ دوراں تیغ
 دوسر خراب کیا ترے جدنے، کفر کا کام
 علی سے پہنچی شجاعت تجھے سے دستِ بدست
 عدو کی جان ہے قبضہ نہیں تیرے، کیونکہ بچے
 تیرے جہاد سے ہے نقدِ معرفتِ راج
 فروغِ ہمت و جرات سے ترے ہاتھ سے جوں
 اگر ہو حکم یہ تیرا کہ التیام کے سب
 تو مثلِ دستِ رنو ساز اپنی ڈوری سے
 خواصِ ظلم بدل دے، اگر تو رحمت سے

- ۱۔ آء اس نے کی آخر
- ۲۔ ب پر رکھے ہو
- ۳۔ آء کرے۔
- ۴۔ آء نہ حق ہے
- ۵۔ آء تو

شبنم سے کیونکہ صورت گل سے، تر آفتاب
 شفاف تن کو تیرے کہوں کیونکہ آفتاب
 رکھتا ہے تپ زدہ سا تن اصغر آفتاب
 ذریں تبا جو ماہ ہو، سیمیں بر آفتاب
 پہنچا ہے تو زمین پہ گردوں پر آفتاب
 ہڑکے ہے اس لیے نہیں رکھتا پر آفتاب
 اسپند ہوں غم بنے، بحر آفتاب
 رکھ آفتابی آنے، سپر پر آفتاب
 سایہ سے آفتاب پہ سایہ پر آفتاب
 اوس حلقہ حلقہ مو میں رخ انور آفتاب
 زلفیت ہزار چتر و بہر چتر آفتاب
 تابش سے اپنے منہ پہ رکھے چادر آفتاب
 اپنی شعاع سے ہے، لیے خنجر آفتاب
 روشن ہو وہ بھی، جائے جھلک جس پر آفتاب
 پوشیدہ کیونکہ ہو تہہ خاکستر آفتاب
 ایک ایک روز نہ میں سے جلوہ گر آفتاب
 شاید اُٹکے، بجائے گلِ احمر آفتاب
 رکھتا برہنگی سے ہے رخت زر آفتاب
 کیا لاندہ، وہ شعلہ ہوا، یہ گر آفتاب
 روشن یہ صلیب ہو، کہ نہ ہو ہمسر آفتاب
 وہ ہر تو آئے ہے احمد دیں پرورد آفتاب
 پیدا صدف میں ہو عیوض گوہر آفتاب
 ہے جس پہ ایک طائر ذریں پر آفتاب
 ہے لایق خطاب بلند انسر آفتاب
 جوں ڈر کرے جو زینت تاج زر آفتاب
 جوں لعل رنگ جینہ رکھے سر پر آفتاب
 رکھتا ہے زور طالع اسکندر آفتاب
 اوس حسن دل فراز کا یوں مظہر آفتاب
 یعنی کہ شاہ دیں کا ہے سب لشکر آفتاب
 نشتر لیے شعاع سے یہاں ہے ہر آفتاب
 خنجر، خدنگ، سیف، سناں، جمدھر آفتاب
 مطلع وہ پڑھ کہ جس سے نہ ہو بہتر آفتاب

حیرت میں ہوں عرقِ رخ تاباں پہ دیکھ کر
 اللہ نور و تابِ فروغِ جمال وہ
 نورِ شباب ہے ترے ہیکر میں بھرہا
 اس شرط پر کہوں ہوں تجھے آفتاب و ماہ
 تو لا بہم جو پلہ میزانِ حسن میں
 سو بار تیرے ہام پر اگر کرے طواف
 اے " چشمِ بد تری بزمِ جمال میں
 اللہ بابِ چہرہ رخشاں ترے حضور
 حیرت ہے خط و زلف میں، وہ چہرہ دیکھ کر
 استاد کا یہ شر پڑھوں جب دکھانے سے
 نہ چتر است چرخ در او آفتاب یک
 خوبیِ حسن، حسن پہ سے حایل نگہ
 حسنِ آبِ خون دیدہ نامرماں کرے
 جلوہ سے تیرے مطلع انوار سینہ سے
 جل کر ہوا ہوں خاک پہ تھلکے ہے داغِ عشق
 سے رختِ رختہ دل میں تصور ترا کہ، یاں
 کشتہ جو تیرا حسن کا ہے اوس کی خاک سے
 کب تفتگانِ عشق ہیں وابستہ لباس
 اوصافِ حسن و عشق سے پہنچے نہ دل کو نور
 کیجے مدح اوس کی رقم، جس کے یمن سے
 نورشید اوجِ دیں حسنِ عسکری امام
 نور اوس صحابِ فیض سے چکے بجائے آب
 روضہ کا تیرے قبہ گردوں تماس وہ
 جوں ذرہ خاک در پہ ہا اوکے چہرہ سا
 اوس کے غبار راہ سے ہے سنگریزہ جبین
 کوئی سفال پارہ جو اوس رہ کا ہاتھ آنے
 آئینہ دار اوس رخ پر نور کا بنا
 ذرہ میں آفتاب کا جوں ذرہ ہے ظہور
 غفاسِ چشمِ دشمن بد ہیں کو ہے پیام
 کہ اپنا لکرِ چشمِ رمد دیدہ حسد
 درہیش قتلِ دشمن شہ ہے، کرے سے جمع
 کہتا ہے اشتیاق کہ چل کر حضور میں

مطلع ثانی

تارِ خطِ شعاع سے کر مسطر آفتاب لکھے تری ثنا ورقِ زر پر آفتاب

۱۔ آغرق ہوں

۲۔ آہر تو آنے

۳۔ لندن، بے زائد شر

رکھتا ہے جیسے چرخ پہ بارہ گھر آفتاب
دل میں مرے ولا کا ترے چہر آفتاب
سرما ذرہ کے واسطے جاں پرورد آفتاب
اے وہ کہ تو ہے اوج امامت پر آفتاب
آتش نشاں ہو جب کہ دم محشر آفتاب
آمین کہے ہے برہنہ سر کرکر آفتاب
جس روز تک نثار کرے ہے، زر آفتاب
گر اس میں ماہ کیجئے تصور در آفتاب

بعد ایک کے ہے، ایک میں نورِ نبی کی سیر
پروانے سرد بہری ایام کیا مجھے
یہ داغِ عشق تیرا سلامت رہے کہ ہے
کہ عرض اپنے ذرہ نا چیز کی قبول
ہو دامنِ ولا کا ترے مجھ پہ ساہباں
پہنچنے دعائے جاہ تری آسماں تک
جس رات تک کہ ماہ زمیں پر ہے سیم ریز
دستر سوال سب کا رہے تیرے روبرو

۱۷۔ قصیدہ در متقبت امام دوازدهم خلیفۃ الرحمن امام مہدی

پر دی، تجھے حیا کی نہ اے کتنہ کلد چشم
مردم یک نگہ مری امیدوار چشم
ایک ایک ریگ ذرہ کی ہو نور دار چشم
دیکھوں اگر اونٹھا کے بعد اضطراب چشم
دکھلانے حج کو آہ شب انتظار چشم
اس واسطے کہ میری بنے مایہ دار چشم
تجھ سے غلط سپر کی ہے پر کینہ کلد چشم
دیکھے ہے تیغ و تیرا سناں بے شمار چشم
سرسبزی کی رکھے نہ مری کشت کلد چشم
کیجئے یہ نہ خواں پہ تری زنبہار چشم
میں گرسنہ، ادھر نہ کروں ایک بار چشم
رہتی مگر ہے تشنہ دیدار یار چشم
رکھے یہ موسم گل و فصل بہار چشم
رکھے مرہ سے جیب میں یک مشت خار چشم
دونو کھلی کبھی نہ تری ایک بار چشم
عینک سے دیکھتی ہے مدد وقت کلد چشم
اس درد سے کہ خلق کی ہو اشک بار چشم

گوہیں لنگ غم سے تیرے ہزار چشم
دیکھ اپنے تک سلوک کہ ہو روئے یار سے
سیمانے آفتاب سے لے کر فروغ اور
بے طاقتانہ تیری طرف شوق صبح میں
ہر ہر ستارہ دیو جگر خواب کی طرح
الماس سودہ کے تمکداں میں تو بھر سے
ابرترا ہلال لقب تیغ کش تو ہے
گو بہر سی سپر بھی سے پر، اس میں تعبیر
سب تیرا خرمن آب شفق سے ہے شعلہ خیز
مشہور ہے جہاں میں یہ کاسگی تری
سو سو طرح سے مایہ گستر ہو تو دلے
آب بقا تک نہیں پڑتی نگاہ حرص
کیا تجھ سے باغِ دہر میں تک سیر کی، کوئی
زگس کی آنکھ تو کبھی کھنٹی نہ، اور مری
شاہد ہیں ہر و ماہ کہ ناقص نظر سے تو
گردیدے سے تو اہل صفا سے ہو تربیت
منوں! نگہ لنگ کا نہ کر پڑھ کوئی غزل

مطلع ثانی

اختر نشاں مرہ رہی، اختر شمار چشم
خود زلفِ حلقہ حلقہ رکھے ہے ہزار چشم
کب سے مری ادھر ہے شب انتظار چشم
بیمار ہے اگرچہ تری سر کلد چشم

شب گہ لنگ پہ، راہ سے گہ، تھی دوچار چشم
اس رخ پہ ہے مری رہی نہ نظارہ کلد چشم
دامن رخِ سر سے کبھی تو اٹھای دے
تیر نگہ سے سینہ ہو خار، تو توڑ دے

۱۔ بہ الماس سودہ بھر کے تمک دان میں تو پھرے

دو ایک دم ہی گریں گے
 دویا ہوں یہ کہہ کر
 سیلاب بن رہی ہے سیدی سے
 ہر چند رنگ سرخ کو پانی سے
 اے خود نما کبھی تو دکھا دے وہ روئے
 دوری میں بھی ترے ہی تصور پہ ہے نظر
 آپک کہ وقت نزع نگاہیں ہیں سوئے در
 رکتا نہیں سے گریہ نہ جھمتے ہیں تک سرشک
 کچھ داغ داغ عشق نہ لالہ رگوں کا ہوں
 گل پر نہ سینہ چاک نہ سنبل کا میں اسیر
 نوریدہ دیدہ جو حسن عسکری کا ہے
 یعنی امام مہدی پادی، فروغ دین
 ہے وہ امام جس کے الوالعزم مقتدی
 گراؤں فروغ حسن کا منکر ہوا تو کیا
 نور خدا کے دیکھنے کو چاہیے کلیم
 انوار آفتاب میں ہو کون سا خلل
 جو نور حق بسط ہے اوس کا فروغ حسن
 کون و مکان سے یہ ہے فزوں اور بے نظیر
 جس نے ملی نہ اوس در دولت پہ ہے تمام
 ہر فلک کے سیمہ ایوان شاہ سے
 اک دم نگاہ گرم کہیں کی بھی اب تک
 اٹھ جائیں سب حجاب پڑے نور حق نظر
 گامے فراز منبر و محراب میں گئے
 رشک عطا سے اوس کی نہ گرداب ہے کہ تر
 دیکھے جو در نشانی ابر نوال شاہ
 کب ذکر غایبان سے لٹتا ہے اشتیاق
 ممنوں زبان تو زمزمہ خوان مدح کر

وہ کہتا ہے
 اللہ تعالیٰ سے ہے
 خونی نہیں
 رکھتا نہیں
 جو یا ہے
 وہ ہے
 عیسیٰ کو دیکھ کھول کے
 رکھتا نہیں
 لاوے کہاں کے
 کھولے اگر نہ شہرک
 بالکل ہو اوس جمال سے کیا بہرہ وار
 رکھتی جہات ستم میں ہے انحصار
 بے نور اوس کی رختہ دیوار وار
 کب دوپٹو ہو صورت تقصیر وار
 ہے پنجہ شعاع سے زیر نشان
 اوس رہ کے گر غبار سے ہو سرمہ وار
 گوہر نشان وہ لعل ہے گوہر نشان
 رکھتا ہے بحر موج زن بے کنار
 موندے صدف کبھو نہ درون بخار
 کہتی ہے چل حضور میں بے اختیار
 رکھ اور جمال شاہ پہ تو بار بار

مطلع شمالت

گر تیری خاک رہ سے کرے سرمہ دار چشم
 اہل شہود حسرت پاہوس میں ترے
 شاید رہے سے تیری مدحمت نگار چشم
 رکتی ہمیشہ خام ہے مرگاں سے ہاتھ میں چشم

- ۱- آہ سے
- ۲- بے ہیں
- ۳- آہ بے دل
- ۴- آہ خامہ مرگاں ہے

کہ لاکھ شوق سے اوج ہوا ہے، اب ہر ایک پہ تنگ آنے یہ زاہد و نور سرما سے تنور سینہ عاشق ہے عجز کافور کہ اب بجز نفس سرد آتشیں نالہ یہاں تک تو سے سردی کہ جو ہیں اہل سخن خنک سے معنی و الفاظ سرد باردبات بجانے حرف، زباں سے ٹپک پڑے ڈالہ ولیک ایک جواں بخت آتشیں تقریر زبان تیز کہ یارب! زبانہ آتش ہر ایک مصرع برجستہ پیش مصرع برق قریب جا کے جب اوس آتشیں بیاں کے گل تری زباں وہ زبانہ کہ مثل پروانہ کرے سے نطق ترا شرح معجز عسیسی کہ یہ معانی و الفاظ گرم و شوخ کبھی قسم بغاڑہ رخسار معنی رنگیں قسم بغاڑض سیمیں کہیں ہیں صفحہ جسے قسم بہ شوخی مضمون مثال برق طپاں خبر دے، اسم سے اپنے ذمے شگرف بیاں سنی جو اوس نے یہ قسمیں کہا کہ بس، خاموش لگے ہیں ہاتھ جو مضمون گرم و روشن لفظ جو پوچھتا ہے مرا نام تو، تو ہے تمہوں جناب ناصرالدین شمع بزم مرتضوی نبیرہ جعفر صادق کا وہ شریف نسب اسی کا باب ہے جاے سکونت اقطاب زبے وہ کوچہ ملقب بہ کعبہ امید زمین کو ہے تجلی مقام سے اوس کے بنایا چاک پہ گردوں کے رکھ پیلاہ ایک فلک پہ کیا ہے یہ دستار آفتاب منیر بسوے روضہ عالی عرش رتبہ نگاہ سو اوس کے سر سے یہ عمامہ آ رہا نیچے فروغ چہرہ وہ یوں جرہء عبادت میں شبیر اس سے کرے آپ کو عدو تو کیا جو اوس کے عہد حمایت میں صفحہ پر نقاش تو اوس کے خوف سے روتاب یک بیک ہو شیر زبے رواج عدالت زمانہ میں اوس کے چہ جانے ظلم، کہ صحوہ کے بچہ کے سر پر

کرے ہے جانب دام و شگنہ اطفال عیوض جہشت کے دوزخ کرے ہیں حق سے سوال ہوئے جہان میں گرمی کہاں تک ہے محال اونھے جو سینہ دل تفتگان سے ہے اشکال وہ شعر گرم کہیں، سو نہیں قرین خیال ہوا ہے بندش شعر و سخن کا یہہ ہمنوال ہوا ہے شعلہ بیانون کے شعر کا یہ حال پڑا نظر کہ نہایت سے گرم اس کا مقال طبیعت اوس کی الہی کہ شعلہ حوال ہر ایک مطلع روشن بلند بہر مثال کہا یہ میں نے کہ اے شمع اودمان کمال جلادے طاہر و ہم و گمان کے پروبال تری زبان ہے یا ترجمان سحر حلال نہیں سنے ہیں، گواہ ہے خداے جل و جلال قسم بوسرہ ابروے سطر مشک مثال قسم بہ نقطہ مشکیں کہ ہے بہ صورت خال قسم بہ صانی الفاظ مشکل آب زلال بیان نام کر اپنا، تو اے بدیع مقال زبان کیا ہے مری، کیا بیاں میں میرے مجال سو یہہ ہے واسطہ مدح بہر اوج جلال مدح شیوہ، پہ ممدوح مصطفیٰ کی آل تمام لعدہ عرلاں تمام نور کمال گہر محیط ولایت کا وہ لطیف خصال نہ اوس کے کوچہ سے بدلیں جگہ کبھو ابدال جے وہ بابر مسکی بقبلمہ آمال قضا نے ایک کف خاک لے کے مثل کلل جے نگاہ غلط ہیں کرے ہے بہر خیال کھنٹی ہے اس کی دلائل پہ کچھ حقیقت حال کرے تھا بام فلک سے مسج نیک خصال کہیں نہ ہاتھ سے ازبس لیا تھا اوس نے سنبھال کہ اوس کے سینہ میں جوں نور حق ہے ملامال کہ نقل شاہ سے ہوتا نہ شاہ ہے نقل لکھے مقابل تصویر شیر نقش شغال کرے یہ تملہ وہ اوس کا تعاقب و دنبال نہیں ہے خلق میں مفہوم ظلم و جنگ و جدال ہمیشہ ہاتھ ہے شفقت کا، باز کا چنگال

۱۔ آخیر ایک بعد میں، نمبر ۲ پہلے ہے جبکہ ترتیب نسخہ لندن، بکی درست ہے کیونکہ اس سے اگلا شعر پہلے والے سے وابستہ ہے

زبان صورت گل برگ ہے، دہن میں لال
تری جناب میں، اے زیب گلشن اجلل
کنار عرض میں رکھ اوس کے، تو گل اقبال
ہراک کا ہنٹھ کے دیکھے گا نامہ اعمال
سفارش اپنے ثناخواں کی، کبھی فی الحال
سو اس کے واسطے یہ ہے نہایت آمال
رکھے سے ظلمت عصیان سے جو مالا مال
اے ذلال عنایات حق جل جلال
قبول عرض ہو شاہا! بحق احمد و آل
کوئی حضور میں کرتا ہے ہاں یہ طول مقال
کہ اس گھڑی سے اجابت ہے ایزد متعال
نگوں کی فصل بہاراں میں تاہو خلقت آل
محب کو سندس جنت سے بر میں ہو سرہال

بہار باغ ولایت! تری ثنا میں اب
سرہال پہ گل عرض مدعا رکھ کر
امیدوار قبول، اب یہ مدیح خواں آیا
بروز حشر کہ داور عرصہ محشر
حضور حیدر صفدر کہ ہے تیرا وہ جد
کہ یہ جو آپ کی اولاد کا ثناخواں ہے
تمام نامہ اعمال جوں دل کافر
سو مثل لوح دل اصفیا سفید کرے
یہ اوس غلام یہ نامہ وسیہ ردی
کر اختتام دعا پر کلام کو مسموں
کنار و جیب دعا میں رکھے گل تاثیر
ہمیشہ نخل خزاں دیدہ تارے عریاں
نہ دیکھے جسم مخالف کا گلہ شکل لباس

۱۹- قصیدہ در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مرحوم

ناگہ ایک نور کا لمعہ ہوا پر تو انداز
کہ جھپک ہی گئی یہ دیدہ حیرت پرداز
شعلہ حسن سے حس کے ہو زہرہ گداز
پشرد غمرہ و انداز و ادا شوخی و ناز
آگے شعلہ کے، دوہندو منش سحر طراز
بندوبست اور لگا کرنے کہیں ششمہ ناز
اوس زرخداں پہ سمجھ تو نہ تھکی زلف دراز
شعلہ کو بال سے باندھا تھا، کیا کیا اعجاز
اوس کی تہیہ کا ہے نقاش ازل صورت ساز
ایک نے، ایک کی بیعت کو کیا ہاتھ دراز
شم حراب ہیں، کعبہ کے، بتقریب نماز

شب کہ تا صبح ہری چشم تخیر تھی باز
لمعہ یارب کہ کوئی برق تجلی کی چمک
مل کے نک آنکھ جو دیکھوں ہوں تو یک غیرت شمع
آنے سے اور ہی دنبال میں عقل و دل و دین
زلفیں شبرنگ نگوں چہرہ پہ یا سجدے میں
کی متاع دل عاشق جو انھوں نے غارت
چاہ میں دزدیہ کار کبے آویزاں
سرخ موباف غضب جدید میں وہ جھکا
نورم رنگ سمن کر کے خم صبح میں حل
دونو ابرو تھے بہم معتقد و تہہ حسن
ابروے کج میں سے خال، الہی کہ ہلال

تقطع

گلہ صیاد، گئے ترک وہ نادر انداز
اون کو کس طرح سے یارب! نہ کہوں شعبہ باز
گرمی برق نگہ، حوصلہ کی زہرہ گداز

گلہ آہو سے غزالہ میں گے اوسکی آنکھیں
گلہ ہیں نرگس نمور گئے ساغر سے
کادش تیر و مشرہ صبر کی تھی سینہ شکاف

۱- آہ وہ تیرا

۲- بگہنا

۳- اوس کی ہے جہ کا

۴- بے خم حراب میں کعبہ کے عیاں پر نماز

۵- بے قطع نہیں لکھا۔

زود گیری۔ سر ہنر۔
 ایک بالٹ پہ ہیں دوست دہر کے ہوا میں
 خال اوس رخ پہ نگہ آئیں۔ ماویں میں
 تھا وہ آویزہ دکان سے یا اوس کے رون
 وقت نظارہ لب روح فرا سے اوس کے
 دیکھ دندان و دہن چشمہ حیاں میں اگر
 چہرہ سیاب میں اوس چاہِ ذقن کو سمجھا
 راہ میں چاہ ہیں دو اوس ذقن غیب پر
 مست ہوں شوقِ صراحی سے گلو گیر مرا
 دے گلو سے یہ صدا تبہہ کی کیفیت
 ساعدہ سادہ سیمیں کی صفا کیا کیسے
 زور رنگینِ خمس وہ صفائی۔ پنجہ
 پہنچ اوس سینہ پہ پہات اگر کیجئے پاتھ
 حضرت روحِ قدس بھی وہ پھین دیکھیں گر
 شب تاریک میں جون موہ وہ میاں نہاں تھے
 آئینہ وہ شکم صاف ہے کہ اوس میں ناف
 جا تر ناف لگا کہنے مرا دستِ خیال
 یاں سے جاسوے سرین، سوچ کے اے رہبر دلگرا
 دیکھ آئینہ زانو کی صفا نخلت سے
 ساق مابہی سفور کہ چہیزے سے جسے
 شمعِ کلور تھی یا ساقِ سن نام اوس کی
 پشت پا اوسکے وہ دل کش کہ اگر مانگے دل
 واہ رے قامتِ موزون خوش اندام اوسکا
 اور وصف اوس کا کردوں کیا کہ پڑھوں ہوں یہ ہی
 آن پری چہرہ نگارے کہ ندارد مثلش
 آئی اٹھکیلیوں سے بیکہ اونٹھاتی وہ قدم
 طالعِ خفتہ مرے چونک اٹھے بس ناگلا
 نفس چند تو حیرت سے خموشی تھی مجھے
 کانے تو شوخی سے رم آموز غزالانِ سخن
 حکمراں ہے وہ ترا حسن کہ جسکے آگے
 تیرے جلوہ سے تو پر نور ہوئی میری چشم
 کہہ کہ در پیش کدھر کا ہے مجھے بارے قصد
 سن کے یوں لائی وہ لب پر سخن روحِ فرا

عکس
 دل
 شوق
 وصف
 مست
 شمع
 چکا
 نقشہ
 یوں
 بسکہ
 ذقن
 کھل
 کہ
 ہر
 ہو
 اوس
 ہو
 گلشن
 شر
 درپس
 شور
 اوس
 پھر
 دے
 ہے
 گوش
 اے
 کر کے

- ۱۔ ب۔ عشق
- ۲۔ کہوں
- ۳۔ آ۔ ب۔ بہ لعلت باز
- ۴۔ آ۔ ب۔ ہے اپنا قصد

حیف دانش پہ تری ہے کہ نہیں مرم راز
تاری تسبیح نقیبوں کا ہے ابریشم ساز
کہ وہ ہے زینت اورنگ و وقار و اعزاز
کہ زمانہ میں ہے ہر اہل زماں سے ممتاز
گر رسائی ہو وہاں تک تو گردوں بخت پہ ناز
بندگی یاں کی مجھے فرض ہے مانند نماز
جا حضور اوس کے میں، اسطرح ہوا زمزمہ ساز

تہنیت نام سے اور قصد کی پوچھے جو طرف
آج وہ دن ہے کہ یہاں تک ہے اونٹھے نغمہ عشق
شادی جشن جلوس آج ہے یعنی اوسکی
شاہ عالم کہ ہے ذات اوسکی ہے، عالم کو شرف
سو اب اوس محفل پر عیش میں اپنا ہے قصد
میں کہ بندہ ہوں اسی باب لک رتبت کا
سن کے یہ مزہ خوشی سے میں چلا او سکے ساتھ

مطلع ثانی

تحت طاؤس کہ گردوں پہ اوکے سو سو ناز
لے کے قالیچہ زردوز لک جوں بزاز
چشم خورشید کہ خورشید سے چشم سواز
تو کہ ہے ظل خدا کون ہے تیرا انباز
کج روی بھول گیا ہے یہ پہر کج باز
آئینہ تک بھی جو دیکھیں تو نہیں ہے غماز
نسر طائر بھی ہو پھر آب میں جوں بچہ قاز
قطع و برش سے ہر ایک رہوے یہاں تک پھر باز
رشتہ شمع سے وہ راہ کرے پیدا کلز
شیر و روبہ کی تصویر لکھے صورت ساز
اور شیرانہ ہو، روبہ کو بیچے تک و تاز
کہ بیاں کیجئے کیا اے شہر مظلوم نواز
طائر روح سراسیمہ کرے ہے پرواز
پر تری اذن حفاظت سے وہ ہوویں جو مجاز
شعلہ و سبزہ نورستہ کی صحبت کو جواز
منہ پہ اوس کے جو چڑھے یہ لک عربہ ساز
سر ناخن سے جدا جیسے ہوں اوراق پیاز
قاش سے زیں کی اوچک لے تو برائے تک و تاز
پشت ہر طائر عرش کی بنے سینہ باز
نکتہ پایان عجم حرف طرازان حجاز
بر میں جوں ٹھیرے نہ معشوقہ شوخ و طناز
نہ تو کچھ حرص صلہ کی ہے، نہ انعام کی آرز

تحت طاؤس کہ ہے تیرے قدم سے ممتاز
اوسکی مسند کے لیے چرخ پر اختر سے آنے
خیرہ ہے اوس رخ تاباں کی تجلی سے یوں
راست ہے سایہ نہیں ایک کا ہو الا ایک
راستی کی یہ روش عہد میں تیرے رانج
عیب گوئی کی یہ صورت ہے ترے عہد میں عو
موج زن ہو جو ترا بحر کرم بال نشان
ہو ترا ذکر حفاظت جو کسی محفل میں
رگ گردن کو گربان سے ہے جیسے ربط
واہ رے معجزہ رعب حمایت کہ اگر
پیش روبہ سے گھبرا کے گریزاں ہو شیر
ناوانوں کو یہ قوت ہے حمایت سے تری
پست صعوہ بے بال سے ہر شلاہ کا
جمع دو ضد ہوں اگرچہ نہیں عقلاً یہ روا
روے گلگوں پہ خط سبز ہو جیسے یوں ہو
کس قدر جوہر برش ہے تری تیغ میں واہ
صفو سے صفو پہوستہ ہو یوں اوسکا دور
واہ رے رخس لک سیر کہ گو اوس کی عنان
بس وہیں نقش سم و نعل سے اوس کی یک دست
اوسکی سرعت کے بیاں میں تو بہت عاجز ہیں
بغل معنے والفاظ میں شوخی سے نہ آنے
خسروا! باد شہا مدح سے تیری بچھ کو

۱- ب- چین

۲- زردوز قدر جوں

۳- آ، ب- تیرا ہے

۴- آ، ب- بال نشان

لیک لانا ہوں یہ دردِ دل کا
 نظر لطف تو رکھ کر نہ
 ختم کرتا ہے دعا پڑھ کر یہ
 سایہ تیرہ دروں تاکہ رے خاک
 دشمن جاہ ترے خاک میں رتے ہی رہیں

یہ لفظ ہے جو
 اس کے لئے
 اس کے لئے

۲۔ قصیدہ در تہنیت بسنت مشتمل بر مدح حضرت زردوس منیر شاہ عالم بادشاہ

فیض اُردی سے سے چکاں غنچہ و سواد گل
 تربیت سے ابر کی ہر گل ہو بھیے شاخ سبز
 کیا عجب سے گر بہم پہنچائیں گل کا رنگ و بو
 بیچ و تاب شاخ سبیل سے نہیں کچھ کم کند
 سر پہ ہر سبزہ کے سے اس رنگ کا گل کی نمود
 جتنی اشیا تھیں گل درجیاں ہوئیں اس فصل میں
 کیجئے مصرعہ تجلی کا، جو تفسیر سے بجا
 یمن سے باد بہاری کے سے ہر کھر باغِ خلد
 اس طرح گل گیر میں، گل شمع کا دکھلانے رنگ
 خاک پر سجدہ نہیں ممکن، کریں ارباب دین
 ریشہ گل رشتہ اور تسبیح کا دانہ سے سبز
 دعویٰ خشکی کریں اس فصل رنگیں میں اگر
 چوب سوزاں سے کرے جوں چوب کسب شعلہ یوں
 شاخ گل سے ساعد عشاق بھی کچھ کم نہیں
 بل بے تاثیر دم انسوں گر باد بہار
 یک قلم حیرت ہے کیونکر صفحہ نگزار پر
 اعتدال باد سے بالیدگی پیدا کرے
 طرہ تحریریں ہیں اس پر عکس رنگ سبزہ سے
 بادِ جولاں سے سے خنداں صنعت نقاش ہے
 کرہا سے دشت میں پھولوں کے گردوں کی نمود
 شاہ عالم کو مبارک ہونے یہ فصل بسنت
 وہ سحاب لطف، ابر مکرمت، نیانِ جود
 آبِ شبنم سے دہن کو پاک کر اپنے مدام
 یاسمین کا غنچہ منھی میں لیے نکلے سے سیم
 عہد میں اویکے اگر بلبل کا ہودے سینہ چاک

کیا عجب لادے اگر شاخ کلاں
 ابر سے اپنی دکھاوے
 وہ جو ہیں فولاد کی پشت
 ارغواں کا سے بیٹہ
 جس طرح ہوتا ہے صرف ریشہ دستار
 لطف موسم سے نہ تنہا ہو گئے پتار
 شش بہت شش لالہ شست و چار عنصر چار
 تختہ در تختہ ہے گلشن
 جس طرح بلبل کی ہو صرف ہر منقار
 صحن مسجد سے سے پھولا، تا سر دیوار
 بلکہ سے اس فصل میں ہر حلقہ زنار
 زاپدوں کے وہاں ہوجاویں گلے کے پار
 شاخ گل پر گر عمارتیں تو لادے ہار
 بلکہ ہیں اس کے شگفتہ جوں گل نگزار
 نہیں عقرب سبز سے اور نقش پشت ماد
 دانے شخرف کے کھینچے سے بے پر کلہ
 گر تراشے سنگ سے دستِ صناعت کلہ
 ہاتھ پر ہر شاخ کے سے جام مینا کلہ
 وہ جو رکھتا ہے کفل پر اسپ خوش رفتار
 اس قدر لایا کہاں سے دامن کسار
 فیض سے جس کے ہوا باغ جہاں میں خار
 عہد میں جس کے سے شہر و کوچہ و بازار
 نام پاک اوسکا کرے ہر صبح دم نگزار
 اوس کے جود عام سے رشک کف زر دار
 دے رگ جان سے وہیں بنیہ کی خاطر تار

۱۔ آ۔ قبول پرواز

۲۔ ب۔ رکتے ہی رہیں

۳۔ ل۔ = گلشن ہے اور سمار گل، متن مطابق آ، ب،

۴۔ آ، ب۔ اوس کے لطف عام سے مشہور ہے زردار گل

پانے تیغِ موجِ صرصر سے نہ کچھ آزار
 بن گیا ہے درجِ معجونِ جوہر دار
 ہوتہ زردگر کو کردے التہابِ نار
 نیزہ نگین، شاخِ ناوک، چار گل ہیں، چار گل
 اس طرح ہے جس طرح گردِ لبِ انہار
 تو اگے جون پارہ آتش تمام آزار
 ہوہا ہے سرسبز جو ایک تنیں انگار
 جون صدف پیدا ہو لبریز در شہسوار
 خاک پر ذر سے اولت دے ساغر سرشار
 شوخ چشموں سے کرے بے عفتی یکبار
 اب تک رکھتی ہے چشمِ زرگس بیمار
 خشک نے کو اب تک دیکھا نہ لاتے بار

حفظ اوس کا اس قدر ہے عام باغِ دہر میں
 واسطے بیماری زرگس کے، اوس کے حکم سے
 کسب گر آتش کرے اوس کی نسیمِ خلق سے
 سینہ اعدائے دولت طرہ نگین ہے وہاں
 خون باغی کا دم شمشیر و خنجر پر نشان
 گر خیالِ قہر میں اوس کے کرے جنبشِ نسیم
 ذکر تیغِ تیز پر اوس کی، مگر رکھے تھے کان
 خاکِ بستانِ ابرِ جوہر سے گر ہو، مایہ در
 یاں تک اوس نے خلافِ شرع کی توڑی ہوا
 ہوں گم اسبابِ نظر بازی بھی گر اوس عبد میں
 ایک دن بادِ سر گاہی سے پھیر کانی تھی آنکھ
 گفشانی پر ہے خامِ مطلعِ رنگیں سے پھر

مطلع ثانی

غنچہ آسا ہو گرہ از بسکہ کھینچے عار
 تو اگے خورشید ساں نگین سے پر انوار
 باعثِ تائیدِ بینائی ہو عینک دار
 جنبشِ دامانِ صرصر شمع کو یک بار
 لب تک لایا مدحِ پنجمہ زر بار
 اے کہ رکھتا ہے وہاں سامانِ صد گزار
 منعکس اوس کا جو ہو اے شاہِ جم، مقدار
 سکھ نام مبارک نقشِ جون دینار
 تیرے نخلِ کوہِ تمکین سے بزیر باد
 فوت جون اُنگر کرے ہر مرغِ آتشِ خوار
 جمع سے دو ضد کی الفت کے کریں آثار
 شاخِ د برگ و غنچہ نکلیں اور لاوے بار
 ہر نقطہ ہو غنچہ سنبلِ سطر اور طومار
 سن کے جس کو باغ میں آسیں کہیں سو بار
 جب تک ہے زبِ فرقِ مردم و اشجار
 خون اعدا ہو اپنی بہر فرق دار
 اوس کی دولت کا بحقِ احمدِ مختار

تنگ دلِ حامد کرے گر زینتِ دستار
 رانے روشن ہو تری گر باغ پر آئے وجود
 وہ عبادِ راہ ہو گر سرمہ چشمِ سفید
 گر وہ ہو ذکرِ حمايتِ بزم میں، کب کر سکے
 اب تک اپنا دہن رکھتا ہے پُر زرا ایک صبح
 باغِ شوکت کا تری اللہ دے فر بہار
 تنگیِ مراتِ گردوں سے نظر جون، غنچہ آئے
 زر بہ کف نکلے ہے اس خواہش سے تا اک دن کرے
 نیلوفر سے ہو کبودی میں غلط یکدم جو آنے
 قلبِ ماہیت ہو تیرے حکمِ ناند سے اگر
 اے تعالیٰ اللہ اعجازِ زبانِ معدت
 نخلِ موتوں کو اگر دیں چشمہ آتش سے آب
 گر نگارش کیجیے تک مدحتِ بستانِ خلق
 مدح سے اوس کی کہ، اب نمونوں تو آہنگِ دعا
 موتوں کا بار پہنے جب تک شبنم سے شاخ
 گردنِ گردن کشاں ہو اوس کندرِ حکم میں
 دور آسب خزاں سے رہو یارب تا ابد

- ۱۔ کسبِ گر
- ۲۔ آب ہو گر مایہ در
- ۳۔ آو نقطہ ہو بہر غنچہ

زے نمودر عید د
 کلید سبکی میخانہ پھر ہوئی
 ہلال و چرخ و شفق دیکھ کر بہیم کو نگر
 کہ حوض سبز میں لعل گوں میں ساتی نے
 شفق سے دیکھ کر نو کی دم بہ دم یہ جھک
 عروس عیش کی ابو کو زہر معبر سرخ
 کشاد عقدہ کلر جہاں مبارک ہو
 گئی ہے چھٹ سپر دست روزہ، یعنی بہر
 نوانے مطرب گردوں سے دل کشی گم تھی
 بنے تو کاتب قدرت کے ہاتھ لیجے، جو
 کہ آب نقرہ سے لے صفحہ زرد پر
 ہوا ہے ناصیہ ماہ عید کہوں روشن
 وہ بہار و خلافت محمد اکبر شاہ
 پہر و عرش بھی ہم مرتبہ ہوں اوسکے اگر
 علو باب کو دیکھ اوس کے جھک گیا آخر

بہاں
 محبت کی دولت کی ہوئی دل
 بسوے
 دیا ہے
 ہلال عید لے
 بنا کمانچہ ہے
 محبت ہے خوش رخی
 دقیق مصرعہ روشن لکھا ہے
 مگر ہے کہ در سلطان
 کہ جکے آگے سے بہر ننگ کو
 زمین کرے لکھی و شری شریانی
 دماغ چرخ میں تھی خود سری و خودرانی

قطعہ ۳

وہ در ہے کعبہ دہر چار سو، وہاں کے سنگ
 زمین در سے وہ یارب کہ لوح غیب نما
 مثال صفحہ کہ ہو وہ نگین سے نقش پذیر
 نہ ہر سیاہ دروں اوس کے در کے گرد پھرے
 نصیب سایہ ہو جوں خطر یار مسند بہر
 نگاہ اوس کی جہاں سے نہ واں ملک پہنچے
 قلم نے مدحت ش میں لکھا ہے مطلع جاف

سجدہ خلق کی خاطر کریں مصلانی
 زبیں جہاں کی ہوئی وقف سجدہ پیرانی
 عیاں سے اوس سے خطوط نوشت سیمانی
 طواف کعبہ کہا و کہا کلیسانی
 کرے جو خاک نشین کی عروج افزانی
 پر مگس سے نہ ہو پھر بال عنقانی
 بن اوس کی نئے سے اسنی تھی کہیں گہر زانی

مطلع مانی

وقار اوس کا اگر رد کرے سبک پانی
 غضب وہ نازہ تہر ہے لکھوں جو اوسے
 ہند کو سر آتش پہ ہو شرور زانی
 قلم سے صورت گل ریز ہو شرور زانی

۱۔ لندن۔ افزائی، لیکن فرمائی درست ہے۔ غالباً سو کاتب
 ۲۔ ب۔ میں زائد شعر، ل = میں بھی ہے
 ۳۔ ب۔ قطعہ نہیں لکھا
 ۴۔ لندن۔ سر آتش ہو۔ لیکن یہ درست ہے۔ غالباً سو کاتب

قطرہ

بروزِ مرکہ جاوے چمک بیکٹانی
 کہ خود سے صف شکن اختران بہ تنہائی
 دکھادے ہیکر خوردشید شکل جودانی
 حنا و غازہ ہے لیتی دم خود آرائی
 گریں تو ہے یہ سہی قامتوں کی کجرائی
 کفن ہو سرو کے تن پر لباس رعنائی
 سنگروں کی ہے یہ بھی کمال دانائی
 رکھے تھی چشم بتاں مثل ترک بغمائی
 فسوں نیزہ گزاراں نے کر، صف آرائی
 کریں وہ تربتیں جب کہ کد فرمائی
 کہ جسم سیم تنان کو لباس خارا
 ہوا میں آنے نہ اتنا دم مسخائی
 لکھے سے ترجمہ قطرہ کے معنی میں دریائی
 پکار کر انا لفظ و انت معنائی
 کہیں رقم ہی نہ امروز ہے نہ فردائی
 حضور اوس کے میں دیتے ہیں اذن گویائی

تساں بدست و رخ افروختہ غضب سے جب
 ہجومِ خصم ہو اوس کو کبے سے سب برہم
 جو اوس کی تیغِ ہلالی کی تک چھری، منہ پر
 عروسِ فتح سدا خون و خاکِ اعدا سے
 ریاضِ عدل میں اوس کے شکارِ طائرِ دل
 اگر اوتھانے سنان سوے سینہ قمری
 زمانِ معدلتِ شہد میں ترکباز کا دھیان
 متاعِ صبر پہ عاشق کے قصدِ غارت و پانخت
 نگہِ مرہ کولیا اوس نیبِ عدل سے گھیر
 بدل درشتکد خود یاں تک ہو شفقت سے
 بغل میں شیشہ کو اس چین سے رکھے خارا
 نسیمِ خلق ہے اوس کی بھی جاں فزائے جہاں
 لغتِ نویسِ صحاح سجاد جود اوس کا
 زبے وہ دستِ زرافشاں کہ ہمت اوس سے کے
 کتابِ وعدہ میں اوس کی بغیر ہاں بردار
 کھلا نہ مدحتِ غالب سے دل کہ جراتِ شوق

مطلع ثالث

نہ ٹھیرے مہر کی بے ہنجر چشم بینائی
 وہ کون ہے جسے تج سے ہے لافِ بہتائی
 بغیر حق کے کسی کو مجالِ گنجائی
 کہیں بھی گز سے ہونی ماہتابِ بہتائی

زبے جمال ترے وقتِ جلوہ آرائی
 خدا کا سایہ ہے تو ایک ہے خدا، تو ایک
 ترا یہ سینہ وہ وحدت سرا ہے جس میں نہیں
 قلم لکھے ترے انوارِ سینہ، کیا ممکن

قطرہ

کہ سیکھ کر زنِ دنیا اگر، زلیحائی
 بتانے تو ہو تری و جبرِ دامن آلانی
 کھلے اسی کا گلِ نو بہارِ رسوائی

وہ مصرِ ہمت عالی کا تو بھی یوسف ہے
 نگارِ خانہِ خاطر فریبِ خواہش و کام
 لگے نہ تک ترے دامن پہ داغِ تہمت کا

قطرہ

ترے زمانہ عفت میں بادِ صبح سے آنکھ کہیں تھی زگسِ شہلا نے بسکہ پھر کانی

۱- بید تو ہیں

۲- آء معنی دریائی - ۳ = ل = ان . ساقل الاوزان غابا ہو کلاب

۳- آء = بتائی تا ہو

یہ افساب کیا تو نے اپنے
جو ارے ہو تھے وہاں

نظر

کرنے جو قطع بہم ربط لازم و ملزوم
نہ اقتضائے طبیعت ہے پر قبول کرنے
نجات قابوے ظالم سے دے، ضیعفوں کو
دلوں پہ دستہ تصرف نہ پڑے زہادوں
عجب بلند مضامین اپنے ہاتھ لگیں
زے وہ فیل کہ مانند مست بادہ ناز
نظر پڑے جو وہ رنگ تو دھیان لیلی کا
ہلانے جب سرخرطوم میں اونٹھا زنجیر
عیان ہیں دانت کہ آب بقا سے وقت شنا
گزر نہ دانت سے اوس دانت تک قیاس کرے
رخن ایدھر سے اودھر چین بیچ میں پیدا
سوار اوس پہ جو تو ہو گئے ہے دیکھ کے خلق
کہاں ہے شوق کلیم الہی، کرے تک سیر
گماں ہوا کہ شب قدر میں ملک آیا
میرا خیال کہ افلاک کی کرے ہے سیر
نہ مدح اوس کی ہو، چھوٹا ہے، منہ بڑی ہے بات
جسے سمند کہ کیا کیسے سرعتمیں اوس کی
عناں تک حرکت تا نہ ہاتھ سے پیچھے
وہ تیز گام کہ چھٹ اوس کے ساتھ سے سایہ
دم ارادہ ادراک وسعت عالم
جلو میں اوس کی رواں فکر ہو ہندس کا
کفل سے خرمن گل داغ، غنچہ گوش سے تنگ
خنا سے رشک گلستاں سبک روی سے صبا
سخن شناس شہا خسروا! ضمیر رسا!
حلاوت سخن اس مدح خواں کی اپنے دیکھ
یہ بہ مذاق مزہا اس بیباں کا کیا سمجھیں
ضرور عرض ہنر کیا کریں ہیں خود گمنوں
پڑھ ایک حضور میں قطعہ کہ یاں ہیں وابستہ
خدا یگانا! و عالم نواز سلطانا!
رسانی جس کو ہونی ہے ذرا ترے در پر

۱۔ بہ گے

۲۔ آئے مجھے

نماز حکیم ترلاہ وقت
قرآن و رہبر و شکر
تری حرم بازوئے صورتت
بتوں کی ہرگز مرگان سے
کروں جو لیلی سجاد کی
دکھاوے جھوٹے عین سوسطہ
پھر آنے خاطر مجنوں میں
تو کھانے رشک سے بل کا کل
دنپے ہیں دست مصفا سے
کہ اوس رمیم ہونڈی کی
زمین ہند کا طول و جیش کی
ترے جمال منور کی پر تو
کہ طور پر ہے عیاں مشعل
جو اس پہ شکل ہمایوں تری نظر آتی
نہ اوس پہ پیچھے سے بلے بلند بالائی
کہ میں نے وصف بزرگان کی تاب کیا پائی
نہ برق کو نہ صبا کو ہے، اوس سے ہمایوں
جہاں کی تے، کہ اتنے میں دشت ہمایوں
رہے ہے جست میں مثل غزال صحرانی
پہ وقت دغدغہ ہانے پہر ہمایوں
حلقے رکاب میں اوس کے خیال مشائی
دم اور بال سے سنبل کو تاب افزائی
غرض تمام وہ یک نوبہا رہے رعنائی
کہ تجھ سے اہل ہنر کی ہے قدر افزائی
مگس یہاں کی ہے روح غیاث حلوانی
عسل کو تلخ کہے ہے ہاں صفرانی
تمیز سنگ و گہر صاحبان ہینائی
ترے مقاصد دخی، امور دنیائی
کہ بندگی ہے تری صاحبی و آتانی
نظر سے اوس کی ہے ساقط شکوہ دارائی

زبان کو مری کم ہے نہ نطق و گویائی
کہ اوس پہ ختم ہوئی طرزِ نکتہ پیرانی
چہ حاجت شدن بردت تقاضائی
غرض دعا ہے، پہ واجب ہے نغمہ پیرانی
الم کی رات کو، تا تیرگی و یلدانی
نصیب ہو ترے اعدا کو زشت سیمانی

لبِ سوال نہ اپنا کھلے ترے آگے
ترے حضور میں پڑھتا ہوں شعرِ منت کا
کریم، رسمِ کرم گستری نکو داند
نہ عرضِ حال کی طاقت نہ مدح کا مقدور
صبحِ عید کو لازم ہے تا فروغ و ضیا
ستارہ نت ترے اجباب کا درخشاں ہو

۲۲۔ قصیدہ ایضاً در تہنیتِ عید الفطر مشتمل بر مدح مرزا محمد اکبر بادشاہ غازی

چرخِ مینائی سے تیرا شیشہ جلوہ گری
نورِ دل افروز کو گہہ چادری گہہ مچری
جون جبین صایماں انوارِ طاعت گستری
چہ صاف بلوری جوے آبِ گوہری
کی ہے جوئے شیر پیدا، رگِ کوه اختری
دور سے جس کا محیطِ آسمان چنبری
انبساطِ طبعِ عارف سے فزوں پسنادری
وہ ہی نسریں جاگی تیری وہی سہیں بری
سکِ ذرہ گردوں لیے پھرتا ہے مثلِ جوہری
واسطے آئینہ عالم کے ہے روشن گری
بے طرازِ نقرہ گوں تھا یہ لباسِ عنبری
چہرہ پر نورِ شہ نے تجھ پہ پر تو گستری
داغِ نخلت سے زمینِ آسمان پر مشتری
درۃ التاجِ شہی نعلِ کلاہِ سروردی
چہرہ شوکت سے ہے پیدا شکوہِ اکبری
ہو دماغِ چرخ سے بیرون خیال خود سری
شرط یہ ہی ہے کہ ہو گردش سے محفوظ و بری
تنبہ نیلوفری ہے غنچہ نیلوفری
مثلِ اندر کبک کا ہو توت گلِ برگِ طری
دیکھتا دشمن سے دشمن بھی ہے روئے بہتری
شمع کی تپ کے لیے شاید کہ ہو چارہ گری
ہو رگِ جان سمنہ ریشہ نیلوفری
بیم سے مظلوم کے تن سے کرے ہے طایری

مرجا اے صبحِ عید اے رشکِ رخسارِ پری
حبذا اے سہی کا فورتن رخ پر ترے
لوحشِ اللہ لوصہ سیمائے تیری ہے عیاں
وہ طراوت بخش چشم تشکاں یعنی ہے تو
واہ شیریں کاریاں تیری کہ بے تیشہ زنی
اللہ اللہ کس قدر دامن کشانی ہے تری
انشراحِ خاطرِ دانا سے ہے وسعت زیاد
ایک سا ہے ظاہر و باطن صفا و نور میں
خوشہ پرویں سے تیرے فرق پر بہرِ نثار
دم سے آئینہ مکر ہو دلے دم سے ترے
دامنِ شب سے جھمکرا گر نہ ہو جانا ترا
یوں تجلی خیز کسوں سینہ ترا ہے، کی مگر
نیرِ اوجِ شہنشاہی کہ جس کے روبرو
شاہِ اکبر وہ کہ جس سے آب و رنگِ سلطنت
کو کبہ کو اوس کے دعوایے جہانگیری بجا
باہیان در دولت سے گر بھر کر چلے
اس کی رفعت سے ملک کو دیں تشبیہ پر
اوس محیطِ قدر سے اونھیں جہاں موجیں وہاں
گر مزاجِ اشیا کے، اوس کا حکم نافذ پھیر دے
عید میں اوس کے کے سینے معاذ اللہ ضرر
بل بے اعجازِ طبیبِ عدل گر کلور دے
دے اگر اضداد کو وہ عدل، حکم اتحاد
یہ ملک ہے عدل کی اوس کے کہ روحِ ظالماں

۱۔ آبِ سیمائے تری عیاں

۲۔ آوز میں

۳۔ آبِ جبین

۴۔ آبِ طنطنہ

۵۔ لندن، زائد شعر، بے میں بھی ہے

۶۔ آوز آخر

وہم کی کادشوں سے ہر طرف سے ہر طرف سے
 حکم اوس ایمانے ابرو کا لکڑی ہر طرف سے
 دشنہ پیکان، تیغ، خنجر، کس، ترس، ہر طرف سے
 دوبرے شاہ نمونوں اور ایک مطلع (راہوں)

مطلع ثانی

ہو جو فیض تربیت سے تیرے اکسیر آوری
 راست بازی سے تری تالیف جزو کل ہے
 خاصہ مشکیں رقم تیرا ہوا نک رشہ ریز
 خانہ زاد اس گھر کے ہیں اقبال و رنعت اوج و جاہ
 قطب سے داغِ غلامی ہے جہیں چرخ پر
 آرزوے سجدہ یاں تک اوس در دولت پہ ہے
 عکسِ جہیہ سے تری خور مایہ دارِ نور سے
 ہر کہہ سکتے ہیں تج کو ہر گھر ہو بے ذوال
 اللہ اللہ قصر رنعت کا تری اوج و علو
 پایہ اول تک قصہ رسائی میں یہاں
 یوں خم ابروے طاق اوس کے میں ہے شکل زحل
 حلقہ در سے ترے نسبت جو دی سے ناز سے
 گرنگیں مراتِ سنگ در سے تیرے کوئی پانے
 قدر کیا چرخ پر اختر کی، کہ مطلع سے ترے
 سے ترے ہر ہر نفس میں ایک قانونِ شفا
 راحت آموز مریضان گر ترے انفاں ہوں
 مانعِ زخمِ دلِ عاشق جو تو ہوا گم کرے
 خونِ اعدا سے ترے اور جوہرِ شمشیر سے
 گر گزارا زیرِ ظلِ کوہِ مشکیں ہو ترے
 دے سے یہ گنجِ معانی، زرفشانی وہ کرے
 دو جہاں اکدم میں بخشے، یہ بھی اک اعجاز ہے
 ہنجمہ شمشاد قطعاً دست تابِ تیشہ ہو
 واہ گردوں سیریاں اوس رخس کی، ہے آفتاب
 کیا ہوا اوس نعل کو، برجیس گر کہدے ہلال
 اچلاہٹ سے کھنچے نقشہ کب اوس کا، ہاں مگر

سنگ کے ہیں جن طلائے ہر طرف سے
 رشتہ شیرازہ میں ہر طرف سے
 کچھ تو کلوری سے لڑی رہا ہے ہر طرف سے
 تیری صرف بندگی سے ہر طرف سے
 منطقہ کا خط کر کے ہر طرف سے
 شکل جہیہ کی بنا ہے آفتابِ خادری
 ہے یہ آخر آفتاب اس سے ہر طرف سے
 بدر بھی تو ہے اگر ہو بدر نقصان سے ہر طرف سے
 اے کہ حد لکر سے اوس کو کہیں سے ہر طرف سے
 طائمرانِ عرش ہیں شاکی بچے یاں و ہری
 طاقِ ابروے بتاں میں جیسے خالِ غمیری
 گرد اپنے آپ پھرتا ہے یہ چرخِ چھبری
 ہم سلیمانی اوسے بھیتی ہے ہم اسکندری
 چندہ اکر ہیں بروے تودہ خاکستری
 اے کہ بیمارِ دل کی تج سے ہے چارہ گری
 چشمِ خوباں سے ہو ہر بیمار کو ہم بستری
 غمزہ و مردگانِ خوباں دشمنی و خنبری
 سے عروسِ فتح کو گہ، غازی گہ زیوری
 کشتی طوفاں زدہ پھر خود بخود ہو لنگری
 بزل و ہمت میں ہے دست و دل کو تیرے ہمسری
 جو تج پر ختم ہے احمد پہ جوں ہوشخبری
 تک اگر مظلوم کو سکھلانے تو زور آوری
 یوں رکاب اوس کے میں جیسے لعل اور انگشتی
 کم نہیں کرتا ہے قدرِ جنسِ طعنِ مشتری
 کوند بجلی کی ہو صفحہ، خامہ موجِ صرصری

- ۱۔ آبِ طلا
- ۲۔ آہ سوے
- ۳۔ آہ رشتہ شیرازہ مصحف
- ۴۔ آہ زائد شعر

سے کند انگن ورق پر نقش تار مسطری
 بلے چالاک و شوخی، واہ رے چابک تری
 اس لیے کرتا ہے دستِ دلبراں میں طائری
 کوئی اس رفتار میں سرعت ہی سرعت سے بھری
 یہ سلیمان ہے، کہ رکھے حکم میں باد و پری
 اے کہ بابِ قصر تیرا سجدہ گلہ تبصری
 یاں سے رو تابی ہے بدبختی شقاوت مذہبری
 یہ عقیدہ ہے مرا اس میں نہیں کچھ شاعری
 جز دلت نزدیک من بایست آن از کافری
 کم نہیں ہوتا ہے ورنہ شوقِ مدحت گستری
 سن کے آمیں کہتے ہیں انس و ملک جن و پری
 تاصباحِ عید کو خاطر میں عشرت آوری
 ہو طرب کو سینہ احباب میں جلوہ گری

بکہ حرفِ وصفِ شوخی کا ٹھہرنا تھا حال
 جو ذرا چھو جانے اوس سے، بال و پر پیدا کرے
 اوس کفل پر گہرا گے لگتا سے سورنگ حنا
 شوخیاں سی شوخیاں لبریز اوس پیکر میں ہیں
 تو عنناں پھیرے جو اوس کی یوں کہیں انس و ملک
 خسروا! بندہ نوازا! بادشاہا! دورا
 تبادہ آمالِ عالم، آستانہ سے ترا
 شعر ایک استاد کا پڑھتا ہوں حسبِ اعتقاد
 کعبہ ایماں دلت میگویم و ہر در کہ ہست
 مانعِ طولِ بیباں آداب ہیں اوس کے حضور
 لب پہ نمونوں کے لگی اس ذوق سے آنے دعا
 بہرِ قتلِ غمِ ہلالِ عید تا کھینچے ہے تیغ
 فرقِ اعدا پر الہی دم بہ دم شمشیر ہو

۲۳۔ قصیدہ ایضاد تہنیتِ عید الفطر

نقرہ گوں کشتی و عنبر کا محیط سیال
 مسطح برق کیا جیبِ صحرائی و جمال
 اس کے رخسارِ فروزاں پہ ہیں گیسو و خال
 مہ نے لبریز کیا مثلِ حریصوں کے جوال
 ہنجد، نورِ سحر مہر کا، لیکر غریباں
 کہ مصفا تنِ خاکی کبھی ہے جوں جسمِ مثال
 سرسبز صورت و معنی میں تنِ دجانِ بلبل
 رکھتے انوارِ حیاتِ ابدی مالا مال
 جوں سے برقعِ لیلیٰ میں تجلی جمال
 جوں تر زلفِ رخِ ماہِ دس مہرِ مثال
 اوس کے دامن سے لگی رہتی سے یوں صبحِ وصال
 دیکھیے مثلِ سویدائے دلِ اہلِ کمال
 دستِ معشوق سے جردہ سے ہو عقدِ لال
 کون وہ اکبرِ ثانی شہرِ تسلیم کمال
 آدمی ہے بہ جمال اور فرشتہ بہ خصال
 شجرِ طور سے ہوندا ہو ہر ایک نہال

لوحش اللہ شبِ عید و زے طرہ ہلال
 حذا شب کہ بروقِ لمعات اوس کی، نے
 اے خوشا شب کہ شعاعی خط و خورشید جو ہوں
 شب نہ کہہ، خرمنِ انوارِ تجلی کہ یہاں
 وقتِ تمسیرِ وجود اوس کی کیا گردوں نے
 محویاں تک کیے اجزانے کدورت اوس نے
 اس کی ظلمت سے فروغِ ازلی کو پیوند
 شبِ جاں بخش کہ جوں آبِ بقا ظلمت میں
 زیرِ دامنِ لمعاتِ سحری چمکیں تھے
 اوس کے طرہ میں نہاں غرہٗ پیشانی زور
 عنبریں جامہ میں جیسے ہو طرازِ ذریں
 نقطہ نقطہ جو تصور اوسے کہنے پر نور
 رشخہٗ نورِ مسلسل کہ گستہ جیسے
 شبِ نگہبہٗ نیلِ شہنشاہِ جہاں کا سایہ
 خلق و خلقِ تمکی و بشری اوس میں جمع
 ہو جو وہ رانے منور چمن آرانے وجود

۱۔ آ۔ ب۔ مشتمل بر مدح حضرت جہاں پناہ محمد شاہ بادشاہ

۲۔ آ۔ ب۔

۳۔ ل۔ لیکر جو غریباں تن کے مطابق آ۔ ب۔

بند کردے وہ سب کو
 عہد میں اوس کے ہے
 طاقتِ خانہ کہاں ہے

مطلعِ عالی

بائے سحرِ نغماتِ لعل
 واہ رانے واہ بلندی
 اولیں ہائے ہائے ہائے
 جلوہ گر ہونے ہونے ہونے
 کہ سیرِ بختی عشاقِ کون
 باز کا ہنجرِ عصفور
 گریہ ہوندرِ نقیضین ہے
 الفترِ شیشہ و خارا میں نہ رہے
 سو وہ اس عہد میں سے ناخن ہر ظلم
 کہ اوسے کھینچنے ہیں خارِ کفِ پائے
 آگے مظلوم کے، ظالم ہے پریشاں
 باز بہت سے اڑے صحرہ لگے ہے
 کہ سنگر تو وہیں سرد ہو، سوئے
 ہو تب لازمی شیر کو، شاید کہ
 ہو اگر خشک تو پھر چھوٹ کے جانا
 خطرِ نورگھ ہو جس رنگ سے اور
 طاہرِ روح نے یہ اوس کے نکالے
 خونِ باغی سے تری تیغ کے اطراف
 دمِ اعجاز کہ شاداب یقیں کا ہو
 موجہ آب ہے، تا سبز ہو باغِ اقبال
 بست و چار اختر تابندہ ہیں اور
 بغلِ لفظ میں مضمون کا پھرنا ہے
 فرق ممکن نہیں پھر حال سے تا
 باگ تھامے ہے صبا اور رکاب اوسکی
 اوس کی کیا مٹی مسافت کا کہوں
 لوحِ آئینہ سے اوس کی نہ جدا ہو
 ذہن میں کوئی ٹھہرتی نہیں تشبیہ و
 تو سمجھتا ہے بہانے گہرِ اہل کمال

تنگ کچھے ورقِ چرخ کو منشیہ خیال
 اللہ اللہ ترے کعبہ عزت کا علو
 نیتِ طوق میں گر بال کشا ہو پیکند
 ہے زحل طاہرہ قصرِ جلال میں ترے
 پرتو چہرہ ترا ظلمتِ دل کھوتا ہے
 دستیارِ ضعفاء ہو جو ترا بازوے - عدل
 ہو ترے حکمِ عدالت سے اگر جمع دو ضد
 دلِ عشاق سے جوں سخی ایام ہو دوست
 سر کھجانے کی سنگر کو نہیں سے طاقت
 شیر کے پر نہیں اس واسطے کھینچے ناخن
 یاں تلک دہبہ رعبِ حمایت سے تری
 صحرہ و باز کی تصویر جو لکھیں باہم
 نقش باندھا یہ کراماتِ عدالت نے تری
 کوئی تعویذ اگر پوست پہ آہو کے لکھے
 تابشِ آتش سوزندہ سے یک برگِ گیہا
 دامنِ شعلہ نہ ہو ہاتھ سے سبزہ کے نہا
 تابہ پر خانہ تنِ خصم پہ ہے تیر بلا
 سیر ہو لالہ و گل کی لب جو پر جیسے
 عدولِ آب ہوئی دستِ ہیبر سے رواں
 تو کہ نایب سے اوسی کا سوترے ہاتھ میں تیغ
 حذا رخسِ لنگ سیر کہ اوس کے تہر سم
 اچلاہٹ یہ غضب ہے کہ ہوتت بندش
 اوس کی سرعت کی زمانہ میں جو تک ہوتا شیر
 جب سوے خانہ ذیں قصد کچھے ہوتا ہے
 سامنے رکھ کے جو آئندہ اوسے ڈپنے تو
 غرب تک شرق سے، جا کر وہ پھرے اتنے میں
 بلے شوخی کہ بیاں کچھے کیا اوس کا وصف
 خسرو! نکتہ ورا! رمزِ شناسا! یعنی

- ۱۔ مطلع پڑھوں
- ۲۔ لندن بسوچے مال، جو درست نہیں
- ۳۔ آئینہ میں

لاف سخن فصاحت کو رکھا اوس نے لال
بیت ہر ایک شغائی کی پڑھی حسب الحال
گر بکادی جہدم خون سخن از قیصال
کوئیکہ واصف وہ ترا تو ہے سراسر انضال
کھلنے دے ہے لب سایل نہ ترا دست نوال
نہیں لکھتے ہیں تہی میں جو ہیں حرف سوال
کہ ادب داں کو مناسب نہیں یہ طول مقال
صیقلی تیغ سے جب تک کہ ہے تشبہہ پللال
خون بدخواہ دم تیغ پر اوس کے ہو حلال

تیرا مداح جو ہے نکتہ طراز بیکتا
خود ستائی نہیں مثل شعراء اوس کی وضع
بلکہ برکت عروم زمعائی دقیق
جو صلہ اوس کو عنایت ہو سراوار سے وہ
پیشدستی ہے طلب پر کفر ہمت کو ترے
قاعدہ دان تری بخشش کے ہوتے تعلیم
کیجیے ختم سخن شہ کی دعا پر مسنون
عید کی صبح ہے تاروے منور سے شیبہ
چہرہ افروز ہو اوس بزم میں معشوق طرب

۲۲۔ قصیدہ در تہنیت عیداً لضمی مشتمل بہ مدح حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

رکھے سے نخل شگولہ سے جامہ احرام
ادالے حج کے مراسم یہاں تک ہیں عام
نہ کم بنا سے ہے گلشن میں ایک ایک مقام
جسے ہے نغمہ تری کا کچھ وقوف مقام
بھرا ہے یاگل و ریحاں سے صحن باغ تمام
طواف کعبہ کی خاطر سبک اٹھانے سے کام
ہر ایک مرغ جن خطبہ شر اسلام
کہ پشت چرخ سے خم جس کے آگے بہر سلام
کنول کے پھول کے مانند چرخ ازرق لام
نپائیں طاق دل بت پرست میں اصنام
زمانہ چاکر و اختر مطیع و چرخ غلام
بغل میں شعلہ کے سیلاب کو رے آرام
شمیم نخل پہ نہ مایل ہو بلبلوں کا مشام
کہ جو سب سے دی ہوئے مانع اسقام
خواص نگہت گل میں لکھے ہے رفع زکام
کہ اوس تک نہیں ممکن رسائی ادہام
کتاہد مسحراب پر ہو جو ارقام
نہیں خیال کو ممکن عروج تا لب بام
سو اوس کو حج سے ہے نقصان اے شر اسلام
بنانے جب بہر کامل کو چرخ صورت جام
سو تیرے عہد میں بخشش سے وہ مسرت تام
مثال گردش اقداح، گردش ایام

بہادر عید میں ہے اب کے اتحاد تمام
ہوا ہے نغمہ بلبل ترانہ لبیک
کرے ہے دائہ گل سے نسیم ری جہاد
نے ہے موقف بستان میں اس سے وہ تسبیح
نضائے کعبہ میں ہے کلوان روم و جیش
نسیم، گردہ جن یوں پھرے ہے جون حاجی
پڑھے ہے منبر اشجار پر بیانگ بلند
وہ عرش مرتباً عالیجناب اکبر شاہ
وہ بحر جود جو ہو موج زن تو آنے نظر
مٹائی اوس نے یہاں تک بنائے کفر کہ جا
اشارہ اوس کا خداوند امر و نہی ہے یاں
اگر وہ لطف ہو تسکین رزائے بیتاباں
نسیم خلق جو اوس کی چلے بسوے جن
یہ چارہ سازی تدبیر کا ہے تیرے حکم
ضرر دکھا نہ کسی شے میں، یاں تک کہ طبیب
ز سے علو ترے ایوان قدر کا شاہا
سرخ چرخ نشیں کی نگہ نہ اس تک جانے
کنند کاکشان پھینک دے اگر بالفرض
وہ چیز جو کہ ذرا ہے شیبہ صورت نہی
ترے نیب سے کاہیدگی وہیں دیکھتے
ہی زمانہ کہ لازم تھا جس کے دور کو رنج
جہاں بزم طرب ہے کہ ہو سرور افزا

۱۔ بہاں آفاق مرزا والا قصیدہ ہے۔

۲۔ آ، ب بنانے

فر سے دست چرخ بہر شل اور نہ ہر وقت
 چرخ کچ کے چاہے اور نہ ہر وقت
 تو دست چرخ بہر شل اور نہ ہر وقت
 چرخ کچ کے چاہے اور نہ ہر وقت
 کہیں ہیں نیل پہ، طلعت کو دیکھ کر تیرا
 رکھے ہے بحرِ تعمیر میں کیا مجھے خواص
 ہی کہوں ہوں مگر نیل سے یہ وقت فنا
 زبے وہ سرعت تو سن جو کیجیے اوس کا وصف
 بہم نہ لفظ ہو پھر لفظ سے جدا مفہوم
 زبے ارادہ فنا ہی ترے ضمیر میں گر
 تو چھوڑ بہت عارف کی طرح کون ذمہ
 گزر بہر سے اس خوبی و لطافت سے
 خدا یگانا! حیرتی مٹا رقم کب ہو
 لب فرشتہ ہوا جو نغمہ آمین
 جو خیر خواہ تری سلطنت کے ہیں ادون کو
 عدوے جاہ ترا مثل میں قربانی

کہیں ہیں نیل پہ، طلعت کو دیکھ کر تیرا
 رکھے ہے بحرِ تعمیر میں کیا مجھے خواص
 ہی کہوں ہوں مگر نیل سے یہ وقت فنا
 زبے وہ سرعت تو سن جو کیجیے اوس کا وصف
 بہم نہ لفظ ہو پھر لفظ سے جدا مفہوم
 زبے ارادہ فنا ہی ترے ضمیر میں گر
 تو چھوڑ بہت عارف کی طرح کون ذمہ
 گزر بہر سے اس خوبی و لطافت سے
 خدا یگانا! حیرتی مٹا رقم کب ہو
 لب فرشتہ ہوا جو نغمہ آمین
 جو خیر خواہ تری سلطنت کے ہیں ادون کو
 عدوے جاہ ترا مثل میں قربانی

۲۵۔ ایضاً تصدیق در تہنیت عید الفصحی مشتمل بہ مدح حضرت جہاں پناہ مرزا اکبر بادشاہ بہادر

قریب صبح کہ تھی چشم زبر پردہ خواب
 جب نگاہ کہ گو بند چشم پناہ تھی
 زبے شہود کہ بے پردہ نگاہ صورت سے
 زمین سے چرخ تنگ ذرہ ذرہ پیش نظر
 تمام صرف تماشا ہر ایک جانب میں
 پڑی نگہ غرض اک بار نگاہ عالی پر
 بیان نقطہ کہ پیدا درون دائرہ ہو
 فزوں پہر سے وہ ارتفاع میں اتنا
 کہ نیم حصہ سہا سے نظر پڑے کتر
 ہوا وہ سایہ لگن آب گوں پہر میں یوں
 زبے بلندی ایوان کہ نقطہ کیوں
 زبے علو و تعالی اللہ ارتفاع مقام
 نہ پہنچے پایہ اول پہ تا حد پیری
 مگر نگاہ کی اوس پر کہ مہر نے دستار

دلے وہ خواب کہ جس سے نگاہ کو نہ خواب
 دلے کشادہ تھی اوس پر شہود کے ایوان
 نہ چھوڑی شاہد معنی کی رخ تک اوس نے نقاب
 نظر حسیض سے لے اوج تک حقیقت یاب
 کہ جوں مقابل محبوب دیدہ اجاب
 جہاں پہر مدور مثال حلقہ باب
 میان حلقہ در آفتاب عالیاب
 کہے سے ہندسہ دان خوب کر کے، جبکہ حساب
 بجائے شتر ہو گر نصب تیر پر تاب
 کہ عکس چرخ نظر آنے جس طرح تر آب
 مثال خالی سے زہر ابرو سے عراب
 حسیض خاک وہاں اوج عرش کا ہے جواب
 کرے نگاہ گر اوس پر کوئی یہ عہد شباب
 رکھی ہے فرق پہ یوں ہنجرہ شعاع سے داب

۱۔ لندن۔ "اسلام" جو درست نہیں نابنا بہ کاتب
 ۲۔ بہ زور ہے یہ۔
 ۳۔ لندن۔ عید الفصحی سے آگے کی عبارت نہیں ہے۔
 ۴۔ لندن۔ "تاحدی پیری" جو درست نہیں۔ نابنا بہ کاتب

وسیع صحن کہ جوں سینہ اولی اللباب
ضیا کو واں ہوس خانہ زادگی تراب
بشر جنود، جنود و خیال سجدہ باب
ہر ایک گوشہ میں لبیک گو، چہ شیخ و چہ شاب
کہ یاں ہے انس و ملک جمع بہر کسب ثواب
لگا یہ کہنے کہ سن گرا ہے ایشیائی جواب
مجھے خیال تھا شاید تجھے ہے رائے صواب
نہ کچھ وجوب سمجھتا ہے تو نہ استیجاب
نہ ہو دے جسکے نغائل کا حصر و استیجاب
طواف کعبہ سے ہر ایک ہو سعادت یاب
سو اوس کا قبلہ امید دو جہاں ہے خطاب
تو کھول چشم حقیقت نگر کو اپنی شتاب
وہ کون حضرت اکبرؑ رکھی نہ دل میں تاب
شکیب دل میں نہ چھوڑا رکھی نہ دل میں تاب
زلال جوئے عقیدت سے با دوصد آداب
بجانے گام، تھا رکھتا جسیں شتاب شتاب
برائے سجدہ بنا مثل مہر عالم تاب
زباں پہ مطلع عالی یہ ہے بطرز خطاب

رفیع، سلف اولوالعزم کی ہو، جوں ہمت
صفا کو واں طلب زیر سائگی غبار
ملک صفوف، صفوف و ہوائے طوف حریم
بگرد پیش تھے تکبیر خوان صغیر و کبیر
کیا سوال یہ میں نے کہ کیا مقام ہے یہ
کہ ناہیاں وہ ملک ہے سروش جسکا نام
مجھے گمان تھا، شاید ترا ہے فہم درست
یہ کیا ہے بے خبری کس قدر ہے بے خردی
وہ دن ہے آج کہ اللہ اکبر اسکا یمن
کہ پیشگاہ تقدس سے حکم پہنچا یہ
سو اوس کا کعبہ مقصود جان و دل ہے لقب
مثال عالم صورت میں چاہے گر اوس کی
کہ ظل خالق اکبر کا بارگاہ ہے یہ
یہ نام سنتے ہی شوق حضور نے ناگاہ
فراش خواب سے اٹھتے ہی کر، ادائے وضو
سجدہ در کے لیے اوس کے میں چلا یکبار
اوس آستانہ پہ پہنچا تو سر بسر جمہ
سجدہ در کو ادا کر حضور میں پہنچا

مطلع ثانی

نہ قدسیوں کو ہے کیا کیا سماجت حجاب
وہ در ترا کہ ہے جاے سکونت اقطاب
نہ دیں مشابہت زینہ، واقف آداب
یہ آفتاب ہے آخر وہ کرمک شب تاب
بغیر نغمہ نہ طالع میں ہے کسی کے خواب
جو چشمہ سار عنایت سے تیری پہنچے آب
نگوں پہ شعلہ جو لپٹیں تو یوں رہیں شاداب
کہ نخل شوکت و ثروت سدا رہے سیراب
ہمیشہ چرخ کو پھیرے ہے صورت دولاب
بصورت نخل احمر ہو بوئے زرناب
جباب آب ہوں مانند شیشہ ہاے گلاب

سجدہ در کے لیے تیرے اے پہر جناب
وہ در ترا کہ نہ بدلیں یہاں سے ابدال
یہ بارگاہ ہے وہ عالی کہ بہر عرش بریں
تر کو طلعت روشن سے تیرے کیا تشبیہ
میر ایک کے بخت ہیں بیدار، عہد میں تیرے
کسی کا نخل تمنا ہو خشک کیا ممکن
بزم جامہ گل گون ہو جوں تن خواباں
زبسکہ ہے یہی منظور باغبان قدر
سو آبیاری بستان جاہ کو تیرے
زبے بہار ترے لطف کی، کہ آتش میں
نسیم خلق جو تیری چلے سوے دریا

۱۔ آب تری

۲۔ آب کا

۳۔ لندن۔ وہ کون حضرت اکبرؑ پہر جناب لکھا ہے جو اگلے کسی شعر کا مصرعہ ثانی ہے۔ لیکن ۱۰۰ نون مصرعوں کے درمیان میں یہی مصرعہ لکھا ہے

۴۔ ب۔ جی

۵۔ ب۔ جی

بلور بو قلموں صبح کا سے صفحہ نور
عجب بیاض میں سطرں بآب زر مسطور
نہیں تھیوہ دوران بجز مسرت و
بجانے چرخ زجاجی سے ساغر بلور
سناہا سے یہ بیت تصدیق مشہور
سفال میکہ کاس مزاجیا کافور
پیالہ ہاتھ میں پڑھ اِن زبنا لغفور
ہوا ہے عین سے آب مثل دانہ انگور
نہ رند شیخ سے نہ شیخ رند سے سے نفور
کہیں ہیں ایک ہے آب مغاں و آتش طور
کہ انبساط کا بزم جہاں میں ہے یہ دنور
کرے ہے عقد ثریا سحر میں آج ظہور
سرور سب کو ولے سب سے میں نروں مسرور
بصد نشاط مجھے آج لانے اوس کے حضور
کرے سے کسب فروغ اقباس لعدہ نور
فلک پہ ایسا نہ چکا پس ازقرون و دہور
کہ اوس سے ہے متعلق مصلح جمہور
بلند مطلع شری سے بھی سب اہل شعور

زبس سے عکس پزیر، شراب رنگا رنگ
فروغ صبح و درخشندہ سے کی موجیں دیکھ
پہر اور ہے خورشید اور اختر اور
شراب نیر تاباں ستارہ ہر قطرہ
حریف حکمہ کش کر کے رو سے زابد
” سے مغانہ رحیق بختام مشک
اثر یہ نشہ عشرت کا ہے، کہ لے سے یقیم
نشاط طبع ہے یاں ننگ کہ دانہ تسبیح
گیا ہے پردہ تعین کا، اونٹھ ننگوں سے
کھلے ہیں خاطر مستان پہ معنی توحید
بغیر خندہ زمیں سے، نہ تا ننگ دیکھا
برنگ خندہ دندان نمائے سیم تان
جہاں تمام ہے خوش لیک سب سے میں خوشتر
کہ بہر تہنیت جشن خسروی طالع
صبح عیش سے جس کی جبین انور سے
سہر پہر خلافت کہ ایک بھی اختر
زے جناب شہر اکبر جہاں پرور
پڑھوں وہ مدح میں مطلع کہ سکے جس کو کہیں

مطلع ثانی

زمیں در ہے وہ ہر ہر وجہ پہ مطلع نور نقوش ناصیہ خلق واں شمس و بدور

مطلع ثالث

ستارہ کارکن و آسماں سے یک مزدور
ہوا ہے چنگل شاہین و نخل عصفور
سو یہ ہے کو تہی عقل اور تصور شعور
ہر ایک طاق ہے ہم چشم طاق ابروے دور
کہ جیسے خور کے محاذی بو صفحہ بلور
پہر فرش کریں جانے اطلس و سیفور
جو سینچے بجزم اوس کی سے بخار بخور
” چشم ” وہاں کے نہ بازاروں کا ہو مذکور
جم ایک کلال سے چینی فروش سے نفور
کہ دل میں دلورہ انگن ہے، اشتیاق حضور

اشارات اوس کی، کرے حکم انصرام امور
اسی کے قوت بازو سے عدل سے ہمدست
کہوں جو قصر معلیٰ کو اوس کے قصر بہشت
مثال حلقہ چشم پری سے حلقہ در
فلک ہے شمس ایواں سے یوں فروغ پزیر
ز سے بلندی کاخ شکوہ وہاں فراش
دماغ شامچہ گل کا پھر زکام کھلے
یہ طمطراق ہے اوس شہر بند شوکت کا
سکندر آئندہ دارا بنا ہے دارانی
کھلے ہے مدحت غائب سے دل کہاں مسمون

۱۔ لندن و آصفیہ دونوں میں مصرعوں ہے کہ ”نہ رند شیخ سے نہ شیخ سے ہے رند نفور“ جو معنوی اعتبار سے درست نہیں۔

۲۔ لندن ”نفور“ جو درست نہیں۔

۳۔ آء ایک

کرے ارادہ سوے خاطرِ خطیرِ خطور
نگہ دوچار ہو عینک سے چون کرے ہے عبور
کہ اوس تک ہو رسائی کسی کا کیا مقدور
کہ ذیل ہمتِ عارف کو جیسے گردِ فتور
ہنوز عکس کا باقی ہو اوس کے نقشِ ظہور
دوچار عکس سے اپنے ہو خود وہ غیرتِ حور
خندنگِ فکر جو بھینکے کہ کون پہنچے دور
وہاں سے جا کے پھرتے ہے کہ ہو جہاں منظور
کہ دستِ ثل حرکت سے ہو جس طرح معذور
کہ یاں بیان ہے عاجز، زبان سے مجبور
نہ پہنچے چرخ پہ، ہر چند، پر نکالے سور
ہزار عجز سے کرتا ہے اعترافِ تصور
جہاں سے دعوتِ اقبال کو ترے مامور
مدام تاکہ سیاہی رکھے شبِ دیکور
ترے محب کی رہے شام، صبح ساں پر نور ہے

سوار اوس پہ جو نہو، گر بلند سہری کا
اچک کے چرخ سے گزرے بہ نیم چشمِ زدن
مجب ہے سرعت و بالا روی و چالاک
خبر اوس کے حواشی زیں کو چھو نہ سکے
برابر آئندہ رکھ کر جو ڈپٹے اوس کو
کہ جاندار جہاں تک جو پھر کے آنے لگے
لگے جو جانے وہ سرہٹ تو پاس اس سے کوئی
بہ نیم راہ نہ پہنچے کہ وہ سرچ المسیر
تھکا یہ ہمہری اسٹی سے پانے پیکر خیال
شہا! مدح تری کچھ نہ کارِ آساں ہے
کہاں وہ رتبہ مدحت کہاں یہ فکرِ ضعیف
مرا خیال کہ دعوا کر رسائی تمہا
نہ تاب مدح ہے تمہوں کو اب ہے وقتِ دنا
ہمیشہ تاکہ رہے ہے فردغِ صبحِ منیر
ترے عدد کی رہے صبح، شام ساں خیر

۲۷۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوسِ مہممت مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

ہوا ہے اک رشکِ باغِ بہستانِ بہشتِ خوبی، قدم سے تاسر
نہالِ طوبی بہارِ خوبی جوابِ عنچہ، حریفِ عہبر
کفِ کلیم و دمِ مسیحا، جمالِ یوسف چہرِ معطر
ہلالِ طالع، صباحِ لامع، عیاںِ ثریا پدید اختر
درختِ گل سے دمیدہ سنبل، گل اور عنچہ بفرقِ عر
صراحی چیں پیالہ لعلیں، شرابِ احمر نبات و شکر
نسونِ بابل حیا سے شامل کنند گستر بدستِ خنجر
سمن کو نخلتِ گلوں کو خفت، شفق کو حیرت، سحر مکر
شگفتہ یک گل، بہارِ سنبل، ہوا معطر، صبا معنبر
بوضع مستانِ شکلِ قصاں بطرزِ پیکان بطورِ خنجر
بصورتِ گل برنگِ قفل، بیانِ بلبل سکلی کے ڈھب پر
نہ لعل سے ڈر نہ ڈر سے نیلم نہ سرد سے گل، نہ گل سے عنبر
بہ پیشِ سطاں کہ جشنِ تھاواں چلے وہ خنداں یہ شراب پر

سہیہ دم، باز چشمِ تھی یاں کہ در سے ناگہ جلوہ گستر
وہ قدو قامت وہ رو و طلعت وہ لعلِ خنداں وہ چشمِ خفاں
جہیں مصفاہوں میں احیا عذارِ زیبا، ذوقِ تماشا
بھویں دل آرا، وہ رخ چمکتا عرقِ حیا کا جہیں یہ پیدا
کلاہِ مشکیں عذارِ رنگیں وہ لعلِ میگوں وہ قدِ موزوں
گلوں سے سیمیں، ہانِ رنگیں لبانِ نوشیں، حدیثِ شیریں
کرشمہ جادو، نگہِ سخن گو، کشادہ کیسو، کشیدہ ابرو
ز سے لطافت، جے نزاکت، عجیب رنگت، غریب طلعت
کھلا گہباں و مو پریشاں، شکلِ مستان وہ رشکِ بہستان
روش میں لغزش، کمر میں جنبشِ مرہ کو کاش، نگہ کو کادش
گے تبسم، گے تھا تہق، گے تکم، شوشیاں، گہ
بن اوسکے پان و مسی وہ دنداں عیاں تھے رخسارِ خالِ بن یاں
بہ نامِ شوکت، برفِ دولت لقبِ جلالتِ خطابِ حشمت

۱۔ آبِ جو

۲۔ لندن۔ "لگا" مگر "لگے" زیادہ مناسب ہے۔

۳۔ لندن۔ "حرکت سے جس طرح" لیکن "ہو" درست ہے۔

۴۔ لندن۔ یہ عبارت نہیں ہے۔

۵۔ بہ اعضاں

مجھے مبارک ہو شاہ اکبر نے شان و شوکت سے

مطلع مالک

مہر منور کے گرد اختر چمک کر گریں مجھے کیسے
وہ شاہ برحق، شہی کے الیق جہاں کی رونق دلی مطلق
جباب خاتاں ابن خاتاں، خدیوہ دوراں، و شاہ شاہاں
دم شجاعت، گہر سخاوت بوقت شوکت، بگاہ حشمت
سدا یہاں کا اس آستان کا ترے سخن کا ترے بیباں کا
وہ قصر دولت، رکھے یہ زمینت وہ کاخ شوکت رکھے یہ رتعت
یہ تیرے ایواں کو چرخ لکھے یہ اوس کو شمسی شمس کہوے
تری مدد سے تدر و تہو تری ملک سے غزال آہو
تن حسوداں سے باغ و بستاں تمام داں سے چمن کا ساماں
درون حاسد دل معاند عدو کے شرکاں حسود کی جاں
وہ آب تیغ و شرار پیکاں، شم سمند ہواے جولاں
اساس باغی، عدو کا خرمن، تن مخالف، غبار دشمن
وہ دست اور دل میں دونوں یکساں کہ اسمیں احساں ہے اسمیں عرفاں
وہ جو دیکھ اور زرفشانی وہ عدل دیکھ اور جہاں ستانی
ترے محامد ترے خصائل ترے مناقب ترے فضائل
جو تیرا مسموں یہ مدح خواں ہے نظیر اوسکا کوئی کہاں سے
صلہ کے لائق وہ بلکہ الیق پر اوسکو نکلی ہوس نہ مطلق
نقط نہ سے لاف نہ سے دعوا جو مدح تیری کری وہ اثنا
اگرچہ ہوتے حریر و سبحاں، اگرچہ ہوتے ظہیر و سلماں
سخن ہے ختم اب دعا ہے واجب کہ حق سے سایل ہوں اور طالب

وہ پاک طاعت و دریا طاعت درون مشاہدوں
پہر شاہ و ملک رسالہ ملک نظام مظاہر
عطائے ملامت و ناکے رسم و سلطان و سوز
فلک ملازم، پھر غلام، زمان، کلمہ و چہاں سخن
دم رسائی کے مرغ غریب، غلبے مال و زور
کہ ہم زمیں میں تو عرش اعلیٰ کہ ہم درون درون
بسوسے بازو بروئے شاہیں و گرگ، شمشاد
نسیم افغان، کلی سوزیکان، خزاں حین، کلستان
گے خراب و گے کباب و گے بر آگ و گے بر آواز
بروز، میدان، حکم، بیزواں پکار اگر، کریں
نثار سیل و نیار آتش سپرد خاک و دوچار سرور
کہ ہاتھ نیساں ہے دل ہے عمان یہ ڈر نشان وہ تمام
گدا فریدوں، فقیر قاروں خفیف کسبیری، نخل
جو ہم کتاب ہو صلحہ گردوں سر ہو مرگم نہ ہوں
وہ افتخار سخن وراں ہے اسے جتنے ہیں نکتہ پرورد
ترے کرم کی ہے خواہش الحق کہ جاہیں عزت ہیں ابن
ذرا جو منصف ہیں نکتہ پیرا، وہ سن کے کہتے ہیں یہ
تو پیش مداح شاہ دوراں وہ رکھتے نہ کر کتاب و دفتر
محب ہوں سرور و شاد و خرم، عدو ہوں مقہور و خواہ و مضطر

۲۸۔ قصیدہ در قدوم میمنت لزوم مرشد زادہ آفاق مرزا جہانگیر بہادر از الہ آباد شاہ بہاں آباد

بہر نسق ہے شاہ بہاراں سے اذن عام
کھینچ جائیں یوں صفوف بہاراں بوستان
صف سبزہ پیادہ روش پر کرے درست
خوش قامتان سروداں کو ہو دوستو
تاکید یہ بھی کارکنان چمن ہے
ہو رنگ گل سے شاخ کے، توسن نگار بند

لے شاخ گل سے دست صبا چوبہ اہتمام
نک دوش سے نہ دوش بے کام سے نہ کام
دستے سوار گل کے چمن میں بانتظام
گردن کشان تیرہ بکف کی طرح تیار
اجزائے کارخانہ کو لینا کہیں نہ تمام
غنچوں سے اور درشت کریں لعل گون مشام

۱۔ آتیہ قصیدہ مرزا اکبر شاہ کے تصدیے کے بعد ہے۔
۱۔ آ، ب = جوانان

گوہر نگار تار سے عینم کی ہو لہام
اشہاد ہوں سوار بصد ناز و احتشام
یوں رختیں ہوں اطلس و نخل کی سبز نام
مرات جیکے نور سے لے آب و تاب دام
سج کر دکھادے رونق و زیبائی تمام
امواج میں ہو سایہ اشجار کو مقام
شان و شکوہ سے ہوں صف آراستہ تمام
سو تیغ برگ سبز کا لیروزہ گوں نیام
ترکش کر میں، شاخ درگ دریشہ ہوں سپام
اسباب احتشام کو دیں جلد انصرام
پر تو سے موتیا کے کریں موتیوں کا کام
یکسر جبین فیل سحاب سبک خرام
تارہ شعاع بہر سے زرتار ہو زمام
کہدے نقیب فاخہ و قمری و حمام
عہبر کے تاثر میں نہ لگے غیر سیم غام
لین جہانج کا، طیور کے پر جھاننے سے کام
شعلے سر سنان زبر حد پہ لالہ غام
حکم شہ بہار سے ترتیب و انتظام
خوردہ گلوں کا جوش تھا جوں جمع ہوں عوام
کیسی چمن میں سیر تھی کتنی تھی دھوم دھام

برگ سبز زین زرد طراز ہو
گر کے بدن پہ چست قبلاہے رنگ رنگ
بالائے برگ برگ ہو زیر ورق ورق
یاں تک سحر ہو چار ہمن پر فروغ ریز
اندام صحن باغ پہ یوں چار آئینہ
یوں ہو رسالہ ایک ذرہ پوش نہر پر
ہتیار سج کے تازہ جوانان نونہال
یاوت کی ہو شانہ گلبن پہ نخل سپر
ڈال جھکی ہوئی ہو کماں دوش نخل پر
کہ دے دبیر نشوونما کار ساز باغ
غنچہ کی ہر عماری یاوت باب پر
ہو عکس سبزہ و گل و لالہ سے رنگ رنگ
نالہ سوار ابر سے موج نسیم ہو
باجا بھی فوج گل کے ہے اب دوبرد ضرور
ترکش کی نے بنے تو زرد تراش کر
طاؤس کے گلے سے صدا کرنا کی ہو
بے دوش نخل لالہ و طرفہ نشاں کہ ہو
القصر جب یہ نھانہ سواری کا پاچکا
آرائش سیاہ چمن کے نظارہ کو
منوں کے کیجیے مطلع رنگیں سے تک تیاں

مطلع ثانی

ہے جوش گل سے بہر تماشہ یہ اڑ
پھرتی ہر ایک کو تھی جھکانی پنے سلام
دل میں یہی کہوں تھا کہ اے خالق انام
آمادہ کیوں ہوا ہے یہ اسباب احتشام
بولے بہم مثال فصیحان خوش کلام
اقبال خانہ زاد ہے اور بخت ہے غلام
وہ آب و رنگ گلشن اعزاز و احترام
کار قدم جبین سے پانوں کا سر سے کام
ن چشم سے ہر ایک بن موتی نگاہ دام
مطلع پڑھا یہ میں نے کہ اے آسماں مقام

شہرے ہر ایک سر ہے، پانوں کو تھام تھام
اہل توڑک کی طرح نسیم سحر گہی
میں دیکھ کر یہ خالق حب دنوکی صنع
تیار کس لیے ہے یہ ساماں شکوہ کا
ناگہ مرغ زمزمہ پرداز بوستاں
آتا ہے وہ سوار کہ جس کی جناب کا
شہزادہ زمانہ جہانگیر میرزا
میں نے بھی سن بہر مشرہ لیا راہ شوق پر
صرف نظارہ شوق نے یاں تک معرض کیا
ناگہ وہ برق جلوہ دشمن گداز دیکھ

۱۔ آتش سر سنان زبر حد پہ لعل غام معنوی اعتبار سے موزوں نہیں۔
۲۔ لندن۔ زاد شعر

اذا ہوں تیرے کو کسبِ اقبال سے
 گر نورِ جہم سے تری کسبِ عیاد کرے
 تو صورتِ نسیم ہے عالم ہے جوں جوں
 جوں ہو، زمینِ شگفتہ قدم بہار سے
 پایہ ترا بلند ہو سایہ میں شاہ کے
 اوس سایہِ اِلا کے تمنوں حضور میں

مطلع راج۔

طلیقِ کمال سے کمال
 طلیقِ کمال سے کمال
 اے کمال سے کمال
 تیرے کمال سے کمال
 یہ پایہ سے کمال
 ہو مدحِ کمال، ازاوتِ کمال کا ہے کمال

اللہ اکبر آپکا ہے کبریا سے نام
 ہے مرتبہ پہ اپنے مسی کہ وہ دلیل
 اول کے مد سے ہے پیدا علی کا اسم
 تاج کمال ثانی و فرق بقا کا زب
 پایاں اوس اسم پاک کا ہے پنتاے امر
 ایما میں تابہ چند، یہ نکتہ طرازیوں
 یاں تک بہشتِ شرع ہے اوس سے کہ بادِ صبح
 جاری بجانے آب، ہو خون لعل ناب کا
 گر اوس کا حفظ حاسی حال ضعیف ہو
 عیاد لے کے، دشنہ جو پہنچے تو بس وہیں
 آتشِ فرزد لٹنہ ہو ظالم ضعیف پر
 گر برگِ خس پہ شعلہ، قدر کیں کرے بلند
 معجونِ نیش کو اوس کا طیب بہارِ عدل
 اوس عدل جانڈا سے بنے توت بہرِ روح
 گر اس کا حکم ہو پئے تبدیلِ خاصیت
 گر اوس نسیمِ خلق سے یکدم ہو تربیت
 سرکش کو دے، جو حکم تو سبیل ضعیف سے
 کوتاہ یہاں ہے دستِ تصرف زمانے کا
 موجود تاکہ شخص ہے سایہ کو ہے وجود
 بت کو جگہ نہ طاقِ دل برہمن میں ہے
 کنعانِ اتقا کا وہ یوسف ہے تو اگر
 نوٹ آستین ہی میں رہے دستِ خیرگی
 تو اوجِ بخشش خاک نشیں ہو تو سایہ کو
 کھینچے کک جو حفظِ ترا، جانِ قیس سے
 شیرازہ بندیاں تری تدبیر کی اگر

عینیت اوس کو اسمِ الہی کے
 دیکھ اوس حرفِ اسم کا ترتیب و انتظام
 ایزادِ صفر سے وہ دل کا ہے انتظام
 یعنی کہ اوس کمال و بقا میں سے انتظام
 رو سے رضا و آخر کلمہ و دل مراد
 کہتا ہوں صاف میں شہرِ اکبر کا ہے یہ نام
 دیتی ہے توڑ گل کو زبیں سے شکلِ جام
 پست سے اوس کی کوہ کے محلِ جانین گر کس نام
 مقدور نیا مکہ لہوے سنگِ ستم کا نام
 نابِ نیرہ کا ٹیکرِ نغمہ پر ہو دام
 ہے عہدِ معدت میں یہ اوس کے خیالِ غلام
 بجز جانے غادِ نیرہ لوشما، بہتر انتظام
 بہرِ علاجِ ببللِ رخوردنے توام
 پہنچے جعد کی خبرِ نکتہ جو تا مشام
 شاید کہ بوے گل سے کریں چارہ زکام
 شادابی و نسوم میں باہم ہو التزام
 موسیٰ براے شعلہ بنے جبلِ احتصام
 شوکت یہ ہے ہمیشہ و اقبالِ بالذوام
 تو سایہِ خدا ہے، بقا ہے مجھے مدام
 بنیادِ کفر کو یہ دیا تو نے انہدام
 دنیا ہے پر فریب زلیخا بنے نیام
 دامن پہ تیرے چاہے اگر چاکِ اتہام
 ہو چشمِ آفتاب میں جوں مردک مقام
 ہو فوجِ ناز و غزوه لیلیٰ کو انہزام
 دیوں بہم دو خدا کے بے حکم انہقام

۱۔ لندن کریں۔ لیکن کرے۔ درست ہے۔

اوراقِ مستشرق کو ہر ایک گل کے انتظام
انصاف سے تو دیکھ پھر سیاہ کام
وہ شام سے نہفتہ ہو، روشن ہے اس سے شام
لازم لب و زبان کو ہو سرعت کلام
آہن سے اوس کی نعل کے گر خنجر و حسام
دیکھے عدد کا سینہ و سر چھوڑ کے نیام
آئینہ ضمیر میں پاؤں سے ار تسام
تھک کر کرے ہے راہ میں، سایہ کہیں مقام
ظل اپنے سے ملے دم رجعت وہ تیز کام
ممنوں دعاے شاہ پہ کر مختصر کلام
اس مہد میں ہے تاسر موالید کو مقام
یارب بحق آل نبی سید انام

ہو تار موجِ صرصر و سوزن سے خار کے
ہودج میں جب وہ آنے تو ہو نیل کوہِ نور
خورشید تیرا یا یہ زیادہ منیر ہے
بلے وہ رخس، وصف اگر اوس کے کیجئے
کیا جلدیاں بیان ہوں اوس کی، بنائے
میدانِ کلہ زار میں تحریکِ دستِ ربن
بلے چھلاوہ دھیان جو باندھے تو اوس کی شکل
سرہٹ اگر وہ جانے تو چھوڑ اوس کی ہیری
جس طرح دویدو ہوں دو آہو بوقتِ جنگ
اوس کی ثنا نہ حدِ زباں ہے نہ تابِ نطق
آباد امہات میں تا صرف پرورش
اوس کے کنارِ لطف میں اوس کا خلف رہے

۲۹۔ ایضاً قصیدہ در مدح حضرت جہاں پناہ محمد اکبر شاہ بہادر

خالی جناب کا ہے، سدا ساغر آب میں
کب ہو سفید، جامہ نیلوفر آب میں
کرتا نہیں بہار کبھو، عنبر آب میں
کشتی رواں نہ گلا ہو موجِ سراب میں
یعنی کہ زنگ جانے پکڑا خنجر آب میں
کشتی کو تھام، دے مدد لشکر، آب میں
دیکھا جو غور کر کے جہاں خراب میں
دم کے لیے جناب ہے مینا گر آب میں
ہے نقشہ ساز جامہ افسوں گر آب میں

واژوں نصیب سیر نہ ہوں رہ کر آب میں
ماتم زدہ ازل کے کسی رنگ خوش نہ ہوں
اہلِ کمال کی نہیں بہرگز وطن میں قدر
اہلِ فریب سے نہیں بہبود کی طمع
پہلوتے صاف طبع میں ظالم ہوں خود خراب
گردش سے رہا صاحبِ تمکین رکھے ہے باز
ہستی کی گر اساس ہو دیراں تو خوب ہے
اس موجِ خیز میں نہیں رنگِ ثباتِ عیش
اس بحر میں لکھی غزلِ عاشقانہ زور

غزل

پیدا ہوں پھر بجانے گہر، انگر آب میں
آتش دموں کا دیکھ، رواں لشکر آب میں
ہم تا گلو ہوں آب میں ہم تاسر آب میں
رکھتا ہے خار ساں یہ تن لاغر آب میں
برپا بنانے خام سے یہ کیوں کر آب میں
سن کر جسے ہو گوہرِ صانی تر، آب میں

ہوے جو قطرہ ریز یہ چشم تر آب میں
جاری ہیں موجِ اشک میں دن رات لختِ دل
بیکر گدازی تب الفت سے مثلِ کسکش
بس اے تلامذہ مرہ تر کہ کسکش
یاں سیلِ اشک میں تنِ خاکی رہے ہے غرق
مطلع پڑھوں ہوں اور میں ایک شستہ و رواں

اب میں یہ قصیدہ بعد میں ہے۔

یک صبح گر نہانے وہ میرے آب میں
 دیکھے کسی کے رویے عرق ناپ کی
 چہر نہیں ہیں آئینہ میں تیرے
 آلودہ سے سے اوس لب شیریں کو خود
 موج صفائے چین چین دیکھ کر تری
 دیکھی ہے کس کی صبح بنا گوش کی صفا
 کیا موج حادثات میں رنگیں کلام ہو
 تس پر بھی فیض مدح خدیو زمانہ سے
 یعنی محمد اکبر اعظم کہ جسکا لطف
 شامل ہے اوس کی ذات میں یوں نیکی صفات
 صیت حمایت اوس کا سما سے ہے تاسمک
 کتنا ہے اوس کا حفظ کہ مانند ماہیاں
 آڑے وہ عدل آنے تو اک شیشہ جاب
 کشتی تک آنے کو رہ طولان جو روک دے
 جس جا کہ وہ سحاب سقا قطرہ ریخ ہو
 اللہ رے فیض باد بہار کرم کہ ہو
 کیا عام اوس زمانہ رنگیں میں ہے بہار
 گر اوس کے ابر فیض سے کسب بہا کرے
 مطلع اب ایک حضور میں پڑھتا ہوں دیکھنا

کتاب کا بیٹا ہے
 ظلم انجان
 حیرت خندان
 کسلاں کے کلاں
 سید کا
 نکت کے
 تصویر کے
 باندھے ہے
 رکھتا ہے
 گوہر میں
 ماہی کے
 جھرتا نہیں
 توڑے نہ
 ہر ایک
 بہتا پھرے
 گل اوس
 ہوتا ہے
 پیدا ہو
 غواض پھری

مطلع راج

دھویا ہے اس نے نہیں کا۔ یہ دلتر آب میں
 شاہے ہر ایک مردم آبی کو بھی خیال
 دریا میں اوس کو کثرت امواج مت سمجھ
 منظور قتل تیرے عدد کا ہے بحر کو
 خنجر پہ تیرے خون عدد کے ہیں یوں نشان
 آتش زن محیط ہے ازیں یہ تاب تہر
 ہوں غرق سبیل قند نہ کیوں خصم سخت جاں
 گر تیری برق تیغ کا پڑ جانے پر تو
 یہ تیغ موج لہہ اعجاز ہے مگر

ہے صحو بدلے سکر کے، پہاں شراب میں
 تحریر مدح کا ہے تری اکثر آب میں
 کہ تیری کتاب فضل کا ہے مسطر آب میں
 پہنچے پھرے ہے موج جو یوں جدمر آب میں
 جس رنگ سے کہ ہو میں گل اجر آب میں
 کیا ہے عجب کرے جو سمندر گھر آب میں
 بالطبع بیٹھ جانے سدا دھر آب میں
 مرجاں کا نخل، جل کے ہو خاکستر آب میں
 دکھلانے خون خصم سے نت آذر آب میں

۱۔ بہ وہ جناب اکبر عادل

۳۔ لندن۔ "انگر" لیکن "اختر" موزوں ہے۔

سم ڈوبتا نہیں ہے چلے وہ گر آب میں
 ٹہرے لبِ صدف پہ کہیں رگر کر، آب میں
 سیلاب کا سا قطرہ اوزے گوہر آب میں
 تاکے۔ مقام طبع سخن پرورد آب میں
 اور موج کو مشابہتِ خنجر آب میں
 تیغ بلا کے ڈوبے عدو، تاسر آب میں

بلے سبک روی ترے توں کی جوں جناب
 وہ آتشِ خیال کہ اوس کا اگر عرق
 آتش ہو بحرِ ہوتہ اکیر گر صدف
 گمنوں دعا پہ ختم کر اب اس قصیدہ کو
 گرداب کو ہے صورتِ ہیمانہ جب تک
 اجاب کو ہو جامِ مسرت سے سرخوشی

۳۰۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوس مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

ملا کے یاسمن و گل کی موج، موج شمیم
 کبھی گزار ہو، گر سوے شعلہ زار جمیم
 رکھے ہیں گلشنِ جنت کے ساکنان و مقیم
 جو ایک شمعِ وصف اوس کا کیجیے ترنیم
 برائے نکبتِ گل تھا خواصِ خلقِ کریم
 الاضہ روحِ نبائی کا اس قدر ہے عمیم
 شبیرِ دستہ نسریں ہو شستِ عظیم
 ہیک رہی تھی فضا جہاں علیٰ التعمیم
 کہا کہ کلبہ احزاں کا چھوڑ رہا قدیم
 کبھی صبا کو قدم کو، کبھی میرے تقدیم
 خطاب مجھ سے صبا کو، کہ اے ذہین و جمیم
 روانِ تازہ ہے ہمہ کہاں کی ہے یہ شمیم
 دہے ہیں کھول ادھر سب درِ ریاضِ نعیم
 صبا و بندہ روانِ دوزان کہ ایک حریم
 رکھے بزیرِ قدم تھی کلاہِ عرشِ عظیم
 نہ پہنچے پایہ اول پہ اوس کی فکرِ حکیم
 نکل کے مردہ دلوں پر کرے تھی جاں تقسیم
 مثالِ دستِ کرم وقتِ بخششِ زر و سیم
 کہ رہنمائیِ طالع نے یوں کیا تقسیم
 کہ حج کو حکم ہے دیکھ اسکو پر بہ صد بکریم
 بہ طورِ چرخِ قدیم بنا ہے تسلیم
 رسومِ جشن ہیں اور شاہِ واجبِ التعمیم

محرکِ یاسمن و گل کہ دلوسکی تھی نسیم
 تو پیشِ رخسہ دیوارِ دوزخ آکے مشام
 زبے شمیم کہ بالِ قلم ہو رشتہ گل
 برنگِ غنچہ گرہ، دل کی باز کرتی تھی
 زبے وہ نکبتِ جان بخش لطف سے جسکے
 کہ استزازِ تروتازگی و نکبت میں
 بانِ گلشنِ معشوقہ گلستانِ پوش
 مرا بھی گلشنِ گریباں صباے دلکش نے
 غرض شتاب مجھے لے چلی سبکِ روں
 سوالِ حج کو، صبا سے کہ اے چمن پیمانہ
 نسیم روحِ فزا ہے یہ کس گلستاں کی
 بہم کہیں تھے، مگر آج دستِ رضاں نے
 غرض اونٹھانے ہونے دامن و شتاب زدہ
 ہونی پدید کہ دیوارِ سر بلند اوس کی
 زبے علو کہ دو صد قرن طے کرے گر، راہ
 چمن چمن نغماتِ رواں فزا اوس کی
 زبے حریم کہ در اوس کا روئے خلق پہ باز
 مری اولوتِ دل بھی کہے تھی داں پہنچوں
 کہ حج کو اذن ہے جا اس میں پر بعدِ آداب
 بہ شکلِ بہر ہوا میں جسیں برائے سجد
 جو اوس حریم میں پہنچا تو دیکھتا ہوں کیا

۱۔ ب۔ تھیں

۲۔ لندن ہے۔ لیکن ہیں درست ہے۔

کسی کو رہتا ہے اور کسی کو نہیں رہتا ہے
 جناب خسرو نے کہا کہ میں نے اس کے
 سے پہر خلافت کے دور میں اس کے
 نے اس کے حکم نے چھوڑا کہ اس کا
 برائے تہنید خوانی حضور میں اس کے

مطلع و مانی

تھے مبارک اے بادشاہ ہفت اللہ
 عزیز کہوں نہ تو خوان ملک یازی پر
 بروں احاطہ فرماں سے کون ہے تیرے
 لک کے اس خم جو گان عزم میں یوں گیند
 ترا مقام کہ ہے حد وہم سے برتر
 چھوٹے نہ دامن رفعت کو تیرے دست خیال
 صف نعال میں اس بزم کی، ہو پا انداز
 جو دست کش تری تدبیر سے معاذ اللہ
 نسق، جواہر و ارکان کا، تو درست رکھے
 ترے خضایل، اعجاز کار ہوں جس دم
 نسیم خلق تری چل کے سونے آتش زار
 ترا وقار و غضب حکم نامہ پر لکھے
 کرے نتیجہ خم مایہ سرور تمام
 اگر شکستہ دلوں کا ہو صرف آرائش
 نہیں خطاب کی طاقت پڑھوں ہوں مطلع اور

نگین اور سنگ اور کنگ اور سنگ
 کہ مہمان گرا کی ہے اور کنگ
 کرے اورادہ اورادہ اورادہ
 کہ جیسے جیم کا نقطہ اورادہ اورادہ
 نہ پیچھے لگرت دان شور اورادہ اورادہ
 کہ ہاتھ آئے نہ حادث کے جیسے اورادہ اورادہ
 اگر نہ اطللس اللاک اورادہ اورادہ
 گنت سلسلہ دہر ہو اورادہ اورادہ
 کہ جیسے سنگ کو گوہر شناس دے اورادہ اورادہ
 حال اور کے لکیر تہا بیت اورادہ اورادہ
 بنانے لالہ و گل اورادہ اورادہ
 لقب جہاں کا مظهر، خطاب اورادہ اورادہ
 ترا کجا کہ ہے حسرت رسد اورادہ اورادہ
 درقیم کے ہوں پار، پار اورادہ اورادہ
 کہ جس کے شوق سے شاہ ہوں پار اورادہ اورادہ

مطلع ثالث

اگر ہو جوہر فردوں بخش شاہ سے تعلیم
 درم نہیں تن میں حوت پہر پر اختر
 مثال معنی عالم کے ہو عبارت میں
 رقم ہوں جس پہ شروح محامد شاہی
 یہ ہیں صفائح اللاک اور بسم اللہ
 اگر وہ عدل ہو انجست زن مثال طیب
 زبانہ کش ہو اگر آتش غضب اس کی
 بنے یہ صورت ناک نواہت نکلی

نہ نطق کاف سے ترکیب دے کہی پھر مہم
 کہ بحر جاہ میں اس کے ہو جیسے جاہی سیم
 جہاں کہیں ہے، اسے، پر جہاں ہے تقوی
 کہاں وہ لوح ہے اے ساکنان عرش عظیم
 گر اس رسالہ مدحت کی ہو جگے عظیم
 تو اعتدال پہ آجائے وہاں نہیں عظیم
 زمین سے تاپہ لک، ہو ہر ایک کو لرزہ ویم
 کہ قطرہ قطرہ ہو سیلاب و سطح روئے اویم

۴۔ آب عالی

۵۔ توروئے سحر و سحر

۱۔ بے ہو

۲۔ بے کند

کہ جوں لہجہ طمع پیشان، بہ پیش تسلیم
 کیا یہ فرض کہ دشمن سے مثل دیور رحیم
 تن عدد کو برابر ہی کر رکھے سے دو تسلیم
 جدا جدا ہوں سر صلح پر دم ترقیم
 کہ در، قہول کا، کھولے ہے کر دگر کریم
 ملازمان کا زمین پر چلے سر تسلیم
 جہن جرخ پہ واجب ہو سجدہ سر تسلیم

عدد کے، اوس کی یہ حالت ہے جرخ کے آگے
 نہیں شہاب سے آخر، وہ تیر تہر بھی کم
 وہ تیغ ہاتھ سے دے منصفی بہ وقت نبرد
 لکھیں حرف موصل جو وصف برش میں
 ہٹا حال ہے گمنوں دنا ضرور ہے اب
 حضور بادشہان لک مکان جب تک
 ہمیشہ پایہ اورنگ سلطنت کے حضور

۳۱۔ قصیدہ در مدح حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ

یک یک کچھ در و دیوار ہونے نور پزیر
 شب دیکھو ہو چشمک زن حد صبح منیر
 سینہ ہر پہر خط شعاعی کسیر ہو تیر
 مشعل طور کی جوں درخشانی کسیر
 یہ جو لہو سی درخشان کسیر کر دوں کیا تقریر
 نہ یہ گھر طور، نہ میں حضرت موسیٰ کا نظیر
 خطہ خاک پہ گردوں سے ہیں گرم شبگیر
 آگیا سامنے ایک غیرت خورشید منیر
 دیکھ، حیرت نے دیا یوں مجھے اذن تقریر
 سیر بہتاب بھی کی اے خضر صبح ضمیر
 خامہ قدرت مانع نے جب کی تسطیر
 کہ مرا شاید دعویٰ ہے وہ رخسار منیر
 جگر مشکیں گئے ہر اک ہال سے ہوند پزیر
 تجھ کو شاباش ہے مشاطہ جادو تدبیر
 کیا ہی ٹونا تھا ستارہ سا میان شب لیر
 مردم دیدہ ارباب نظر، عکس پزیر
 اب تک انجست نما ہے کہ ہوا یہ تشہیر
 نہ رہے شر ہلالی کے لیے قدر شعیر

شب کہ تھی بازمی چشم تماشا تصویر
 حیدر نور کہ اک نسیم فروغ اوس کے سے
 واہ رے نور جو اوس کا ہدف رشک بنے
 اے خوشا نور کہ آتا جو نظر موسیٰ کو
 میں یہ کہتا تھا مگر برق تجلی چمکی
 لیک حیرت کہ الہی یہ تجلی کیوں ہے
 پھر یہ سمجھا کہ مگر مل کے سب اجرام نجوم
 تھی نگہ جو تحریر کہ اونٹھانے برقع
 زلف شب گوں رخ تاباں پہ جو لہراتی تھی
 کوجہ موجہ سرچشمہ حیواں میں کجھو
 دونوں زلفیں وہ دلاویز کہ جبکی ہر سطر
 عرصہ ہیں سطور اوس کے، میں اک مصحف نور
 زور موباف طلا کد وہ سبحان اللہ
 برق اک ایک رگ ابر سے دی باندھ
 مانگ کا موے منبر میں وہ سببانی خط
 وہ جہیں آمد و خال نہ اوس پر کہ ہوا
 ہمسری اوس کی بھوڑوں کی سر نونے کی تھی
 وصف میں اون کے پڑھوں مطلع عالی ایسا

۱۔ آب میں یہ قصیدہ پہلے ہے۔

۲۔ آب، لندن ہے

۳۔ لندن سے مگر یہ زیادہ مناسب ہے۔ نابا سہو کلاب

ایک دو مصرعہ دل کش نہ طویل و نہ قصیر
 کچھ جھکیں شرم سے آنکھیں پہ نگاہیں تھی سریر
 نقد طاقت سے تھی سینہ کہ جون دست فقیر
 شوق نے دی ہے ولے رخصتِ حرف و تقریر
 طرہء نقشِ قلم صنعِ خداوندِ تقدیر
 گوش بھی راہِ تکلم سے کراب ساغر گیر
 اے کہ خوبی میں ہے معدوم تراشیدہ و نظیر
 میں یہ سمجھا کہ ہے اک بلبلِ اعجازِ صغیر
 کہ سن، اے بلبلِ گلزارِ بہارِ تقریر
 صاحبِ فطرتِ پاکیزہ سوا فیضِ پریر
 شعلہ گرم بیانی میرے رخ کی تصویر
 نازہ افشاں مرے رخسار پہ رنگیں تقریر
 راستی لکرتِ شاعر کی، نگہ کا اک تیر
 زلفِ پیچیدہ مری پیچ نہ پیچِ تسطیر
 ہے عبارت کی نزاکت مری پوشاک حریر
 نہ نظر باز کوئی، یہ مری صورتِ تصویر
 تجلہ فکرِ سخنور میں نہ ہو جاؤں پیر
 اوس نے ارشاد کیا "یوں نہ رہا کہ دل گیر"
 کوئی دیکھا نہ بجز خسرو مرآتِ ضمیر
 صاحبِ تاج و نگین مالکِ دہسیم و سریر
 کہ جو ہے رنگِ وہ گلشنِ عز و توقیر
 لطفِ سلطان کا، اوسے تازہ رکھے ابرِ مطیر
 تو بھی چل ساتھ مرے تانہوں بہم فیضِ پریر
 اس خبر میں تھی مگر بادِ صبا کی تاثیر
 جا حضور اوس کے میں یہ شعر پڑھا بے تاخیر
 ماہِ روشن سے ہوئی وصلتِ خورشیدِ منیر
 نہیں ممکن کہ ادا کوئی کرے بے تکبیر
 طفل سے تاجواں اور جوان سے تاپیر

وہ قد اور سرور جو، استاد نے موزوں کیے
 جھومتی آئی مئے ناز سے بالیں پہ مری
 دیکھتے ہی نہ ہا دل میں کچھ اسبابِ شکیب
 نفس چند تو حیرت مجھے روکے سی رہی
 یوں خطاب اوس سے کیا میں نے کہ اے لعلِ نور
 گو نگہ تو ہے ترے بادہ دیدار سے مست
 کیا تیرا نام دل افروز، بکدھر کا ہے قصد
 سن کے جب اوس نے کیے باز دو گلبرگ سے ہونٹ
 غنچہ لب سے گل افشاں وہ لگی یوں ہونے
 کہنے ہیں شاہدِ معنی نہ ہو مجھ سے یعنی
 برق چمکے میری برجستگی مضمون سے
 مصرعہ مشک رقم، میل مرے کاجل کی
 طبع عالی سخنور قد رکھوں لفظوں کی
 بانہ جدد کٹھاوت سے رکھوں لفظوں کی
 زور ترصیحِ صنایع سے مرصعِ زیور
 یہ مرا لطف ادا، پر نہ ادا نہم کوئی
 اسی اندیشے میں تحلیل مرے حسن کو تھی
 اتفاقاً جو کہیں خضر خرد آنگا
 اس زمانے میں ادا نہم و شناساے جمال
 زینتِ انسر و اورنگِ شہی اکبر شاہ
 آج، اوس کے گل خنداں کی ہے شادی کی رسوم
 نونہالان جن شاہ وہ شہزادہ سلیم
 تہنیت میرا لقب اور میں ادھر جاتی ہوں
 سن کے بہر مشردہ کھلا صورتِ نگین، نس تمام
 میں بھی ساتھ اوس کے چلا دل میں لیے شوقِ دسرور
 کہ مبارک ہو شہا کجھکو قرآن السعدین
 بن ترے نام کے ہر مدح ہے باطل کہ نماز
 ایک مطلع وہ پڑھوں سن، جسے احسن کہیں

۱۔ بد آج وہ دن ہے کہ جون غنچہ کھلا ہر دلگیر

۲۔ یہ گیارہ اشعار نہیں ہیں۔

۳۔ لندن، کہ نہ عالی نظری میں ہے کوئی اس کا نظیر۔ لیکن زیادہ مناسب آصفیہ والا مصرعہ ہے۔

۴۔ بے یعنی اس نو گل

۵۔ آ۔ تہنیت خوانی کی خاطر میں بے تہنیت نام مرا۔

۶۔ آ۔ رکھے اون دونوں کو عالم میں خداوندِ تقدیر بد کہ جو ہے مالکِ دہسیم و خداوندِ سریر۔

۷۔ آ۔ بد یہ عرض کیا ہے تاثیر

۸۔ آ۔ ہے۔

۹۔ تو کوئی کرتا ہے ادا آج تک بے تکبیر

۳۲۔ تصدیقہ در مدح امیر جامع الامارت والفضیلت

تو نے کیا کیا کرنا علم تو سلطان نشان علم
 سلطان اگر علم تو سلطان نشان علم
 عدو کٹاے علم بنان ہیاں ترے
 عدو کٹاے علم بنان ہیاں ترے
 سید ترا کہ آئندہ باصفا ہے ایک
 سید ترا کہ آئندہ باصفا ہے ایک
 رنگینی ہیاں سے تری غازہ و خا
 رنگینی ہیاں سے تری غازہ و خا
 مشاطی کرے ہم ترا دست تربیت
 مشاطی کرے ہم ترا دست تربیت
 لائقوں سے تیرے عسکر لال ہیں گوندھنے
 لائقوں سے تیرے عسکر لال ہیں گوندھنے
 ہر سطر جیری غابہ مشکیں رقم کی سے
 ہر سطر جیری غابہ مشکیں رقم کی سے
 اے روشنی چشم معانی نوید کمال
 اے روشنی چشم معانی نوید کمال
 پاکیزہ حرف ہر سخن باد غا ترا
 پاکیزہ حرف ہر سخن باد غا ترا
 جوہر فردش عقل، لالی آبدار
 جوہر فردش عقل، لالی آبدار
 لفظ جہل تیرا وہ ہوسے ہے بہا
 لفظ جہل تیرا وہ ہوسے ہے بہا
 جب طبع تیز تیرے زون لکر ہو تری
 جب طبع تیز تیرے زون لکر ہو تری
 تیری ہواے تربیت فیض، عر چلے
 تیری ہواے تربیت فیض، عر چلے
 وہ دم مگر نسیم جان کمال ہے
 وہ دم مگر نسیم جان کمال ہے
 گرد اوس کے مرغ روح حکیمان سے ہوں حدود
 گرد اوس کے مرغ روح حکیمان سے ہوں حدود
 اولاد عندلیب سے کچھ کم نہیں صریح
 اولاد عندلیب سے کچھ کم نہیں صریح
 تیری نسیم فیض نے پھر عام کی بہار
 تیری نسیم فیض نے پھر عام کی بہار
 شاہ کہ مثل طفل ہوا حواں رکے زباں
 شاہ کہ مثل طفل ہوا حواں رکے زباں
 حرف گفتہ سب ہیں کہ اس نحو سے کہے
 حرف گفتہ سب ہیں کہ اس نحو سے کہے
 کہرا تھا عقل اول و صراط کا بہت
 کہرا تھا عقل اول و صراط کا بہت
 تصدیق منطقی کو تصور تھا یہ کچھ
 تصدیق منطقی کو تصور تھا یہ کچھ
 کہیں کہ نہ پھر حکیم فلا کو کہے خیال
 کہیں کہ نہ پھر حکیم فلا کو کہے خیال
 شکل عظیم سے ہم تشبیہ ہو متشبیح
 شکل عظیم سے ہم تشبیہ ہو متشبیح
 کہ آئیں ہیں ریاض ریاضی کی سیر خوب
 کہ آئیں ہیں ریاض ریاضی کی سیر خوب
 ہوا زمین ڈر کو دکھا تیری لنگا
 ہوا زمین ڈر کو دکھا تیری لنگا
 شب ہندی عقل سے تھی رخ کو گنجد
 شب ہندی عقل سے تھی رخ کو گنجد
 کہنے ہیں شکل ہانے بستی تو کھیل میں
 کہنے ہیں شکل ہانے بستی تو کھیل میں
 دکھا ہے صلو صلو نہ دلتر پہر
 دکھا ہے صلو صلو نہ دلتر پہر
 پیچے نضائے صلو پہ معانی کی فوج فوج
 پیچے نضائے صلو پہ معانی کی فوج فوج
 جو لادسان عرصہ معنی ہیں نکتہ تاز
 جو لادسان عرصہ معنی ہیں نکتہ تاز
 مثالی کا خیال نہ پیچے رکاب یک
 مثالی کا خیال نہ پیچے رکاب یک
 بٹا ہے تو نے کوکب اشراقیاں میں نور
 بٹا ہے تو نے کوکب اشراقیاں میں نور

۳۔ لندن۔ "عکس اس میں" لیکن "عکس الگ" موزوں ہے۔

۴۔ آ۔ اتنی اشعار زائد

ملاحظہ یہ تصدیقہ نہیں ہے۔

۲۰ آ کی

نئی پھرے ہے مدعا لائوں جس سے
 حج سے چھا نہ علم، نہ تو علم ہے
 لہ و ظہا میں ایک یہاں، جان و جسم میں
 ہے کیا ظلم، ناز کی طبع اس قدر
 اجنا کیا ہے تو نے کمالات مردہ کو
 لکر دست کھڑا ترا مومیائی دے
 گو ادبہاں، جہل میں ہاؤں تجھے لوکھڑائے
 کہتا تھا میں کہ عرضہ بے دانشی میں تو
 جس علوم کہتے بچے گی! کہ عقل یوں
 اوس کے حصار سینہ میں محفوظ حادثات
 طراج ہو چکی تھی متاع کمال سب
 دارا و ریسمان سیاست برائے جہل
 ضحاک، جہل صرف وہ آوری پہ تھا
 پر مرکہ میں فتح نہ کہوں دیتے اوس کو دست
 کیا جان جہل کی، کہ اودھر روئے وہ کرکے
 ہوتی نہ راستی ترے لکر رسا کی گر
 اللہ دے زور رستم لکر قوی ترا
 جوں آفتاب مطلع روشن پڑھے ہے اور

لہ و ظہا میں ایک یہاں، جان و جسم میں
 ہے کیا ظلم، ناز کی طبع اس قدر
 اجنا کیا ہے تو نے کمالات مردہ کو
 لکر دست کھڑا ترا مومیائی دے
 گو ادبہاں، جہل میں ہاؤں تجھے لوکھڑائے
 کہتا تھا میں کہ عرضہ بے دانشی میں تو
 جس علوم کہتے بچے گی! کہ عقل یوں
 اوس کے حصار سینہ میں محفوظ حادثات
 طراج ہو چکی تھی متاع کمال سب
 دارا و ریسمان سیاست برائے جہل
 ضحاک، جہل صرف وہ آوری پہ تھا
 پر مرکہ میں فتح نہ کہوں دیتے اوس کو دست
 کیا جان جہل کی، کہ اودھر روئے وہ کرکے
 ہوتی نہ راستی ترے لکر رسا کی گر
 اللہ دے زور رستم لکر قوی ترا
 جوں آفتاب مطلع روشن پڑھے ہے اور

مطلع ثانی

اے بہارِ لعل و فیض و آسمان علم
 صد چادر تیرہ اس شب تاریک جہل میں
 کیا خطر کہ شمع ہدایت بجے ہونے
 کیا جوتہ ذکائے طبیعت ہے جہا
 کہتے نہ ہر حکمت و اسرار طے کرے
 ہے گوش استغادہ مدد دہاں ہر گہر
 خامہ ترا ہے موجِ محبتِ حکم بگر
 مشتاقِ نیم جرم ترے جامِ فیض سے
 دیکھے ہے تیری طبع سے کشتی عقل کل
 وہ شاہین لکر کرے صعدہ ماں شکار
 اے مالکِ رکابِ حکم تیرے سامنے
 ملا ہے سکہ ملکِ معانی میں تو نے آج
 تو عرش مرتبت ہے، کمالات میں ترے
 ہو آستانہ ہوس ترا رکھ کے زیرِ پا
 ہاوس دست ہوس، ادب سے ترا کرے

نوری ظہیر سے ترے روشن جہاں علم
 ہیں دو ہونے ہر قدم رہروان علم
 خامہ ترا ہے ہیشرد کاروان علم
 کہتا اوسے دست ہے برقِ جہاں علم
 کشتی عقل پر ہے تری بادبان علم
 تیرا جہاں سحابِ لالی نشان علم
 سیراب نیم دشمن ہونے تشکان علم
 وہ اہل طرف جو کہ ہیں دہیا کشان علم
 وہ ناتوان علم ہے، یہ پہلوان علم
 گو گنگر پہر ہے آسمان علم
 رہنے ہیں سر جھکانے بند انسران علم
 رانج ہے تیرے نام سے نقدِ روان علم
 زیرِ قدم ہے کرسی ہفت آسمان علم
 کرسیِ خیمہ پہر، قرآن اور سلاخ علم
 ہم آستین دانش و ہم آستان علم

۱۔ لندن تیرہ مکر تیرہ دست ہے۔

علم کامل ہوں تربیت سے ترے ناقصانِ علم
 علم ہم بندھنِ علم ہے ہم حکمرانِ علم
 علم اے وہ کہ تیری مدح سرا خود زبانِ علم
 علم کہتا تھا کل خرد سے یہ طرح دانِ علم
 علم کیا تابِ نطق جو ہو ترا ترجمانِ علم
 علم اے دوزِ فہم دانش و اے نکتہ دانِ علم
 علم ہر چند بندہ نیستم از کاملانِ علم
 علم تاپست قدرِ جہل ہے عالی ہے شانِ علم
 علم در پرتے رہے سرنامِ آورانِ علم

علم ہو سگ، لعل، پردہِ آفتاب سے
 علم عالم کا سر ترے خط فرماں پہ جوں قلم
 علم تمہوں کی کیا زباں کہ تری مدح کر سکے
 علم ایسا ہوا نہ عہدِ غلاموں سے آج تک
 علم کیا حدِ خاصہ جو کہ لکھے تیری شرحِ فضل
 علم میں اور تری مدح پہ کرتا یہی ہوں عرض
 علم دانم ہمیں قدر کہ تو در علم کاملی
 علم کرتا دعا پہ ختم ہوں اب اس قصیدہ کو
 علم ہو حاسدانِ جہل نشاں تیرے زیرِ ذاک

در تہنیت جلوس تہنیت مالک بن انس

کجا نظر	چھوڑ	کہ	طل	ہاں	الشان	مرا
ہو	آئی	وہ	لقلہ	آب	و خاک	خاک
ہو	پرواز	یک	دم	پیا	بے	کشا
ہو	خاطر	بر	بستہ	کو	ابسا	کشا
ہاں	اک	بھی	طرف	پر نشانی	رہی	رہی
ہاں	سے	بھی	آگے	ہوا	ہاں	زن
ہاں	استعداد	ہے	آتش	سے	ہاں	ہاں
ہر	اک	شعلہ	مانند	شٹاد	و سرد	سرد
وہ	سمجھا	اے	لالہ	زائر	خلیل	خلیل
ہنا	شعلہ	عشق	سے	ہو	عمل	عمل
غرض	زیر	خواں	ہو	اک	و نفس	و نفس
ہوئی	تھی	تک	اک	جنش	ہاں	و ہ
جب	تصر	دلش	ہند	و رنج		
سمن	دوش	بر	شاہ	نقرہ	لام	لام
پے	ہاتھ	میں	انس	نور	تھا	تھا
وہ	تصر	زبانی	کے	رات	حاف	حاف
مناسب	نہ	دیکھا	ہاں	ہے	ورنگ	ورنگ
گیا	طرفہ	العین	میں	سے	عزیر	عزیر
وہ	مشقی	نظارہ	و	مخو	سیر	سیر
ہاں	ایک	ذائقے	دہیر	منور	ضمیر	ضمیر
پے	لکڑ	زانوئے	اندیشہ	ہے	ہے	ہے
ہے	دیکھا	غرض	متصل	دم	ہم	ہم
ہاں	سے	ہے	گورا	نہایت	پاک	پاک
طرب	پیشہ	رقاصہ	خوش	غرام	غرام	غرام
بظطر	خوشی	نفر	پرداز	تھی	تھی	تھی
صدا	مضمون	ذخیرہ	یا	نور	نور	نور
جو	وہ	عالم	بہت	پسند	پسند	پسند
ہاں	چھوڑ	وہ	منزل	تھا	تھا	تھا
شعاعیں	ہر	اک	سے	چھینے	چھینے	چھینے

۱-ب- یہ دوسرے نمبر پر ہے۔

۲-بہ کرم

فدا چشم حیرت کو دیکھا جو من
 کہ خورد شد یک پتر گوہر
 بڑھی اور ہمت پنے ارتقا
 ہاں اک جاں سرخ ہو، سرخ پوش
 نگہ کی ادب، دل کو ہاتھوں سے تمام
 دیں ہوں ہی طیران تھا متصل
 ہاں ایک پاکیزہ غور، پاک زاد
 ہیں مثل سب سے ارہاب دیں
 نام اس کا پوچھا، سنا مشتری
 اسے مثل عباد بھی تھا
 وہ صرف دعا، میں بھی آئیں بہ لب
 چلا چھوڑ کہ علم جب ششم خانقاہ
 ہاں اک علم طرف آیا نظر
 شہ سایہ اس کے کھڑے صف بعف
 اسے دیکھ کہتا تھا میں مستند
 ہاں اک تنگ جس کو کہیے سرودش
 جہاں سرسبز بزم شادی ہے آج
 طرازندہ لوح اقبال و بخت
 سر پہ شہی ہوا جلوہ ساز
 مگر سر کرتا تو آیا نہ اب
 یہ رنہ ہے شاہی کا اسکی بلند
 سزاوار اس بخت و اسرار کا ہے
 پدید اس جہیں سے ہے نیک اختر
 وہ ہے نوح بوستان شہر
 ہاں وہ بھلا و بدد و شکوہ
 سنا جب یہ نام سعادت فرس
 اٹھا جان و دل نہیں نشاط و سرور
 مبارک مجھے اے سر نیک بخت
 ترے سایہ عاطفت میں جو آنے
 شہا تمہ کو کہتے ہیں ظل خدا
 ترا کون ثانی ہے اے شاہ نیک
 ترے عکس آتش خلق کی عمر نسیم
 عمل و لالہ آتش ہو، بے تال و تیل
 تری نوح و لشکر کے جو ہیں جہاں
 سناں سے قلم لے کے، پر وقت کد
 تری حظ ہو کد فرما اگر

دیکھا کہ ہے ہاں حکم صورت حق عزوجل
 کہ ہے ہاں صورت حق عزوجل
 پڑی مثل ترکان کیے نہیں فصاح
 یہ سمجھا، اسی ششم کا ہے مرغ دوش
 گیا خانقاہ، ششم میں یہ دل نام
 نکو عو، نکو نصی، نکو نیک نہاد
 منور بہت اسکی مشہور نیک اختر
 بہت اسکی مشہور نیک اختر
 کہ اللہ! وہ مسیح کا ہے طول بقا
 غرض ورد و تسبیح میں اسکی سب
 پڑی نصر ہلیم چہ ناگ نگہ
 کہ منصوب تھا ہاں کہیں ان
 تنگ تہنیت خواں بہم ہر طرف
 علم کسی دولت کا ہے یہ بلند
 نگا مجھ سے کہنے کہ اے تنگ ہوش
 ہر اک سو خوشی کی منادی ہے آج
 فرازندہ لدد و وہیم و تخت
 کیا بخت نے اپنے بختوں پہ ناز
 کہ حاضر پہلے اپنے عہدوں پہ سب
 کہ جانے علم کی یہاں آن پسند
 کہ مظہر وہ اللہ اکبر کا ہے
 عیاں شان سے شوکت اکبری
 وہ ہے شعل دردمان کر
 کہ اکبر ہے نظر دانائی داد و دیں
 کہ ہے بخت یہ جا کے اس کے حضور
 یہ خطبہ یہ سک ہے اسرار یہ بخت
 تو کچھ بھی نہ ظل بجا اسکو بجانے
 ترا ظل ہے بہتر کہ ظل بجا
 خدا ایک ہے اسکا سایہ ہے ایک
 طے جانب شعل زاد
 وہیں صورت بوستان غلیل
 اگر وہ نہ نقاش ہیں وہ یہاں
 کریں جسم کر اعدا چہ نقاش نگہ
 نہ دشمن کر دشمن سے پیچھے ضرر

۱۔ بہت کہنے جکو

۲۔ بہت نہ آیا تواب

وہے برق سے
 چوٹیاں ناواں کا
 کرم سے زرد بخش
 ترے عہد میں شرع
 کف جود کا کون تیرے
 کہ گریاں ہے وہ دے کے
 نہ اس عہد میں ہے کسی
 یہ ہنگامہ اب تیری ہمت
 کوئی قطعہ نخل کا مانگے
 برومہ اس جود سے بہرہ
 کہاں سے یہ ممنوں کی
 ہی عرض کرتا ہے وہ باد
 ترے در کا میں بھی ہوں
 نہیں حاجت عرض ممنوں
 فلک کو ہے جب تک کہ
 بحق محمد شہرہ در

وہے برق سے
 چوٹیاں ناواں کا
 کرم سے زرد بخش
 ترے عہد میں شرع
 کف جود کا کون تیرے
 کہ گریاں ہے وہ دے کے
 نہ اس عہد میں ہے کسی
 یہ ہنگامہ اب تیری ہمت
 کوئی قطعہ نخل کا مانگے
 برومہ اس جود سے بہرہ
 کہاں سے یہ ممنوں کی
 ہی عرض کرتا ہے وہ باد
 ترے در کا میں بھی ہوں
 نہیں حاجت عرض ممنوں
 فلک کو ہے جب تک کہ
 بحق محمد شہرہ در

در تہنیت شادی کتھدانی مرشدزادہ آفاق مرزا جہانگیر عفرہ اللہ تعالیٰ

چل	اب	مثل	مشاطہ	باد	صبا
ذرا	سایہ	گل	کر	شانہ	دام
کچھ	ایک	خوردہ	گل	کھیللا	یہاں
خدی	گل	کو	غازہ	رنگین	کر
نہ	رکھ	چشم	زرگس	کی	بے
نہ	دے	گوش	گل	کو	تو
چنگین	دار	شبنم	کو	دے	کر
کچھ	عکس	عوسن	سے	دکھلا	ہنر
گر	بجان	گلبن	میں	باب	و
پے	گردن	شاخ	اور	طرہ	کار
ہر	اک	نخل	گل	پوش	کر
قد	نارون	کو	کر	اب	حلہ
پے	پانے	سرو	لب	آب	جو
بنا	کھیک	پوشاک	رنگین	باغ	
پے	تہنیت	آ	سوسے	بادشاہ	
وہ	مرزا	جہانگیر	دلہند	شاہ	
وہ	نوشاہ	بن	کے	سوار	

وہ پوشاک گل رنگ گلوں بدن
 وہ تانندہ چہرہ وہ دستار زر
 وہ سرسبز رخسندہ جوں مشتری
 وہ جینڈہ وہ سرسبز جوہر نگار
 وہ جب خوشہ گوہر تاب دار
 کہ پہلوے خورشید میں آج تک
 وہ تانسان سہرا کہ جس میں گہر
 نہ لعل تار سنہری ٹھکے نظر
 زرد کا کنٹھا میں عیاں
 بیاض گلوں اور سلک گہر
 نہ الماس کے حکمہ کا ظہور
 وہ بازو پہ کیا نورتن جلوہ گر
 کمر بند میں لعل ناب
 وہ قد نخل باغ ارم سے مگر
 تر ران عجب رخس زبور میں غرق
 بصورت پری اور آتش خصال
 سراپا ہے جوں باغ جلوہ فروش
 دم بال کا جب ہو کاکل فشاں
 جو زنگار سے زور پھولا سے باغ
 مگر تھے وہ صنایع اعجاز فن
 وہ رشک چمن اس پہ سے یوں سوار
 رواں تخت آگے گل آرائشی
 گل کاغذی گل سے خوش رنگ تر
 ہر اک شاخ کو ربط یوں گل کے ساتھ
 سہی سرد کیا کیا قد آراستہ
 ہوا سے چک کر جو ہوتی وہ خم
 تواضع زگردن فرازان نکوست
 گل آتشیں کی ہر اک سو بہار
 انار ایک فوارہ نور سے
 مسلسل گل انشاں ہونی پھلجھری
 ہوائی ہونی چرخ پر جلوہ گر
 زمیں دے رہی ہے لنگ کا جواب
 فرنگی وہ چادر میں صد گونہ گل
 منقش ہے صفحہ ہوا کا تمام
 چمن آرائش کی رنگیں نمود
 جوہر چھوے مور سے نے شرر
 عجب آتشیں نیل کا زور و شور
 زبے دیور آتش کا رنگ شکرہ

چمن پر تماشا کھلا ہے ، چمن
 کہ خورشید نکلا ہے ، خورشید پر
 جہیں سے فروزاں نکو اختری
 عدد کو یہ اختر ہے دنبالہ دار
 کہ سے طرف دستار سے تا عذار
 کسی نے بھی پروں کی دیکھی چمک
 مگر تار شبنم کے شمشاد پر
 خطوط شعاعی میں خورشید پر
 لگے ہیں صنوبر میں انگور یاں
 طلوع ثریا بوقت سحر
 گرہ ہو رہا ہے تجلی کا نور
 کئی رنگ کے پھول ایک فراخ پر
 شفق رنگ نصف النہار ، آفتاب
 ہوا جو جوہر سے یوں بارود
 بہنگام شوخی درخشندہ برق
 خدا کا ظہور جمال جلل
 کفل خرمن گل ہیں ، زنبق وہ گوش
 ہوا کے ہو دامن میں سنبل فشاں
 کفل نے کیا باغ کو داغ داغ
 کہ یکسر ہوا میں لگایا چمن
 کہ جوں ہوے گل اور ہاد بہار
 گل لالہ ان پر وہ فرمائشی
 مگر باغ رضواں کے تخت جگر
 کہ گل رو ، رکھیں زیر رخسار ہاتھ
 مثال عروساں نو خواستہ
 مضمون کرتی ادا دم بدم
 گداگر تواضع کند خوے اوست
 زمیں تابادج ہوا ، لالہ زار
 ہر اک گل ، جگر پارہ نور سے
 مگر لعل شب تاب کی لڑی
 زرد کے تختہ پہ جوں خط زر
 ستارے ستارے ہوا ہے شہاب
 بنفشہ کہیں اور کہیں لالہ گل
 کیا لاجور اور قرمز کا کام
 گل آتشیں لالہ سنبل وہ دود
 مرصع ہونے نسیم طائر کے پر
 تجلی کے بہنگام جنبش میں طور
 دمیدہ گل و لالہ بالائے کوہ

لعل لندن = زر تارہ تصحیح قیاسی

کہ ہے چشمِ زگس میں سرمہ کا خط
 کہ ہم دست ہوتا ہے خوباں کے ساتھ
 حلقے سازیاں ، محلہ پرداز یاں
 کہ شبنم لالی و مشقب ہیں خار
 کہ رنگیں ہیں پیراہن ان کے دو رنگ
 کیجئے باز، ہر غنچہ نے عطر داں
 کہوں تھا، یہ دل میں کہ پروردگار
 چمن زار کو کیوں عروسانہ زیب
 چمن کو ہے آج اپنے بختوں پہ ناز
 جو ہے زینت گلشن کائنات
 کہ اس رفق گلشن پہ ہودے لدا
 برات اس کی دیکھوں، ہوس دل میں تھی
 جو دیکھا، تو دیکھا یہ کچھ جلوہ گر
 جگر زینت خون کن بوستان جتناں
 گل و لالہ رویاں سے خوش رنگ تر
 بہار ان گلوں کی، ولے جاوداں
 پہر پیر اختر تھے لائے، اتار
 خیابان جنت اٹھانے ہونے
 رگ گل سے رنگیں ہو، تار نظر
 دم رقص خوباں حنا بستہ ہاتھ
 کہ باد صبا سے اشارت کناں
 نہ ابرو سے لالہ عذاراں سے کم
 زرد جعفری ہو گیا، دیکھ زرد
 قد خوش خراماں سے رتبہ بلند
 عجب کیا کہ ہے، قد طوبی دراز
 کہ تھی حالت وجد میں دم بدم
 کہ سب ایک صانع کی رنگینیاں
 کہ یک یک لنگ پر ہزار آفتاب
 کہ خورشید تاباں کے نور البصر
 آگا، نیلوفر سر میں گل ارغواں
 دل چرخ اور سینہ ماہ داغ
 لنگ جس کے پرتو سے طاؤس تھا
 جھلک رو سے خوباں کی زیر نقاب

رگِ برگِ سوسن کا رنگ اس نمط
 حنا بند ہیں گل کی ذالی کے ہاتھ
 ہر اک سو جب ہی خوش انداز یاں
 مگر گوندھنے، موتیوں کے ہیں ہار
 دلوں میں ہے رعنا، گلوں کے اسنگ
 معطر ہو تا جامہ بوستاں
 میں اس باغ میں دیکھ کر یہ بہار
 گلوں کے ہیں کیوں جلوہ دلفریب
 کہ مرغِ چمن یوں ہونے نغمہ ساز
 کہ آتی ہے اس گل کی رنگیں برات
 چمن سے چلی ہوے گل اور صبا
 زخود رنگی مجھ کو بھی لے چلی
 نکل باغ سے آ، سر راہ پر
 کہ آتا ہے یک طرفہ باغ رواں
 گل کاغذی جن سے رنگیں نظر
 ہر اک گل کی خاطر ہے آخر خزاں
 وہ مینا کے تحت اور گل زرنکار
 ملائک تھے، شاید کہ آنے ہونے
 وہ گل دیکھے گر انہیں آنکھ بھر
 ہر اک گل کو جنبش تھی ذالی کے ساتھ
 جب چشمِ زگس میں شوخی نہاں
 کسی گل پہ ذالی ہوئی، کوئی خم
 وہ گیندے کہ تھے رنگِ خوبی میں فرد
 ہر اک سرو کے قامتِ دل پسند
 گر، اس سرو آگے، کرے آگے ناز
 صبا سے چک گر نہوئی تھی، خم
 ہی وجد تھا، یہ ہی حق بینیاں
 وہ تختے چراغوں کے بانور و تاب
 چراغ ان پہ، مہ سے درخشندہ تر
 کنول سے، چراغوں کے، شعلہ عیاں
 وہ میناے فانوس، روشن چراغ
 عجب جوش میناے فانوس تھا
 وہ فانوس میں، شمع بانور و تاب

- ۱۔ لندن ہونے اور گل
- ۲۔ گل، لالہ رویاں
- ۳۔ بہار
- ۴۔ بخوش وہ میناے

دلادینے ، طرہ ، فردزاں گہر
 رخیل خوش پرویں کا اس کے حضور
 خطوط شعاعی کے کچھ تار، لا
 گئے میں وہ موتی کی لڑائیوں کے بل
 گرتیاں میں تھا تکمہ لعل رنگ
 وہ گل رنگ سینہ، وہ موتی کے ہار
 کمر بند میں تھمے۔ لعل زیب
 نہ راں عجب تو سن خوش جمال
 جنا بند، لے ساق سے تا کفل
 کفل سینہ گردن سراسر تھی گل
 ہمی شکل توں وہ زیور میں غرق
 اشارہ چہ نوشہ کے جولاں گری
 رواں آگے آگے وہ نوبت نواز
 پچا شادیوں کا غل، تا فنک
 یہ ہر ایک شہنا سے آتی صدا
 کرے فیض کا تجھ سے، وہ اکساب
 زبے شاہ اکبر، شہر دل فردز
 نہ پہنچا کسی دل کو اس سے خراش
 حمایت جو اس کی ہو مانوس شمع
 ستم گر، ترے عہد میں ہے خراب
 اگر ناخن شیر ہیں برقرار
 جو اس حفظ سے جمع اضداد ہو
 برنگ عرق گلشن اور رخ دل ربا
 جو اس گلشن خلق کی ہو صہا
 عجب کیا کہ جوں شیشہ پائے کتاب
 ترقی وہ باغ وہ ہے، اگر
 درستی کا اس کی سے بندوبست
 ترے وصف کس طرح لکھے قلم
 ثنا تیری کمونوں سے کب ہو بیاں
 دعا پر سخن، اب کیا مختصر
 رے ساز، تا دست تابید میں
 تری بزم میں عام ہو روز و شب

ہوا قطرہ نعرہ زلال تھا سحر
 کہ بالا سے نازل نسل تھا نور
 پروئے تھے، پرویں کا سہرا بنا
 کہ صبح و ثریا تھی دست و بخت
 کیا عرصہ کیا غنچہ و گل پہ تنگ
 چمن میں عجب موتیا کی بہار
 اکا سرو میں لالا دل فریب
 کفل خرمن گل ہے، سنبل وہ ہال
 مگر کھیت لالہ کا آیا کھدل
 کہ جیب صبا میں بھرا باغ گل
 شعاعی جواہر سے گوندی تھی برق
 کہ حکم سلیمان میں باد و پری
 ہونے جرج پر گوش، عیسیٰ کے باز
 گئے بھول، تسبیح خوانی ملک
 کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا
 کہ نوشہ سے، اور تو آفتاب
 کہ ہر اس کے آگے ہے یک شمع روز
 مگر سینہ معدن کا ہے پاش پاش
 بنے باد صرصر سے فانوس شمع
 کہ ہے کھجانے کی ان کو نہ تاب
 تو ہیں کھینچتے، پائے آمو کے خار
 تو دشمن نہ دشمن سے برباد ہو
 رخ ہر پر ہونے شبنم کی جا
 کہیں دامن بحر پر، عطر سا
 کف بحر پر ہوں معطر شبنم حباب
 صدف میں ہو غنچہ کے شبنم گہر
 رے ہے نہ زلف بتاں تک شکست
 نہ گز سے ہو ہیودہ دامان ہم
 کہ سے ناطقہ لال و الکن زباں
 دعا تیری واجب ہے، شام و سحر
 شہادت سے تا جام و خورشید میں
 سٹے عیش اور نغمہ ہائے طرب

مثنوی در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت عرش آرام گاہ مرزا محمد اکبر شاہ

تماشا آج کی تھی صبح پر نور
 تعالیٰ اللہ عجب صبح پر انوار
 جبیں مہوشاں ، یا عارضِ حور
 تہلی ، ایک اس کی آئینہ دار

دل - لطف
 عجب - لطف
 رواں - یک
 سحر - روشن
 سحر - چشمہ
 سحر - صاف
 سحر - مطلع
 سحر - روشنی
 سحر - یاسمن
 سحر - انجمن
 حدائے - وا
 مسیح - گوا
 حدائے - نور
 طرب - سے
 ترانہ - سنج
 کھڑکتا - برگ
 طیور - بوستاں
 حدائے - دلکش
 نئے - زگس
 تھوج - سے
 قدح - میں
 شگہبی - لالا
 تک - ایک
 کمانچہ - ساز
 ہوا - سے
 جب - آبد
 وہ - شور
 چمن - میں
 جوانان - چمن
 کج - دا
 دکھاتا - ساغر
 نسیم - عیش
 کبھی - کی
 سناٹا - شر
 جو - قصہ

دل - لطف
 عجب - لطف
 رواں - یک
 سحر - روشن
 سحر - چشمہ
 سحر - صاف
 سحر - مطلع
 سحر - روشنی
 سحر - یاسمن
 سحر - انجمن
 حدائے - وا
 مسیح - گوا
 حدائے - نور
 طرب - سے
 ترانہ - سنج
 کھڑکتا - برگ
 طیور - بوستاں
 حدائے - دلکش
 نئے - زگس
 تھوج - سے
 قدح - میں
 شگہبی - لالا
 تک - ایک
 کمانچہ - ساز
 ہوا - سے
 جب - آبد
 وہ - شور
 چمن - میں
 جوانان - چمن
 کج - دا
 دکھاتا - ساغر
 نسیم - عیش
 کبھی - کی
 سناٹا - شر
 جو - قصہ

۱-ب- آواز
 ۲- مرغان ، غالباً بہ کاتب

۳- لندن - بوستاں لکھ کر ہے
 ۴- لندن - دیا تھا کہ یہ مہر زون ہے

فرض اس باغ کی کرتا تھا میں سیر
 یہ رنگینی سی اتلی کہ بس واہ
 دل عاشق جلو میں گرم جولاں
 جو آوے سامنے اس پر زرد کشت
 نزاکت کا تہنگ دیکھ مست گرم
 ادھر دیکھا تو دیکھے زور کانر
 اٹھا سکتا نہ تھا بار نزاکت
 مگر پروردہ آبِ بقا تھا
 کہ شورِ حشر تھا سانچے میں ڈھالا
 ہوئی بالا سے نازل کیا بلا تھی
 دغانِ آتش رنگِ حنا زلف
 کہ آتش پر پڑا لونے تھا عنبر
 ہا خورشید کے پہلو میں سایا
 کہ اس شب میں دو صد مہر کہاں تاب
 وہ کانر سوے قراں تھی پست
 شبِ یلدا کہیں تھی اس سے چھوٹی
 میں اس پر دیکھ چوٹی سخت حیراں
 سحر میں یاں خطِ شب تھی ہو یا
 نہ مشاطہ کہ جادوگر تھی وہ صاف
 کہ شعلہ میں لگانے بال سے گانٹھ
 نہ بیم جاں سے دل، کس رنگ ہو خون
 نکلتا ایک شعلہ سا سے پہیم
 بچھا لونے تھا ہند، فرشِ لائم
 جب ہی رابطہ رکھتے تھے باہم
 لیے شیشہ بخل میں ہندوے مست
 اندھیری رات میں ٹونا تھا تارا
 شبِ تاریک میں خطِ سحر تھا
 کہ سنبل زار میں یک جدولِ آب
 فرنگستان سے سیدھی راہ تا زنگ
 مزید اس کے مہ و خورشید خط کش
 نہ چیں اس میں کہ آئندہ کے جوہر
 عجب عالی تھی، اسمیں بیتِ ابرو
 کہ جوں بیتِ معقد میں ہوں مضمون
 ہلال و ہر تھے دست و گہباں
 یہ ہو ہر ہر کے آہ پاس میر نو
 کہاں یہ آتشِ گل پر ہونے خم
 نشہ حیرت کا یہاں آتاے یک دست
 بنانے میکہ کس نے ہیں آیا
 کہ دور مہ میں گردا تھے شب و روز

صبا کے ساتھ گد، گد، جہرہ طیر
 کہ دور سے یک بہار جلوہ ناگاہ
 ادا و ناز آئے طرقتہ خواں
 مزہ برچھی نگہ تھی تیغِ زرد مشت
 جیا تھی دور باش و بہنم شرم
 ولین جان پر میں کھیلِ آخر
 وہ قد تھا سرد گلزارِ نزاکت
 ریاضِ جاں سے یک نخلِ رسا تھا
 قیامت لقمہ گر وہ قدرِ بالا
 قدم یک، سر سے وہ زلفِ رسا تھی
 جھکی تھی فرق سے تا پستِ پا زلف
 عذابِ گرم پر زلفِ معنبر
 تعجب رہے زلف و رخِ خدایا
 غم پر مہ سے چہرے کی عیاں تاب
 بندھے دل، اس سر کا کل میں یک مشت
 ڈھک کولے سے بھی آئی وہ چوٹی
 صفائی پست وہ روے سحر ساں
 سحر کا خطِ سدا، شب میں ہو پیدا
 یہ چوٹی میں گوندھا سرخ موباف
 لگا رکھی تھی اس نے سحر سے سانٹھ
 یہ چوٹی میں وہ موبافِ گلگون
 یہ وہ کالا کہ جس کے منہ سے ہر دم
 وہ نرم و صاف گردن، جعد پر خم
 یہ مستی کا تھا از بس تلاطم
 وہ کاکل، گردنِ روشن سے ہمدست
 وہ مشکیں بال اور مانگ آشکارا
 وہ خطِ فرقِ سیمیں جلوہ گر تھا
 وہ خطِ فرقِ مثلِ نقرہ ناب
 وہ سیماسیم گوں چوٹی سے رنگ
 جہیں اور مانگ رکھتی تہر موش
 جہیں آئسہ بلکہ اس سے بہتر
 جہیں مثلِ زمینِ شعرِ دل جو
 گرہ ابرو کی کیا ہی حسنِ مشوں
 ہلالِ ابرو، جہیں یک ماہِ تاباں
 یہ ابرو اگر ہے کیا عجب تو
 نزاکت کے غرض قرباں ہیں ہم
 نہ ابرو نظر کہ چشمِ ہمدست
 کہ مہر ابرو میں کعبہ کے خدایا
 وہ اسکی مہ و رونے عالمِ افروز

لوہ، یہ شعر نہیں ہے۔ لعل سا نادر تصحیح قیاسی

نشہ کے چشمہ پر لہریں لہریں
 غزال اس چشمہ پر لہریں لہریں
 نہ زہر چشمہ پر لہریں لہریں
 نہ تھی ہر اک سر پہ لہریں لہریں
 وہ مڑگان تہر اسکی چار صفت
 کرے دل چھوٹ، کیونکر اس سے پرواز
 کہیں اس گوش سے کی طرح دعویٰ
 وہ سیمیں گوش اور رخسار کا نور
 گہر اس گوش سبب میں لکھتا
 پروئے پھول تھے بالی میں دوچار
 رخ آئینہ، نہ اس پر خال پیدا
 رخ روشن پہ تھا مینے کا کیا آوج
 سدا بنی سے وہ روعے منور
 دہن پر پئے پئے موج ہمیں
 نہ کی کیا خوردہ بنی ہم نے، آیا
 بہت ڈھونڈا پر اس تک رہ نپائی
 نمود بے وجود است این دہاں نیت
 نہ دندان و دہن تھا وہ سراسر
 وہ دندان سک در لیکن نشتہ
 زخماں رنگ میں خوبی کے، تھی فرد
 چہ غضب نہ کہہ، تھا چاہ غضب
 گلوے صاف یا شفاف مینا
 جو اس کے تہہ کا رنگ لکھوں
 کھی سے شعلہ آواز دکش
 گلو وہ یک بیاض لطف آگیں
 نمایاں وہ زہر سرخ گریباں
 کہیں جو شیرہ صبح صباحت
 بنانے درد سے خورشید و اختر
 جب بازو پہ بند لعلیں
 صفا، ساعد کی مثل آب بلور
 کف سیمیں پہ دکھلائی جانا رنگ
 کف دست اور انگشتن پیدا
 کہ مودیں شاخ سے گلبرگ حیراں
 سدا انگشت و ہنق سے حیراں
 بہت سر کش وہ در پستان
 تن کا فوری و چتر سہ نوحیز
 وہ پستان یا ترخ دست انشار
 سدا آئینہ دل سے اسے جنگ
 مسک جاتی کہیں اس پر جو عزم

نہ زہر چشمہ پر لہریں لہریں
 نہ تھی ہر اک سر پہ لہریں لہریں
 وہ مڑگان تہر اسکی چار صفت
 کرے دل چھوٹ، کیونکر اس سے پرواز
 کہیں اس گوش سے کی طرح دعویٰ
 وہ سیمیں گوش اور رخسار کا نور
 گہر اس گوش سبب میں لکھتا
 پروئے پھول تھے بالی میں دوچار
 رخ آئینہ، نہ اس پر خال پیدا
 رخ روشن پہ تھا مینے کا کیا آوج
 سدا بنی سے وہ روعے منور
 دہن پر پئے پئے موج ہمیں
 نہ کی کیا خوردہ بنی ہم نے، آیا
 بہت ڈھونڈا پر اس تک رہ نپائی
 نمود بے وجود است این دہاں نیت
 نہ دندان و دہن تھا وہ سراسر
 وہ دندان سک در لیکن نشتہ
 زخماں رنگ میں خوبی کے، تھی فرد
 چہ غضب نہ کہہ، تھا چاہ غضب
 گلوے صاف یا شفاف مینا
 جو اس کے تہہ کا رنگ لکھوں
 کھی سے شعلہ آواز دکش
 گلو وہ یک بیاض لطف آگیں
 نمایاں وہ زہر سرخ گریباں
 کہیں جو شیرہ صبح صباحت
 بنانے درد سے خورشید و اختر
 جب بازو پہ بند لعلیں
 صفا، ساعد کی مثل آب بلور
 کف سیمیں پہ دکھلائی جانا رنگ
 کف دست اور انگشتن پیدا
 کہ مودیں شاخ سے گلبرگ حیراں
 سدا انگشت و ہنق سے حیراں
 بہت سر کش وہ در پستان
 تن کا فوری و چتر سہ نوحیز
 وہ پستان یا ترخ دست انشار
 سدا آئینہ دل سے اسے جنگ
 مسک جاتی کہیں اس پر جو عزم

ذرا یہ بیت سنو خورد کر کر
 خورد بندی سر از دوزن برآرد
 کیا موتی کے ہاروں نے منقش
 مکدر اس کے آگے آبِ بلور
 عبث کی ایک تہمت درمیاں تھی
 کمر مانند موہ چوٹی میں پہاں
 کہ نصف روز میں نکلا ہے کوکب
 کہ بڑھ چلنے میں ہوتا ہے یہاں خون
 مگر تھا ایک قفل نقرہ صاف
 کلید لکر یعنی یہاں سے بیکار
 کہ یہاں محروم زرکوب ہوش ہے
 وہ گنج حسن سے سیم پس انداز
 غلط کرتے یہ زانو ہر دم نہ
 اٹھاتا ہے نہ زانو سے سر لکر
 بھلا کیا شاخچہ بندی سے حاصل
 وہ ساقی آئینہ زانو کا دستہ
 بزیہ پار ہے یہاں گردن لکر
 حنا آتی نظر جوں رنگِ صہبا
 رکھا سر شاخِ گل نے اس قدم پر
 کف پا پر نہ جلوہ تھا حنا کا
 کہ دل بے اختیار اس پر ہو مائل
 زباں پر وہ اور دل میں عش عش
 نگہ حیراں، طپاں دل، مضطرب جاں
 شکیب و صبر سرگرم رمیدن
 شکیبانی نے کر کے دل کی یاری
 بیاں کو طاقتِ اظہار بخشش
 کہا میں نے کہ اے غارت گر ہوش
 بڑھے قمری دل و جان تمنا
 تجلی سے ترا سینہ پر انوار
 کہ ترے نام سننے کا ہوں مشتاق
 جلادے تو ذرا یہ کشتہ ناز
 زباں کو پھر دیا رازن تکلم
 صدائے خندہ گل سے کہیں نرم
 کہ تو سے بلبلی بہستان معنی
 مجھے کہہ خواہ دولت خواہ عشرت
 غرض میں ہی ہوں لطفِ زندگانی
 کوئی سے مست کوئی زمزمہ ریز
 کہ ہر اک سو نئے ذہب کی ہو شادی

شکافِ عزم اور، کان دھر کر
 نکلود تابِ مستوری ندارد
 نزاکت سے تابِ بھرا سینہ وہ دلکش
 وہ سینہ تا شکم ایک چشمہ نور
 کمر راہِ عدم ساں بے نشان تھی
 کمر تک تھی وہ چوٹی عنبر انشاں
 کہیں تھے دیکھ، اسکی ناف کو سب
 نہ آگے، راہ ڈھونڈ اے جانِ مفتوں
 طلسمِ طرفہ تھا کوئی نہ ناف
 کھلے وہ قفل کب، ہے صعب و دشوار
 نہ اس نقرہ پہ ہوتی دسترس سے
 سرین صاف تھی سرمایہ ناز
 عجب آئینہ زانو تھے جوں مر
 جو اسکا آئینہ گر نے سنا ذکر
 نہ کہہ اس ساقی کو شاخِ گل، اے دل
 لگا ہے ہاتھ، مضمون دست بستہ
 نہ اسکی ساق کا کچھ ہو سکے ذکر
 وہ چست پا کہ تھی، یک لوحِ مینا
 چمن میں آئی، جب وہ ماہ پیکر
 صفا سے رنگِ گل کا، پھوٹ نکلا
 غرض وہ دلبرِ زیبا شمال
 نظر آئی تو بس نہیں کر گیا عش
 گیا چھا، مجھ پہ، پہوشی کا ساماں
 زباں بیکار، دل وقفِ طپیدن
 تحمل نے ولے کی، بردباوی
 زباں کو قوتِ گفتار بخشش
 بصد شوق و بصد ذوق و بصد جوش
 سہی سرو سے گلستانِ تمنا
 ترے جلوے سے آنکھیں مست دیدار
 بتا تو کون سے! اے جانِ عشاق
 لبوں کو کر دمِ عینی سے دم ساز
 یہ مجھ سے سن، لبوں پر لا، تبسم
 عجب آواز نازک اور پر شرم
 کہا مجھ سے کہ سن، اے جانِ معنی
 لقب میرے بہت رکھتے ہیں شہرت
 طرب تو کہ مجھے یا شادمانی
 یہ وقتِ صبح، جو ہے لطفِ انگیز
 سبب یہ ہے، کہ ہے یوں منادی

وہ لیتی مبارک باد کو جاتا ہے۔
 سو میں بھی اب چلوں ہوں بہت پر
 یہ مڑو جب سنا میں اس کے لب سے
 کہ آنے میرے جنس میں جب اعضا
 خداوند! یہ شہ ہو اور جہاں ہو
 غرض، باہم چلے خنداں و شاداں
 غرض پیچھے ہم اس کے آستاں پر
 ہوئے جب باریاب اس آستاں سے
 جب تھا صحن میں ساماں مہیا
 مرصع چتر اور تخت ہوا دار
 لولا زرتار تھے جوں ہرق نور
 زر دگوہر میں یک سو اسپ تھے غرق
 جل زرتار پشت قیل پر غصی
 بنانے پھول تھے خرطوم پر گل
 بڑھا آگے تو دیکھا طرف ایواں
 پہ گرد و پیش شاہ ہفت کشور
 وہ خود تخت شہی پر تھا دم زن
 ہوا یہ آفتاب عالم افروز
 ز سے تخت و شہی وہ صاحب تخت
 نمایاں منہ پہ انوار الہی نور
 جبیں اسکی میں ہے اقبال کا نور
 سراپا ہے وہ یک نور تجلی
 جو اسکا جلوہ گہ ہو کوئی گلشن
 جو اسکی عدل سے اخداد ہوں جمع
 اگر ہو جانے وہ حامی مظلوم
 عجب کیا، آشیاں اپنا، کبوتر
 ستم کے ہاتھ کانے اس نے بانہ
 کرے سرمہ جو اسکی خاک در کو
 کرے خورشید سے جا کر ملاقات
 دل مجنوں کا گرا وہ ہو نگہدار
 درستی عہد میں اسکی سے یہاں تک
 کھلے گنبد بخش کا جب در
 زبیں خورشید گوے صورت زر
 سدا میں اس لیے نکلوں ہوں لرزاں

وہ لیتی مبارک باد کو جاتا ہے۔
 سو میں بھی اب چلوں ہوں بہت پر
 یہ مڑو جب سنا میں اس کے لب سے
 کہ آنے میرے جنس میں جب اعضا
 خداوند! یہ شہ ہو اور جہاں ہو
 غرض، باہم چلے خنداں و شاداں
 غرض پیچھے ہم اس کے آستاں پر
 ہوئے جب باریاب اس آستاں سے
 جب تھا صحن میں ساماں مہیا
 مرصع چتر اور تخت ہوا دار
 لولا زرتار تھے جوں ہرق نور
 زر دگوہر میں یک سو اسپ تھے غرق
 جل زرتار پشت قیل پر غصی
 بنانے پھول تھے خرطوم پر گل
 بڑھا آگے تو دیکھا طرف ایواں
 پہ گرد و پیش شاہ ہفت کشور
 وہ خود تخت شہی پر تھا دم زن
 ہوا یہ آفتاب عالم افروز
 ز سے تخت و شہی وہ صاحب تخت
 نمایاں منہ پہ انوار الہی نور
 جبیں اسکی میں ہے اقبال کا نور
 سراپا ہے وہ یک نور تجلی
 جو اسکا جلوہ گہ ہو کوئی گلشن
 جو اسکی عدل سے اخداد ہوں جمع
 اگر ہو جانے وہ حامی مظلوم
 عجب کیا، آشیاں اپنا، کبوتر
 ستم کے ہاتھ کانے اس نے بانہ
 کرے سرمہ جو اسکی خاک در کو
 کرے خورشید سے جا کر ملاقات
 دل مجنوں کا گرا وہ ہو نگہدار
 درستی عہد میں اسکی سے یہاں تک
 کھلے گنبد بخش کا جب در
 زبیں خورشید گوے صورت زر
 سدا میں اس لیے نکلوں ہوں لرزاں

لابداعیان وارکان - سئل کے، ندارد تصحیح قیاسی

تو ہو نال، لکم یک تار، گوہر
گدا ہوں، آب گوہر میں شناور
وہ ملک مصر بخشے اس کو الحق
نہ آتش میں رہے پھر تندنی خو
تو ماہی پر ہو آتش، آب دریا
رکھے تسخ و طبق جوں ہر، باہم
مصور تو نہیں بالذہ، واللہ
کریں نقاشیاں، اعدا کے تن پر
کہ ہے وہ ملک معنی کا بھی سلطان
خدا بہنی، خدا دانی میں کامل
عجب عالی نظر دی اسکو حق نے
کھلے ہیں، اس پر معنی ہمہ اوست
کرے دنیا و دیں کے کار، باہم
اسے خلوت ہے، عین انجمن میں
دعا لاتا ہوں نمونوں، اب زباں تک
کہیں تا تحت گردوں کو سخنور
تدم ہو زیب بخش تحت شاہی

رقم کچھ، گر اس ہمت کے جوہر
اس ابر خود سے برسوں جوہر
جو اس سے کوئی مانگے قطعاً
جوہر کے حکم سے تک تربیت ہو
اگر وہ تہر ہوے بکد فرما
وہ لیتا خود و جرات سے ہے عالم
جوانان سپاہ شاہ، جم جاہ
لکم کی طرح، لیکن لیکے، خنجر
نہ تنہا عالم صورت کا خاٹاں
خدا آگاہ ہے یہ شاہ عادل
نگاہ حق نگر دی، اسکو حق نے
ہر اک صورت میں دیکھے، جلوہ دوست
بسوے حق سے دل، رو سے عالم
وہ دل تسخ خواں، لب ہیں سخن میں
کہوں اوصاف میں اس کے کہاں تک
رہے تا ہر کو، تشبیر انسر
وہ سر ہو اور انسر یا اہی

در تہنیت جشن جلوس میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ غازی

آبیٹھ دل ہی روبرو تھا
چوں روے پری و سینہ حور
میں چشم خیال سے نظر باز
بال پر شوق کو کیا باز
مفتون نظارہ چمن تھا
باہم شفق و سحر چمن میں
مینا تخبلی د لالہ گوں مل
تھے پاؤں، صبا کے لڑکھراتے
کہتی تھی یہی کہ رفتم از دست
انگڑائیاں لے رہے تھے نمود

بنٹھا میں سحر کو سر فرد تھا
آئندہ نہ کہہ کہ مطلع نور
آئندہ، طلسم خانہ راز
ہو، فرط نشاط سے نواساز
ہر طرف میں، بال زن تھا
گل گل طرف وہ پہلوے سمن میں
غنچہ پ، سمن کے پرتو گل
گل ساغر نسیم بادہ تھے، دکھاتے
سبزہ پ تھے، گر کے جوں مست
ایندیں تھے، تمام نخل انگور

غزل

جھومیں تھے نہال، جوں شیرانی
باہم رخ و لب کو چومتے تھے

گل جام لیے، گل کلابی
کیا کیا گل و غنچہ جھومتے تھے

۱۔ لندن۔ ابرو جود۔ ساقط الوزن غالباً سو کاتب

۲۔ لندن۔ "شبنم" مگر "سبزہ" زیادہ مناسب ہے۔

۳۔ لندن غزل کا عنوان نامناسب ہے، غالباً سو کاتب

سرمایہ کا وہ طول اور جاودانی
 ہالوں رکھتی تھی بلا بی مانگ اور قامت
 وہ ظلمات میں وہ مانگ کر، نظارہ
 ہالوں میں وہ جہاں سے نظر کیا خوب
 دل نے جو اے نظر کیا خوب
 تھی مانگ وہ جہاں سے جہیں تک
 وہ جہاں سیاہ و سرخ بویاں
 کالا تھا وہاں زبان نکالے
 زلفیں، رخِ گرم پر نظر کر
 عارض گل و رنگِ آتش گل
 ابرو کی کج اس پر کیا عیاں تھی
 دونوں ابرو تھے اسکے ہم قدر
 ہوتے ہیں غرض دوچار، باہم
 ابرو کے تھے وہ چشمِ سرشار
 کعبہ کی یہ طلق میں خدایا
 مشرکان اس کی کہ چار صف تھیں
 بنی سے وہ ربطِ چشم کیا تھا
 وہ روح فرا ہاں د دندان
 وہ موجِ تبسم د ہاں تھا
 ڈھلے، دلِ عاشقان بہتاب
 تھے گوش وہ گوشِ تابِ گوہر
 کیا، گوہرِ گوش دیکھ کر یاد
 سرمایہ صد جمالِ صبح
 نورِ سحر سے د صفائے نسریں
 نقاشِ ازل نے خوب حل نسر کر
 ہمیں ساعد تھی شمعِ کافور
 کم روح سے کچھ صفائے مت جان
 ہنجم تھا وہ یا جوابِ مرجاں
 رنگین وہ فندقیں سراسر
 ہوں وصفِ گلو میں مستِ تحریر
 کیا تہر، صدائے تہبہ مست
 پستان وہ سرکش اسکے نوخیز

پروردہ تھا جاوہ جادوہ
 خوردشید مزید اس عرصہ
 نورِ نفسِ شب کا، تھا
 دل، رشک سے شب کا، تھا
 حیرت کی، وہ موج میں گیا ڈوب
 تھا ہند سے ایک کوچہ چیں تک
 کیا مجھ سے بیاں ہو ہو صاف
 یاں جان کے، آپڑے تھے لالے
 انگاروں پہ لوٹتا تھا عنبر
 دود اس کا وہ زلف اور کاگل
 خم آتش گل سے وہ کہاں تھی
 تھا حسن میں کوئی بھی، نہ کم قدر
 ایک، ایک کے سجدہ کو ہوا خم
 حیرت سے سدا رکھیں: مجھے چار
 رکھے کس نے ہیں جانِ صیبا
 یک میل سے دل کریں ہدف تھیں
 بیمار دو اور ایک: عما تھا
 گوہر تھے درونِ آبِ حواں
 سچ سے کہ لفظ سے خط ہویدا
 وہ چاہو ذقن کے چاہو سیلاب
 گرد انکے صفا سے، آبِ گوہر
 آیا مجھے ایک شعرِ گلِ استاد
 گوہر، نہ کہ دانہ صبح
 بوسے گل کے بنانے دوش اور بر
 اس گل کے بنانے دوش اور بر
 فانوس وہ آستین پر نور
 تھی قالب آستیں کی وہ جان
 نے بلکہ وہ ہنجم تابِ مرجاں
 غنچوں کو نچائیں انگلیوں پہ
 سے شوقِ صراحی اب گلوگیر
 تھی قلقلِ شیشہ سے وہ ہم دست
 مغرور بخود دو لندہ انگیز

۱۔ لندن پہ

۲۔ لندن دو، ایک اور عما، غالباً ہو کلاب

۳۔ لندن = اجل

۴۔ ب = بلور

یہ باغ جو دیکھتا ہے ناداں
 دخل اس میں کبھو نہ ہو خزاں کا
 وہ روز ہے آج روز شادی
 جاتی ہوں میں تہنیت کی خاطر
 سنتے ہی کھلا بصورت گل
 اس ذات کا میں بھی ہوں شباخوں
 القصر میں اور وہ شتاباں
 پہنچے جب اسکے آستان پر
 سجدے کو ہونی مثال خورشید
 عمرے کی غرض جو بارپانی
 دیکھا تو ہے بزم عشرت افروز
 تھا زور بلند تخت طلا اس
 تھے صحن میں بس ہجوم ایسے
 وہ چتر مرصع دل افروز
 صناعت مگر تھے وہ نسوں گر
 کیا چتر بلند لوحش اللہ
 عہدہ پہ سب اپنے تھے سرا سر
 بہرام کے دوش پر پلوا تھے
 جوں بہر تھے شفق ہانے زر تار
 خود نور خدا سے وہ ارشتہ
 دے زور اگر وہ ناتواں کو
 عصفور سے آنے کا شہباز
 کزور کی گر کرے رعایت
 سکھلانے قوی کشی کے گر فن
 ماہی کی ہے شکل تیرا خنجر
 سینہ ہے عدو کا باغ و بستان
 چوہن جو اسے کرم سے دے تو
 بخشش پہ جو آنے تیری ہمت
 نقد اپنا تو دے ہے اور خنداں
 افسانہ جود ہے مشہور
 روزنہ ہے بہر کا معین
 شب ہوتے ہی بس بہر ایک اختر
 اس عہد میں تو گراں بہر ہے
 اے لہو جود و بحر احسان
 تیرا وہ جود وہ بحر سخا ہے
 جو کوئی تیرا کہ مدح خواں ہو

اقبال کا اس کے ہے گلستان
 جاوید سے رنگ و بو یہاں کا
 پُر بانگِ طرب سے شہر و وادی
 رکھے اسے نت خدانے قادر
 یوں میں نے کہا کہ غیرت گل
 میں ذرہ وہ آفتاب زبیاں
 خنداں خنداں اٹھانے داماں
 جو طعنہ زناں تھا آسمان پر
 سر تابقدم جبین اسید
 دولت و ثروت ہزار پانی
 لبریز نشاط و فرحت اندوز
 کرتا تھا بہر بھی زمین ہوس
 افلاک پہ ہوں نجوم حبیبے
 تھے طرفہ گل و زمین زردوز
 خورشید بنا لگانے اختر
 سایہ میں ہے اسکے بہر اور ماہ
 خورشید لیے ہونے تھا انسر
 سو اوج لنگ پہ فرق سا تھے
 کم تار شعاع سے نہ ہر تار
 انسان کی شکل میں فرشتہ
 تمہید کرے جو سرکشاں کو
 نے بنک کرے شکار شہباز
 بے تاب و تواں کو وہ حمایت
 شعلہ کے ہو مو کند گردن
 ہے خونِ عدو میں پر شنادر
 سے شاخِ سنان و غنچہ پیکان
 شعلہ پہ ہو راست قامت مو
 کیا تہجد سے ، صحاب کو سے نسبت
 گریاں سے وہ دے کے آبِ عمان
 پونہیا بخشش کا کام کیا دور
 لے، زر سے وہ صبح بھر کے دامن
 پانے ہے ایک اشرفی مقرر
 ارزاں ہے اگر تو سیم و زر ہے
 اس بحر کرم کو ہے نہ پایاں
 نامہ حاتم کا ہو گیا طے
 انعام اسے تو بحر و کاں ہو

۱۔ ب۔ یہ قدم بوس

۲۔ لندن۔ عہدہ سب لیکن یہ ضروری ہے، غالباً سہو کاتب

تعمیر کے لئے
 تو اس کو ملے جو
 پر ہے وہ
 سر پر ہو تیرے
 زر تنگ ہے اور خذف ہے
 اک لطف ہی کی تیرے
 وہ دست دعا کو اب
 تا افسر و مہر و تخت
 یہ افسر و تخت بادشاہی

تعمیر کے لئے
 تو اس کو ملے جو
 پر ہے وہ
 سر پر ہو تیرے
 زر تنگ ہے اور خذف ہے
 اک لطف ہی کی تیرے
 وہ دست دعا کو اب
 تا افسر و مہر و تخت
 یہ افسر و تخت بادشاہی

در تعریف تخت نماز حضرت فردوس منزل کہ بر شکل مسجد ساختہ بود

مرید خرم غام ہے اللہ اکبر
 غم انگشت سے ہنجام تحریر
 مصلی وار ہے گسترہ نام
 یہ لوح و نامہ کو کہوں سرفرازی
 بنا وہ تخت شکل مسجد چوب
 نہ کچھ نثار بھی مانی سے کم تھا
 غلط مانی کی کب یہ خوش طرازی
 وہ محراب اور تحریریں خوش اسلوب
 گلوں میں یہاں تک آثار نزاکت
 کرے سے نازکی ان سے طراوش
 وہ برگ تازک و طرہ رگ گل
 وہ گنبد جس سے موزونی ہے مانوس
 کلس کوتاہ و باریک و خوش اسلوب
 اٹھانے سے مثال اہل طاعت
 وہ منبر جس سے ہے رہ سوے افلاک
 وہ اس پر تعبیر قبلہ نما ہے
 یہ پیش سجدہ کہ رکھتا ہے منبر
 سو اس میں رمز یہ دیکھے سے حق ہیں
 وہ یعنی شاہ عالم شاہ اکرم
 ہمیشہ روبروے رب محبوب
 جہیں میں کی انوار الہی
 یہاں تک جلوہ گہ اسکا ہے روشن
 یہ کچھ قصر جلال اسکے کی شان
 ادا کس سے شتا کا ہونے مضمون
 سخن بادشاہ عرش مسند
 سرور عرش ہے جب تک الہی

قلم ہے کچھ مؤذن سے
 نظر محراب کی آتی ہے
 ادا نے سجدہ حق میں ہے
 مگر ہوں واضح تخت
 عجب اس میں ہے محراب خوش اسلوب
 الہی تیشہ تھا یا قلم
 نہ یوں ہو قلم سے نقشہ بازی
 کہ جوں بر چیں رہے ابرو نے محبوب
 اٹھا مٹنے نہیں بلکہ خواہت
 جب عیا، گر صبا دے انکو جنبش
 سمجھ کر بھول ہو دلدادہ بلبل
 چراغ نور ایمان کا ہے فانوس
 کرے ہم دستی انگشت محبوب
 کلس ہر آن انگشت شہادت
 کہ وہ سے نردبان عالم پاک
 کہ تظہ جرح کا حیرت فرا ہے
 کیا قبلہ نما جو نصب اوس
 کہ اسکے روبرو ہے قبلہ دین
 کہ وہ سے قبلہ آمال عالم
 رہے سجدے میں وہ عالم مسعود
 عیاں عیاں ہے جہنم فر
 تجلی زار ہے جوں دشت ایمان
 کہ اس پر نسیم طائر مرغ
 دعا میں اب یہی کہتا ہے تمنا
 وہ دنیا دہ دین کے یقین
 پر ہوا ہو اس کے تخت شاہی

در تعریف باغ حیات بخش

برنگِ ننگِ ننگتِ گل ، میں بحرِ گلہ
 لیے پھرتا ، ہر اک سو سیر کا ذوق
 ہوا ناگہ ، عیاں ، اک دل کشا باغ
 رخ ہر نیک و بد پر وا ، در اس کا
 بیان دستِ اربابِ سخا ، باز
 کھلا تھا جوں لبِ خندانِ مستان
 نظر آیا کشادہ جب در اسکا
 پے نظارہ اذنِ شوق نے راہ
 تعالٰی اللہ عجب باغِ دلاویز
 کہوں بہر گل کی کیا کیا نہ خوبی
 شگفتہ بیاباں ، در بیاباں
 عیاں ہر گل پہ عکسِ بالِ بلبل
 رخِ نسریں پہ شاخِ کج ، پدیدار
 فروغِ رنگِ گل ، برگِ سمن پر
 نکالا شاخ سے ہر غنچہ نے سر
 برانے طرہ آرائی سنبل
 فضا اس کی سے از بس عشوہ انگیز
 طلب ہوے کی تھی ، از بس صبا سے
 جب داغِ دل لالہ کو تڑپیں
 نہ داغِ د برگِ لالہ ، کہہ کہ پیدا
 ہویدا لالہ سے داغِ سیاہِ فام
 چمن یک محفلِ عیش و طرب سے
 کمانچہ ساز کا شاخِ کجِ گل
 مشعبہ جوں رسن پر ہو قدم زن
 روش پر عرودِ سرد صنوبر
 گلِ احمر بزمِ سرورِ رعنا
 گلوں کی شاخِ خم گشہ کی تڑپیں
 کرے ہے جامِ گل حیرتِ فزائی
 لیے ہے زنگس سرشارِ نمود
 ہر اک سو عکسِ گل سے سروِ پستان
 ہونیں ہیں تمیریاں گرد ، اس کے یوں جمع
 چمن یا ادس گلہ اہلِ عرفان
 صبا سے راز ہانے وقف و سیر

نسیم صبح کے پھرتا تھا ہم راہ
 عنان آرزو ، وقف کفِ شوق
 کہ جس سے روضہ فردوس تھا داغ
 برنگِ بابِ لطفِ حق تعالیٰ
 ہمیشہ جوں کفِ اہلِ دعا باز
 کشادہ جوں جبین سے پرستان
 برنگِ دیدہ اہلِ تماشا
 درونِ باغِ دی بس در سے ناگہ
 قدرِ شاہد صفت، ہر نخلِ نوحیز
 کئے طوبیٰ لگ اٹھ ، جس کو طوبیٰ
 ریاضِ جنت اس میں یک خیاباں
 کہ جیسے لالہ رخساراں کے کاکل
 عروسِ باغ کے ابروئے خمدار
 حنا بستہ کفِ سیمین دلبر
 برنگِ جیبِ سبز و سیمین زرد
 کرے شانہ کشی مژگانِ بلبل
 نیاز و ناز کا ہنگامہ تھا تیز
 سمیٹے ہونٹ ، غنچوں نے حیا سے
 بت ہندو ، درونِ قصرِ لعلیں
 نقابِ سرخ سے ، رخسارِ لیلیٰ
 شفق میں جا بجا تھے لکڑہ شام
 رکھے ہے ہاتھ میں زنگس دف د نے
 ترمیم ساز ، مطرب وارِ بلبل
 رواں سنبل پہ ، ہر یک مرغِ گلشن
 بہم رقصاں ، اصولِ فاختہ پر
 جنے کیا جامِ رنگیں گردِ مینا
 برنگِ طاقِ سبز ، جامِ لعلیں
 سے لعل اور دردر کھربانی
 مے اصغر سے بھر کے ، جامِ بلور
 بیانِ شمعِ محفل سے فرودزاں
 کہ پردانہ ہو جوں پیش و پس شمع
 درختِ اسمیں ، برنگِ سبز ، نمناں
 گلِ خیری کے مثلِ ابو الخیر

۱۔ بے عشق انگیز

۲۔ بے میں

شفق آسمان ہستیاں
 کتاب ہستان ہیں ہستیاں
 بلند و طرفہ و موقدوں سے
 گئے نور شجر پر واعظ
 کردوں گر لذت میوہ، بیاں اب
 رکھے سے خوشہ انگور، اس جا
 سوئی تا لذت انبہ جہانگیر
 برنگ غنچب امرد ہر امرد
 ترنج، اب گوئے خود پر، طعنے زن سے
 کیے وا، لب برانے مدح نغزک
 شجر کولون کے وہ اطراف گلشن
 تماشا سرخ کوبی چشم بدود
 جھکی شاخیں ہیں، محرابوں کی تمشیل
 رکھیں ہیں، دل میں ازبس رشک نارنگ
 شجر ہیں بیر کے، سدرہ سے کیا کم
 جب ہی بیرہ رنگین و شاداب
 بھلا ہم دست ان کا کون ہے یاں
 یہ خورم باغ اور اسمیں وہ ایواں

دل ارباب ذوق، اس کے
 ترنج روز کا صبرا
 کہ پہلودار سے
 ہر اک دے سے جواب
 گرہ یاں ہو ہا کے
 نہ گولے لکے، ہیں لعلیں
 ترنج ہر کا زرد، اب ہوا
 ظہود اس پر ملاک شاں
 خجالت سے ہے سرخ اب رنگ
 جو ہو تو رندگ انشت
 کہ جس سے پست تر ہے، باں کہیاں

در تعریف بارہ درہی

جب بارہ درہی، وہ عرش ساں سے
 بلندی میں وہ ہے گردوں سے برتر
 عجب میں ہندی چرخ پیما
 ملے جا اور پرواز ملک کو
 پہر چار میں سے، انھ سے
 جو صوفی اس کے زینوں پر رکھے پا
 تعالیٰ اللہ زے رفعت زے شاں
 نہ رفعت میں ہے کم عرش بریں سے
 زحل نے چشم میں باندھی یہ تمثال
 وہاں ہر سنگ ہے لبریز انوار
 کردوں کیا وصف اس عالی مکان کا

کہ سر کوب برآوج آسماں سے
 رہا ششدر میں، اس سے ہفت منظر
 ہوا یہ آسماں تازہ پٹا
 کہ ہے چرخ دم، یہ نہر لک کو
 کرے کسب ہوا، اس باں پر آ
 کرے ٹی مدارج کا تماشا
 کہ اس پر نسر طائر مرغ ایواں
 ہوا ہالیدہ یک گردوں، زمین سے
 کہ ہے اس ابروے مخرابی میں خال
 بیان سینہ ارباب میں آسماں کا
 کہ ہوں کب، رازداں میں آسماں کا

۱۔ بہت اپنے

۲۔ لندن راز آسماں کا غابا سہو کاتب

در تعریفِ حوض

قلم فوارہ آبِ گہر سے
عجب ہی حوض، رشکِ حوضِ کوثر سے
وہ گردِ دِ پیشِ صغبانے درختوں
لبابِ اسمیں وہ آبِ دلِ افروز
عجب ہی آبِ صافِ صافِ تنویر
رکھے مرآت و آبِ زندگانی
وہ نوارہ کا چھٹنا چشمِ بدِ دور
مگر وہ ہاتھ ہے دریا دلوں کا
کھتے ہیں اسے نوارہ، ناداں
دعا دیتا ہے مرغانِ کر کے، پر آب
زبس تھی آبِ انشاں یہ دمادم
رکھے یہ آبِ جا، افلاکِ پر گام
بیاں اب خوبی تالاب کیجئے

یہ وصفِ حوض کا شاید اثر ہے
کہ جسمیں بہا اک مرغابی زرد
کہ جیسے گردِ کوثر سبز بختاں
کہ جس سے آبِ حیواں ہے سہ روز
زلال اسکا سر دروے طباشیر
کہ ہے خضر و سکندر کی نشانی
دلِ عارف سے جیسے جوشِ نور
کہ ہے سلکِ گہر ہر سو لانا
کھرا ہے آبِ میں، کوئی دعا خواں
کہ یہ گلشنِ رے سرسبز و شاداب
ہوا تا سبزہ زارِ چرخ بھی خم
کہے ماہی کا گوشِ مہ میں پیغام
کہ گلزارِ سخن کو آبِ دہجے

در تعریفِ تالابِ باغِ حیاتِ بخش

عجب تالاب اور خرم گلستاں
لبابِ اسمیں آبِ زندگانی
جباب اس کے ہیں عکسِ خورد سے پر نور
مصفا جیسے عارف کی ہو طینت
گر اس تالاب پر پاتا خضر، راہ
کہ وہ صانی خرد کرتا نہ کیونکر
یہ رنگ اس میں دکھانے عکسِ گلزار
وہ آئینہ صفت اور سبزہ اس پر
کرے زنگار، کم آئینہ کی آب
صفائے تختہ آبِ آئینہ ساں
نہ اس میں سمجھو شکرِ نشانی
دل مداحِ ذاتِ شاہِ عالم
جس میں، اس کی ہے اقبالِ تیمور
سرپا نورِ عرفاں سے، سر شہ

کہ جیسے تسنیم
ہوا طہرے
رواں جیسے
نہ جاتا چشمہ، حیواں
عمل، خدما صفادع ماکدر پر
کہ آئینہ میں تماشال رخ یار
نظر آتا ہے جوں زنگار یک سر
چہ یہ زنگار تو سے آئینہ تاب
میں اس پر مثلِ طولی، شکرِ افشاں
کہ تھا رطب اللسان مدحِ خوانی
بیاں کب ہوں صفاتِ شاہِ عالم
کہ ذاتِ اسکی ہے خزر آلِ تیمور
جشکلِ آدی لیکن فرشتہ

۱۔ ب۔ اس کے ہیں

۲۔ لندن۔ دکھانے۔ نہیں ہے جو تکمیل مفہوم کے لیے لازمی ہے۔

۳۔ لندن۔ سبز، نابا، سہو، کاتب

۴۔ ب۔ اکبر

۵۔ ب۔ اکبر

گر ، ایک عہد میں
 یا اللہ تا
 گر اس کا وصف
 جو لطف اس کا کرے
 جو ہووے شمع سے حفظ
 زمانے میں سے ، اس کے بے شامل
 دل مجنوں کا سر وہ ہو نگہدار
 زمانہ معدت میں ، ایک راحت
 کرے اسباب ایذا سے ، طرب گل
 جو ہو دریا پہ تابہر ، بے مایا
 رکھے ہے خاکِ دہا اسکی عہد
 منہا کی ہے ، اس نے یاں تک عہد
 نہ خواہ اس عہد میں کوئی مگر زر
 درستی عہد میں ہے ، اس کے یہاں تک
 شکست اتنی سے ناپیدا ، جہاں سے
 جو وہ درماندگان کا ہو ، مدد گل
 دعا پر بس یہاں ختم بیاں سے
 الہی گل ہو جب تک زیب دستار
 سرا ، احباب کا ، ہو رہے عالی

دلوں ہونے
 پڑھے
 ہمیشہ
 نہیں کوئی ذلیل
 شکست آوے نہ رنگ
 نہ نرنے حرف اکن کی
 تو دیکھے آئے سے
 کہ تاب مدح خوانی ، اب کہاں سے
 رہے پامال ہر یک جب تک غار
 نصیب دشمنان ہو

مراتی

ترکیب بند در مرثیہ ملک الشعرا میر قمر الدین منت علیہ الرحمۃ والد ماجد مصنف

اس باغ میں کہ سینہ ہر گل نگار سے
 کیا رنگ عیش یاں کہ ، برنگِ دو رویہ گل
 توام شکست گل سے ، آشفنگی گل
 یاں ایک نخل میں شرمِ مدعا نہیں
 نالاں سے بے شبانی باغِ زمانہ پر
 انجست منع کی ہے ہر اک شاخ گل کہ یاں
 برگِ خزاں رسیدہ کہ سے دور نخل سے
 اس انجمن میں چشم تماشا نہ کھولو
 یہاں بزم مثل مجلس پرویں ہے شب کے شب
 ہر برگ سبز خنجر زہر آب دار سے
 ہم کارہ اس چمن میں خزاں و بہار سے
 بخداں نہو کہ برہمی انجام گلہ سے
 حرمان و بے کسی ہی گل و برگ دیار سے
 ہر صبح صوتِ غنچہ سے یاں آشکار سے
 دل مت لگا کہ یہ چمن بے مدار سے
 لوح کتاب تفرقہ روز گلہ سے
 کب اسکو ایک ذہب پہ شبات و قراد سے
 تا صبح تنے تو بزم ہے نہ کوئی یار سے
 اس انجمن کو دیدہ عبرت سے دیکھنا -
 لگ جانے ہی نہ نقشہ صحبت سے دیکھنا

۱۔ ب۔ فیض

۲۔ لندن وہ ہیں۔ مگر ہے۔ درست ہے۔

تزمین مجلس درجہاں یگانہ تھا
 وہ شمع بزم اہل زباں کا زبانہ تھا
 یہ کلبہ سیاہ یہ تاریک خانہ تھا
 جاتے ہی اس کے بزم میں نام ضیاء نہ تھا
 لافِ شکیب و دعویٰ طاقت کیا نہ تھا
 سر پر ہمارے سایہ لگن کیا زمانہ تھا
 قدسی نشین اور فلک آشیانہ تھا
 اس بحرِ مکرمت کو نہ کرنا ، کرانا تھا
 درگاہِ رخسِ عزم کو کیا ، تازیانہ تھا

یاں ایک زب و زینتِ بزمِ زمانہ تھا
 تھا نور بخش انجمنِ شعر و شاعری
 وہ شمع بزمِ قدسی ہوا ، اپنے واسطے
 اس انجمن کو چھوڑ گیا تیرہ ہانے ہانے
 دردِ شکیب گھ ، دیا کیوں فلک کہ یاں
 تھا وہ ہمانے اوجِ سعادت پر ایک آن
 اس دامِ کبند سے پر پرواز وا کیے
 اپنا گہرِ عظیم ہوا ، ہم سے اس طرح
 اٹھی نہ اپنی گردِ گراں خیز یوں شتاب

اس گرم روئے وادی ہستی کو طے کیا
 ہم والیوں نے ، ناقہ ہمت کو طے کیا

ویرانہ ہے چمن کہ گل و یا سمن کہاں
 وہ خندہ تھا کہ وقف لبِ نسترن کہاں
 شادابی و طراوتِ روے سمن کہاں
 وہ رقصِ دلکشِ قد پر نارون کہاں
 غنچوں کے ٹکڑے ، گل کے ، وہ اب پیرہن کہاں
 رہتے تھے تنگ و چست جو ، بالائے تن کہاں
 جز جامہ دریدہ و خونیں کفن کہاں
 ہے نکتہ سخنِ شاعرِ رنگیں سخن کہاں
 وہ نو سفر کہاں وہ عزیزِ وطن کہاں

کیوں اے صبا! وہ زینت و زبِ چمن کہاں
 موجِ تبسم آج لبِ غنچہ پر نہیں
 رکھتی نہیں ہے عارضِ نسریں شگفتگی
 گم ہو گیا ہے قامتِ شمشاد سے خرام
 کھولے حلقہ و حلقہ عروسانِ باغ نے
 رنگین تمبیں غنچہ و لعلیں تباے گل
 پیراہن ر تباے جوانانِ بوستاں
 مرغِ چمن کے لب پہ ، غزلِ نوحہ ہو گئی
 ماتم سرائے مسکن و موطن ہوا ہے آج

یادِ صبا کو رحم نہیں ، اپنی جان پر
 لاتی نہیں وہ نگہتِ پیراہن اب ادھر

کہنے نہ شکوہِ ستمِ چرخ تا بہ چند
 کتنے ذرا نہ دیدہ انصاف ہیں کو بند
 نہ آتشِ فنا کے ، کواکب ہونے پسند
 سیارگان پہ ہے نہ سرراہ سیر بند
 نے سے ، فتادہ خاک پہ ، یہ خرگہ بلند
 نے کچھ گستہ ، کا ہکشاں کی ، سوئی کند
 نے کچھ موافقت سے ، انہوں کی خلل پسند
 کام و زباں کو دی ہے نہ سم التذاد و قند

ہر دم ہے دل پہ زخمِ نو دجاں پہ یک گزند
 تک دیکھیے کہ وضعِ جہاں میں خلل ہے کچھ
 افسردہ نے تو ، مجرہ آفتاب سے
 نے ، وا ، ہونے ہیں پانے ثوابت برانے گشت
 نے فرشِ خاک ، بادِ فنا نے لیا لپیٹ
 نے کنگرِ پہر بریں پر ہے زلزلہ
 آیا نہیں سے طبعِ عناصر میں اختلاف
 نے طبعِ زہر ٹی ہے ، شکر نے قبول اب

۱- ب- حیا

۲- ب- بے

۳- لندن۔ آپ۔ لیکن آج زیادہ مناسب ہے۔ ب = آج غالباً سو کاتب

۴- ب- کھولا

ہم پر ہی زندگی کی علامت ہے
 کسی کو تو جان دہر ہے

کیا حال ہے کہ دل کو نہ ہے صبر نہ قرار
 سینہ میں آج تعینہ حد کبھی ہے
 بھڑکی ہے آگ سینہ میں ، کیسی کہ یا خدا
 ہے مشہد ہزار نفاں ، گوشہ جگر
 ہر زخم سینہ ، یاں ہے ہم آغوش نہیں سے
 نہفتہ زخم ہر بن مو ہیں ہزار زخم
 رکھ زخم دل پہ تیغ رگ جان میں سناں
 اے رپر ، فنا قر الیں کے پاس جا
 کہتے تھے جگو تخت دل د پارہ جگر

وہ زخم اس کے سینہ پہ اب جانے گیر ہے
 نہ قابل رفو ہے ، نہ مرہم پذیر ہے

اے دوستوں کہو کہ مری داستاں نے
 میری حدیث درد کو اغیار و یاز سے
 تھا چارہ ساز درد و طیب مرض مرا
 کہتا ہوں کب کہ آکے ، سنے آشکارہ دل
 کہتا تھا مجھ کو بند دل و گوشہ جگر
 کہتا تھا مجھ کو قرۃ عینیں و نور چشم
 کہتا تھا آفریں ، مرے اشعار گرم پر
 اصلاح دے کہیں ، کہیں تحسین کے مجھے
 رنگینی کلام مری تھی پسند طبع

موزوں کر کے ہر کی سب داستاں پڑھوں
 رنگیں ترانہ و غزل خونچکاں پڑھوں

امید تھی کہ آئے گا وہ نوسفر یہاں
 امید تھی کہ عہد خزاں کا گزر چکا
 امید تھی کہ سنی سے ، اس ابر لطف کی
 امید تھی کہ نخل ستم دیدہ خزاں
 اپنی شب سیاہ کو ، امید نور تھی
 خوش تھے کہ وہ ہما ، زپے سایہ گستر

سننے گا ، تن کو مردہ جان درگ یہاں
 پھرا گل کرے گا باب خداں گزد یہاں
 نخل مراد لانے گا برگ و شمر یہاں
 آنے بہار ہونے گا ، پھر بارود یہاں
 امید تھی کہ ہوگا ، طلوع قر یہاں
 سر پر کرے گا ، باز مرے بال و پیر یہاں

اسید، تھی کہ نورِ فشاں ہوگا آفتاب
خوش تھے بہت کہ وصل کی اب آئے گی خبر
امید تھی کہ در سے ، وہ خنداں پھر آئے گا

تا صبحِ حشر ، چشمِ تمنا براہ ہے
آوازِ پابِ گوش ہے ، در پر نگاہ ہے

کیا حال ہے کہ آج شرارہ فشاں ہے آہ
چہرہ ہوا ہے سلی حرماں سے سب کہود
نوکِ مشرہ ہے چشم میں مثلِ سرِ سناں
دیکھیں کہ کب عنان کو ، ادھر پھیرتا ہے وہ
اے وہ روانِ ملکِ عدم ، اس طرف کو تم
اولِ رخِ نیاز کو ، اس آستان پہ رکھ
واماندگان کے حال سے ، غفلت اب اس قدر
جنگلہ میں سے آگ پڑی ، لو خبرِ شتاب
آپ ہی کی ذات سے ہے امیدِ مدد مجھے

دودِ فغاں ہوا ہے کلف بہرِ روئے ماہ
سینہ ہوا طپانچہ حسرت سے سب سیاہ
کچھ کم نہیں خدنگ سے ، آنکھوں میں ہر نگاہ
تا صبحِ گلو حشر رہی چشمِ یابِ براہ
جاؤ کہ ہے جدھر قرالیں کی بارگاہ
کیجئے یہ عرضِ عرض ہے مسوں کی قبلہ گاہ
سالارِ کلواں کی ، کہیں بھی ہے رسم و راہ
اتنی کہیں سے گرم رویِ رسمِ بادشاہ
کرتی ہے ملکِ جاں پہ پورشِ بجر کی سیاہ

پھیرو ادھر عنان تو مل آنکھیں رکاب سے
رڈوں یہ میں کہ دامنِ زیں تر ہو آب سے

ترکیب بند سید حیدر، فرزند دل بند مصنف

اے برقِ نالہ ! قصدِ پہرِ سیاہ کر
گردوں نے میرا سینہ کیا ، وہ گزارِ تیر
بر میں لگیں ہیں کادش پنہاں سے برچھیاں
فریادِ خونچکاں سے مجھے روکتا ہے ، کیوں
دل ریزہ ریزہ کرتے ہوں ، جگا خدا سے ڈر
ہیوند کو جگر کے جگر سے جدا کیا
گم وہ عزیزِ جاں ہے کہ یعقوبِ آرزو
جو نورِ چشمِ تھا نہ رہا مردمانِ چشم
مکھڑا وہ یاد آنے ہے دن رات یا خدا
خوشید رو نہاں ہے مرا ، مجھ سے دور چرخ

دے سیلِ اشک ، خانہ ہستی تباہ کر
تو ناکدِ فغاں دلِ گردوں میں راہ کر
اے دل ! نہ ضبط بس ، نفسِ سینہ کاہ کر
اے ہم نفسِ ذرا! مری محنت نگاہ کر
ہے منصفی کہ اس سے کہے تو نہ آہ کر
سیرِ مردتِ فلک کینہ خواہ کر
یوسف کو چاہتا نہ کبھو جس کو چاہ کر
بٹھیں نہ کیونکہ جامہ ماتم سیاہ کر
رڈوں نہ کیوں ، نگاہ سے بہر و ماہ کر
طالع کر اس کو رات مری صبح گاہ کر

ہوجانے ایسی صبح تو دل میں سرور آنے
چکے وہ آفتاب تو آنکھوں میں نور آنے

۱- ب- یہ بعد میں ہے۔
۲- ب- گا

نادانِ دل! حسیبِ حسیب! یہ خیال میں
 یہ ہے خیال میں کہ نظر آئے ہیں
 آغوش سے مری تیرے نکل جانے سے
 جو میری جان تھا سو گیا، میرے پاس ہے
 روح شریف حیدر صفدر کی سے جسم
 غم خوار، کر نہ میری تسلی کی گفتگو
 ہوں خاک پر پڑا تو اٹھا نہ دوستان
 میں ناتوان بہر سرو سے مرے بندھا
 اے میری جان! حال تک اپنا بیان کر
 رہتا، ترے مرض کا تصور ہے روز و شب

تپ تیری یاد کر کے، مری جاں تنگ گئی
 اس دل کو، آگ اس ہی حرارت سے لگ گئی

بنٹھے پسر عزائے پدر میں سے، بہر کہیں
 یعقوب سے الم میں نہ تشبیہ دو مجھے
 لانی صبا نہ بو مرے یوسف کی، گرجہ ہوں
 اے گم شدہ کہاں ہے تیرا منزل و مقام
 طے کس طرح سے تو نے یہ راہ دراز کی
 کہتے ہیں ہوئے صحن قیامت میں ایک جا
 آ، دیکھ شورِ نوح و فریاد و آہ سے
 تیرے فراق نے یہ لگائی سے آگ کیا
 دتا ہوں بوسہ یوں تیرے سنگِ مزار کو
 دیدار خواہ ہوں، مرے رکتے نہیں سر شک

گریم جو ابر برسرِ خاکِ مزار تو
 تا برویہ ز خاکِ رخِ جوں بہار تو

اے رشکِ ماہ چار دہم، چار سالہ ماہ
 تھا تو چراغ و چشمِ مرا آہ بن ترے
 دستِ تہی ہوں، دیکھ کے، اپنے سرشک دیز
 ڈھونڈوں کہاں! رگرا ہے عجب درِ بے بہا
 کینہ کسی کا تھا، نہ مجھے ہی جفا پسند
 آرام تھا جسے مری آغوش میں سدا
 توڑا سے کیا شگفتہ گل شاخِ آرزو
 اپنے چمن کو کیا ہے توقع بہار کی

آفت ہے یہ پدر جو پسر کا مزار
 آخر ہوا وہ شاد، ابد تک ہوں میں
 بیتِ الحزن میں، صورتِ یعقوب جاگزیں
 مدت سے میری چشمِ تمنا کو ہے کہیں
 سوچی ہوئی تھی ہانے تیری پانے باز میں
 یہی ہے تو حال، ملاقات کچھ نہیں
 گھر کی مرے ہے صحن قیامت ہی زمین
 فریادِ شعلہ دم سے، شرابِ آہ آتشیں
 جس شوق سے کہ لکھ، تیری چھتا چین
 لیتا اٹھا ہوں دیدہ گریاں سے آستیں

بن تیرے، دود مانِ پدر سب ہوا سیاہ
 ہم خانہ بے چراغ سے، ہم چشم بے نگاہ
 کس گوہرِ مراد کو کھویا ہے، میں نے آہ
 بے نورِ چشمِ راہ ہے تاریک و شب سیاہ
 چرخِ جفا پسند ہوا مفت کینہ خواہ
 اسکی بنائی خاکِ طے آہِ خوابِ گاہ
 گل چیں نے میرا باغِ تمنا کیا تباہ
 دل بندہ خاک سے نہ آگے، جوں گل و گیہا

جس اختر تھا ہے پہر صبح سے تا شام وہ ہی چشم
کرتی تھی کسبِ نور مری چشم یا الہ
اختر فشاں ہے صبح سے تا شام وہ ہی چشم
اختر شمار شام سے ہے وہ ہی تا پگھلا

کیا ہو فروغِ ریز اگر وہ ستارہ ہو
اس چشم کو نصیب نگاہ دوبارہ ہو

اے طوطیِ ریاضِ تمنا و آرزو
کس سے ہم صغیر، ترا ہم نوا سے کون
اے عنذلیبِ قدس، وہ رنگیں نوا تری
آموختہ تھا، دستِ محبت کا تو مری
ایک ایک شاخِ برگ و ثمرِ دوحہ و شجر
گہہ دل میں ڈھونڈتا ہوں، تجھے نگاہِ چشم میں
گھر میں مرے ہے خونِ جگر، یا فشاں کا دور
تو ہے فضا نے قدس میں، میں اس قفس میں ہوں
اس باغ سے اڑا ہے، عجب طیرِ خوش نوا
ماتم کدہ بنا، چستانِ دہر، سب

کیوں ہے خموش، ہو، شکر انشان گفتگو
یاں تو ہے مرغِ جاں کی نوا، تیدی گلو
کر یاد زمرے، مرے لب پر ہونے لب
اے طاہرِ مرادا کہاں پر فشاں ہے تو
میں ڈھونڈتا ہوں اس چستان کے سو بہو
کہ تجھ کو عشتِ باغ ہے یا سیرِ آبِ ح
تو کس چمن کی سیر میں ہے، عو رنگ وہ
ہہنچوں ہوں کب اگرچہ کھلیں بالِ جستجو
آواز اب خوشی کا سنوں گا نہ میں کبجو
مرغانِ نغمہ سنج کے لب پر ہے ہانے ہو

ہیں داغِ دل ادھے، نہ چمن لالہ خیز ہے
نغمہ کہاں کہ باغ یہ سب نالہ خیز ہے

ترکیبِ بند مرثیہ سیدالکھماء میر محمد حسین علیہ الرحمۃ

یہ گلستاں کہ نہیں کچھ بجز آزار یہاں
فرصتِ عیش ہے، یک نیمِ تبسم سے کم
نک ہنسے صبح تو پھر چاکِ گہبان کیا
زہرِ حرماں ہے بس آخرِ دہن و کام ہو پتخ
سو للاطوں کی، کفِ خاک کرے سے لیکر
ہوے آرام بھلا کیونکہ کسی کو، کہ نہیں
ہم گرفتارِ لنگ اور لنگِ گوئے صفت
بستہ خاطر کو، علائق سے نہ کیجو ہر گز

کاوشِ خار سے ہر گل ہے، دل افکار یہاں
برہمی گل کو، پس خندہ ہے، ناچار یہاں
غم، ہر اک عیش کو ہے عاقبت کد یہاں
شہدِ مقصد سے حلاوت جو ہو یک بار یہاں
ایک خستِ سرختم، چرخِ ستم گد یہاں
ایک ڈھب پر روشِ گنبدِ دوار یہاں
خم چوگانِ نضا میں ہے، گرفتار یہاں
چھوٹنا دل کا، مبادا ہو کہ دشوار یہاں

دل کو وابستہ نہ کر یاں طربِ عشرت سے
دیکھ یہ گلشنِ گیتی، نگہِ عبرت سے

باغِ حکمت میں یہاں اک گلِ رعنا تھا
مرصعِ مرگ سے افسوس، خزاں دیدہ ہوا
کون یعنی وہ للاطوںِ زماں، میر حسین
کیا ہوا اب کہ مرے درد سے بے پرواہ ہے

لطف و خوبی سے جہاں کا وہ چمن پیرا تھا
زینت و زینب جو، اس ساتِ گلستاں کا تھا
دردِ عالم کی دوا، لطف و کرم جسکا تھا
اس سے آگے نہ مرے حال سے بے پرواہ تھا

کلیا نکلا ہے۔ اس لیے اس کی حالت
 آج تک سنا جانے والی ہے۔ اس لیے اس کی
 جانے اس سے پہلے اس کی حالت
 حال فکر سے نہیں ہے۔

دیکھو، کف آکے سڑی ہے۔ اس لیے اس کی
 وہ دماغی و

ہانے کیا چر ہے، کیا ظلم سے کیا ہے بہاد
 دل پہ میرے کڑے، ایک قطرہ خون سے کمتر
 وضع عالم میں بھلا حادثہ کچھ ہے بہا
 نہ تو جیش سے زمین کو، نہ لنگ کو آرام
 نہ تو سیاروں کو ہے، میں مسافت میں خلل
 روش دہر، اسی ڈھب پہ چلی آتی ہے
 چال عالم کی سبھی خوب ہے لیکن انوس
 ہر گھڑی رخ ترقی پہ ہے، آرام ہے کم

مگر ہر طرح کے سطرچ سے کچھ
 نظم پر اس کے سطرچ سے کچھ
 فسق و فطرت سے کچھ
 حرکت اور سکون سے کچھ
 نہ ثابت کو سکون میں نہ حرکت اور سکون
 نہ تو ہے خاک سبک و نہ تو ہے گراں
 نہ ہے کچھ مجھ سے نہ ہے سبک و نہ ہے گراں
 مگر ڈھول ہے دل میں، نہ تو ہے کچھ

دم ۲۴ کیونکہ نروں ہوسے نہ ماتم اپنا
 تھا جو نروں سو اب اس کو نہیں غم اپنا

آج کیا ہے کہ جو خاطر کو نہیں آج سرور
 مشعل ہر بھی افسردہ نظر آتی ہے
 کیا ہوا ہانے کہ قانون طرب برہم ہے
 ہے کہاں آن کے دیکھے وہ لاطون زماں
 شب سے تا صبح نہیں، چشم کواکب کو خواب
 لخت لخت جگر اب خانہ زہر ہوا
 سینہ تفتہ میں وہ زخم نمک بند ہیں آہ
 کون سی صورت بہود کہ یہاں ہر یک زخم

نہ تو آسوں طبع ہے نہ دل کو حضور
 کچھ تلو، کواکب میں نہیں آتا نور
 ہے وہاں نور، جہاں اٹھتے تھے آہنگ و سرور
 عاقبت ہوئی بیدار، طرب ہے و غم
 بس کہ پہنچے ہے، لنگ پر یہ نظار پر شور
 کاوش آہ بیدار، تاب نیش زہر
 کہ سدا رہتے ہیں لب تشہر آب ساہور
 دشمن جانی مرہم ہے، رو سے ہے لغور

لاپہ بنیہ و مرہم سے ا کہ اب سود نہیں
 ہے یہ وہ زخم کہ جگو رخ بہود نہیں

تھی یہ امید کہ وہ سوے وطن آوے گا
 تھی یہ امید کہ پھر، بہر گرفتار نفس
 تھی یہ امید کہ بس عہد خزاں کا گزرا
 تھی یہ امید کہ پھر کشتہ جہاں کے لپے

مردہ مقدم جان، جانب جن آوے گا
 تھوڑے نگہت نسرین و سخن آوے گا
 گل، پھر اب عہد زماں، سوے جن آوے گا
 مردہ روح رواں، سوے جن آوے گا

۱۔ ب۔ جاتی ہے
 ۲۔ ب۔ ہانے

تھی یہ امید کہ اس چلہ گرِ غم کو دیکھ
تھی یہ امید کہ ہجرِ نسیمِ سحری
دل سے پھر شکوہ غم تا بہن آوے گا
تحدہ نگہتِ پیراہن تن آوے گا
لے کے پیغام کوئی ، سوے وطن آوے گا

تادمِ صبحِ قیامت ہے یہاں چشمِ برہ
کب عنانِ پھیرے ہے ایہ در وہ شِ عالی جاہ

حسرت اے حسرتِ دل ، خیف ہے نو میدی جاں
ہانے تنہائی وہی روزِ سیاہِ ہجر
کچھ عجب شکل سے یاں ، رنگ سے ماتم کا عیاں
تجھ سے فریاد ہے اے نالہ آتشِ افشاں
ایک آتش کدہ سینہ میں نہیں ، گر پنہاں
نہ تو رہبر ہے ، نہ اس راہ میں پاؤں کے نشاں
اپنے گریہ سے ہوا ، راہ میں حائل طولان
ہانے کیا جان پہ ہے ظلم و ستم کا طغیان

ہانے فردی و ناکای و دردِ ہجر
ہلنا وہ ماہ یہاں انجمنِ آرا نہ ہوا
چہرہ دینہ ہوا اپنا طپانچوں سے سیاہ
لب سے لے جاہ جگر آگ سی بھڑکے سے پڑی
کس لیے نکلے ہے ہر دم نفسِ آتشِ بلد
ہلنے کس طرح سے جاویں ، طرفِ میرِ حسین
کس طرح کیجیے اب رختِ سُر اس کی طرف
ظلم و بیاد کا طولان ہے ، کیا دل پر آتا

ہانے کیا واقعہ ہے کچھ نہیں ممکنوں معلوم
ایک دل ، تس پہ ہے حدِ حسرت و حرماں کا محوم

جھکوا برق کا سا اس جمال میں لکھا
 دل گداختہ میں سے فروغ جلوہ یاد
 تجلی عام ہے اس کی کہ یک ہر کا نور
 خمیر مایہ برات و تیغ ، یک آہن
 رنجر ظہور و خفا ہیں اہل شہود
 جب بہار کا عالم ہے جسم خالی میں
 فزوں خمی تیز پری ، دل کی گو فرشتوں سے
 اگر قرب ہی ہو پر نظر کی تاب کہاں
 کبھی نہ جمع ہوں خود بینی و خدا بینی

دل ہر ذرہ ہے خلوت کدہ ، خورشید تاباں کا
 یہاں پیدا سے دیکھو طرف اس آئینہ جاں کا
 کہ اس غنچہ کے کھلنے میں ہے ، ساماں سو گستاں کا
 ہماری طاقتِ سو میں کو دھیان اس برق سوزاں کا
 کہ تو کیا ہے اٹارستاں ہے ، کلک صبح پرداں کا
 نہیں ، پر دیدہ تحقیق وا ، گبرو مسلمان کا
 کہ یاں ہے جلوہ گر خورشید ، اس کے رو سے رخشاں کا
 رہ الفت ہے یہ ، یاں سر کا سودا ہے نہ ساماں کا
 دل مسجد نشیناں سے نمونہ کافرستاں کا
 کہ چشم مور میں یاں بیچ سے یہ کشور سلیمان کا
 کہاں پھیلانے کا جا کے یہ (سب) طومار عصیاں کا
 کہ سخت افسوس آیا ہم کو اپنے دین و ایمان کا

تھی اس حسن مطلق سے ہے کب آئینہ اعیان کا
 شکوہ جلوہ پر جس کے دو عالم تنگ ہے ، دوی
 بہارستان معنی دیکھ ، وا کر تک گرہ دل کی
 جلایا طور جس نے ایک جگہ جھکے سے ، آیا ہے
 تماشا ہی ہو اپنا کر کے آنکھیں بند ہر سو سے
 چراغِ در و شمع کعبہ ، ایک آتش سے روشن سے
 ٹھہر سکتی ہے اس آئینہ دل پر نظر کس کی
 تختیں گام پر اسباب ہستی سب لٹا بیٹھے
 ادھر آ ، گر کلیا و صنم خانہ نہ دیکھے ہوں
 سمجھ کر عشق کی وادی میں کرو فر سے تو آنا
 الہی کس قدر وسعت گہرہ میدانِ مہشر ہے
 جب آداب سے تمسوں کو دیکھا سجدہ بت میں

بندہ ہوں حسن صورت و عشق مجاز کا ہر آئینہ میں جلوہ ہے اوس جلوہ ساز کا

- ۱۔ لندن و زاد غزل
- ۲۔ دل سے جانان
- ۳۔ آئینہ شعر نہیں ہے۔
- ۴۔ سب کسی نثر میں نہیں۔

دل جلوہ گاہ ، پردہ نشینانِ راز کا
 کب سے حرم میں ، ہم کو ارادہ نماز کا
 عزم کیسا اور ارادہ حجاز کا
 جھگڑا کہاں سے چکانے ناز و نیاز کا
 انسانہ او سکی زنگس افسوں طراز کا
 یاں ہے درچار صحوہ پیے بال باز کا

اے تو بے ادب نہ اے آگ دے ، کہ ہے
 سے آستانِ در پہ ، اپنی نشست و خاست
 از خویش رگھی ہی چلے ہم غش ہیں یاں نہیں
 یاں جان تک بھی دے چکے ، پرواہی واں نہیں
 مدد ننگہ غزال کی ، خام ہو جب لکھوں
 منوں دل سے ستم زدہ ہے ، عشق کا حریف

۴

دوست تیری مشاہدہ ربِ عظیم کا
 پردہ سا اٹھ گیا سے کلامِ عظیم کا
 میں غش ہوں لن ترانی و لافِ عظیم کا
 پرواز دور طائرِ عرشِ عظیم کا
 رتبہ تو دیکھ ای و طفلِ عظیم کا
 مجھے نسیمِ غلہ کو شعلہِ عظیم کا
 کیا حوصلہ ہے معنی و لفظِ عظیم کا
 ہووے گا جب کہ معرکہ امید و بیم کا

اے وہ کہ اہم سے تو حسن قدیم کا
 تیرے گواہ در نے جو رازِ فلک نے
 دیکھیں گے اسکو لانے نہ عاشق پہ جس کی تاب
 تو پرکشا جہاں سے وہاں سے سے دشتِ دست
 منسوخ کی ہر ایک ادلی العزم کی کتاب
 تیری ہوا سے کوہ سے آتا ہے جس کو چین
 نعتِ صحیح و مدحِ درست او سکی ہو سکے
 گمنوں کو یا رسول نہ ناکام چھوڑو

۵

مقابل مہرِ عالمتاب کے آئینہ ہے اپنا
 کہ دوش پاکِ خیر المرسلین سازینہ ہے اپنا
 کہ صوانی کے آگے تلخ، لوزینہ ہے اپنا
 سدا لبریزِ نذرِ جعفری کھینچینہ ہے اپنا

لبالب نورِ عشقِ مرتضیٰ سے سینہ ہے اپنا
 زبے رتبت کہ وہ پارِ وقتِ معراجِ یقین ہولے
 نہ اس مشرب سے لذت بہ مذاقانِ تعصب لیں
 نہیں سرمایہ دل داغِ عشقِ آلِ احمد بن

۱۔ آیت ہے یہ غش میں یہاں نہیں۔

۲۔ آہ پرواہاں نہیں۔

۳۔ آہ شورش

۴۔ آہ گستاہوا

۵۔ آہ بے

۶۔ بہ یہ غزل بعد میں ہے

۷۔ بہ آئے

۸۔ آ۔ صوانی

۹۔ آ۔ لوزینہ

میرا دیکھو میں ہوں عجب

مجھے نقشِ ہستی مٹایا تو یہ دیکھا
 ہے سب تیرے ہی حسن کا پرتو ہے
 یہاں ہر شردِ قطعہ طعنے سے
 ہر ماننے مت ہرے دیکھنے سے
 نہیں کہو تکہ ممنون ہر مٹان کا

میرا دیکھو میں ہوں عجب
 میرا دیکھو میں ہوں عجب
 میرا دیکھو میں ہوں عجب
 میرا دیکھو میں ہوں عجب

مجھے کچھ یاد ہے پہلا وہ عالم عشقِ بہاں کا
 وہ صبرِ تشوہِ ذوقِ شہادت ہوں کہ رہتا ہے
 نہیں اس شکل بن مرگر بھی صورت کوئی نکسین کی
 یہاں دم کھینچتا دو دو پہر شکل ہے ہر جانا
 بلا سے بچے وہ تابِ رنگ بھی ، کیا کیا اوجھتا ہوں
 نہ کی غم سے نے جلادی نہ ان آنکھوں نے سبکی
 بنا نقشِ طبرے اندرہ گیس کا یہ کہ سے اوسکو
 شگافِ سینہ سے از بسکہ دو در دل نکلتا ہے
 یہ دل سے قطرہ خون سے بھی کم اللہ رے جرات
 غزل اب اس زمین میں اور بھی کہتے ہیں ہم ممنون

شگافِ بہرہ سے کب تھا اولہ چشمِ بہاں کا
 قدرِ تعظیمِ خم ، آگے مرے شمشیرِ بہاں کا
 سری چھاتی پہ زکوہِ دیکھِ ذوقِ تصویرِ بہاں کا
 دھواں گھٹتا سے جب سینہ میں اپنی تو سوزاں کا
 اگر شانہ ملا گرداں سے اس زلفِ پریشان کا
 جسے کہتے ہیں دل لہتا وہی لالہ ہوا ہاں کا
 سر لگے اور زانو اور گورہ بیتہ اتران کا
 یہ اب جا بجا سے رنگ سے اپنے گہاں کا
 ہوا سے نس پہ روکش اوس غولگ اندازِ برگان کا
 کہ سن کے دل جسے مخلوط ہو ہر اک سنداں کا

- ۱۔ آدھا
- ۲۔ آہ پرتو
- ۳۔ آہ نہ ہوا
- ۴۔ اپنے
- ۵۔ آہ ہلا ہی یہ حسابِ رنگ ہے۔
- ۶۔ کان۔ مرا

مطلع مانی

۸

سیاہی کب یہ پونجے ہے ، رگڑ کر ، گوشہ داماں کا
کرامت عشق نے دل کو کیا وہ داغ حرماں کا
لڑے سو شورِ محشر ، گرد ہو یاں ایک جنبش میں
ہوا بے پردہ و رسوا حرم یوں رانر دلہنوں
غراش تازہ کی پھر آج کچھ لات سی آتی ہے
بھلا کیا لایہ اوس دشمن جاں سے جو ملتا ہے
ستارہ صبح کا ، یا عقدہ آبِ لطافت ہے
نک میں سوہہ اللاس کو اے دانے بہوردی
جراحت ریز کیا کیا ہو چکی اول نگہ اسکی
جگر ہے نکلے نکلے کون سی طاقت پہ ہوں بہردم
بمذہبِ نون ، غزل ان قافیوں میں اور کہہ مسموں

کچھ کاجل نہ پھیلا ، سایہ سے تیرے ہی مشرکوں کا
کہ رہتا ہے سدا جو تشنہ لب خونِ نمکداں کا
کیا تو نے غبدر اے چرخ ہم کو کس کے داماں کا
اونٹھا کرے وہ کھل یہ کس نے ناز سے جھانکا
قلق میں کھل گیا شاید دل بروج کا نانکا
تجھے کیا شوق ہے ناحق ہی اے دل آجی کے نقصاں کا
ہوا جو نکرہ اللاس ، زینت اوس گرہاں کا
ملا کر زخم دل روکش کیا اوسنے نمکداں کا
خیال اس پر بھی ہے غمزہ کا گاہے ، کچھ مشرکوں کا
حریف کا د کا د نشتر دہم طرح بیگانوں کا
کہ مستحق سخن تیرا ہے دل ہر اک غزل خواں کا

۹

کے اب مرکز میں شوق کے زہرہ ہے خوفنا کا
جھکلا ایک دیکھا تھا ترا جس غزل سے گاہے
ادھر اے خضر تک ہمت کہ ہوتا پھر شادور ہے
کہا میں نے کہ دل گھرانے ہے ، رکتا ہے دم تجھ بن
تجلی کسی اپنے سامنے اک برق کوندے سے
تمہارے خندہ زیر لبی سے خرمن طاقت
گرہ سے دم گلو میں ، شوقِ آبِ تیغِ قاتل سے
ہملا نوم طاقت پھر کسی کے گرم جلوہ سے
میں اپنی بے سرد پائی ہے اتنا اس لئے خوش ہوں
اپی وہ جو وعدے تجھے دلا کس طرح سے ہونگے
نکھرتنہ زا کو کس کے اب مشقِ تغافل ہے

کہ پھر دنبال رو سرم سے مزگان صف آرا کا
ادھر رہتا ہے سوز دو دو پہر تک تیرے شہدا کا
دل اک طوفان بے پایاں و بحرِ شوق افزا کا
تو کیا کہتا ہے ، کچھ کیجئے علاج اس اپنے سودا کا
یہ پردہ اٹھ گیا کس کے جمال عالم آرا کا
حریفِ برق عالم سوز ہے اس ناشکیبا کا
نہوں ، مستحقِ آبِ خضرو نے بادِ مسیحا کا
ہوا ہے آج روکشِ آفتابِ عالم آرا کا
کہ نئے مرہوں ، گلِ گلشن کا ہوں ، نے خارِ صمرا کا
نہ واں خو یاد آنے کی نہ شہوہ یاں تقاضا کا
کہ مسموں چرخ تک ہے موجزن پھر خونِ تمنا کا

۱۔ بہد یہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ آدھر

۳۔ آ، بہد شور

۴۔ آد

گمان کیونکہ کروں تجھ پہ دل پرانے کا
 دُور گر یہ ترحم ، ہجومِ نالہ کرم
 مجھے وداع کرو ہم نشیمان، چمن
 یہ سینہ سے یہ جگر سے ، یہ دل سے بسم اللہ
 کسی کے ہونٹ کے نپٹتے ہی حکم تمام ہوتے
 مجھے یہ درد ہے معلوم ، حکم بلبل رہن
 بچھا کے سوزنِ لباس زہر میں لاد
 بہم ہے محو سخن یاں نگاہِ ناز و نیاز
 ترنمِ غزلِ تازہ ساز کر مسنون

کہ اس نفس میں نہیں حکمِ آبِ ودانے کا
 کرو تیرے میری لائحہ دلانے کا
 ہوا ہے پردہ کھل کو اب اٹھانے کا
 کہ یاں بہا نہ جگر زخمِ تازہ کھانے کا
 چراغ ، تری پیمانہ پر چرخانے کا
 پہرہ آرزو سے مردہ کو رچلانے کا
 اثر نفسوں سے نہیں کچھ کم اس نشانے کا
 دل گرفتہ نہیں سینے میں سمائے کا
 غبارِ کجیو نہ پڑ ، اوس کے آستانے کا
 کہ یہ خدنگ سے لایق اسی نشانے کا
 غرض کہ مسنون اوستاد ہے زمانے کا

نہ بند غم میں سے زور اشک بھی بہانے کا
 کسی کی چشم کا کشتہ ہوں ، ساغر مجھے پر
 دریغِ واپسی قیس ، قصدِ ناقہ نشیں
 نگاہِ ناز بس اب کب تک یہ تیغِ زنی
 وہ شعلہ رو ہو رخِ افروز تو ارادہ سے
 دیا ہے وعدہ جاں بخش کرنے میں مقدور
 کیا فریفتہ کہہ کہہ کے حالِ دل اسکو
 غموں کی گرہی بالیدگی ہے تو آخر
 رقیب کا تو نہ پامال ہوں ، بہر مجھے
 وہ تیرے ناز لگا کر کہے مرے دل پر
 غزل پڑھی ہے توانی میں کیا تصرف کر

۱۔ آب۔ نشیمان

۲۔ آب۔ بس

۳۔ آب۔ پند

۴۔ آب۔ سے جہیں

۵۔ ب۔ آرزو

جا میں زور دیا رنگ مہربانی کا
 کرے ہے شعلہ ہی کام آب زندگانی کا
 کہ ٹھیک رنگ ہے اس خندا نہانی کا
 گلہ ہے سخت مجھے ، اپنی سخت جانی کا
 قبول اس سے نہیں عذر ناتوانی کا
 نہ کچھ تصور ہے یاں دور آسمانی کا
 تمہیں تو کھیل لگا ہاتھ تیغ رانی کا
 ترہ نے سیکھ لیا شغل خوں نشانی کا
 مجھے دماغ کہاں تک ہے قصہ خوانی کا
 یہ مرتبہ تو ہوا رشک و بدگمانی کا
 ہمیں دریغ بہت ہے تیری جوانی کا

جھکی نگہ میں ہے ذہب پریش نہانی کا
 جتنے ہیں گرم نفس سوز سے کہ بہر چراغ
 تقسیم لب غنچہ کو دیکھ ، روتا ہوں
 کیا نہ بازوے قاتل کی نازکی پر دھیان
 نہ آنے دست بدوش کرشمہ کیوں وہ نگاہ
 کیا ہے گردش چشم بتاں نے خانہ خراب
 کہاں سے روز دل و سینہ و جگر لاڈل
 اپنی جیب کہ دامن کہ آستین دھوڈوں
 ملے جو لب بھی پئے عرض حال دل تو کہے
 خیال یاد نہ آغوش دل میں دیکھ سکوں
 نہیں بچا مرض عشق سے کوئی تمنوں

سے پیارے دل عنقا ہدف اس تیر کا
 کام اس کا ہرچکا ، کیا فائدہ تیر کا
 سبزہ پڑمرہ کبھی دیکھا نہیں شمشیر کا
 اس زمانے میں مرقع ہے جہاں تصویر کا
 جوں زبان شمع سے پیکان اس کے تیر کا
 سیکھے آئینہ سے کوئی عمل تفسیر کا
 کل عجب عالم نظر آیا تیرے دلگیر کا
 فائدہ؟ اے عندلیبو! آہ بے تاثیر کا
 سلسلہ ابتر ہوا کس زلف کی زنجیر کا
 چاشنی درد رین ہے کیا مزہ تقریر کا

تاہم سے شور اپنی توہ پر تاثیر کا
 جان دوں اس نزع پر میں تو جو گھبرا کر کہے
 گلشن اقبال تک مردوں کے کب پیچھے غزاں
 جو نظر آتی ہے صورت ہے وہ معنی سے تہی
 شعلہ زن رہتا ہے سوز دل سے پہلو میں مرے
 پر پری رخسار کا رہتا ہے منہ اس کی طرف
 بزم میں چرچے تھے کیا کیا پر اسے واہد نہ تھی
 شرط یہ ہے ہوسٹاں میں جانے گل شعلے گیس
 صحبتیں اہل جنوں کی یوں جو برہم ہو گئیں
 اور طرز عاشقانہ میں کہوں تمنوں غزل

۱۔ آتا اور

۲۔ آتا تصور

۳۔ بہتا اور

۴۔ آب کہو

ہائے منوں پہ جی جلتا ہا تا صبح دم کیا عدو کیا دوست کا ، کیا یار کا ، اغیار کا

خورشید یا کہ برق ہے یا شعلہ طور کا
یارب! سر زباں ہو بریدہ ظہور کا
درپیش کیا سفر مجھے آیا ہے دور کا
کیا خوف و انتظار! مجھے روز نشور کا
کیا فایہ چمن میں اسیروں کے شور کا
رکھتا ہے ماہ ہاتھ میں ساغر بلور کا
درکھلے ہے عصا اسے مرگان مور کا
بیمار سے چھٹا ہے غضب تیر زور کا
بے داغ دل چراغ تمنا کے گور کا
سنہ اور بن گیا اودھر اس پر غرور کا
یارب برا ہو اپنے دل سے ناصبور کا
دیکھو جدھر ، اودھر ہی جھمکڑا ہے نور کا
ہر سنگ میں شرار ہے اسکے ظہور کا

کیا کیجئے بیاں ترے عارض کے نور کا
غفلت میں صبح کی بھی شب وصل کیا خبر
اللہ ضعف لب تک اگر نفس کے
پنکھے سے سخت ہوں ، شب بھراں کے سہ خکا
کھولے ہے محل کے کان صبا ، تو بھرے سے اوس
دور فلک میں کسی کو نہیں میگیسی کا ذوق
کلبیہ ، ناتواں یہ ترا یاں تک ہوا
ملنے ہی آنکھ دل سے ، خذنگ گہ تھا پار
سینہ ہی بسک قتل گہ آرزو ہوا
ہوتے ہی رنجش اتنی سماجت پہ آگیا
بے طاقتی نے اسکی مجھے کر دیا نخل
کعبہ ، یا صنم کہہ خالی کوئی نہیں
منوں ذرا ہلکتہ سودا نگہ کر

دل درد سے ہے خون، پہ کہاں حکم آہ کا
ردکش سے اس سے حوصلہ اپنی عیاد کا
گردن پہ کس کی خون سے اس بیگناہ کا

مانع ہے عرضِ حال سے ذہب اس نگاہ کا
جس برق نے جلا کے کیا خاک طور کو
قربان یار ، نعش ،یری دیکھکر کہا

۱۔ آہ کیا یار کیا ...

۲۔ بے اندرے

۳۔ آہ سے پورا مصرعہ لیا گیا ہے۔ لی میں۔ ہر داغ گور کا

۴۔ بے شہر بد میں ہے

۵۔ آہ جدھر ہے جھمکڑا ہی

۶۔ آہ نہیں

۷۔ آہ کا

مستی میں فیشہ پر اس نے
 دل کو کہ ننگ طاقت و کھین ہے
 بیعت کا قہر راہبِ مہمان سے ہے ان
 کیا کیا کیا سے خانہ کعبہ کے خراب
 آہوں نے جاگے آگ نکالی بہر تک
 عدتے تیرے کہ منہ سے الٹ دے ذرا نقاب
 مہنوں ہزار خاک بٹلے تو جبین ہر

کیا دل ہوا برقتہ نَفِ سینہ تاب کا
 بجلی سی ایک بزم میں کچھ کوندنے لگی
 کس رو کا پر تو ہے یہ کس مو کا سایہ سے
 پہلو سے رختہ رختہ سے جھلکے ہے داغِ دل
 میں شیفہ ہوں اس گل رعنا سے حسن پر
 کیفیتوں سے زخم بھرے ہیں مگر دیا
 وہ زلف دستِ غیر میں ہے، منھلی تو دیکھ
 اے انتظارِ یار ذرا رحم کر، کہ ہے
 کیا دل کے لخت لخت ازلے اچھا کیا
 تمہوں غزل اک اور کہو وہ کہ نکتہ بیخ

نکلا سا اک دکھائی دیا آفتاب کا
 سینے سے دل نکل نہ پڑے یا خدا ہے خوف
 سرگمشگی میں گردشِ چشم بتاں سے ہوں
 آہستہ لب کو جنبش و پہاں نگہ سے تیز
 رسوا ہوں کس قدر کہ وہ کہتا ہے جھکو دیکھ

نکلا سا اک دکھائی دیا آفتاب کا
 سینے سے دل نکل نہ پڑے یا خدا ہے خوف
 سرگمشگی میں گردشِ چشم بتاں سے ہوں
 آہستہ لب کو جنبش و پہاں نگہ سے تیز
 رسوا ہوں کس قدر کہ وہ کہتا ہے جھکو دیکھ

نکلے سے دم کے ساتھ دھواں سا کتاب کا
 کس منہ سے اٹھ گیا ہے یہ گوشتِ نقاب کا
 نکلا کہیں شفق کا کہیں ہے سحاب کا
 ہر روز میں جلوہ سے یاں آفتاب کا
 شوخی کے ساتھ رنگ ہو جہیں سحاب کا
 پانی کسی کی تیغ کو صہاے تاب کا
 پھر پوچھتا ہے مجھ سے سب بچاؤ تاب کا
 مشتاق، آج دیدہ ہزار خواب کا
 اس طفل نے ورق سے ورق کس کتاب کا
 نقطہ ہر ایک بیت پہ دیں انتخاب کا

گوفہ سرک گیا ہے یہ کس کے نقاب کا
 یک چند یہی حال ہے یہ گر اضطراب کا
 شاکی نہ دورِ چرخ کے ہوں انقلاب کا
 رکھتا ہے غضب ادا ہے یہ عالمِ عتاب کا
 رسوا شدہ ہوں میں اسی خانہ خراب کا

- ۱-آ-ہو
- ۲-ب-کا
- ۳-آ-کف
- ۴-آ-ب-سے
- ۵-آ-ب-اضطراب
- ۶-ب-کا

۷- لندن - زدہ، لیکن شدہ درست ہے، آ، ب میں شدہ ہی درج ہے۔

بنھا تو ہو گیا مجھے چھیننا گلاب کا
 دو دو ہوں دو دو تو مزہ ہے خواب کا
 کیا سبک ماہتاب ہے عالم ہے آب کا
 تک دیکھو تو حوصلہ اپنے حجاب کا
 یاں پر، محبِ فراق میں کب نام خواب کا
 مشتاق آج دل ہے ہر ایک نکتہ یاب کا

میں غش میں تھا کہ یارِ عرق ریز آن کر
 منہ پھیر، زہر لب نہیں کہنا صحیح کچھ (نہیں؟)
 آ دیکھ میری چشم میں اس رخ کا پرتا
 روکش ہزار لطفِ مصر سے ہے مدام
 وعدہ تو اس نے خواب میں آنے کا ہے کیا
 ممنون تیری غزل اے نکتہ سنج کہ

۲۰

لبریز رنگِ گل سے سے ساغر حباب کا
 لوں، پوچھ حال تک، دلِ خانہ خراب کا
 بادام و پستہ ساتھ مزہ سے شراب کا
 یاں ہے کتاں نقاب، رخِ ماہتاب کا
 سایہ حجاب کیا ہو، رخِ آفتاب کا
 آغوشِ دل میں خون ہے سو اضطراب کا
 یہ سبھی ہوا طفیلِ خطرِ مشکِ تاب کا
 پر تو ہے سب میں ایک ہی عالی جناب کا
 جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا

دھویا سے کس نے منہ کہ یہ ہے لطفِ آب کا
 بیتاب ناہ نکلے سے رخصت دے اے لائق
 مستی میں گے ہوں چشم، گے لب پہ ہوس زین
 ہے عکسِ رو سے یارِ دل چاک میں عیاں
 دائیہ رو سے آتشیں پہ نگر زلفِ عنبریں
 پیناں تڑپ کے جی ہی سمجھتا ہے کچھ مزے
 تھی حاشیہ پہ گل کے نہ شہرِ عنبریں
 ممنوں کسی کو چشمِ حقارت سے تو نہ دیکھ
 پہلے ہی ہم سے حضرت سودا ہیں کہ گئے

۲۱

مشکِ قطن سے بھر گیا دامن نسیم کا
 زاہد کے دل سے نقشِ الف لامِ میم کا
 ہے آسمان پر ترے در کے مقیم کا

کھولا جو بیجِ طرہ عنبرِ شمیم کا
 وہ زلف اور قد و ہاں دیکھ، منٹ گیا
 گو خشت بھی نہیں پے بالیں ولے دماغ

۱۲-کو

۱۳-آہوں

۱۴-آہ کو

۱۵-دیہ شہرِ نیک لندن میں ہے۔

۱۶-آہ سے پورہ مصر لیا ہے۔

۱۷-آہ ہے

یاں کھلی ہیں تم سب کو
 تلا ج شیب وہ ملک تو ہے
 سب میں تنوں کے غنعت زمین کا نور
 ہرے سبک رواں کو سبک روج کے
 تھا میرا ذکر عشق، سن اس نے کہا کہ وہ
 تمنوں گر ایک آہ شور باد

بہل سے دل سے لب تک ہر حرف آرزو کا
 بلے یہ بدگانی کیا کیا بندھے نہ سودا
 پھر خون تازہ آیا زخم کہن میں دل کے
 ہو تشہ کای اپنی سیراب کس طرح سے
 مشہد پہ میرے کچھ روشن زمردیں شمع
 پاؤں پہ اس کے اپنی آنکھیں ہیں یاد آئیں
 داحان چشم گریاں، یک دم ہا نہ غلی
 کردی ہر اک تمنا سو سوطرچ سے کشتہ
 دیوانہ پن تو دیکھو کیا کیا نہیں ہوں بکنا
 پہلو کے چاک سے سے پھر خون کی تراوش
 تا چند نے طہارت، اے شیخ دیں رہیں ہم
 صہانے لالہ گوں یہ ساتی نہیں کہ تجھ رہیں
 طوفاں اٹھا رہا ہے اب طفل اشک، تمنوں

ہے، اور رنگ جیسے کشتوں کا
 کھل جانے گر ہوا سے کشتہ ان کے
 آیا صبا میں جھوٹا کس دلک
 وہ آب تیغ رہتا ہے جب وقت ہر
 اک سبز پوش کے ہیں میں کشتہ دور
 جب دیکھتا ہوں عالم سرور
 یا نختہ دن ہے کوئی، ہے غلی یا لب
 ہے محمدن لک پہ عوں اپنی آرزو کا
 دو دو پہر تصور آگے بھا کس کا
 کیا زخم دل ہے ناکا ٹوٹا ترے رنو کا
 کعبہ میں آبر سے سے، پھر قصد ہے وضو کا
 پہلو میں ہو گیا عوں دل، شہد و سہو کا
 لڑکا تھا یہ تو اپنی آنکھوں کے روبرو کا

- ۱۔ آج میں
- ۲۔ آج ہوں
- ۳۔ آج بندھی نہ ہوا
- ۴۔ آج ہونے
- ۵۔ مشہد پہ اپنی لانا سے شمع سبز لازم۔ جو ہے گنہ سے کشتہ اس سرور شعلہ رو کا
- ۶۔ صرف لندن کے نسخہ میں ہے، اب میں بھی نہیں، اس سے قبل والا بھی نہیں۔
- ۷۔ آہ ٹوٹا، ناکا

وا، جنس دم سے سے رفو زخم کہیں کا
 کچھ کم رنگ بسمل سے نہیں بد کفن کا
 گل سے عرق اکوہ ، جلا رنگ سن کا
 وہ آپ جو دلدادہ نہیں اپنے دہن کا
 جوں یوسف کنٹاں ہوں ستم دیدہ وطن کا
 ناز و نگہ و عریہ و شوئی و نین کا
 انداز کا، رخصت کا ، لامت کا ، پھین کا
 پایا نہ نشان جاہ میں ، اپنے کہیں تن کا

کب گل سے ہوا خواہ صبا اپنے چمن کا
 بیتابی دل شیرے شہیدوں کی کہاں جانے
 ضبط گرم نفس کر اے بلبلی نالاں
 دتا ہے پھر آئینہ کو کس واسطے ہوس
 زندانِ غربی کو سمجھتا ہوں گلستاں
 طللی میں دیا ہے سبق استاد نے تجھ کو
 کس چیز کا اب وصف کروں تیری ادا میں
 مانند حباب آب ہیکہ عشق نے لہ تمون

کہ ہویا ہے گرہ شطہ، تو بلبلی کا
 ملا نہ لب سے میرے لب تو ساغر مل کا
 ہمدے قتل پہ کیا ہے سبب جامل کا
 ہوا نے کھل نہ سکے بیچ زلف سنبل کا
 وگرنہ لاندہ کچھ بھی ہے بلبلیا غل کا
 کھلا ہے بیچ اپنی! یہ کس کے کاکل کا
 ہزار جی سے ہوں قربان اس توپل کا
 کہ چرخ خم شدہ ہم شکل بن گیا پل کا
 ہر ایک دانہ ہے یاں خرمن تحمل کا
 رواں ہے حکم یہاں غنجر تغائل کا

نہیں سے جلوہ نما غنچہ فلخ پر گل کا
 مبادا جوش لب جام سے کریں تھال
 چکے ہے نیم تبسم پہ خون بہا اپنا
 کرے نہ حسن خدا داد ، حادثہ برباد
 شرط ہے کہ لگے آگ جامہ گل میں
 تقسیم شگفتگی ، عسبر کی سے لپٹ آتی
 کے ہے دیکھ مجھے ، صورت آشنا سے جو
 یہاں تک اوج چہ آتی ہے موج اشک اپنی
 کسی کے نیم تبسم سے روکش حد برق
 نہیں ہے کام ہمیں آبِ خضر سے تمون

رکھے سے رنگ اوس ہانے حاجتہ کی لالی کا
 جو یاد آنے سے لب تک آکے رک جانا وہ گل کا

قدم دکھا سے یاں کس نے کہ گل تصویر تالی کا
 دعائیں زیر لب آہستہ آہستہ اے دوں ہوں

پہا سے برقرار سلطان و ان کی
 نظر کر صبح ، عین عقربہ ڈال کر
 کسی کی چشم بست حالی دل میں ایک
 نگاہ شوقاں گستاخ مت جا اس کے جلاں
 ترے بیمار کو طاقت نہ کروٹ کی نہ چشم کی
 فرنگی زادہ ہے درد تجھ بن دل پہ مستوں کے
 خدا جانظ ہے اس میناے دل کا، پاتھ میں ایک
 لکھا جو شعر : تعریف جمال یاز میں تمہوں

مقطر کیا رکھا لیکر گل شاداب آتش کا
 کہ ان آنکھوں سے رہتا ہے دواں سیلاب آتش کا
 یہاں خاشاک میں رکھا ہے اگل داب آتش کا
 حریف آخر ہوا یہ پارہ سیلاب آتش کا
 نشاں دریا کا گم ہو نام ہو نایاب آتش کا
 ہوا طہر غرض اپنا تمام اسباب آتش کا
 یہیں دیکھا ہے مجھے زہل باہم آب آتش کا
 کہ ہے یہ خشک پیراں ہرا بھی باب آتش کا
 نظر آتا ہے اک شعلہ بوقت خواب آتش کا
 کروگے وقف کب تک خانہ اجاب آتش کا
 الہی کیا بنا ہے یہ دل بیتاب آتش کا
 دکھاؤں داغ دل تو ہووے زہرہ آب آتش کا

رکھے ہے رنگ کچھ ساقی شراب ناب آتش کا
 برے یہ گرم آنسو پونچھ مت دست نگاریں سے
 نہ مرگاں نہاں رکھتے ہیں ہم لخت دل سوزاں
 نگاہ گرم سے اسکی دل بیتاب روکش ہے
 جو سیل اشک و آہ گرم کو تک دہیے رخصت
 شیب و تاب و ہوش و صبر، سوز غم سے سب ہنگا
 عرق اس شیش گون عارض پہ کیا صنع الہی سے
 ہمارے دامن تر پر نہ ہنس اتنا بھی اے صوفی
 تصور تیرے روئے مہروشی کا بسکہ رہتا ہے
 خدا کے واسطے برق نغان کو روکنا تمہوں
 برنگ شعلہ سینہ میں سدا جلتا ہی رہتا ہے
 ڈراتا ہے عبث تمہوں کو تو دوزخ سے اے واعظ

- ۱۔ آ۔ آئے
- ۲۔ آ۔ سو
- ۳۔ آ۔ شعلہ
- ۴۔ آ۔ نہیں
- ۵۔ آ۔ ملتا

۶۹۔ بھوپال۔ لندن کے نسخوں میں یہ دونوں اشعار نہیں ہیں۔

روتا ہوں حالِ خوب نظر کر ، جناب کا
 بہتا پھرا پہر بھی ، جوں گھر جناب کا
 صرصر سے یاں مقابلہ ہے ہر جناب کا
 رکھے نہ ہم غرق ، فناور جناب کا
 سے پیراہن تمام معطر جناب کا
 نوٹے نفس سے شیشہ ، مقرر جناب کا
 اپنے زرہ سے موج کی ، مغفر جناب کا
 بے مزہ کس قدر ہے غرض ، سر جناب کا
 بیکار لفظ ہو نہ کہیں پر ، جناب کا

خالی رہا ہمیشہ ہی ساغرِ جناب کا
 یہ ہو چکا طلسمِ امواجِ گریہ ، یاں
 پر آبلہ ہے دل کا دوچارِ فغانِ گرم
 گردابِ قنہ سے نہ ذریں کچھ سبک رواں
 دامن تھا کس کا دیدہ تر پر کہ اشک سے
 نازک دلوں کے سامنے دم بھی سمجھ کے کھینچ
 ڈر اسکے عکسِ تیغ سے رہتا ہے بحر کو
 اتنی بقا پر ہے وہ بادِ غرور سے
 نموں ، غزل اک اور بھی اس بحر میں لکھو

تن سب سے آب ، جیسے کہ پیکر جناب کا
 لبریزِ ماہتاب سے ساغر جناب کا
 تھا پیراہن پہ کلام جو یکسر جناب کا
 دھیرِ ظہورِ شعلہ ہے کیونکر جناب کا
 سو جامِ مئے سے جامِ برابر جناب کا
 بقیچہ رہا ہمیشہ ہی سر پر جناب کا
 ٹھیراؤ کیا مقابلِ صرصر جناب کا
 کیا تنگ حوصلہ ہے سبک سر جناب کا
 جلوہ قریبِ موج نظر کر ، جناب کا

ہوں میں گدازِ گریہ سے ہمسر جناب کا
 دریا میں کون رکھ کر دھوہا سے منہ
 تن اسکا گھر رہا تھا ستاروں میں چاند سا
 سوزِ دروں سے پڑ گئے سینہ میں آبلے
 اس چشم سا رکھے نہ سے درقنہ پرخ
 یہ موجِ خیزِ قنہ نہ جانے مقام ہے
 اپنی فغانِ تند سے پر یاد سے پہر
 تک باؤ بندھتے ہی بس آبلے اتنا پھر چلا
 آنکھوں میں پھر گیا سرِ نموں وہ تیغِ یاد

کل ایک لخت نہ ہمراہ آہ تھا دل کا
 طپاں لبو میں نہ آساں ہے دیکھنا دل کا

نیازِ گریہ ہے ، سرمایہ کیا ہوا دل کا
 ہزار خونِ جگر سے بغل میں پالا تھا

۱۔ آبلہ خوب حال

۲۔ آبلہ معطر

۳۔ آبلہ بس اتنا

۴۔ آبلہ ہے

سپاہِ درد نے طاقت سے ہر ایک کو
 یہ کس کا کوجہہ دکھائے اور کس کو
 ہوا ستارہ دنیالہ دار ہر ایک کو
 تیرے وسیلے سے ہے روحناسی صدمہ
 نگاہ اٹھ نہیں سکتی جھکی جھکی سے آنکھ
 کیا شکستہ پہلو تو خارِ حیا نکلا
 رواں سے خوں چپ و راست دونوں آنکھوں سے
 رکا نہ رگریہ کسی سے بھی، بے دلوں نے تیرے
 کیا جو خصلت تو تیری نفاں یہ سینے میں
 ہر ایک طفلِ سرشک اک ورقِ لیے نکلا
 زبیں کہ سینہ تو ہے ہر قدر تمنا یہاں
 نفاں تو کھینچ کے لے ہی چلی تھی سینہ سے
 بقیدِ لام توانی غزل میں رکھ منوں

یہ حوصلہ ہے کوئی بل بے حوصلہ دل کا
 رواں ہے یاں دمِ خنجر پہ لالہ دل کا
 کسی کی زلف کو پہنچنے ہے سلسلہ دل کا
 جب عیب سے بھیرا مقابلہ دل کا
 ہے اپنے بخت کا عہد، نہیں نگہ دل کا
 رہے ہے یک خم تو سے معاملہ دل کا
 پڑا ہے زلف سے کیا اسکی جھلا دل کا
 گئی یہ آگ کہ اسباب سب جلا دل کا
 رملا کے خون جتا میں، مگر ملا دل کا
 گیا ہے پھوٹ مگر کوئی آبد دل کا

۳۰

یہ حوصلہ ہے کوئی بل بے حوصلہ دل کا
 رواں ہے یاں دمِ خنجر پہ لالہ دل کا
 کسی کی زلف کو پہنچنے ہے سلسلہ دل کا
 جب عیب سے بھیرا مقابلہ دل کا
 ہے اپنے بخت کا عہد، نہیں نگہ دل کا
 رہے ہے یک خم تو سے معاملہ دل کا
 پڑا ہے زلف سے کیا اسکی جھلا دل کا
 گئی یہ آگ کہ اسباب سب جلا دل کا
 رملا کے خون جتا میں، مگر ملا دل کا
 گیا ہے پھوٹ مگر کوئی آبد دل کا

رکھ سے روکش نشتر ہر آبد دل کا
 کبھی کے رکھو قدم دہروان وادیِ عشق
 عبت نہیں ہے یہ وابستہ پریشانی
 ہوم غمزہ و خیل کرشمہ لشکرِ ناز
 کہوں میں کیا کہ ہوا کیے بے جگہ مائل
 ہمیشہ رنج و طرب کی ہے، یاں خرید و فروخت
 گئے صبا سے گئے شانہ سے کشاکش ہے
 شبِ فرق نے چھوڑا نہ صبر و تاب و شکیب
 کچھ آج اور ہی ہاتھوں میں جھنجھنا ہٹ سے
 رہ سے چپے ہے کچھ خونِ گرم سا تمہوں

۱۔ آء کوہی

۲۔ آء حدانہ

۳۔ آء کوئی

۴۔ آء یہ شعر نہیں ہے، تب میں اس سے پہلے ہے۔

۵۔ آء سے

۶۔ آء چکی

۷۔ آء رہا کیا

۸۔ آء بے ثبوت

آج منظور ہے نیک چاک رسلانا دل کا
 زخم تازہ نہ کہیں آہ دکھانا دل کا
 ہو سکے ضبط سے کب ، حال چھپانا دل کا
 سینہ تنگ میں مشکل ہے سمانا دل کا
 نخل آتش پہ نشین ہے بنانا دل کا
 دیکھو تو یہ چراغ اب نہ بجھانا دل کا
 قاللہ ، لب سے لک ٹک سے روانہ دل کا
 اسکی دزدیہ نگہ کو سے چرانا دل کا
 تیرے ہے ، حق میں نہیں خوب جلانا دل کا
 تصد لب ، نہیں آسان ہے لانا دل کا
 آنے سے ، نکیہ میسر ہے نگانا دل کا
 زور رنگین ہے تمنوں ، یہ نسانہ دل کا

تھام اے دستِ تیش اب یہ ہلا نا دل کا
 ہاتھ سینہ پہ نیک آہستہ رکھو چارہ گراں !
 رنگ چہرے سے اڑا جانے ہے ہر نیس کے ساتھ
 وہ رے کثرتِ درد و غم خوباں کہ یہاں
 شاخِ گل ، مرغِ جن زادِ مبارک کہ ہمیں
 آتشی داغ سے نیک بچ کے نکلتا دمِ سرد
 نالہ دنیا رو ، نالہ پس آہ سے آہ !
 غمزہ ، جاسوس سے پہلو میں مگر مد نظر
 آگ دیتا ہے کوئی اپنے ہی گھر کو ناداں
 اک طوفانِ سرشک ، امد سے ہے ، ہر حرف کے ساتھ
 زورِ راحت کہہ سینہ سے کہ جو داغ یہاں
 سینہ سے تا بلبِ اغشترہ عوں نکلے ہے

حلقہ چشمِ مرا ، حلقہ در ہے اس کا
 تخمِ الفت کا جو ہوا تھا ، ثمر ہے اس کا
 آج کچھ حال مگر نوعِ دگر ہے اس کا
 ہاں مگر ایک خیال ، آٹھ پہر ہے اس کا
 وقفِ سیلاب سے گوہر کی ، نگر ہے اس کا
 سبز اس آبِ زمرہ سے شجر ہے اس کا
 نذر اس کی ہے ، جو منظورِ نظر ہے اس کا
 کس قدر لطفِ غرض واہِ ادھر ہے اس کا
 یوں کہا ، اس کے سزا وار جگر ہے اس کا
 ظرفِ دامن ہے اور دیدہ تر ہے اس کا

منظر دیدہ تر اپنا تو گھر سے اس کا
 خوشہ اشک نہیں مزدِ دل میں ہم نے
 جس نے دیکھا تیرے بیمار کو ، سو مخروں سے
 اور کچھ لکر نہیں اس دلِ سودانی کو
 اس درِ گوش سے تاراج ہوا کشورِ دل
 تر اس آویزہ سے ہے نخلِ مرادِ عاشق
 نقدِ دل کب کا دیا ، مایہ جاں بھی اپنا
 سہوں میں اس رتبہ شناسیِ محبت کا شہید
 خنجرِ ناز کو دیکھ اپنے، مرا لے کر نام
 کنجِ تنہائی میں یہ شغل ہے اب تمنوں کو

سنتے ہی نامِ سفرِ جی سے گزر جاؤں گا
 باہر آوے گا وہ ، تمیں گھر میں اگر جاؤں گا

نام جانے کا نہ لے یار کہ مرجاؤں گا
 نالہ حلقہ در کے سے ، میرے بھی ہیں نصیب

- ۱۔ بے اپنے گھر کو
- ۲۔ آہ تاراج سب
- ۳۔ آہ یہ شعر نہیں ہے۔

میں بھی گریہ ہے صبر نہ اس کا
 گرم رو رہا تھا کا ہوں ،
 تیرا پیار کے تھا دم رخصت سے
 بے دھڑک تیغ لگا تو کہ اگر
 خوش اس کشور ہستی میں غریبانہ پھرا
 لگ وہ مصری سے دکھائے لب شہریں مجھ کو
 خود پسندانِ فردمایہ کے آگے
 ہمنوں

میں راحت سے جو کچھ ہم پہ ستم کیجے گا
 دیکھ کر مجھ کو کہیں ہیں یہ بتان خوشخط
 کس کو پروا کہ ہوادار گل و لالہ سے
 کلبہ تنگ میں ہستی کے رکے سے خاطر
 نہ صفا ، کعبہ نشینی سے ہوئی کچھ حاصل
 ساتھ ہو سے کے سے دشنام کا کچھ بھی موقعہ
 ناتواں ہم سے بھی ذہب الہی ہیں اے راہرواں
 دل میں جو آگ سی بھڑکے ہے ، ابھی جائیگی کچھ
 بکدا بندے کا وہ ہی خط آزادی سے
 دل سے دل ، اس پہ نہیں ، تیز چھری کرتے ہیں
 بھلا زلف کا شانہ سے بہت طول کھنچا
 ایک دن میں نے کہا اس سے کہ اے رشک بہار
 سن کے یہ عرض لگا کہنے ، کہ یہ تو معلوم
 اور اے عاشق جاں سوز تری مرگ کے بعد
 جب کہا اس سے یہ ہمنوں نے کہ پھر لاندہ کیا

آگے اس شرط سے تو دل پہ سے تیر لگا
 بعد ہر زخم کے تھا یہ ترا شکستہ ، ناز
 دل پہ اسکے نہ لگی گرم ہوا سی بھی کبھو
 تیرے نقشہ کا رہے یوں دل حیراں میں خیال
 نگہت مشک ، دم باد صبا میں سے آج
 گنہ عشق ہی کلنی ہے سزا دینے کو

اب سے کون سے کون سے
 کھول کے کون سے کون سے
 میں نے اس ہوادار سے

سر جھکا دینگے اگر تیغ کلمہ کیجے گا
 ایک دن ، سر کو ترے تن سے کلمہ کیجے گا
 باغ دل ، اپنے ہی کو رشک ازم کیجے گا
 اب ذرا سیر بیابان عدم کیجے گا
 دل کو جلدوب کش بیت صنم کیجے گا
 آب حیراں میں نہ آئینہ ، سم کیجے گا
 تو سن عزم کو مت تیز قدم کیجے گا
 سن کے گر سوز میرا ، چشم کو نم کیجے گا
 نامہ اعلیٰ کو ، اب کے جو رقم کیجے گا
 بے دھڑک ، ذبح نہ آہوے حرم کیجے گا
 آخر اے باد صبا تجھ کو حکم کیجے گا
 کلبہ غم زدگان ، رشک ازم کیجے گا
 خاک پہ تیری کبھو لیک کرم کیجے گا
 ماتم و نوحہ بعد درد و الم کیجے گا
 زندگی میں ہی اگر میرا نہ غم کیجے گا

لیجو لتراک سے یعنی کہ یہ
 تیرے قربان ، اب ایک اور بھی شمشیر
 دوں ، تجھے آگ اب اے تو کی تاثیر
 جس طرح دیکھے آئینہ میں تصویر
 کھولنے کون ، سر زلف گرہ گیر
 اور بہتان نہ ظالم پنے تلوار

۱۔ آہ اس کو نہ پنی
 ۲۔ بہ ہم سے ذہب الہی

تک و سودہ اللاس سے لوٹوں ہوں مزے
کچھ شبِ وصل کی ہوسگیاں یاد بھی ہیں
کھولتا گلہ سر کا کل و گم عقدہ زلف
سو وہ سب رہ گئے یوں کہ نہ گویا کچھ تھے
پُر اثر کیا ہی غزل اور پڑھی کمزوں نے

مت ، مرے آبلہ دل کو طبا شیر
تجھ سے کیا جانے تھا یہ عاشقِ دلگیر
کہ گرہ . طرہ میں دیتا ، وہ بندیر
کچھ علائقہ نہیں رکھتی ہے یہ تقدیر
کھینچنے شرم ، بہت محسنِ تاثیر

کون کھینچنے ہے کہاں کاف میں اب تیر لگا
شب یہ سو جھا دل بیتاب کی تسکین کا علاج
خواب میں لب پہ رکھا شب ، گدج آبِ حیات
ایک دو آن کا بیمار تیرا مہمان ہے
رخصتِ حرف نہ دی ناز نے اس کو ورنہ
آپ کو خاک جو کیجے تو ملے نقدِ مراد
کوئی مخمور لگا دے نہ گلے تو آپ ہی
قتل بے وجہ نہ کر مجھ کو کہیں گے کیا لوگ
لکھ کے ایک قتل کا محضر تو مری نعش کے ساتھ
نہیں معلوم کہ کمزوں کے گھر آیا کون

کہ ادھر ہی کو نظر رہ گئی نخبیر
سینہ پر نام ترا کرنے میں ، تحریر
صبح اس منہ سے دیا منہ پئے تعبیر
کہیں آنا ہے تو آپک ، کہ نہ اب در
ایک دو بات میں لیتا دم تقریر
ہاتھ اپنے یہ عجب نسخہ اکسیر
اپنی چھاتی سے ہوں روتا دلِ دلگیر
کوئی نہ کوئی تو، ذمہ مرے تقصیر
اب در شہر پہ ظالم پئے تشبیر
دی سر شام ہی دروازہ کی زنجیر

نورِ ہمد کو شب ، تیرا تبر تک کیا لاف تھا
صافی و نظریگی کیا تھی دم بوس و کنار
گوہریں زہر کے پیدا عکس کیا تھے جا بجا
شیشہ دل سے نکالے کس طرح تیر نگاہ
گہ عرف کی کلا مجلس میں ، مگر شیشہ پہ جام

بال اس مکھڑے سے اٹھ جاتے ہی مطلع صاف تھا
بوسہ کو مشکل ٹھہرنا ، سینہ سے تا ناف تھا
وہ بلوریں سینہ نشہ یا آئینہ شفاف تھا
شست چشمِ نادرک اگلن کا غضب ہی صاف تھا
سادہ رو تھا مٹیچہ پر کس قدر حراف تھا

- ۱۔ آہا تھ
- ۲۔ آہی اگر
- ۳۔ آہ بے
- ۴۔ بے کو
- ۵۔ بے غزل نہیں ہے
- ۶۔ آہ تو
- ۷۔ آہ شیشہ
- ۸۔ آہ کے گلے

۱۔ تک شرارے تہ کے پیچھے کہ میں نے اپنے
چند غارت گر جہاں دیکھے وہاں مالانہ کے
آج مستانہ سا پھرتا تھا درِ میخانہ پر
رات تمنوں کی سنی تازہ غزل ، کیا خوب تھی

۳۸

تہ کے دو ایک ہی جھونکوں میں مطلع طاف تھا
سوسنی ہجر کے نیچے لہرے گوں مویانہ تھا
کشورِ خوباں میں گاہے بھی سنا انصاف تھا
بادِ دستِ مزہ امراں سا امراں تھا
جب پرکھتا لب ، ہر اک عشق کا نام ات تھا
نام لے لیکر ترا وہ آج یوں وصف تھا
وہ مرا شوریدہ میر ایک مجمعِ امراں تھا
دل کہ تیرا مدتوں شوکر وہ الطاف تھا
حضرت تمنوں یہی کیا شوہہ اشرف تھا

ابرتکو ہم چشمی مرگاں کا میری لاف تھا
میری بربادی کی خاطر اختر دنبالہ دار
کی شکایت ظلم کی میں نے توہلا مسکرا
کھودے دریا کے دریا ، دُرخوش ، آبِ سرشک
داغ کے سکے کی خاطر نقدِ دل دیکھا مرا
رات اس مجلس سے جو آتا تھا ، کہتا تھا مجھے
ہزنگی ، دارنگی ، آشفتمہ وضعی تھی تمام
اک نگہ کا دور سے بھی آج کل مردم سے
ہو درِ میخانہ پر ، لے ، دختِ رز بیٹھے ہوئے

۳۹

شوق سے رقماں ہمارے لب پہ حرفِ راز تھا
کل لبِ کھشوقِ سینہ میں وہ تیرا ناز تھا
خوب دیکھا مصرعہ ابرو میں کیا اعجاز تھا
ہرنگہ جاسوں تھی غمزہ ہر ایک غماز تھا
ہرنگہ جادو تھی اسکی ہر سخن اعجاز تھا
وہ خود آرا کل جو خلوت بچ عمرِ ناز تھا
طائرِ جان کو خدنگ اوس کا پر پرواز تھا
برقِ خرمن سوزِ ہستی شعلہ آواز تھا
جا بھرا تنہا مجب ہی یہ جواں جاں باز تھا
صعودِ بیجاں حریفِ چنگل شہباز تھا
غمزہ تھا ، عشوہ تھا ، تمنوں ناز تھا انداز تھا

مائلِ افسانہ شب ، وہ شوخ افسوں ساز تھا
فرصتِ یک ہوس ، بیتابی دل نے دی نہ آہ
تھے بہت مضمون باریک اشاراتِ نہاں
حالتِ دل چشم سے اسکی چھپاتے رات کیا
قتل کرتی تھیں وہ آنکھیں ، جان دیتے تھے وہ لب
چشمِ حیرت ، باز کسی آئینہ کی رہ گئی
سینہ میں لگتے ہی آخر جی گیا تن سے نکل
سننے ہی آہنگِ مطرب خاک ہم جل کر ہوئے
وہ خدنگ اندازِ مرگاں چار صف ہیں اور دل
ہو گیا یہ ناتواں دل روکشِ مرگاں یار
جی بچاتے کس طرح ! کل در پئے جانِ نزار

۱۔ اب۔ یہ حل نہیں ہے۔

۲۔ اب یہ غزل بھی نہیں ہے

۳۔ میں بھی

جو دھبہ دار باد یہ مشت غبار تھا
ابر بہار مجھ سے سدا نظرہ بار تھا
از بسکہ دیدہ ہے خوگر صد انتظار تھا
سینے میں آرزو کا عجب خار خار تھا
تحریکِ دم سے زخمِ دل داغ دار تھا
خوشگوار گل جو وہ طاقت شکار تھا
شب، ہم بٹل جو مجھ سے وہ رشک بہار تھا
سامانِ ہوش و طاقت و صبر و قرار تھا

گل گرم تاز کون سا گلگون سوار تھا
میں کر بلانے عشق ہوں، دشتِ دور تر
پڑتی تھی وصل میں کبھی نگہ در پہ بار بار
کھینکتے تھا کون گل مرے دل میں کہ ساری رات
گل جوں شگفتہ موج صبا سے ہو باز، یوں
آیا نفس گستاخِ حرم سے ہر یک صید
دیکھے تھا جانے خون، گلِ داغ سے گلاب
نہنوں ہوا دوچار جب اس سے، نیازِ برق

شبِ بھر میں یہ ستم زدہ عجب اک بلا سے دوچار تھا
کہ نہ تاب اور نہ خواب تھا، نہ شکیب تھا، نہ قرار تھا
دل و سینہ ہونے ریش ریش، جو دماغ یار ہوا یہ پیش
کہ نگاہِ گلہ خندانِ زن گہرِ غمزہ تیغ گزار تھا
سرسب سے لے کے سر تک گئے پھنک قدم سے جو سر تک
تپ دل تھی یا کوئی شعلہ تھا، دم گرم تھا کہ شرار تھا
ہدفِ خدنگِ بلا یہاں دل و سینہ ہونے بلکہ جاں
جو کسی پہ ناز سے تیر زن میرا نازنین وہ سوار تھا
یہ نفس کے رات تھے کاد کاد کہ دل و جگر میں تھے گھاڑ گھاڑ
یہ جگر خراش نفاں تھی شب کہ گلو و سینہ نگار تھا
تیرے پاؤں پہ تھا یہ سرمدا م ترے رخ پہ چشمِ صباح و شام
نہ تو ربطِ دامن و چشم، نے سرد زانو میں سرد کار تھا
نہ فقط میں عار چمن ہا کہ ہمیشہ ننگ تھا دشت کا
نہ یہ کسر ہی قابلِ گل کبھی، نہ قدم ہی لایقِ خار تھا
طرفِ زمیں نگاہ کر سرد رو دکھوں میں خاک پر
کہ برانے سیر جدھر، تیرا گلا گلا گزار تھا

۱۔ آہ سے

۲۔ لندن، جو، لیکن جوں درست ہے۔ غالباً سو کاتب

۳۔ آہ پی

۴۔ آہ نگاہ

۵۔ آہ صبح

۶۔ آہ کہ یہ پی

مجموعہ غم کی تھی جھلس کر ہوا کی آواز
 تھکے ایسی دیت سے ہے غلش ہے غلش ہے

۴۲

آئینہ پشت بدیوار تماشاخانہ تھا
 سرد گلشن کو بہت دعویٰ رعنائی تھا
 خار صبرا جو صبرا رفتی جی پائی تھا
 کیا اسے کام ادب سے کہ وہ صحرائی تھا
 شیخ کا طاق پہ بس دلتر دانائی تھا
 ورنہ یاں کس کو سر آبد فرسائی تھا
 پترے شیدا کو یہ شغل شب تہائی تھا
 خندہ رترا سبب دوسرا افزائی تھا
 نذر آتش مرا سامان شکیبائی تھا

کل جو خلوت میں وہ گل سمجھو خود آرائی تھا
 تیرے قامت نے کیا خوب ہی سیدھا اوکو
 برق بے دست نے یک دست جلایا پہپات
 کل غزالہ جو ہوا تیری طرف چشمک زن
 نک جو ابرو سے کج مہچپاں آنے نظر
 ہاتھ میں جنبش محل کے عناں سے اپنی
 کہ تصور سے ترے غلط لڑائی تھی کبھو
 سوگماں کیوں کہ نہ آتے کہ مجھے دیکھ کے وہ
 روبرو ہوتے ہی اس برق بلا کے نمون

۴۳

جا کے گردوں پر چمکتا شعلہ جوالہ تھا
 صبح دم دیکھا تو اسکے ہونٹ پر تھالہ تھا
 آپ سے خالی دلیکن میں پرنگر ہالہ تھا
 بات جب کرتا تھا منہ میں دل کا اک پرکالہ تھا
 دیکھتا ہوسہ کی خاطر میں لبر دلالہ تھا
 جام عشرت ہاتھ میں یکدست بخوں، جوں لالہ تھا
 اشک کا تیزہ جو ٹپکا چشم سے سو، ڈالہ تھا
 دل سے نمونوں اس طرح موزوں نکلتا نالہ تھا

کھا کے، کل سو بیچ و تاب اٹھا جو دل سے نالہ تھا
 خواب میں ہوسہ لیا تھا رات بلبے ناڑکی
 تھی خیال مہ رخاں سے شب بغل لبریز نور
 کل برنگ غنچہ تھی کس کو مجال گفتگو
 بدگمانی سے ڈرا ورنہ لیا تیرا جو نام
 اس گل سیراب بن کل ہم کو بزم عیش میں
 واہ رے! افسردگی اس خاطر دلگیر کی
 رات تبدیل توانی سے یہاں تا صبح دم

- ۱۔ بید یہ شعر نہیں ہے - (۲) آ. ب. کے ہے اسکو
- ۳۔ آ. ب. بت
- ۴۔ آ. ب. بے درد
- ۵۔ لندن = رعنائی - لیکن دانائی زیادہ مناسب ہے۔

بہ چلا جو اشک سو، یک اختر سیارہ تھا
کل تڑپتا سینہ میں بیڑھب دل بیچارہ تھا
کب ہمیں طفلی میں سیل جنبش گہوارہ تھا
تھا بدن یا آئینہ، دل تھا کہ سنگ خارہ تھا
پرزدہ گر خورشید ساں کل وہ مہ آوارہ تھا
گرم حولاں کل کہاں یارب وہ آتش پارہ تھا
خون آنکھوں میں مری اندازِ صد نظارہ تھا

بس کہ وقتِ گریہ پیش چشم وہ مہ پارہ تھا
اے دنورِ گریہ! تک رخصت کہ پوچھوں اس کا حال
اپنی راحت گہرا سدا آغوش بتابی رہی
دم سے شب ہوتا تھا میلا، آہ کا گم تھا اثر
صبح کا نکلا ہوا آیا تھا گھر میں شام کو
خرمن طاقت سے یاں شعلے پڑے بجز کا کیے
جلوہ رنگیں اہے تمنوں ادھر تھے اور ادھر

آستیں بالیدہ و چیں برجیں تو کب نہ تھا
ورنہ ظالم قنبرہ رو سے زمیں، تو کب نہ تھا
ورنہ تر رکھتا لبو سے ذیل زیں تو کب نہ تھا
پیش خیل غارت اندازان دیں تو کب نہ تھا
جاننا اے غمزہ انداز کس، تو کب نہ تھا
تیز رکھتا ورنہ قاتل اتخ کس تو کب نہ تھا
ورنہ اگلر ریز لعل آتشیں تو کب نہ تھا
ورنہ رشکِ صد نگارستان چیں تو کب نہ تھا
سن لے او جان نزاکت، نازنیں تو کب نہ تھا
ورنہ نازک شکل شاخ یاسمیں تو کب نہ تھا
کھولتا چہرہ پہ زلف عنبریں تو کب نہ تھا
کب نہ مضمون بند و معنی آفریں تو کب نہ تھا

آج آفتِ قبر ہے، یوں خشمگین تو کب نہ تھا
آج پشتِ دیں پہ آشوبِ زماں کچھ اور سے
آج خونِ صید پہنچایا سے تا صحنِ حرم
آج ہے ایمائیاں دنبال کیا کیا داد خواہ
آج بے ڈھب تیر پر کچھ تیر پوشیدہ چلے
آج پکا ہر نگہ سے خونِ مظلومان چند
آج ہے کچھ وہ تبسمِ خرمن طاقت پہ برق
آج ہیں کچھ اور ہی یہ جلوہ ہانے رنگ رنگ
آج دیکھ آئینہ کیا پوچھے ہے کچھ نازک ہوں میں
آج لکھے سے کر کچھ ہار کے بھی بوجھ سے
آج نے ابرِ تنگ ہیں نورِ مہ پر طعنہ زن
آج تمنوں دوسری کہہ کر غزل نازش ہے کیا

میں نہ تھا گستاخ کس دن شرمگین تو کب نہ تھا
اب ہوا کیا؟ غیر کا پہلو نشیں تو کب نہ تھا
نکتہ سخ اے غمزہ سحر آفریں تو کب نہ تھا
سچ تو کہہ رکھتا یہی نقش نکس تو کب نہ تھا
آج کیا صورت بنی؟ اندوگس تو کب نہ تھا
اک چہری لاتا درون آستیں تو کب نہ تھا

میں لگا جاتا نہ کب کہتا نہیں، تو کب نہ تھا
گوشہ چشمی سے بھی نکلیں تو مری جانب نہیں
اب نہ ایمانی اشارے ہیں نہ رمزیں میرے ساتھ
اب نشان ہوس سے لب پر مرے کچھ سے ننگ
عش ہوں اس پر سش پہ، دیکھ افسردہ پوچھے نے مجھے
چکے چکے طائرِ دل پر مرے، اے طفلِ شوخ

۱۔ آہ خون کسی مظلوم کا

۲۔ آہ گوشہ چشم نگاریں۔

۳۔ آہ نہ اب ایمانی

چشمِ قتل اکب نہ آہو گریز
میں نے پوچھا غیر سے غلطی کیا ہے ان کے
جو غزل خیری سنی سمجھوں سو وہ کہے کہ گرم کرنا

۲۷

خوگر دشنام لعلِ شکرین تو کب نہ تھا
وہ گیا پھرنے سے کیا جو صبح اب ہوتی نہیں
نالہ سوزاں ہونے کیا دامنِ عیسیٰ کی خیر
ہیں نگہ کے تیر اس روزن سے تو چلتے نہ تھے
دور آنکھوں سے ہا پر دیدہ دل کے حضور
زلف پر چہن کے شکن گنتا تھا میں کہتا تھا وہ
مجھ سے تب کہنے لگا دیکھا کوئی ناکام جب
ان دنوں ناعاقبتِ نبی سے تمہوں دل دیا

جامِ شربت میں ہلاہل روزگن
متصل کردی میں اسے چرخِ بریں
گرم رو سے چرخِ پیار میں
چاک کرتا پردہ اے گلِ نشیں تو کب نہ
جب تصور کر لیا پیار کے نہیں تو کب نہ
اپنے قبضہ میں سمجھتا ملک ہیں تو کب نہ
یاد آیا تب مجھے میرے قریں تو کب نہ
مصلحت اندیش اور انجام ہیں تو کب نہ

۲۸

یاں تک وقفِ الم رات یہ ناشاد ہوا
نالہ ازبیں کہ شعاعِ دلِ ناشاد ہوا
ہاں وہ ہو گئے فرسودہ قفس میں جب سب
شب کہا اس سے نہ ہو سے تو دشنام تو دو
آنے جب قتل گہرِ ناز میں ہم تشددِ ذبح
گوئیگی کو بھی نہ کم مشقِ نسوں سازی تھی
یاں سدا کاوش پنہاں سے پنہاں ہیں نشتر
آکے روز اک غم نو یا الم تازہ بسا
غزلِ فارسی کی خوب بنا تھی سمون

تن پہ ہر ہاں سرِ بوزنِ فولاد ہوا
جو نفس لب تک آیا سو وہ فریاد ہوا
ہانے رے عجبی قسمت کہ تب آزاد ہوا
زیر لب ناز سے آہستہ کچھ ارشاد ہوا
ہانے بے آب دمِ غمِ خجیر ہوا
ساحری میں یہ تیرا غمِ خجیر ہوا
نہ ہوا دل کہ کوئی کیسہ نقاد ہوا
سینہ معمورہ غمِ دل الم آباد ہوا
ہا نہ بددیختہ کا قصر بھی بنیاد ہوا

۲۹

رات تم رہن نہ تک آسودہ یہ مہجور ہوا
دل پر شوق کہ تھا ننگِ شکیب پر کلاہ
دیکھنے جان نہر جانے کہ خون ہوتی ہے

رفیقہ بسترِ راحت دمِ سلطورد ہوا
بلے بہت کہ حریفِ شردہ طور ہوا
آج بے طرح یہ دردِ دل و نمود ہوا

- ۱۔ بید سوہ گرم
- ۲۔ بیدی
- ۳۔ آکو

تفرقہ سازیِ دوراں سے ہوں گو دور ہوا
 پرتو انداز یہ کس کا رخ پر نور ہوا
 میں نہ مسموم ہوا اور نہ مسکور ہوا
 گر، گرا طاق سے یہ شیشہ تو بس چور ہوا
 کہ نہ آرامِ درونِ بغلِ گور ہوا
 ناتوانی کا یہاں اور ہی بس زور ہوا
 تیری شیریں سخن کا تو عجب شور ہوا

بجھکو نزدیک نہ دل جانو یارانِ وطن
 چاندنی مار گئی اس دلِ زخمی کو رات
 ہوں شہیدِ خطرِ سبز و نگہبہرِ جادو فن
 یوں اشارہ نہ کر ابرو سے کہ ہو لغزشِ دل
 رکھ دیا ساتھ مرے کس نے دلِ نالاں کو
 دستِ بردوشِ نفسِ سینہ سے نکلے سے آہ
 اور بھی ایک غزل کہہ، کہ ہر اک سو تمنوں

۵۰

گھر سے جو اسکے بلند آج عجب شور ہوا
 چو ششِ عاشق و معشوق کا مذکور ہوا
 شمعِ کلور صفت، مریمِ کلور ہوا
 یار سے چشم میں اور چشم سے مستور ہوا
 کچھ نگاہوں میں کہیں، سو نہ یہ مقدور ہوا
 رختہ رختہ مرے سینے میں وہ ناسور ہوا
 میرے قابو سے نکل جلتے، نہ مقدور ہوا
 تم تو مختار ہونے اور میں مجبور ہوا
 انکو در کلہ عمامے مشرہ، مور ہوا

رخصت ایک ایک سے کیا ماسقِ رنجور ہوا
 غیر تھا داغِ مرے تیرے گماں سے جو کہیں
 رہے داغِ دلِ سوزاں سے یہاں شعلہِ فردز
 مردِ چشم کے مانند کہ سے چشم کے بیچ
 حیلہ جو لطف کی تھی وہ ننگہ ناز پہ یاں
 جو لگا زخم یہاں نشترِ راحت سے آہ
 آگے ہاتھوں جو لیا اسکو شب، اک گوشہ میں
 ہو کے ناچار لگے کہنے کہ سبحان اللہ
 ناتوانی سے یہ کاہیہ ہونے تمنوں اب

۵۱

جب گلے پر تیغ رکھ کر، تک وہ قاتل رہ گیا
 تو نہ تھا، سو دیکھ بالیں کو وہ بے دل رہ گیا
 گر کے اب اک ناتواں ذنبالِ محفل رہ گیا
 ایک پردہ شرم کا تھوڑا سا حایل رہ گیا
 وہ لگا کہنے کہ لے اب تو ترا دل رہ گیا
 گھونٹ لو ہو کے سے پی پی کے یہ گھائل رہ گیا
 بیٹھ گردوں کا سفینہ اب تیرے رگل رہ گیا
 زحل گئی ہے، تس پہ بھی اے شمعِ محفل رہ گیا

دیکھ کر یاس و تمنا سے یہ بسمل رہ گیا
 کل ترے بیمار نے غش سے ذرا کھولی تھی آنکھ
 کوئی کہہ دے تیز رو ناکہ نشیں سے یوں پکار
 کھل چکے ہیں کیا نقاب و پیرہن کے بند، کیا
 عرض بیتابیِ دل میں نے جو کی، چھاتی سے لگ
 جب وہ آبِ تیغ و قف پر گلو ہونے لگا
 اشک کے سیل و وفورِ گردِ خاطر سے مری
 جی نہ کہوں پروانہ دیتا یہ بھوکا تن ترا

۱۔ آبِ حسرت

۷۔ آبِ شہر نہیں سے

۳۳۔ آبِ بویہ بھی شہر نہیں ہے۔

۸۔ بے کے

۵۔ ن۔ بایل، غالباً بہو کلاب

تیس اور ہم تھے دبستان جنوں میں
 تو گیا جوں ہی تو مرنے کی سی کھرا
 ہم رے اے موج خیز قلندر اس گرداب میں
 سن غزل اک اور نمونوں سے لگا کہنے وہ شوخ

۵۲

سر دلہا ہاتھ میں دامن تال
 تال کا تالہ جب پاسے در
 تیری چتون دیکھ کر لیکن یہ سائل
 خشک لب اس قرب پر دریا کے سائل
 صورت قبل نماہ دل ہوئے مائل
 آہ ایک سوتے کا سوتا میں ہی غائل
 کوئی بھی باقی نہیں اب تا منزل
 یا جگر کا لخت یا پرکارہ دل
 اس تن نازک پہ مانند حملیں
 آج اس دادی میں کچھ شور سلاسل

رنگ اس پر سے کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
 کون سا عمل نہیں گزرا کہ یہ رویا ہے تیس
 کچھ لگا ہوں میں کیا چاہے تھا دل عرض ہوس
 وہ جو کم قسمت ہیں تیس اہل کرم سے فیض کیا
 جس طرف کو میں گیا اس کعبہ در کی طرف
 چل بے پیش از سحر تھے جو رفیقان سفر
 اشک انشاں ہم جو گزرے تھے سو پاؤں کا نشاں
 وہ جو ہیں گرم سراخ، آویں کہ ہر ہر مقام پر
 شب جو پہنی گل کی تدمی تھی سو پھولوں کا نشاں
 چل بیابا سر لشکر اہل جنوں نمونوں کہاں

۵۳

آکے دم آنکھوں میں سینہ سے نکل کر رہ گیا
 لڑکھڑانے پاؤں تھے پھر میں سنبھل کر رہ گیا
 دیکھتے کا دیکھتا میں ہاتھ تل کر رہ گیا
 یہ تو ملک دل میں آہ لہنا عمل کر رہ گیا
 قطرہ قطرہ منہ پہ اشک سرخ ڈھل کر رہ گیا
 سوختے جاں شب ترا بستر پہ چل کر رہ گیا
 ایک دریا سا مرے دل سے اہل کر رہ گیا
 درد دل کا کیا بہانہ کہ چل کر رہ گیا
 وہ لب نازک کچھ آہستہ سا چل کر رہ گیا
 کچھ جو نقاش فلک سوجا سنبھل کر رہ گیا
 لے سیدی میں سحر کی پونہی نکل کر رہ گیا
 ایک یا دو مرتبہ اچھلا اچھل کر رہ گیا

آمد آمد سن تری جی تن سے چل کر رہ گیا
 دیر سے مستی میں سوئے کعبہ چل کر رہ گیا
 لے گیا دل ہاتھ سے اور پاؤں کے نیچے ملا
 لشکر غم میں یہ سمجھا تھا کہ جانے کا گزر
 غالباً خوں ہو چکا سینہ میں دلہے غم ہوا
 برق سی سینہ سے چمکی پھر جو دیکھا کچھ نہ تھا
 نام سننے ہی ترا گر یہ کیا کیا نہ ضبط
 بزم سے اس نے نکالا ہی تھا پر مجھ کو بھی دیکھ
 کچھ نہ سمجھا کیا ہوا عرض تمنا کا جواب
 اور بھی تصویر چاہی تھی کہ تجھ سے ہی بنے
 رنگ رخ دیا نہ ہوتے دیکھ شہزاد شفق
 اشک کا طغیان ہوا نمونوں غرق رحمت آہ

۱ - بدیہ پوری غزل بہت آگے دوبارہ دی گئی ہے
 ۲ - آہستہ آہستہ ہی سے

دل سے حرفِ آرزو آکر زباں تک رہ گیا
 ہاں دلِ نالائقی تعلق یک نغماں تک رہ گیا
 گھر سے بیتابانہ آہ وہ آستان تک رہ گیا
 تو ہی منصف ہو، یہ سرمایہ کہاں تک رہ گیا
 لا کے سو سو بار وہ خنجر یہاں تک رہ گیا
 برق کا دامان پہنچ، اس آسماں تک رہ گیا
 ہر سخن میرا پہنچ گوشِ بتاں تک رہ گیا
 آہ بنِ مشرکانِ چشمِ خوں نشاں تک رہ گیا
 استخوان تک بلکہ مغزِ استخوان تک رہ گیا
 وہ ہاں پہنچ مرتبہ لاکر، ہاں تک رہ گیا
 دے چکے اب دھیان کیا، سو تک رہ گیا
 پشتِ بردبارِ حیراں ناگہاں تک رہ گیا
 رہ سکا ظالم، جہاں تک میں ہاں تک رہ گیا
 وہ سگر دہ لا دہن یاں، استخوان تک رہ گیا

اس نگہ نے کیا کہا، چپ میں جو یاں تک رہ گیا
 لب تک آیا ہے جی، پر آکے یاں تک رہ گیا
 وہ دے یہ زورِ جذبِ عشق اور تمکینِ ناز
 کب تک اے گریہ ہر دم پارہہ دل کا سوال!
 سینہ تو زخموں کا خواہاں تھا، پہ انھیلی تو دیکھ
 کیا ہی الجھا داس پڑا ایک ایک نوکِ خار سے
 مت کچھ آویزاں گوہر کہ ہو ہو کے گرہ
 اشک آج آتے ہیں ہمِ نغم، نکتہ دل کوئی مگر
 آگ دی کیا یاں تب الفت نے جل کر مثلِ شمع
 دیکھ ڈھکانا اور انھیلی کہ ہوسے کے لیے
 نقدِ جان و جنسِ ایمان و متاعِ دل، سبھی
 غور خود آرائی تھا خلوت میں وہ بتہ آئندہ
 اذنِ عرضِ شوق بارے بس، ہا جاتا نہیں
 زہرِ غم نے کیا سرایت کی کہ تمنوں بعدِ مرگ

کچھ بھاپ ہی لگی تھی کہ سب سینہ پھل گیا
 دل میں اٹھے یہ ہول کہ دم سا نکل گیا
 آج اٹکے جھوٹ وعدے پہ، پھر میں بہل گیا
 تک منہ پہ نور آنے ہے، جو بن تو ڈھل گیا
 سو بار دل کو سینہ میں جیسے کہ نمل گیا
 سینہ جو آجہرا تھا، یکایک ابل گیا
 پکا نگہ سے قہر، جو تک ہونٹ ہل گیا
 بولا کہ کیا کہا کہ میرا جی ہی ڈہل گیا
 رکھ ہاتھ اس کے دوش پہ تمنوں سنجھل گیا

دل، شب جو شعلہ تب جہراں سے جل گیا
 خاموش ہم زباں کہ لیا تو نے کس کا نام
 اے واہ سادگیِ دلا، بعدِ حد فریب
 سر اس قدر نہ پہنچ تو اے شمعِ بزم میں
 کچھ حال اور تو نہیں معلوم، شب کوئی
 بے اختیار گریہ جو چھوٹا تو کیا کروں
 کیا عرضِ آرزو میں بھلا کر سکوں کہ داں
 لاصد سے میری مرگ کی سن، دل پہ رکھ وہ ہاتھ
 تک ہوش دیکھ جیلہ مستی سے لڑکھرا

۱۔ آ۔ ”آہ“ نہیں ہے

۲۔ آ۔ ب۔ الجھاؤ پڑا

۳۔ آ۔ آمیزہ۔ گوہر

۴۔ ا۔ سب

۵۔ آ۔ اور

۶۔ آ۔ پھل

۷۔ آ۔ اٹھی

۸۔ لندن۔ لڑکھرانے لیکن یہی درست ہے۔۔۔ نانا سہ۔ کاتب

بغل میں مجھے بھینچا کر پناہ کی آبی دلا
 نہیں معلوم کہین کہ میں نگہ دہی کس دل
 آفریں جذبہ الفت کہ سر بھنوں
 جلوہ افروز ترے ہوتے ہی اے غیرت شمع
 میں جو خلوت میں گیا اسکی، میرے دلورہ دیکھ
 بے تکلف بر اختیار میں بیٹھا تھا وہ
 دور ہیں سے وہ فرنگی بچہ دیکھے تھا خدنگ
 مثل دل شیشہ چھپاتا تھا بغل میں ناگہ
 کس قدر دل کو تصور خطِ خوباں کا ہا
 حملہ عشق تو دیکھو کہ شکارِ دل پر
 ایک دو جرم بعد شرم پچھے ہر چند
 درمیانہ پہ دیکھا تھا بہت شرماتے

۵۷

دل کا دگر کا دگر غزے سے پریش ہو گیا
 یا ہے جگر خراشی دیا سینہ کا دیاں
 دشنے سے سر کچھ نہ ہونے کشکان شوق
 آنے تھے کعبہ چھون صنم خانے میں سواں
 ہر دم عتابِ نیش زنی ان لبوں سے ہے
 شاہانہ جس طاقتِ صبر و خرد تھی یاں
 تمنوں تضانے تم کو دیا کیا بغیر دل

۵۸

آنکھیں لڑی تھیں، اس سے دل زار بندھ گیا
 دامن چھڑا کے کون گیا اپنے ہاتھ سے
 تاثیر، گرم آہ نے کی تھی، ات دے

دل کی نگاہ کی نگاہ کی نگاہ کی نگاہ
 لی نگاہ کی نگاہ کی نگاہ کی نگاہ
 نشانِ جرم میں دل کے دھک آئی
 نہیں کے دلا کر علیے دل میں لگتے آئی
 میں جو پہنچا تو کہا تو بے ہوش آئی
 نگہ کی نگہ کی نگہ کی نگہ کی نگہ
 ہاتھ سے تپتے شہر کے سنگ کی آئی
 آخر اس آئینہ صاف پہ دھک آئی
 ایک ہی جست میں ماند ہو گیا آئی
 پر نش کا تری آنکھوں میں تو دھک آئی
 میرے تمنوں کو اندیشہ سنگ آئی

یک نظر خون حریفہ دو حد ریش ہو گیا
 قسمت سے شغل ہم کو یہ درویش ہو گیا
 دل وقفہ غزہ صنم اندیش ہو گیا
 لگا دشمن ایک ہمتہ پد کش ہو گیا
 آب بقا میں غلط یہاں نیش ہو گیا
 دل دستبردِ صنم سے پہ درویش ہو گیا
 سو وہ دستبردِ ندر کا ہش تشویش ہو گیا

کیا مفت بے گناہ یہ گنہگار بندھ گیا
 اشکوں کا پھر جو جیب تک طر بندھ گیا
 آیا وہ جب کہ یاں لب اظہار بندھ گیا

۱۔ بیہ تری

۲۔ بیہ مرا

۳۔ آہ جذبہ عشق تو دیکھ اڑ کے شکارِ دل پر

۴۔ آہ بند آہ گرم

پہروں خیالِ زمیں سرشار بندھ گیا
اپنا دل ان میں ہو کے، گرفتار بندھ گیا
کل کیا سماں دروں چمن زار بندھ گیا
یاروں کا رخت سر بسر و بار بندھ گیا
شب جو تصورِ مرہا یار بندھ گیا
کب کا بتوں کی تیج کو زنگار بندھ گیا
جو دیکھ کر اسے لبِ گرفتار بندھ گیا

بھس میں آگیا تھا کہیں ساغر شراب
تو نے جو ہیں یہ بال لینے، سو کھول دے
رکاوں - سوج باد ز نوا تیج تھے طہور
ہم والیوں کی جنس پریشاں ہے جا بجا
تھی دل میں کا دکا و رگ جاں میں خار خار
گزری ہمیں تڑپتے ہی امیدِ قتل میں
منوں شبہ وصال بتا، تجھ کو کیا ہوا

ہم نے ہر لختِ دل، تا جگر تیر کیا
قصہ یاس مرا آن کے تیر کیا
مفت، فرسودہ سر سوزنِ تدبیر کیا
آج منت کشِ آبِ دم شمشیر کیا
ضبط، ازبکہ ہے سوزِ دلِ دلگیر کیا
آج کس گل کو تصور میں بغل گیر کیا
پر خراب مرے دل ہی کا نہ تعمیر کیا
اور باریک نہ کہوں خامہ تصویر کیا
دیکھ کس شوق سے خط تجھ کو یہ تحریر کیا
ہم نے بھی عقدہ دل وقفہ سر تیر کیا
لے، تجھے ہم نے سلام، آہ کی پاشیر کیا
لوحِ تربت کو مری خاکہ، تصویر کیا
جس نے سیراب دلِ تفتیرِ نچیر کیا

ہر نفس ضبط، ز بس نالہ جھیر کیا
بن مرگاں میں تیرے اشک نہاں ہیں، کس نے؟
نہ دئے ہنجر، مرے زخم جگر، عیبی نے
نہ گئے چشمہ حیوان پہ یہ حلقِ تشر
سینہ سوختہ آتش کدہ آؤ سے
غنچہ ساں ہر گرہ دل میں نہاں ہے خوشبو
ہوں تو کیا کیا نہ یہاں تو نے بنایا اے پہر
قلم موی سے نہ بہر اد کمر اوکی کھینچے
آہ ہر حرف پہ نکلے تھی، چکنتے تھے سر شک
کادشِ خار کرے سے گرہ آبلہ وا
عوضِ رحم اے سن کے چھنی بھنجلابٹ
کادشِ آہ نے چھوڑا نہ پس مرگ بھی آہ
آبِ خنجر وہ سلامت رہے منوں تاحشر

غلطی میں ہم کو طرزِ تساہل نے غش کیا
دعوتی نگرانِ صبر و تحمل نے غش کیا
اس انجمن کو نغمہ قلقل نے غش کیا
ہم کو تو ایک ہی لوحِ نمل نے غش کیا
آشفگانِ نگہت کا کل نے غش کیا

ہوس بھی دے، کہ اتنے سگمائل نے غش کیا
چمکا یہ نور اٹھتے ہی برقع کے بزم میں
کس کو ترانہ سستی داؤد پر خیال
دریا کشی کا مردہ ادبیں جو ہیں اہل ظرف
دی کس کی باس طرہ سنبل نے باغ میں

۱۔ آہ مگر
۲۔ آہ سے
۳۔ آہ تیرے قاتل

کن حلقہ حلقہ بالوں کی لالی
 دے باد ہے عطر تباہی
 کس سرو گل عذار کا گلشن
 غنچہ نے کی جو اس لب خنداں سے مہسری
 تھا کیا فسوں فسانہ دل میں کہ سن کے رات
 نمون اس طریق غزل گوئی پر تری

منہ ڈھانکے آوہ ہولا ، میں بے نقاب آتا
 یہ سیم تن سے کوئی دیکھو تو پیرہن میں
 خورشید رو سے جاناں سے کس قدر درخشاں
 اویں رخ کا رشک پنہاں روشن ہوا کہ ہر صبح
 اویں رو سے پُر عرق کے روتا خیال میں ہوں
 تقوایے قدسیوں کے پھر پاؤں لا کھراتے
 غنچہ کو اسکے آگے تھا لاف خوش دہانی
 چشم بتاں کی گردش کرتی نہ گر خرابی
 شب میرے دلوں سے سو ہو کے تنگ ہولا
 میری طرف نکلیں کیا گرم گرم کی ہیں
 ہادوں میں کشمکش ہے ، اچھے ہیں مو سے کا کل
 چلی مسک رہی ہے زبور جھنگ ہا ہے
 صورت ملی دلی سی دکھلا کے پھر کے تھا
 نمون تری غزل میں تاثیر کس قدر ہے

طرز نگہ سے میری ، ہے حجاب آتا
 لبریز نا ہے نور حد درجہ آتا
 کچھ چشم آئینہ میں بھر بھر سے آتا
 رنگ شگستہ لے کر سے آفتاب آتا
 ہر اشک و لختہ دل سے باآب و تاب آتا
 گر ہاتھ میں لیے وہ جام شراب آتا
 کچھ وہ جو ہل اٹھتا تو کیا جواب آتا
 خلق خدا میں پھر یہ کیوں انقلاب آتا
 یوں جانتا تو کیوں میں تجھ تک شباب آتا
 منہ پہ عرق ہے ، گل سے جوں سے گلاب آتا
 وہ رہ کے میرے دل میں ہے بیخ و تاب آتا
 ہاتوں پہ تیرے غصہ سے بے حساب آتا
 کیا آدمی ہے کرنا تجھ کو خراب آتا
 حالت میں وجد کی ہے ، ہر شیخ و شاب آتا

شعلے سے طور کے سے زیر نقاب آتا
 کہتا ہے آؤں گا میں شب خواب میں، یہ سچ ہے
 قاصد کو دیتے ہی خط ، در سے نگانی آنکھیں
 گر انتظار کے درد اپنے میں تجھ سے کہتا
 شب دل خراش نالے ، سن کر مرے کہے تھا

پھر کون دیکھ سکتا ، گر بے حجاب آتا
 تو جانتا ہے مجھکو ، تجھ بن ہے خواب آتا
 سمجھا ہا ہوں دل کو یہ ہی خواب آتا
 وعدے سے پیشتر تو بے صبر و تاب آتا
 ہمایاں کو اسکے کیونکر ہے خواب آتا

- ۱۔ آہ کس
- ۲۔ آہ برنی
- ۳۔ طالب آملی
- ۴۔ آہ میں یہ غزل نہیں ہے۔
- ۵۔ آہ یہ غزل بھی نہیں ہے

ہر اشکِ گرم ہے جوں اشکِ کباب آتا
ہر اشکِ سرخ سے ہے اک لعلِ ناب آتا
پیری میں یاد جب بھی عہدِ شباب آتا
خنجر کو زعفران سے دے کر ہے آب آتا
کچھ نبض میں ہے میری آج اضطراب آتا
دیواں جو ہاتھ تیرا اے نکتہ یاب آتا

سوزِ دروں سے کیا دل ، سینہ میں بھن ہا ہے
ڈرتا ہوں یہ نہ خالی ہو جانے دل کا معدن
جوں صبح سانس ٹھنڈی۔ دل سے ہے اک تکلفی
کیا شوق کتہہ ایک ، ہنستے ہیں آج شاید
ہاتھ اسکا ہاتھ میں ہے اللہ ، آج کس کے
پھر تیسری غزل بھی تمہوں دیکھتے ہم

خط کا سرے نہ واں سے لکھا جواب آتا
ابے کاش کہ وہ آتا ، پادر رکاب آتا
اس رہن نہیں مجھے کچھ کھر ثواب آتا
پھر آج ہے وہ مستِ مہبانے ناب آتا
لب تشنگاں کی خاطر ، جیسے ہے آب آتا
پھر نالہ سنج پر ہے لے ایک کباب آتا
مخمل کے خواب پر تھا جنکو نہ خواب آتا
خنجر لیے سے شاید وہ پر عتاب آتا
آنکھوں سے متصل ہے کچھ خون ناب آتا

گر آسمان سے سے وحی و خطاب آتا
رخسِ غرور سے کب مہکتا تھا میں کہ اترے
مجھ تشنہ حلق کو وہ دے ، آب تیغ ہولا
کل چور کر چکا تھا نشہ میں شیشہ دل
یوں تیغ دیکھ اس کی خوش شوق کشمکش ہیں
سینہ میں ریزہ ریزہ دل کا ہوا پرشتہ
وہ خاک میں ہیں لپٹے اور خار ہیں دمیہ
لب تہنیت سرا ہیں ہر زخمِ دل کے باہم
سینہ میں کوئی دل کو ، تمہوں مسل ہا ہے

اس عطر پہرہ کی بو سے مجال آیا
کیا اس نکتہ سے دیکھا جو یوں ملل آیا
ہوسوں کا اے تمنا، کن پر خیال آیا
خاک اپنی پر نہ ساقی، یک جرمہ ذال آیا
کیا بعدِ ذبح، قاتل کچھ انفعال آیا
ہوں سر بجیب ، لب تک یہ کیا سوال آیا
ارماں ، نہ ایک کو بھی باہم نکال آیا
یاں کیا گماں، وہاں شب، کیا احتمال آیا
یہ نیم قطرہ خون ، اب پھیل چھال آیا
پس سخت زخموں میں بازو د بال آیا
ہر ایک شوخ مضمون ، رشکِ غزال آیا

غش میں جو ناگہاں دل روزِ وصال آیا
نے غمزہ نا اشارہ پر سان حال آیا
پکا ہے ان لہوں سے خون طرزِ یک تبسم
مشہد سے اپنی اب تک لب تشنگی اُٹگے سے
اس کتہہ ستم کو بارے سے بیقراری
شب تھی طلب کہ کیجے ، تک سینہ جیب سے وا
دونوں طرف دلوں کی حسرت رہی دلوں میں
تھا شوق و خوفِ رخش ، تھا ناز و بیمِ جراث
دل پر ستم کشوں کے ، تک رحم بھی، کہ کیا زخم
سیرِ چمن کو اے دل ، پردازِ شوق کب تک
تک اور شعر پڑھ لے تمہوں ، کہ اس غزل کا

۱۔ آہ۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔

۲۔ آہ نے

۳۔ آہ بھولے بید ہوتی ہے

کب کشکانِ غم سے کہیں ہر حال میں
اس چشم میں نہ قند نہ زلف میں بلا ہے
گر خوں سے ، خاک پر نم دی ہاتھ میں لک سے
باں گوشِ غیر وا رہ ، عشاق بے زباں کو
چھاتی سے قبرِ مجنوں کیا کیا لگا کے روایا
جو دل پہ ہو بجایا ہے اسکی یہی سرا ہے
لب کیوں نہ بند کیجے جب مرکز میں تمہوں

۶۶

غش سے ہمیں اتار ، دم بھر کبھو نہ آیا
اللہ کے ناتوانی ، سینہ سے اپنے نالہ
وہ تفتہ ہوں کہ بعدِ گردن زدن ، رگوں سے
ہم ندبِ نیم جولاں خاک اپنی کر چکے ہیں
قربان بہر بانی ، سینے سے لگ وہ بولا
زخموں پہ زخمِ جھیلے ، داغوں پہ داغ کھانے
یاں در سے لگ رہی ہیں تا وقت نزع آنکھیں
ہیما کا ترے شب ایک دم سا لگ ہا تھا
کل دیکھ نعلش میری کس کس کو تھی نہ حسرت
صد آفریں عجب ہی تمہوں غزل پڑھی ہے

۶۷

زخمی کو دیکھ تیرے ، یک چارہ جو نہ آیا
آزارِ خلق پر تو مت باندھ تیغِ ظلم
طغیانِ بگر یہ جس دم ، آنکھوں نے تک کیا یاں
اس مرکز (میں) ہم بھی ہیں شکلِ زخمِ تازہ
ایما ، سخن اشارہ ، اس چشم کو ہے سب سے
دل اور خیلِ حرماں ، یہ نیم قطرہ خوں
کتے تھے ہم کہ تمہوں کر ضبطِ گریہ ناداں

۱۔ بے نے

۲۔ لندن جو دل پہ بجایا ہے لیکن یہ درست ہے ، غالباً سہو کلاب

۳۔ آہ بے تک دیکھ

۴۔ تو بھی

۵۔ بے مرکز میں ، لندن - میں ، ندارد

جب تک صبا کا جھونکا ، لے تیری
انھا تھا شبِ سحر تک ، تا گور نہ آیا
جوں تارِ شمع شعلہ نکلے ، لب نہ آیا
رخسِ غرور سے تو ، لیکن فرد نہ آیا
ایک بھی تیری نکلی کچھ آزد نہ آیا
گزرا نہ فکرِ مرہم ، وہم رفو نہ آیا
لے حسرتیں چلے ہم ، پر آہ تو نہ آیا
سو بھی ، کبھو تو پیارے آیا ، کبھو نہ آیا
گہم تجھ کو کبھی پاتف کچھ ایک گو نہ آیا
تجھ سا نظر تو کوئی خوش گفتگو نہ آیا

انجست زیرِ دندان جو سرخرو نہ آیا
پانی کر سے کس کی یہ تا گلو نہ آیا
خونبار جوں شرہ کب ، ہر ایک مو نہ آیا
دونے سے تک جدا یاں ہنسنا کبھو نہ آیا
ہم بھی تجھے کچھ سمجھتے ، پہ گفتگو نہ آیا
صد داغ جاں گزرا نے کب دو بد نہ آیا
دیکھا کہ دل شرہ سے آخر کو جو نہ آیا

تلواری کی ڈوری سے کم اک تار نہ پایا
 پہلو کو جو چیرا تو بجز خار نہ پایا
 بستر کے تلے دشنہ خونخوار نہ پایا
 آج ایک بھی لغتِ دلِ انکار نہ پایا
 اس چشم نے تک رخنہ دیوار نہ پایا
 آج ایک پر مرغِ گرفتار نہ پایا
 جز گردِ درِ خانہ خمار نہ پایا
 دندان کے تلے کب لبِ غنوار نہ پایا
 شب، لب سے بہم ملنے، لب اک بار نہ پایا
 نالہ نے گزر، ماسر منقاد نہ پایا
 یہ رتبہ رنگینی گفتار نہ پایا

شب، بسترِ راحت پہ جز آزار نہ پایا
 مدت سے بگھٹتے تھے بغل میں غلشِ دل
 دل مرگ پہ رکھا تھا لفق سے شبِ افسوس
 کیا ہو گئے سب صرف سرِ شک آہ کے ہوا
 تھا خانہ ہمسایہ میں وہ جلوہ نما پر
 دی رنگِ رخِ گل نے یہ آتش کہ نفس میں
 دل کعبہ میں چھوٹا تھا ولے خوب جو ڈھونڈا
 سر پر ترے بیمار کے افسوس سے ظالم
 مانع تھا رادھر تو ادب، آڑے کھی رادھر شرم
 ہر دم طپشِ دل سے نوازن ہوں نفس میں
 تمنوں کی غزل سن کے ہزارانِ جن نے

یہ شغل تو کچھ ہم نے سرزادار نہ پایا
 گامے مرہم سرزنشِ خار نہ پایا
 پڑمردہ جو پھولوں کا سحر ہار نہ پایا
 تجھ میں از اے آہِ شمر بار نہ پایا
 اس طالعِ خوابیدہ کو بیدار نہ پایا
 اس طائرِ دل سا تو، گرفتار نہ پایا
 پر باندھنے کو اور کوئی تار نہ پایا
 ہم قدر صفا میں درِ شہوار نہ پایا
 اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ پایا

دل جب سے لگایا بجز آزار نہ پایا
 گم ہو یہ اسیری کہ تہی پانی نے اپنی
 کس نے ترے سینہ سے تلے دیدہ تر رات
 اس بن کہ مری خرمن ہستی کو کیا خاک
 ساتھ اسکے نہ جاگے، کبھو ایک بار بھی مینے
 پرواز کرے شوق سے، گر روح بجا ہے
 لیتے ہی بس اس شوخ نے جز رشتہ دامن
 تمنوں نے پڑھی وہ غزلِ صاف کہ جس کا
 سن کر یہ کہا میر نے انصاف سے افسوس

ایک باریک سا پلکا جو کمر پر آیا
 کھینچ کے دل ہی پہ یا میرے جگر پر آیا
 کھینچ تصویر ہوں اپنی ترے در پر آیا
 سر پیکان سے جو نپکا تو اتر پر آیا

کیا گراں طرہ گل ہے ترے سر پر آیا
 تیرا بیداد جو اس شستہ نگہ سے چھوٹا
 کیا رقیہوں کو جلایا، تری تصویر کے پاس
 مرجا نادک بیداد، کہ سینہ میں مرے

۱۔ آہ بیدار نے کہا سن کے

۲۔ آہِ سمیت

۳۔ آہِ کھینچے

مجھ سے ہم خوابِ حجاز، دل کے دیوانے
 پیار کی دیکھ کے، آگسٹ لڑی، سرِ ابرو کے پلا
 پردہ اٹنے ہی وہ مت گزرتے پلا، وہ سن
 جذبہ دل نے کیا زور، پہ طالع اٹھے، سہکتے
 آگ کیا دل میں بھری ہے، حوضِ آہ، سرِ اشک
 کس سے وعدہ تھا کہ شبِ اٹھ کے، سحرِ ایک سوزِ بار
 اے جنوں مرده، ہوا جوشِ بہار، تازہ
 ایسے رخسار سے، تشبیہ جو دی تھی ناگہ
 گر غزل اور کہے، لاف نہ کیجئے مسنون

۷۱

کیوں یقین، اب تو مرے دل کے اثر پر آیا
 غمزہ، یارا نشانہ پہ کوئی چھوٹے تیر
 کچھ لبِ بام سے نیچے تھی، ری اپنی کند
 دل پہ جو تیغ لگاتا تھا، لگی سینہ پر
 دل کو کس دستِ جانا بستہ میں تھا رات فشار
 اے گلِ تازہ، مجھے ہے بھی خبر، ہرہ باد
 اشک و پر کالہ دل، سگ و جاہر تھے مگر
 چھپ کے وہ خانہ نشین، چشمِ نگہ بازاں سے
 آتے ہی ناز سے ہولا کہ تیری خاطر میں
 نہیں معلوم کہ مسنون کے کہاں اشکا درد

۷۲

گھر سے گرم عتاب نکلا
 تقویٰ کے ہیں پاؤں لڑکھڑانے نکلا
 اس لب پہ سے داغِ سنے، قیامت نکلا
 یاں سر سے دھنوں نکل گئے، وہ نکلا
 چھپتی کچھ چاندنی سی شاہ نکلا
 آنکھ اس سے لڑی تو ہر نگہ سے نکلا
 کل کو جے میں میں تیرے تھا گزرا نکلا
 اے تشنہ لبی! تجھے مبلوک نکلا

ماہ تو آفتاب نکلا
 وہ در پہ پچھے شراب نکلا
 مغرب سے بھی آفتاب نکلا
 دتا، زلفوں کو تاب نکلا
 وہ منہ سے الٹ نقاب نکلا
 شوخی میں بلا حجاب نکلا
 دل ہاتھوں میں داب داب نکلا
 دریائے جہاں سراب نکلا

آیت ذرا

۲۔ آیت اب۔ جاناں

واہ ہوتے ہی چشم ، کچھ نہ دیکھا
 کون آنے ہے ، سینہ سے یہاں دل دیکھا
 جاں کنڈن سخت دیکھ تیری
 مومنوں تھا انتظار کس کا؟
 ہر شعر تیری غزل کا مومنوں

دیکھا جو یاں ، سو خواب
 جاتا ہے ، باضطراب
 آنکھوں نے تو خوں ناب
 کیوں دم نہ تیرا شباب
 شایستہ انتخاب

۷۳

بریاں دہ صد التاب تولا
 لغتِ دل ، گرم اشک کے ساتھ
 ہوس جو دیا تو کس مزے سے
 گوشہ جو نقاب کا وہ کا
 مرتا ہوں میں اس نگہ پہ ، جس سے
 یاں جس نے کہ خاکساریاں کہیں
 سے جوش ہو کہیں قدح کشتی کی
 جاگے ہو ، انکار کے ، نہ اب تک
 کیا صلہ علی ، ہے تیرے منہ سے
 مومنوں کو پارسا تجھے سمجھے

دل داغ زدہ - کباب
 کیا کیا نہ بہ آب د تاب
 بارے کچھ تو حجاب
 یک پارہ ماہتاب
 کچھ لطف میں ہو عتاب
 وہ ہی عالی جناب
 فوارہ سے صیغے آب
 شب سے تا آفتاب
 آنکھوں سے غبار و خواب
 گل سا رنگِ شباب
 سو بادہ کش و خراب

۷۴

کیا نقش ترا لوحِ دل تنگ پہ کھینچا
 بلے وہ نزاکت جو کہیں پھول تھے پسے
 کس کا ہے رواں ناتھ کہ مومنوں نے دمِ سرد
 کیا سینہ فرہاد نہ تھا تیشہ فولاد
 ہانے اے جگر و دل ، ہر ماہِ یار نے خنجر
 مدہوش تھا اس خط سے ، کیا چشم نے بھی مست
 دل نغمہ گر عشق ہے ، ظالم نہ ہدف کر
 گو رنگِ تبا سے تنِ نازک کا چکان تھا

یک دستِ قلم صفحہ اورنگ پہ کھینچا
 خط ہر رگِ گل نے تنِ گھرنگ پہ کھینچا
 ہر ایک حدائے جرس و زنگ پہ کھینچا
 یوں نقش جو شیریں کا ، سنگ پہ کھینچا
 پھر تصدیرِ سبزہ گری و جنگ پہ کھینچا
 اور ایک قدح سے ، قدحِ بھنگ پہ کھینچا
 کہوں تیرے ہے اس مرغِ خوش آہنگ پہ کھینچا
 اسکو بغلِ شوق میں کیا تنگ پہ کھینچا

۱۔ یہ تھا بید تو ہی درست ہے

۲۔ آہ میں

۳۔ آہ میں یہ شعر پہلے والی غزل میں ہے۔

۴۔ بدہ چو نے تھا

ہم خاک نہیں عرش ہے
ممنوں نے اٹھانے ہی

مطرب نے نہ دل بانگ نے دو چنگ پہ کھینچا
شاباش ہے اے زور کند کشش نہیں
کانے سے رگ جان سے روز میں کھینچے
یاں ہاتھ میں طشت دل پر خون ہے کھیا
تصویر شہادت کا مری عالم رنگیں
مشق ہوں شوریدگی د ہرزہ سرن کا
ممنوں نہ پرکھ تھی گو دست تضا میں

اسی روزے میں ایک عورت نے ایک
ناتھ لڑائی اپنے
شانہ چھوٹی کا دل
وان تیخ کھٹکے گرم اپنے
نقاش نے اس رنگ
خط نسخہ ہوش
نپا دائرہ چرخ تیرے

جو کیا سوال ہوسا تو ملا جواب التا
پڑا شمع کا سلسا پر تو مرے آ ، قریب خانہ
یہ گریز حسن تھی وارہ یہ کشش تھی عشق کی یان
وہ جھکی جھکی سی آنکھیں نظر آ کے مر گیا ہوں
اسے کیا خدہ کا ڈر ہو ، جو مثال میں قرباں
جو وہ تیخ بیچ آیا ، مجھے گریہ سے کیا منع
تپ دل سے شعلہ بستر یہ ہوا کہ اپنی کوٹ
نگہ اس پہ گرم کی تھی کہ جلیں جیا کے پردے
مری اس غزل سے ہمسر کہیں اور کی غزل کو

مرے منہ پہ ہاتھ مارا بدوحد عتاب التا
دخ آتھیں سے کس نے ، یہ سر نقاب التا
کہ وہ گھر سے در پہ نکلا ، پہ پھر آفتاب التا
سیر قبر پر مری دکھ ، قدح شراب التا
مجھے ذبح کر کے سمجھا کہ ہوا ثواب التا
یہ ستم ہے اور روکا دم ذبح آب التا
گئی جل کہ آگ پر جوں نہ کیا کباب التا
اسے اور بھی کچھ آیا عرق حباب التا
کہ یہاں ہے سامعوں کا عجب انتخاب التا

یہ نظر پڑا جھکڑا جو وہ تک نقاب التا
ترے لب سے سے چکنی، عجب ایک سے قیامت
جو سر شک میں نے روکے، گئی آگ دل میں دونی
دبی آگ اپنی خاطر غرض آب شعلہ رو کی

کہ گرا زمیں پہ موسیٰ بصد اضطراب التا
کہ ستم ہے غرب سے جو پھرے آفتاب التا
کہ نکا جلانے اپنا یہ گھر اور آب التا
ترے مکھڑے سے دہنا جو وقت خواب التا

- ۱۔ آد کا پرتو
- ۲۔ آد عید
- ۳۔ آد سے
- ۴۔ آد سے
- ۵۔ آد ڈولے

کہ چلا یہ دود ، کھا کر غم بیچ و تاب الٹا
 تو (وہ؟) مست ناز دینے یہ لگا جواب الٹا
 گلی آگ ، مجھ پہ کرنے یہ اب احتساب الٹا
 کہ دم اسکو لگ رہا ہے بد حد عذاب الٹا
 کہ اس آب سے ہوا کچھ عجب التباب الٹا
 جو ہوا سنوارنے میں ، وہ ہوا خراب الٹا

سر زلف شمع رخ پر تری دیکھ کر ہو حیراں
 جو آئے کہا ہر لیک جا، نہ قدح کشی کیا کر
 مرے لب کے جام چھوٹے رہی آرزو ہمیشہ
 طرف مریض اپنے ، چلے آؤ اب تو سیڑھے
 ہونے جتنے اشک انشاں مرے دل میں شعلہ اٹھے
 جو بنانے کلہ دنیا وہ بگڑاتا ہے تمنوں

کہ ہر اک موے بدن پر سر نشتر توڑا
 کہ نفس سے جو نکالا تو ہر اک پر توڑا
 خار سا کچھ تر بہر رشتہ بستر توڑا
 غالباً تیشہ ہے فرہاد نے سر پر توڑا
 تیرے بیمار نے دم ، آج ستمگر توڑا
 کہ مرے نامے نے بازو سے کہوتر توڑا
 کہ جگر تک مرے سینے سے گزر کر توڑا
 بے دھڑک کس نے یہ نگلبن سے گل تر توڑا
 رشتہ امید کا معشوق سے کیونکر توڑا
 سر بادام کو کیا مار کے ہتھر توڑا
 اس میں گے شیشہ بنایا، گے ساغر توڑا
 کہ مرے ذائقہ میں رتبہ شکر توڑا

کادش غم نے ستم ، رات یہ مجھ پر توڑا
 ہانے کس طفل کا گردوں نے گرفتار کیا
 کر نہیں خون ہونیں رات کہ بے چینی سے
 کچھ نہ خار شکنی کی سی صدائیں ہیں آج
 ہچکیاں سب کو لگیں، اچھے سرانے شاید
 کس قدر شرح گراں باری غم لکھی تھی
 چشم سے تہر تری تیرے نگہ کا چھوٹا
 آئی پرخوں دل بلب سے اک آواز شکست
 کچھ جب کوہ شکنی کا تو نہیں ، پر فرہاد
 تیری زگس سے بہت دعویٰ ہم چپٹی تھا
 جوں جناب ایک نفس ہے یہ طلسم عشرت
 آج تمنوں نے کہی کیا غزل شیریں اور

اک آئینہ مرے رکھ کے برابر توڑا
 ہو تو بت، تم نے خدا کا سے ولے ، گھر توڑا
 میں نے کیا آپ کو ہو ہو کے ہے مضطر ، توڑا
 تا گلو سینہ سے نشتر پہ ہے نشتر توڑا
 وہ لگے کہنے، یہ طعن آپ نے ہم پر توڑا

میں نے کل اس سے کہا دل کو ہے کیونکر توڑا
 دل کہ تھا قدر میں کعبہ سے فزوں تر ، توڑا
 دیکھ کر بند قبا کے ترے ٹوٹے ٹوٹے
 کادشیں مجھ سے رہیں ضبط فغاں کو کیا کیا
 قصہ کہتا تھا کسی عہد شکن کا میں رات

۱۔ آئی لیکر

۲۔ بیوہ ، لندن ۔ شہہ ۔ ندارد سہو کاتب

۳۔ لندن ۔ ب ۔ کہ ۔ متن مطابق ۔ آ

۴۔ آئی محض ۔

تسری مڑگاں کی ان چاروں صفوں سے
 تہیہ صد کاوشِ نیشِ ستم سے
 گداز آتشِ پہاں سے جوں شمع
 نہفتہ درد سے ہوتی ہے خونِ جان
 مرے نالوں نے شب کیا صور پھونکے
 کسی کے تھے نہ آغوشِ ہوس میں
 وہی گرداب میں ٹوٹ اپنی کشتی
 ترے جلوں سے کب اپنا پرکھ
 کہا میں نے کہ ڈھونڈے، شہر و صحرا
 لگا کہنے، بھلا یہ ذکر کیا ہے
 ہا ہا ہا ہا تو جیتا شبِ بھر

دو عالم کب نہ د بالا نہ پایا
 کوئی محنتِ دل کبھی نہ پایا
 نشان سر سے دل کبھی نہ پایا
 پہ کوئی زخم تو پہیا نہ پایا
 کہ چرخِ ہفتسین ڈھونڈا، نہ پایا
 کہ بیچِ چولی کا تو مسکا نہ پایا
 گزر تا ساحلِ دریا نہ پایا
 حریفِ برقِ آتشِ زا نہ پایا
 دلِ گم گمشدہ پر اپنا نہ پایا
 کسی سودانی کو پایا، نہ پایا
 کوئی خون ریز دشنہ کیا نہ پایا

ہر موہ سے سوزِ غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا
 کیا کیا نہ میں ہوں پھر کا، صیادِ پیشگاں نے
 تھا کس قدر تعلقِ قاتل سے، دامن اسکا
 کس صیدِ گم میں لایا گردوں کہ ہر طرف سے
 اس گردن و کمر میں غم ہو چکی تھیں بلاں
 اک نور کا جھمکنا کچھ رہ گیا چمک کر
 اے بادِ آہ! جنبشِ اتنی بھی تھی نہ لازم
 کیا کہہ گئے طبیب اب بیمار کو تمہارے
 صیدِ حرم پھرے ہے غافلِ مزاہی ہوگا
 دیں کھول کس نے زلفیں، نگہت کا ایک بکا
 ان رہرواں کے یارب کیا ہاتھ آگیا سے
 کب وہ قدم تھے پھٹتے ہر چند خون ہونے
 تو جس کے ساتھ چاہے، اب شوق سے لگا پھر
 تینوں مئےِ محبتِ پی، سہل مت سمجھ کر

الفت کو آگ لگ ہو، آخر جلا کے چھوڑا
 جو تو اسیرِ چھوڑا، مجھ کو دکھا کے چھوڑا
 تلوار پر نہ ہرگز، تلوار کھا کے چھوڑا
 ایک ایک تیر ہراہ، آوازِ پا کے چھوڑا
 بے جراتی دل نے قابو میں لا کے چھوڑا
 چہرے سے آج پردہ کس نے اٹھا کے چھوڑا
 ایک بک پارہ دل، آخر ازا کے چھوڑا
 کہتے ہیں آسری پر، اسکو خدا کے چھوڑا
 ایک آدھ ہاتھ اس نے گز گھات پا کے چھوڑا
 دامان و جیب میں کچھ بادِ صبا کے چھوڑا
 جوں نقشِ پا، ہر اک نے مجھ کو مٹا کے چھوڑا
 پر رشک سے انہوں کو، دستِ حنا کے چھوڑا
 ہم ہی ہونے لگ، لے، سو گند کھا کے چھوڑا
 یہ جامِ کم کسی نے منہ سے لگا کے چھوڑا

سینہ میں اک نفس بھی نہ سرا تیر رہا
 دیکھ، عیبی ترے بیمار کو دلگیر رہا

خونِ حسرت میں تڑپتا دلِ نخبیر رہا
 سرِ انگشتِ لب دمِ تدبیر رہا

۱۔ تم میں باقی کے اشعار نہیں ہیں۔

۲۔ آہوں

۳۔ دیکھا جس نے

ہانے مرے تھکی ہوئی دواس اور سیکے پلان
 کچھ نہ صورت دل بہتا کی
 جب کیا تہہ مانیں مرانی
 ہانے یہ گریہ بے مرہ کہیں ڈوب جے
 پوچھنے آرزوے دل ، وہ کب آیا ہے کہ جب
 جذبہ تیس مگر زور پہ آیا کہ رکا
 بن مرگاں میں مرے اشک نہاں ہیں ، سین کہ
 گریہ بنیاد تمنا نہیں چھوڑے ہے بجا
 جب وہ مرگاں کی صفیں آتیں سنلے بازی پر
 ایک دو دم میں غزل اور بھی لکھنے ہنوں

۸۴

یک جراحت کو سک اور یہ نغمہ ہا کہ تک ایک تشریح اب دم شمشیر ہا

مطلع مانی

ناوک انداز جو شب نالہ شہگیر ہا
 دل میں کیا کیا ہوس عرض تمنا تھی دلے
 رات کیا کیا تھکے سینہ سے نکایا ہے کہ میں
 سارباں ناکہ لیلیٰ کی پردہ آہستہ ، حدی
 عوض ہوس میں دشنام وہ دے سے لہ کو
 کس نے جو سائب شیریں کو ترے رات کہ یاں
 دل میں شب کیسی تھی مسنون غلش دشمنہ رشک

شیشہ جرخ سحر تک ہدف تیر ہا
 تیری چتون کا وہ دھب مانع تقریر ہا
 صبح تک تیرے تصور سے بغل گیر ہا
 گر کے دنباں اب اک پائے بونہیر ہا
 ذوق عصیاں کا ، پے لذت تغیر ہا
 گھونٹ سے زہر کے پی پی کے یہ دلگیر ہا
 رنگ کہوں منہ کا ترے ، ملل تفسیر ہا

۸۵

شب انتظار تھی کس کی کل ، کہ خیال جانب در ہا
 سرشب سے لے کے کھلا ہوا در دیدہ تا بھر ہا
 سوئی خاک کشت جان کی ، یہ ہواسے نالہ غم چلی
 مگر ایک عکس بیگسی کہ ہے اپنا سینہ ، سوک تر ہا

۱۔ قابل تحریر

۲۔ بے لذت تقدیر

۳۔ سپر

لبِ جامِ سم ، دمِ تیغِ غم ، سرِ خنجرِ ستم و الم
کوئی نذرِ جاں ، کوئی وقفِ دل ، کوئی صرفِ زخمِ جگرِ ہا
نہ قلق سے جاں مری ، اب تلک کہو آکے پہنچے ہے لب تلک
نہیں دن کھنچے ہے یہ شب تلک یہی اضطراب اگر ہا
شبِ وعدہ یاں یہ قلق ہا کہ لبوں پہ جی مرا آگیا
پہ فریبِ وصل جو تھا ترا ، اسی آرزو میں ٹھہر ہا
کبھی بھرتے گر ، دمِ آہِ سردِ دلِ سنگ میں بھی اٹھے تھا درد
نہ دموں میں سے وہ تصرف اب ، نہ کچھ آہ میں وہ اثر ہا
غم و درد جس کی طرف چلا ، سو ادھر سے اس نے گزر کیا
کہ سدا یہ کوجہِ دل مرا غمِ نو کا راہِ گزر ہا
شبِ وصل کون سا عقدہ تھا کہ کیا نہ دستِ ہوس نے وا
نہ حجاب اسکو ادھر ہا ، نہ لحاظ ہم کو ادھر ہا
بلے دل میں جتنی ہوس تھی سب کہ یہ دستِ شوق تمام شب
کہو حلقہ گردنِ یار میں ، کہو اس کا طوقِ کمر ہا
جو کسی نے تانیہ کو بدل ، پڑھی اس زمیں میں شب اک غزل
تو ہر ایک شعرِ خوش ادس کا ، کل سرے ورد تا بھر ہا

نہ شفیق سر پر ہا کوئی ، جو ہا تو زخمِ ستم ہا
نہیں ہوی کو کوئی مری ، مگر ایک تیغ کا دم ہا
نہیں لب پہ دودِ نغاں عیاں ، نہیں سرخِ بیشی سے خوں ہاں
کسی لب کا رنگِ مٹی وہاں ، جو لیے تھے ہوئے ، سو جم ہا
ستمِ گزشتہ کے عذر واں کسی لطفِ تازہ کی عرض یاں
نگہوں میں نازدنیاز کی عجب التماسِ بہم ہا
پئے نذرِ دامنِ چشم کیا گلِ اشک لائے اب بھلا
نہ جگر میں آب ، نہ دل میں خوں ، نہ بنامِ سینہ میں نر ہا
نہ وہ فصلِ گل ، نہ سماں ہا نہ چمن ، نہ پھول ، نہ وہ ہوا
کوئی پھول یہاں جو ہا ہرا ، سو وہ دل پہ داغِ الم ہا
نئے ذہب کی آنکھ میں سے کھٹک ، مگر آج آکے مرہ تلک
کوئی شیشہ ریزہ کہ تختِ دل جسے کہتے ہیں ، سو وہ گھم ہا
کہوں تمہوں اسکو میں شاعری ، یہ فسوں گری ہے کہ ساحری
کہ ہمیشہ خامہ نطق سے تری سحرِ تازہ بہم ہا

ہوں تم کو یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ
 نہ وہ ہم رہے ، نہ وہ تم رہے ، نہ وہ وہی رہا
 ترے آنکھوں کے سر سے اٹھ کر گئے ، وہ
 کہ تمام وہیں رہے ، وہیں ان کے لئے تھا
 تجھے پانے ناقہ یار کا ، کہیں نہیں کچھ نہ لانا سکا
 ترے سلی گریہ سے جا بجا ، جو عبادت کا رگل رہا
 ہوں کس مڑھ کو ہیں جسکے وہ ہیں کہیں آواز سے کہیں
 کہ جگر پہ داغ کہیں ہر اک ہر اک کے لئے ہے ہر گلی رہا
 ہوں روز غلوتِ خاص شب کہ وہ بت تھا ساتھ ہوس طلب
 پہ ادھر حجاب ، ادھر ادب ، جو رہا تو یہی محل رہا
 وہ گرہ تھی کون سی رہ گئی کہ نہ دستِ شوق سے جو کسلی رہیں
 شب وصلِ جراتِ عشق سے ، بہت آو میں تو چل رہا
 ہونے جب سے گرم رو فنا ، تہ سایہ دم نہ کہیں لیا
 مگر اسکی تیغ کا تو سدا سر تفتخاں پہ ہے رطل رہا
 تجھے دودِ رشک کی کیا خبر ، کہ گراں یہ دل پہ ہے کس قدر
 کہ جو بھول ہے ترے سینہ پر ، مری چھاتی پر رہی رہا
 مرے رچتوں نے ہے کیا کہا کہ کچھ ایک غصہ ہے ، کچھ جیا
 گئی جھک نگہ ، لبِ نازنین / ترا ہولے ہولے سے بل رہا
 رہی تیغِ عشق کی محصل ، یہ ہوا گدازِ طلائے دل
 نہ کچھ آرزو ہی کا غش رہا ، نہ کسی ہوس کا ہی غل رہا
 جو کہا یہ میں نے کہ کی دغا ترے دل نے لے کے بھی دل مرا
 تو لگا یہ کہنے کہ تم کو کیا ، یہ معاملہ تو بدل رہا
 ترے رنگ رنگ کے جلوے جاں ، یہ نگار و نقش رکھیں عیاں
 کہ ہر ایک گوشہ خانہ یاں مرا رشکِ چین و چگل رہا
 سرِ نقص سے نہ جگہ ملی اسے بحرِ کاملِ شعر میں
 کہ دل اپنا تنگ سے نام کے ، جو غزل گئی تو چل رہا

- ۱۔ آگر درہ فغانہ ذرا سا
- ۲۔ آواشک
- ۳۔ آونیا
- ۴۔ آورے آج
- ۵۔ آہے

پڑھ پڑھ کے دل کا مرثیہ عاتم نہیں ہوا
 گر اختلاط غیر سے ، باہم نہیں ہوا
 لو ہو جگر میں ، سینہ میں کچھ نم نہیں ہوا
 پہلو نشیں نہیں کوئی ، ہم دم نہیں ہوا
 کیا ہونی خوری ! دلِ خودم نہیں ہوا
 کچھ لکر بخیہ و سرِ مرہم نہیں ہوا
 گردن میں دستِ غیر ، تری خم نہیں ہوا
 کیا کیا ترا اسیر بھی برہم نہیں ہوا
 رویا یہ میں کہ چشم میں کچھ نم نہیں ہوا

تھا روز کون سا کہ یہاں غم یہ نہیں ہوا
 کہوں مسکی مسکی چہلی ہے اور بکھرے بکھرے بال
 بس اے وفور گر یہ ، ذرا رخصت اب کہ یاں
 اب جز خدنگ اور دم تیغ یاد بن
 اسبابِ عیش جمع ہیں سب کچھ ولے یہاں
 نت سینہ چاک و زخم ، جگر پر ہوا ولے
 ہو آہستہ میں ہے اب اس عطر جیب کی
 آیا تھا دیکھ زلف تیری کس کے ہاتھ میں
 تبدیلِ قافیہ سے جو گل یہ غزل سنی

دل چاہنے تڑپنے کو ، سو دل نہیں ہوا
 یک لحظہ پیش دیدہ بوسل نہیں ہوا
 چتون میں کوئی ہوس کا سائل نہیں ہوا
 نکلے جگر ہے ، سینہ میں اور دل نہیں ہوا
 کس دم کے ساتھ شعلہ مرے ، مل نہیں ہوا
 گل کون سا ہے ورنہ کہ جو کھل نہیں ہوا
 اب جز حجاب ، پردہ حایل نہیں ہوا
 کب برق طور سے وہ مقابل نہیں ہوا
 شب ایک آن شور سلاسل نہیں ہوا
 ممنون ہم کو لکر گل و گل نہیں ہوا

یاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں ہوا
 واحسرتا کہ قاتل بے رحم بعدِ ذبح
 کہوں بزم میں جھکی جھکی آنکھیں تھیں گل اگر
 اے کاوشِ خدنگِ ننگ ، رحم کر کہ یاں
 کیا جاننے کہ دلِ سلا میں یہ کیسی بھری ہے آگ
 آئی بہار و غنچہ صفت دل مرا ہے بند
 وا کر چکا ہوں عقدہ بند نقاب کو
 کم ، تابِ دل سے گرجہ پر کھ سے ولے
 کوجھ میں تیرے کون سا دیوانہ آبا
 قرباں بسر ہیں بے سردپانی کے اپنی ہم

ہر ایک تار سے ایک طوفاں نچوڑا
 یہ کیا دل کو اے دستِ حرماں نچوڑا
 کہ دامن گئے ، گے گریباں نچوڑا
 ترے لب سے کیا آب حیاں نچوڑا
 ابھی تو ہے اے چشمِ گریباں نچوڑا
 سنا ہے کہ شربتِ مری جاں نچوڑا

ذرا جب سلا کہ بہاں رو کے داماں نچوڑا
 پکتے ہیں کچھ متصل خون کے قطرے
 عجب مشغلہ چشم تر نے دیا ہے
 دم نزع ہوس دیا ، جان آئی
 گریباں نہ تر کر ، کہ سر آہستہ کو
 دہن میں مریضانِ غم کے ، ترے آج

۱۔ آہ سینہ میں کسی

۲۔ آہ جب یہاں

بھوکا سا کچھ رنگ رہا ہے
 مری طرح گہرے دو کے دایں
 نشانہ کفر دستِ حرمناں سے

دھواں اے آہ یوں کرتی ہے کیا ، جا
 شہر اتنا کہ میں سینہ کروں چاک
 نکل جوں ہونے گل جاؤں گا گھر سے
 یہ ہے عرضِ اسیرانِ مرغِ گلشن
 کہاں تک ترک تاز ، اے لشکرِ غم
 سلام اپنا بھی یارانِ وطن کو
 تمنائے جراحت میں ہے کسٹمکشِ دل
 یہ جسم ناتواں ہے کسٹمکشِ میں
 جگر ، دل ، سینہ ، سب حاضر ہے قاتل
 ترے بیمار کے سر پر ہیں سب جمع
 بس اب تو شوق سے بیگانہ دوش پھر
 یہ جی میں ہے کہ کوئی تکیہ نموں

جلانا ہے تو ایک دلِ اسیرانِ مرغِ گلشن
 میرے دلِ اسیرانِ مرغِ گلشن
 مجھے دستِ حرمناں سے
 نہیں آواز تو کالیے
 نوحِ دل تو وہاں ہو چکا
 کہہ کے ، اس دشت میں جوں نقشِ سیاہ
 خدا کے واسطے ، تیغِ اک نگار
 بس اے دم ! اس طرح اب تو نہ
 یہاں تو شوق سے تیغِ آزما
 برائے رخصت ، ایک دم تو
 ہوا اردوں سے تمیں بھی آشنا
 بناؤں جانبِ دشتِ فنا

جو بعدِ مرگ بھی دل کو رہی کنار میں جا
 تمام درد ہوں ، معلوم کچھ نہیں کہ ، کہاں
 اٹھا جو داغ کہیں سے ، چلا جو درد کہیں
 نکل کے گھر سے گئے درد پہ ، گہرے سر کو پر
 سمجھ کے لغتِ جگر آ کہ دل کے ٹکڑوں سے
 یہی تو رنقِ تہی پانی ہے مرا ظالم
 متاعِ قائلہ سیماب و شوق ، نقصانِ دوست
 قدمِ سمجھ کے تو رکھ ، کشکانِ حسرت سے
 مللِ بے کسی و یاس ! بس ادھر مت آ
 یہ رنگ سے دلِ مضطر میں داغِ پر خون کا
 اٹھے جو کلفتِ دل ، گم ہو میری کلفت میں
 نہ کہیں کہ دو حد خونِ خفته ہوں بیدار

تو سوچکا میں ، فراغت سے بس مزاد میں جا
 ترے خذنگ نے کی ہے ، تنِ نزار میں جا
 سو کی پسند ، مرے سینہ نگار میں جا
 پھروں تھا رات میں تیرے ہی انتظار میں جا
 تہی نہیں سے مری چشمِ اشبار میں جا
 سمجھ کے برقی شردبارا خار زار میں جا
 کے سے ، آج رہیں اک شعلہ زار میں جا
 تہی نہیں سے تک الفت کی رہ گزار میں جا
 نہیں رہی ہے دل و جانِ بقرار میں جا
 کہ جام سے کو ہو جوں دستِ رخشہ دار میں جا
 غبار جیسے کہ مل جانے سے ، غبار میں جا
 صبا جو جانے تو آہستہ کوئے یار میں جا

۱۔ لندن پہ بکھر جاؤں گا جوں شبنم ، ابھی دیکھ لیکن زیادہ مناسب اب والا مصرعہ ہے۔
 ۲۔ یہ شعر نہیں ہے۔

نگا سے کس کا تن؟ چرخ کینہ کد میں جا
چھپائے جی کو، کوئی کون کئے حصار میں، جا
بے ہیں، چھوڑ ہمیں کون سے دیار میں جا
کہ خوب روئے اب دشت دکوہار میں جا
کہ خوب لوئے کمنوں دشت خار میں جا

جو یوں کہو سے تیر نغاں زہر آلود
غدنگِ غمزہ تو خارا شکاف سے اس کا
گھنے سے دم غم تنہائی میں کہ ہم فنِ عشق
مزارِ کھنک و کھنک پر یہ جی میں ہے
تمام زخم ہوں، پر لذتِ غراش کہے

۹۳

یاں دیدہ سراسیمہ ہے، حیران تماشا
تھا دیکھ رہا بن کے کچھ انجان تماشا
تلوار کو آیا ہے نگا سان تماشا
دیکھا ترے کوچہ میں یہ انجان تماشا
آشفته نظر یاں ہے، پریشان تماشا
سمجھا تھا لڑانے کو یہ نادان تماشا
دیکھے سے ابھی سرودِ خیابان تماشا
اس ہوش ربا کا نہیں آسان تماشا
دیکھا تو ہے بتخانہ رہبان تماشا
کمنوں کو میسر نہیں ایک آن تماشا

ہو قلموں جلوہ سے، ہر آن تماشا
قاتل ہی نہ ہوئے، کہ مری نعل پہ اک شوخ
بسم اللہ اب اے خضر و مسبا کہ وہ قاتل
بہل کوئی، کشتہ کوئی، سسکی سے کوئی آہ
کھینچے ہے وہاں ہر حرکتِ دل، طرف اپنی
لڑتی تھی بہم آنکھ، موا سیر میں دل مفت
دور آپ کو کھینچے ہے، جو آجائے وہ خوش قد
دل تھام کے ہاتھوں میں نظر اس پہ کروں ہوں
کعبہ بھی، ترا شیخِ صفا سے نہیں خالی
ہے فصل گل و رخنہ دیوارِ چمن سے

۹۴

آتش سے یہ مانند طلا اور بھی چمکا
نک باد کا جھونکا جو نگا اور بھی چمکا
جرم جو کوئی سے کا پیا اور بھی چمکا
افشان سے ولے، چہہ ترا اور بھی چمکا
شب شعلہ مرے سینہ سے تھا اور بھی چمکا
دیسے ہی کوئی برقِ خدا اور بھی چمکا
آویزہ، ڈرے مثلِ سہا اور بھی چمکا
خورشید میں خورشیدِ ذرا اور بھی چمکا
الماس کے زہر نے دیا اور بھی چمکا

کچھ رنگ ترا تہر میں آ، اور بھی چمکا
پھر داغِ جگر آہ سے دہکا کہ یہ اختر
گو آپ سے افسردہ ہو، آتش پہ ترا رنگ
پیشانی سادہ بھی نہ آئینہ سے کم نہی
دل بچھ ہی چکا تھا نہ جگر دیکھ جلا ہو
کہتے ہیں کہ طور ایک جھمکڑے سے ہوا خاک
طہی کان میں موتی کی لڑی، عقلمن ثریا
جام سے گھرنگ میں نک عکس دکھا، سے
کمنوں وہ سینہ تھا عجب نور کا تھمہ

۱۔ آہ جویوں کہو ہی

۲۔ آہ نو اشعار نہیں ہیں۔

۳۔ آہ شروع کے تین اشعار نہیں ہیں

۴۔ آہ ایسے ہی

نہ توڑ اسے مستب ناحق
 شکست صاف طبعان سے عدد ظالم کہ رکتے
 حریم کعبہ میں دیکھا کہ کل اک مست کیا
 کہا میں نے کہ دل کو رہا تیری چشم سے کیوں ہے
 کسی کی چشم و گردن کا ہوں کشتہ ، یہ وصیت ہے
 نہیں معلوم کیا ہیں راز رونے اور ہنسنے میں
 لنگ پر یا کہ بہر و ماہ پر ہو حکم ، کیا حاصل
 یہاں ہے کبج غم میں دیدہ تر اور دل پر خون
 در میخانہ پر ممتوں ملے تھے سخت شرماتے
 غزل لبریز کیفیت کوئی محفل میں اب پڑھ لے

یہاں سے خون شدہ دل ، دیدہ تر ساغر و مینا
 مجھے مستانہ چشم و سبز پوش اک چاہیے سانی
 جنم میں کون سا نازک طبیعت بادہ بہما سے
 ہوئی کس مست کی آمد چنے جو غنچہ و گل نے
 جنم یہ دیکھ ، چشم پر دل میں خون آیا ہے بھر سانی
 بھر آویں کیوں نہ اب آنکھیں ، نہ دل کس رنگ سے خون ہو
 رکھے سے تہقیر اور دیدہ نمناک محفل میں
 نہیں ممتوں شراب لعل گوں اس رنگ مجلس پر

جاں بخش ہے اس خنجر بران کا لہا
 یہ سانس سے میلا ہو ، وہ آہوں سے نہ ہو نرم
 اس صدمہ ہجران کی ہے وہ کوفت کہ اڑ جانے
 بلے دل گرم اپنے کی سوزش کہ ہوا جذب
 اس رمز کا کشتہ ہوں ، وہ پوچھے مجھے دکھلا
 رہ ، لذت زخم کف پا ، خاک چنیں ہم
 وہ تفتہ جگر ہوں کہ دم زج سے اب تک
 راحت ہے جراحت ترے ہاتھوں سے ، لگا تیغ

۱۔ آہ دل آئینہ ہے تن ہے۔

ملا تری

رکھے ہے بزم میں وہ نشہ پرورد ساغر و مینا
 مبارک ہو مجھے ، تجھ کو ہے بہتر ساغر و مینا
 کہ جاے سرد و گل دیکھیں ہیں یکسر ساغر و مینا
 خیابان جنم سے لیکے تا در ، ساغر و مینا
 مجھے توڑے ، سے گلگون سے بھر کر ساغر و مینا
 جو دھے یوں ہوس ، جھک جھک ان لبوں پر ساغر و مینا
 دلا د جوہر پر کس کے ستم گر ساغر و مینا
 رکھے ہے خون پہلو میں سراسر ساغر و مینا

یاں کام کرے چشمہ حیوان کا لہا
 تن آئینہ ہے ، دل سے مری جان کا لہا
 جی سنگ ہو ، دل ہو اگر انسان کا لہا
 بن ترہہ آب ، آب کے بیگانہ کا لہا
 کیا ہے مری تیغ سفاہان کا لہا
 تفت سے سب اس عشق کے میدان کا لہا
 سے گرم ترے خنجر بران کا لہا
 یاں حکم رکھے ہے گل و رحمان کا لہا

کب سلسلہ تقدیر کا کتنا ہے ، گیا مفت
ممنون غزل اک اور کہہ ایسی کہ نہ کھجے
آہن گر کہیں عدبیر کبیر کے سہان کا لوہا
بیکار کہیں کبیر سمندان کا لوہا

خوں سے مرے ترے پیکان کا لوہا
قیدی ہوں میں اس کا کہ دل سنت سے جس کے
مت ، رشک کے دے داغ جگر پر کہ جلادے
ہو دل کی صفائی سے شہود ، اصل سے کیا کام
کیا کیا نہ لگے تیغ و سناں ، مجھ پہ نہیں ہے
نغمہ گر الفت سے دل سخت ہو تسخیر
یاں پاس ادب سے ہے کہو خشک کہ ممنون

یاں رشک بنا لعل بدخشان کا لوہا
شرمانے سے قفل درزندان کا لوہا
روکش ہو گر ، اس آتش سوزان کا لوہا
سے بادہ آئینہ حیران کا لوہا
ہائی کسی حداد کی دوکان کا لوہا
مکھوم تھا داؤد خوش الحان کا لوہا
تر ہو دے نہ اس خنجر بران کا لوہا

کہیں یہ دل و خیال کو سے دلبر میں نہیں لگتا
دم آجاتا ہے آنکھوں میں ، جو دلبر میں نہیں لگتا
شہید عشق نیرنگی یہاں تک ہوں ، دم بسمل
عقیمت جان پہنچے سر تک گر جوش اشکوں کا
تری اس چشم جادو میں قیامت لچپلاہٹ ہے
مقابل کون ہو سکتا ہے تجھ سے جامہ زہی میں
جنہوں کے خشک دامن ہیں ، ڈریں وہ سے پرستی سے
سر مرگاں ، سر مرگاں سے اپنا ہجر کی شب میں
نشے میں سرخ ڈرے دیں ان آنکھوں کی یہ کیفیت
کرے تاثیر اس دل میں نہ آہ جاں خراش اپنی
ہا دل غنچہ آساند تو کیا فائدہ اس سے
گیا چھپ چھپ کے سو سو طرح اسکے دیکھنے کو میں
کہوں کیا دل خراشی تیرے حسرت کش کے نالے کی
غزل میں ایک شعر سست بھی بہتر نہیں ممنون

لگا ہے جی کس گہر میں کہ جی گھر میں نہیں لگتا
نکل آتا ہے یہ در پر کہ جی گھر میں نہیں لگتا
کہ داغِ خون مرا اس تیغ و خنجر میں نہیں لگتا
یہ در بے بہا شاموں کے انسر میں نہیں لگتا
جو دیکھے سرمہ تو اس شوخ کافر میں نہیں لگتا
بھلا یہ سبز جامہ سرو کے بر میں نہیں لگتا
کہ داغِ بادہ اپنے دامن تر میں نہیں لگتا
کسی کی یاد گیسوے معنبر میں نہیں لگتا
بھلا یوں سے کا لہرانا بھی ساغر میں نہیں لگتا
مثل مشہور سچ ہے ، نیش ہتھر میں نہیں لگتا
کلی کی طرح اوس پھولوں کے زبور میں نہیں لگتا
ولے قابو مرا اس رخصہ در میں نہیں لگتا
کہ کس شب تیر سا ، اک جان مضطر میں نہیں لگتا
خدف پارہ بھلا جوں سلک گوہر میں نہیں لگتا

۱۔ آ۔ ب۔ یہاں

۲۔ آ۔ کہ داغِ خون مرا اب و بال ، تیغ و خنجر میں نہیں لگتا

۳۔ آ۔ یہ شعر نہیں ہے ، لندن = دل بسمل جو درست نہیں ، غالباً یہ کتاب - ب = دم

۴۔ ب۔ کسو

تم بن اس جانِ فقیر کا ، کیا عامر میں اس کی
 دانہ اختر سے بختوں کا تیرے لئے
 آبلہ پانی کو اپنی ، کام لینے میں ابھی
 زیرِ گلبن آج کچھ جزا مشتِ خاکستر نہیں
 سینہ سے تا پردہ سلب ، جن سے شعلے دے
 یاد آتا ہے ، دل آتش نواے گم شدہ
 قتل گلاہ آرزو سینہ سے اپنا ، رات یاں
 ان دنوں سے ہاتھ صرف سینہ کاوی ، تم پہ جی
 حسرت آباد دل اپنا یوں جلا یا دوست نے

درد کس کے کہیں ہم یہ سنانا اپنا
 کس لیے تھا جن دہر میں آنا اپنا
 نہر ہوا دل میں کسی کے جو ٹھکانا اپنا
 دیکھو پردہ محفل نہ اٹھانا اپنا
 خرمن چرخ کی خاطر ہے زبان اپنا
 دیکھو طرہ مشکیں نہ پلانا اپنا
 یوں جواب آیا کہ ہوتا نہیں آنا اپنا
 اسے پیغامِ زبانی یہ سنانا اپنا
 دم لبوں پر ہے ، اب اے ماہر یگانا اپنا
 عدم آباد کو نزدیک ہے جانا اپنا
 مرغِ عرش ابھی ہوتا ہے نشانا اپنا

۱۰۱

کوئی ہمدرد ، نہ ہم دم ، نہ یگانہ اپنا
 نہ کسو جیب کے ہیں پھول ، نہ دامن کے خار
 فائدہ کیا جو ہونے شیخِ حرم ، راہبِ دیر
 ہیں رواں ناتھ کے دنبال ہزاروں بیتاب
 ہم ہیں ایک آتش سو زندہ و پر سوزِ نغاں
 ہیں ہزاروں دل پر غوں کو ہر ایک عقدے سے ربط
 میں نے لکھا تھا کہ جان آئی ہے لب پر اب تو
 ضعف ہے ، مانعِ تحریر دلیکن قاصد
 مثلِ شمع سوز ، ہگز شوق میں یاں
 اگر آتا ہے تو آنا ورنہ کوئی دم میں اب
 آہ کا پھینکیے گر تیر ہوانی تمہوں

چسوں میں لب جام کو لب جام تمہارا
 دروازہ ہا جب کہ کسی گام تمہارا
 اپنے تر نام آج لکھا نام تمہارا

۱۰۲

نہرانے سے یاں ہو سے پہ پیغام تمہارا
 وہ بے کسی اپنی کہ گنی طاقتِ پا ، کب
 کی میں نے پئے چھیز کہ اب غیر کے در پر

چسوں میں لب جام کو لب جام تمہارا
 دروازہ ہا جب کہ کسی گام تمہارا
 اپنے تر نام آج لکھا نام تمہارا

- ۱۔ آتا پردہ چلمن دیے
- ۲۔ آہ کسی
- ۳۔ ب۔ ناتھ دنبال
- ۴۔ آواز شعر
- ۵۔ ب۔ نہرا ہے

محرّم لبِ دلّہ سے پیغام تمہارا
 سے مسکنِ حدِ باز لبِ بام تمہارا
 کشتہ ہے نپتِ خوگر آرام تمہارا
 کشتہ ہوں میں اے سروِ گل اندام تمہارا
 اور رشتہ تدبیر بہت خام تمہارا
 یوں نزع میں لذتِ چشمِ دشنام تمہارا
 نمون یہاں دیکھیے انجام تمہارا

دل مننے کو تڑپے ، پہ کبے رشک کہ ہو کیوں
 خط دیکھے کہوتر تو ازانے پہ اذے ہوش
 تا سینہ نہ رکھے دمِ خنجرِ پے ، نہو چین
 مشہد پہ مری پہنچے گر صبح تو ہو سرخ
 ہے چارہ گراں ! دستِ جنوں جیب پہ گستاخ
 پورے لبِ حور سے بھی زہر ، کبے تھا
 اول نفسِ زیست میں جون شمع ہونے داغ

نک سبزہ ، مری قبر پہ شاداب نہ ٹھہرا
 آنکھوں سے شب وصل بھی یاں آب نہ ٹھہرا
 کچھ فرق میانِ تن و بہتاب نہ ٹھہرا
 نک سامنے وہ قاتلِ اجاب نہ ٹھہرا
 خنجر سے ترے تا نہ پیا آب ، نہ ٹھہرا
 نک دیدہ خوردشیدِ جہاں تاب نہ ٹھہرا
 بالیں پہ سرِ عاشقِ بہتاب نہ ٹھہرا
 پر چند رکھا انگرِ دلِ داب ، نہ ٹھہرا
 آئینہ بھی جوں چشمہِ سیلاب نہ ٹھہرا
 نپکا ہے کیا خاک پہ ، خو نئاب نہ ٹھہرا
 نظروں میں کوئی گوہرِ نایاب نہ ٹھہرا

مگر بھی یہاں جوشِ تب و تاب نہ ٹھہرا
 گل پار کے مرجھانے تا صبح و شاید
 جانا تجھے شب ، عطرِ گریباں سے دگر نہ
 خون چشم میں ہو ، حسرتِ دیدن کہ پس از ذبح
 کیا کیا نہ تپش تھی جگرِ تشنہ میں اپنے
 لے ہنجرِ بہگامِ تماشا ، ترے رخ پر
 دیوار پہ گہر ، نگہ تھا زانو پہ سر تک
 خاکسترِ سینہ سے ازا شعلہ سا ہو کر
 اللہ زے اس عکس کی گرمی کے مقابل
 نشتر تھی مگر دل کی خلش ، شب نہ پہلو
 نمون نے کہی وہ غزل صاف کہ من بعد

پہلو میں کسی ذہب ، دل بیتاب نہ ٹھہرا
 تمیزا تو بس اک اشک کا سیلاب نہ ٹھہرا
 پا ، آپ کا جوں مستِ بے تاب نہ ٹھہرا
 غمظاں تھا زبس یہ در خوش آب نہ ٹھہرا
 گل تالش خوردشید سے شاداب نہ ٹھہرا
 نالے سے ترِ ناخنِ مضراب نہ ٹھہرا
 ہو لشکرِ صد صبرِ عنایں تاب نہ ٹھہرا

شب ایک ہی کروٹ پہ دم خواب نہ ٹھہرا
 دریا سا لے بیٹھے تھے سینہ میں ، کسی نے
 سرشار کہیں سے نہ تم آتے ہو پہ ، اک جا
 مرگاں سے ڈھلک اشک گیا جیبِ عدم تک
 چمکا جو ترا چہرہ ہوا داغِ جگرِ خشک
 ابرو سے تری شور رگ جاں میں ہے یہ تار
 اس عشق کے اک حملہ مردانہ سے نمون

۱۔ آہ بہت

۲۔ آہ اے چارہ گراں دستِ جنوں بہت ہے گستاخ

۳۔ آہ یوں ہو گئے تم

۴۔ آہ جس

کیا نگاہوں سے یہاں جان (دم) نکل گیا
 ہم نے نظروں سے کہا کیا کر نگاہ سے سرری
 نالہ قسین کہاں تک یہ ہوا کی کوئی
 تھے ننگ نوہ کناں ، کشرہ حسرت پہ ترے
 شعلہ افروز ترا رخ جو ہوا شب ، دل شمع
 واہ اے بقی ناوک زن صید اگن ناز
 تیغ زن کس کی رہی ساعد شیریں حرکات
 گیا زور پہ کیا پنجہ حرماں کا فشار
 تیغ ستیا ہوں دہن اٹکے سے قسمت تو دیکھ
 نزع مٹوں کو ہے اس بوسہ لب کی خاطر

۱۰۶

سینہ کا جا بجا سے گسترہ رفو ہوا
 کاہیدہ سینہ ہے کہ نہ ناخن فرو ہوا
 یوں روز اپنا صرف تری گرد کو ہوا
 نہاں غریب خانہ کوئی ماہ رو ہوا
 کھولی ذرا تو بس نگراں چار سو ہوا
 دیکھا اے تو وا ، نہ لب گفتگو ہوا
 آخر تری نگاہ سے دل دو بدو ہوا
 انداز صد نگاہ تمنا لبو ہوا
 گو ناتواں یہ جسم میرا مثل مو ہوا
 زور اس قدر کبھو نہ ہوا اور کبھو ہوا
 بھنوں پسند خاطر ہر نکتہ جو ہوا

بے طرح ، شب طہان دل بیتاب تو ہوا
 جا لذت خراش کہ غم سے یہاں تلک
 آنے گئے ادھر سے ادھر کچھ پھرا کیے
 یاں چاندنی سی ہے در و دیوار پر مگر
 بیمار انتظار نے تیرے غشی سے آنکھ
 کیا کیا خیال تھے کہ کھینچے دوچار ہو
 تیغ و سناں سے جی نہ بھرا ، زخم جھیل کر
 غزے نے کس کے تیغ لگانی کہ چشم میں
 صد کوہ درد ہر سر مو سے رکھے ہیں باندھ
 نیم آہ سی مریض کھینچتا تھا ، پر
 مطلع جو تونے اور پڑھا اس زمین میں

۱۰۷

اے گل ہمیں نصیب ، یہی رنگ و بو ہوا
 الماس ریزہ تھا کہ نیاز گلو ہوا
 کیا تنگ دامن نگہ آرزو ہوا
 ہر آن گونہ گونہ ترے رو برو ہوا
 پر اے رمیدہ وضع ا ننگ اپنا نہ تو ہوا

سینہ سلگ رہا سے ، جگر سب لبو ہوا
 اللہ رے کاو کاو کہ ہر ہر نفس کے ساتھ
 اس باغ ناز سے دم گل چینی ادا
 شب کیا اشارتیں تھیں بہم رنگ و رو سے شوق
 بھنوں نے تیرے دام کیے وحشیان دشت

۱۔ لندن۔ بحدیہ شعر نہیں ہے۔

۲۔ لندن۔ تری ، غالباً سو کاتب

کھلتے ہی ہونٹ دم یہ تہوا ، مثل ہو
شکر خدا ، شہید نہ یہ بے وضو ہو
جتنا جلا ، فروغ ترا شعلہ رو ہو
تیرا ہی عکس آکے ، ترے دودھو ہو
کمنوں مرا مرید ، جناب سہو ہو

لب بستگی بھی غنچہ صفت موجب بقا
دونوں جہاں سے کشتہ ترا ہاتھ دھو گیا
یاں ارتباط شعلہ رخس سے بہم کہ میں
آئینہ دیکھ دعوت یکتائی تھا تجھے
تا ہر دیر سلسلہ بیعت کا ہے درست

نشر نیاز اک رگِ جاں کا ہو چکا
کیا کیا مزا ہے زخم و تمکداں کا ہو چکا
تختہ تباہ تو مرے دامان کا ہو چکا
سو بار رنگ سرخ ، گریباں کا ہو چکا
لب تشنگی خارِ بیاباں کا ہو چکا
بیمار یتری زرگسِ فتاں کا ہو چکا
ناحق میں خونِ ایک مسلمان کا ہو چکا
رتبہ بھی اپنے رشکِ گلستاں کا ہو چکا
اس قطرہ خون پہ دشنہ گزاراں کا ہو چکا
رنگِ عذار ، اوس گلِ خنداں کا ہو چکا
بازار گرم نالہ و انغاں کا ہو چکا
خالی خزانہ سینہ سوزاں کا ہو چکا
کیا روز تیری طبعِ غزل خواں کا ہو چکا

میں کشتہ دل کی کادش پنہاں کا ہو چکا
خون گشتہ دل میں گھر ، لبِ جاناں کا ہو چکا
اے نوج چاک اب سر تاراج کس لیے
اکثر شگاف سینہ سے تھا خون دل رواں
بنٹھے تمہارے آبلہ پا ، لو علاج اب
پر آب سی سے چشم عزیزوں کی غالباً
بارے نگاہِ کافرِ خونخوار رحم بھی
کیا کھینچے بیاں کہ نزاکت میں کس قدر
غزہ ترشہ دل پہ تھکے سب کہ اک مجوم
ہر ہر نگہ سے رات شکتہ سا بزم میں
اب آہ بھی جگر میں نہیں ورنہ کس قدر
سو سو شراد و شعلے اڑے ہر نفس کے ساتھ
کمنوں کیوں غزل نہیں پڑھتا ہے اور تو

یک قطرہ خون ہدف کئی پیکاں کا ہو چکا
تار ایک ایک جیب کا ، دامان کا ہو چکا
دشمن مسج تک تو مری جاں کا ہو چکا
کیا لطف آمد آمدِ باراں کا ہو چکا
یہ اشتیاق تو تیرے پیکاں کا ہو چکا

اکثر دوچار دل صف مرگاں کا ہو چکا
وہ بیکسی دشت و بیکاری جنوں
وہ ہونٹ اپنے تشنہ خون ہیں ، جیوں سو کیا
ہمراہ نالہ تری سحر تھا ہوا کے ساتھ
ہلو شگاف کر کے رکھا ہے بجانے دل

۱۔ آہ تشنگی

۲۔ لندن بڑے خون لیکن روز زیادہ مناسب ہے

۳۔ آہ سو

۴۔ آہ بانی کے دس اشعار نہیں ہیں

۵۔ آہ بے زائد شعر

۶۔ آہ یہ شعر نہیں

۷۔ آہ گیا ہے

تلا نہ عبد اللہ کے لئے ہے
 تھا کس سے رونا لانا اور کس سے
 تلا ذرا تو رہا ، باہر کے ایسی زبان
 گر یہ ہی تفتلی ہے ایسی زبان کے خاک
 جل جانے سوز سینہ کہ گرم اس سے باہر
 شیخ حرم نشین سے مبارک عتبات

۱۱۰

ضبط یوں ہی جو طیش ہاے نہاں کیجئے گا
 ہمت اے نالہ کہ تک پیش ہمت چرخ
 جل کے رہ جائیں گے جوں شمع و مثال فانوس
 نو گرفتار ہوں ، تڑپوں کہ نہ تڑپوں ، دو دم
 اللہ اللہ ہے اے کعبہ نشیناں اپنی
 ہم تو خود کشتہ بھی ہوتے ہیں ، پر اتنا کہہ دو
 ہر طیش دل کی صدا عرض تمنا کی سے
 بعد حد ضبط گر ایک آہ بھی کھینچوں تو کہئے
 انتظار آہ جو یہی ہے تو مرنے کے وقت
 اور بھی اک غزل اس بزم میں پڑھیے تمہوں

ایک دن ہر سر میں برق نشان کیجئے
 کئی ایک ناک دیکھا نشان کیجئے
 پیرہن اپنے کو لبریز دھان کیجئے
 مجھ کو تعلیم ، تک اے ہم نفسان کیجئے
 کہ بس اب بندگی پیر معان کیجئے
 کہ تری نعش پہ افسوس تو ہاں کیجئے
 یاں خموشی میں سب ارمان بیاں کیجئے
 کب تک در پہ مرے ، آپ دھواں کیجئے
 بند کس طرح سے چشم نگراں کیجئے
 آج مظلوم دل نکتہ دریاں کیجئے

۱۱۱

دل کو وقف سر مرگان بتاں کیجئے گا
 کلک موج ، دم برق و ورق شعلہ اگر
 خشک ہونے پہ جراحت مرے دل کی آئی
 بند بند اس کے ہیں شوخی ادا سے لیریز
 جگر تفتہ نہ لے جائیں گے تا آب حیات
 نیم دا زگس و کم رنگ کئی غنچہ لب

تپڑہ خوں نذر دو حد نوک نشان کیجئے
 ہاتھ آنے تو رقم سوزش جاں کیجئے
 طرہ و زلف کو پھر مشک نشان کیجئے
 گنہگار شوق ، شب وصل کہاں کیجئے
 حکم ، یاں خنجر قاتل کا رواں کیجئے
 یاں گرم ، صبح نہ اے رشک جہاں کیجئے

۱ - آہ کو

۲ - آہ = سینہ چرخ

۳ - آہ دو دم

۴ - لندن نہیں ہے ، غالباً بہ کاتب ب = آہ

۵ - آہ نہیں ہے

۶ - بہ پڑھیے

لوٹنا ایک تو کانٹوں پہ ہوں ، بستر پر اور بدگمانی کو عیبٹ خار نشاں کیجئے گا
روکنے گریہ ہیں اس طرح بھی دیکھا مومنوں ! ہم نہ کہتے تھے کہ عارض خفقاں کیجئے گا

جگر کے داغ نے دل ، سینہ ، جان ، تاب و توں پھونکا
چراغِ دودماں نے ، دودماں کا ، دودماں پھونکا
برہنہ پائی کو اپنی نہ کیا کیا کام لینے تھے
ابھی کیوں خار خار دشت اے برق جہاں پھونکا
ستم یہ ہے نہیں اس بزم میں جا ، ورنہ پھر سنتے
کہ کیا افسوں بیہوشی و خواب پاسباں پھونکا
گیا رہ ، دانہ اختر تو اپنا اس سے کیا حاصل
اگر برق نفاں نے خرمن ہفت آسماں پھونکا
نفس روکوں تو جی سلگے ، جو دم بھی لوں تو وہ بھرا کے
مجھے پھونکا ، مجھے پھونکا ، مجھے سوز نہاں پھونکا
پھولے پزگئے ، سوز دروں سے ، جا بجا میں نے
شب اپنا سینہ و پہلو ، یہاں پھونکا ، وہاں پھونکا
غضب صورت تھی ، دیکھ اسکو لب روح القدس نے بھی
دل اپنے کی طرف پڑھ الامان والامان پھونکا
بھوکا سا بنا تھا رنگ جس دن چہرہ گل کا
وہیں سمجھے تھے ہم بال بال بلبلاں پھونکا
مبارک گرم جوشی باغبان گل سے مبارک ہو
کہ ہم آتش نواؤں نے خود اپنا آستاں پھونکا
کہوں تھا حضرت عیسیٰ نہ نبض تفتگان دیکھو
انگشت لب پہ رکھ نہ اے معجز نشاں پھونکا
نشاں تن نہیں ہم جاں گدازوں کا حباب آسا
مگر اک دم رمق سا پیرہن میں ہے یہاں پھونکا
حریم کعبہ میں ناگہ بزخود رشتہ ہوا صوفی
بہوش آیا ، ذرا پڑھ پڑھ کے جب نام بتاں پھونکا
مقابل جب ہوا دل آفتابِ روے جاناں کے
یہ شیشہ آتشی تھا ، جان کو، پرتو نشاں پھونکا
دلی سے آگ سینہ میں ہواے نالہ چلتی ہے
جگر سے تا گلو پھونکا گلو سے تازباں پھونکا

۱۔ آتھر روز

۲۔ آتھیں

۳۔ آ، بیہ میں پوری غزل (۱۱۵ اشعار) نہیں ہے

غزل جاں سرد ہرگز کوئی دل سے لیا
 کہ اس لیے ہے گھرِ شکر سے ہائے آتشِ دل

تلاشِ حیرت ہے یہاں کجاں
 عجب ابرہانِ دگر تھا کہ حواں
 لبِ لعلیں کے لیے بڑے گامے
 فرشتے نے ہر اک کے کان میں
 نہو اس سوخہ اختر کے اشارت
 روانِ تازہ شرائیں میں
 کہ ہر اک بکبل جان سوخہ کا
 دل بیتاب رکھ کر اس لیے
 ادھر پھونکا، ادھر پھونکا، نہیں
 رہاں وہ آپ جلتا ہے، مجھے
 بھی سے خارِ خارِ دل بھی اے
 کہ راہِ گوش سے اک شعلہ سا تا

بھڑک نے آتشِ دل کی سر بہر استخوان پھونکا
 ترے داغِ محبت کی، جگر پر کی بھی پہانی
 جلانے داغ سے ہیں، داغِ دل پر، اس تمنا کے
 خیالِ ہمسری حورانِ جنت کو رہا اوس سے
 مرا دودِ نغاں جب گھٹ گیا، گھبرا کے وہ بولا
 ترا بیمار آخر تھا جو پوچھا آکے، جی اٹھا
 کدھر سے پھول کوئی آڑا باد بہاری میں
 بنی اکسیر الفت بوتر طاقت گدازی میں
 بلا سے آتشِ الفت کہ دو دو دل کو ساتھ اس نے
 طپانِ دل پہ وہ رکھ کر ہاتھ ہم عمروں سے کہتا تھا
 میرا خرمن ہستی ہی تمہیں یک دست پھونک آتا ہے
 غزل کیا پر اثر سی عاشقانہ پھر پڑھی تمہوں

لگا کہنے کہ ہاں پھونکا، نہیں پھونکا تو ہاں پھونکا
 گلوں کے کان میں کیا اے نسیم بوستان پھونکا
 کسے تھا وہ کسی کی مجھ کو تاثیر نغاں پھونکا
 کہو ناقوس میں کیا اے برہمن زادگان پھونکا
 ردا و خرقہ و سجادہ صوفی دشاں پھونکا
 کہ سنگِ سرمہ ساں سے، جا بجا سنگِ نشاں پھونکا
 اگرچہ بحر تھا حایل، کراں سے تاکراں پھونکا
 ڈھوئی یہ زمیں، وہ آسماں کا سانبان پھونکا
 دھوئیں میرے اڑانے، خانہ ہمسائیاں پھونکا
 یہاں تم ہی تو رہتے تھے، یہ دل کیوں میری جاں پھونکا
 کیا کس جا پہ خاکستر ہے اسے لیجا، کہاں پھونکا
 نغاں رکھتی ہے گوش نے میں کیا، اے نغمہ خواں پھونکا
 ادھاکر ہم دوزخِ گلستانِ جہاں پھونکا

کہا میں نے مروت کا تمہیں نے خانماں پھونکا
 نغان جاں خراش ببل بے دل پہ ہستی ہیں
 مرے گھر کی طرف منہ کر کے آہِ سرد بھر بھر کے
 دل لبیک گویاں حرم اپنی طرف کھینچا
 غضب ترسا بچہ تھا شوخ، در پر دیرِ مستان کے
 جو ہیں گرم سراغِ برق نازاں، دیکھنے آویں
 مگر اشکوں میں تھے انگر، جلانے ہر دو سو مرگاں
 نغان وگریہ سے میرے یہ غوغا ہر طرف اٹھا
 جہاں سوزِ آہ کی تھنے کچھ آتشِ دستیاں دیکھیں
 بھلا اپنے ہی گھر کو آگ دتا سے کوئی ناداں
 مرا آغوش پروردہ بصدِ خون جگر دل تھا
 کہا شیشہ نے کیا ساتی، اٹھے جو قہقہہ اوس سے
 طلبگارِ بہارستانِ حسنِ یار نے تمہوں

۱۔ آ، ب۔ میں پوری غزل (۱۱۲ اشعار) نہیں ہے
 ۲۔ آ، ب۔ پوری غزل (۱۱۳ اشعار) نہیں ہے

گردش رنگ نے حال دلِ مائل کھولا
 مرہٴ بند کو گھبرا گئے تہِ نگل کھولا
 بہ تکلف ہوں طہانِ راز ، نہ قاتل کھولا
 بادباں ہم نے سوے و رطوبہ حائل کھولا
 دستِ لیلیٰ نے سے کب پردہٴ محفل کھولا
 جلد آ کیوں سرِ فتراک سے بسمل کھولا
 چاک کر سینہ ہے روزن، طرفِ دل کھولا
 خوب محضر ہے پئے دعویٰ باطل کھولا
 کس نے بیچ و خم پیچیدہ سلاسل کھولا
 قابوے شوق نے کچھ پاتے ہی غائل کھولا
 بند برقع کا ، نہ ابے حور شمائل کھولا
 اس نے کھولا تو گراں خواب سے شامل کھولا
 ہوس و ناز نے کیا وصل میں گھل مل کھولا
 ترا دیوان جو اے شاعرِ کامل کھولا

۱۱۵
 اویں پہ ہر شوقِ نہاں شب ، سرِ محفل کھولا
 کون آیا مری تربت پہ ، سن آوازِ قدم
 دل ہی خوں گشتن پہاں کے سمجھتا سے مزے
 رخصت اے ساحلِ امید کہ بیاں گشتی پر
 قیس پس ماندہ کو یک جنبش پا بھی نہ وہی
 ہوس دل کھول کے لینے نہ قدم کے بھی دے
 جلوہ اس پردہ نشیں کا اسی جملہ میں سنا تھا
 دیکھ داغوں کی وہ بہریں مرے دل پر ، ہولا
 پھر گستہ ہوئی شوریدہ سروں کی زنجیر
 شوخیِ ناز تھی روکے ، کہ کھلے بندِ قبا
 یاں فرشتے بھی دکھلائی دے ، تو نے اب تک
 سو گئے بختِ شب وصل کہ تک گوشہٴ چشم
 گو اُدھر شرم تھی حائل کہ کھلے عقدہٴ دل
 عاشقانہ غزل اک اور بھی دیکھی مومنوں

ناخن تیغ نے کیا عقدہٴ مشکل کھولا
 تو نے نانکے سے ہے نانکا ، طپشِ دل کھولا
 ایک دروازہ جنت سے تہِ نگل کھولا
 آسماں نے سرِ میناے بلبل کھولا
 وصل میں درنہ ہر اک پردہٴ حائل کھولا
 ہے مگر نانہ ، خطرِ یار کے حامل کھولا
 کس قدر تیغِ ستم تو نے سے قاتل کھولا
 قدم سعی تو اے ہمتِ کامل کھولا
 اب تک دیدہ غفلت ہی نہ غائل کھولا
 دلتر شکوہ عبث کیوں دلِ جاہل کھولا
 دل گرتہ تھا بہت ، اس نے درِ دل کھولا

۱۱۶
 تھا گرہ دم ، جو گلو میں دم بسمل کھولا
 آہ سے خوں سے پھٹتا جگرِ زخمی کا
 کون سا گل مری تربت سے ہے خنداں گزرا
 آبِ شیریں ملے ، جو ہم تشنہ لبوں نے چاہا
 گرہ شرم جو کھلتی تھی سو وہ ہی نہ کھلی
 مشک کی سی پلٹ آتی ہے ، کمر سے تو نے
 کشتہ پر کشتہ ہیں اتنے کہ ہونیں رلاہیں بند
 طے بیابانِ رہِ عشق کہاں ہونے ہیں
 پردے پر پردے طلسماتِ جہاں کے اٹھے
 خاطر یار تو نازک ، تری بے صرفہ زباں
 دلکشا اور غزل کیا ہی پڑھی مومنوں نے

۱۔ آہ میں یہ غزل (۱۴ اشعار) نہیں ہے۔

۲۔ آہ میں یہ غزل (۱۱ اشعار) نہیں ہے۔

سرد راز تری چشم نے من دل کو
 ہائے وہ حسرت دل پوچھنے آیا کب ہائے
 موج بہ موج بلا اور سلینہ اپنا
 ہم سے وادی غربت میں بھٹکتے تم نے
 گل کھلے ، عنقہ ادگے ، سبز سے صحرا صحرا
 باغ تو وا شدن گل پہ بہت پھولے تھا
 ہر قدم پر سے ایک آتش کدہ ، سبحان اللہ
 جگر و دل کے اڑے لخت سے لخت آہ کے ساتھ
 دل وابستہ کو اے شانہ با سر کا گل سے
 خلوت و صل کی باتیں کہیں بے ہوشی میں
 مرجا ہمت تمنوں کہ لب تشنہ و خشک

کہ ہر ہر تار بستر سے شب ، اک کانٹا یہاں باندھا
 گلوے ناتھ میں کس نے دل آزرہ جاں باندھا
 نہال شعلہ پر جا بے ہم نے آخر آسمان باندھا
 بھلا مضمون سپہا سا ، تو سرد بوستان باندھا
 کہ عھائز روشنی کا کیا لب آب رواں باندھا
 یہ بلوا ایک دل پر تم نے اے چشم بتاں باندھا
 کند آہ بمنوں ، کیوں نہ دست ساریاں باندھا
 انھا مہمل کا پردہ چھوڑ ، پیچھے کلرواں باندھا
 جہاں کا اور نقشہ چھوڑ کر ہم نے ، جہاں باندھا
 مرے دودر نغاں نے اور نقش آسماں باندھا
 کہ جو مضمون باندھا گرم ، اے آتش زبان باندھا

عذاب اپنے لیے یہ آپ مرغِ گلستاں باندھا
 تصور شب ترا تا صبح ، کس کس طرح پاں باندھا

۱۔ آ، ب۔ میں (۱۱ اشعار) نہیں ہے۔

۲۔ آ۔ سپہا تو نے

۳۔ آ۔ بہر گکشن

سر سجادہ میں لکھ لکھ کے جب نام بتاں باندھا
بس اب احرام، سوے خانہ پیر مغاں باندھا
مخالف ہے ہوا، کشتی کو ہم نے بادیاں باندھا
تمہارا دھیان مدت سے بس اے آتش رخاں باندھا
ترا دل میں خیال آنکھوں سے بھی اپنے نہاں باندھا
یہ پوچھوں تھا کہ دل لے، آپ نے میرا کہاں باندھا
دیا دل، یا کوئی جھگڑا سے تم نے مہراں باندھا
پڑھا گہر کھول کر، بازو پہ گہر، تعویذ ساں باندھا

ہوا مقبول تب سجدہ، کوئی مسجد نشینوں کا
سلام اے رہروان کعبہ، رخصت ہے کہ ہم نے تو
عدو سے ناخدا، خونخوار لہ، جاں گزا، موجیں
تنگے کے سامنے اک برق اکثر کوند جاتی سے
تھمے ہم خانہ دیکھوں، مرد ملک سے رشک تھا مجھ کو
کنجو زلفیں، کبجو کاکل، کبھی وہ جعد ڈھونڈوں تھا
وہ کچھ آشفتر و برہم سے ہو، بولے کہ بس چھوڑو
ترا نامہ جو آیا، شغل تھا پہروں یہ نمونوں کو

۱۲۰

رات ہاتھوں میں نہ کیا کیا میں اے داب رہا
پر تو ایک برق کا سا، شامل بہتاب رہا
کیا مگر تیغ ستم میں نہ وہاں آب رہا
صبح تک جس کا کھلا دیدہ، بے خواب رہا
تمتایا سا، رخ لالہ شاداب رہا
دور میں یوں تو بہت جام مئے ناب رہا
چرخ پھرتا جو سدا صورتِ دلاب رہا
دلورہ دل کا مجھے مانعِ آداب رہا
وہ کمان دار بقدرِ دو سر، پرتاب رہا
کہ بہم رابطہ ماہی و قلاب رہا
ہاتھ لگتا عجب ایک معنی نایاب رہا

نہ رہا پر، نہ طیش سے دل بہتاب رہا
پردہ کس چہرے سے تھا رات یہ اٹھ اٹھ جاتا
تن پہ مرجھا سے رہے ہیں، یہ گل زخم تمام
ادکی آنکھوں سے ستاروں کی نمک ریزی پوچھ
کیا تب دل تھی تہ خاک کہ تربت پہ مری
گردش چشم پہ ساقی کی نظر تھی اپنی
پر کئے دلو و سبو خون سے مظلوموں کے
غلت شوق میں کیا کیا نہ کیا اس کو تنگ
کب گرا صیدِ نفس باخدا اپنا جب، آہ
پھنس کے پالی میں تری دل کو تڑپ بھی کیا کیا
کیا ہی نمونوں نے غزل اور کہی اسکو سدا

۱۲۱

طرف آئینہ و طوطی میں شکر آب رہا
زندہ جس آن تک صورتِ سیلاب رہا
گھونٹ نو ہو، کے سے پی پی کے یہ بہتاب رہا
کہ شب اشکوں سے بھرا دیدہ، اجباب رہا
کہ اے کچھ بھی نہ پاس گل سیراب رہا
لوتتا سلسلہ گوبر نایاب رہا
بچہ کو آتش پہ لٹاتا گل بہتاب رہا
کچھ نہ کچھ، تپوٹ، ہر اک گام پہ اسباب رہا

بسکہ ذکر ضبط و رخسار جہاں تاب رہا
مرگ اکسیر ہوا، درنہ میں بہتاب رہا
خبر ناز ترا تشنہ خون تھا کس کا
چشم سے کیا ترے بیمار کے حسرت نیکی
نفس گرم پہ بلبل کے مجھے اک نگلی
جل گیا سینہ، تب غم سے کہ تہاتی پہ وہاں
پھر گئی چشم میں اس رخ کی تھلک زلفوں سے
گم ہی ہوتا گیا اس رہ میں جو سرمایہ تھا

اردو نگہ

۲۔ لندن۔ پی پی بیہ غائبہ سہو کاتب

درا سے اور گورنر کے ہوتے ہیں اور ان کا
دیکھو! بیباکی، مسنون، حوی، عطا، ہون،

ذرا پہچان لیا، کیا اس کا ہوش ہے؟
کہ ہر حال میں وہ اپنے گناہوں سے
تمنا مشق کے لئے رہتا ہے، اسے
شہید ناز سے اپنے گناہوں سے
چمن میں کھل گیا، یازت دیر سے
کہاں کی سیر، کیا صراحت ہے؟
کچھ ایک بستر پہ خاکستر تھی، کسی جان سے
جھکتا یاد آیا پیرہن سے، وہ بدن سے
حلق میں کھل گیا اللہ یہ زخم کس کا
کہ سے پامال ہوتا سبزہ چاہ و ذوق کس کا
غزل نمونوں کی ہے شاید، کہ یہ رنگ سخن کس کا

گورتا ہے جنازہ دیکھنا، اے جان من کس کا
سناں بازی پہ آیا غمزا، بیداد فن کس کا
ہاں رنگ نراکت اک تبسم سے لگے اڑنے
ترے قربان اتنا پوچھ اگر نعش پر جبری
نسیم گل میں کچھ پلٹیں ہیں آئیں عطر کی پلٹیں
زخود رقتیں ہیں، بند آئیں ہیں، زخمی دل سے، آئیں ہیں
تپ فرقت سے شب جلتا ہا میں صبح جو دیکھا
سے گلگوں کو مینانے حلب میں دیکھ، دل خوں ہے
صدائے آہ خون آلودہ ہے پھر دل خراش آئی
نگاہ شوق یوں گستاخ مت پھر، دیکھ تو بارے
سنی ہیں اس زمیں میں اور بھی کچھ خونچکاں بتیں

نہ دیکھا رشک سے سینہ سے وقف خوں شدن کس کا
اشارے بخیر سے کرنا، گنہ سے جان من کس کا
کہ سے بلوے میں قاتل، دوں پتا میں من دین کس کا
کہے سے دیکھ آئندہ، کہ اچھا ہے دہن کس کا
بتا تو ہی کہ ہے جان کلا کام، اے کوہ کن کس کا
پہرا آنکھوں میں، آنکھوں سے یہ انداز سخن کس کا
چڑھی آنکھیں ہیں، اترا منہ سے، طرہ پڑھن کس کا
تصدق اس تجاہل کے، کہا انجان بن، کس کا؟

کیا دل یوں نشانہ تو نے اے ناوک لگن کس کا
گنہ میرا ہے رنگ چہرہ گوناگوں ہو مجلس میں
مجموم نازو انداز و ادا میں دل ہوا کشتہ
تصدق اس ادا کے غنچہ رکھ منہ کے برابر وہ
جگر کادی کھے سے اور تجھے خارا شگانی ہے
نسیم صبح سے زرگس کی جنبش دیکھ غش میں ہوں
تجھے کیا غیر سے تھا کام شب، پر دیکھ آئندہ
کسی نے کل کہا اس سے کہ ہے مفتوں، نمونوں بھی

جس سے پھولوں میں با آج ہے بستر اپنا
 مٹ سکا پر نہ ذرا نقطہ اختر اپنا
 گلہ زانو ، کے دیوار پہ سہو سر اپنا
 دن کئے گوشہ حرماں میں یہ کیونکر اپنا
 کھول سکتا ہے ذرا پر ، نہ کہوتر اپنا
 رہ گیا آج تڑپ سے دل مضطر اپنا
 تم کو سوچھے ہے ہوس ، ٹوٹے ہے زیور اپنا
 پر کھجتا ہی نہیں یہ دل کافر اپنا
 دم بدم حال ہوا جانے ہے بدتر اپنا
 تم سے دعویٰ ہے وگرنہ دمِ محشر اپنا
 ہم بھی رکھ دیں گے کفن میں ترے خنجر اپنا
 دھیان آیا ہے ذرا شعر و سخن پر اپنا

ہم بغل رات ہا کون گل تر اپنا۔
 تجھ سے اے اشک دوزدیشہ ہیں اوراق پہر
 تو ہی اے ضعف ہو مانع کہ قلق سے کب تک
 دیکھنا رہ بھی یک شغل سے ، وعدہ تو ہو
 کس قدر خط میں لکھی بستی خاطر تھی
 شاید اپنی ہی طیش میں ہے ، یہ سیلاب جلا
 کھینچنے تک بغل شوق میں اسکو ، تو کہے
 میں تو کہتا ہوں نکر ، کوئے بتاں میں سجدے
 خوردیوں کی خبر بھی نہیں اے خوبی بخت
 میں نے تک ان سے کہا ، کیسے بے وجہ نہ قتل
 ہنس کے ہولے کہ بہت خوب ، شہادت کے لیے
 میر تمون ! غزل اک اور بھی سنتے جاؤ

دل نہیں ہاتھ میں ، اور ہاتھ ہے دل پر اپنا
 دشت انگیز سا آتا ہے نظر ، گھر اپنا
 دیکھ آئینہ کہیں ہو نہ مکر اپنا
 ہو گیا نسخہ نایاب یہ بستر اپنا
 کہ اسی رہ میں گرا حیف یہ گوہر اپنا
 ہم نے رکھا ترے پاؤں پہ ، بہت سر اپنا
 پیرہن آج ہے رنگین سراسر اپنا
 دل بدرزد آنے کہیں قصہ نہ سن کر اپنا
 گو ، پر کاہ سے کم ہے تن لاغر اپنا
 ہے عجب بحر کرم سانی کوثر اپنا

ہاتھ سے تیرے یہ احوال سے دلبر اپنا
 ہنس کس گھر میں ہوا آہ کہ دو لڑک دن سے
 رکھ کے اس سینہ پہ منہ ، سانس بھی کھینچوں تو کہے
 کیا ہی شیرازہ جمعیت دل ٹونا ہے
 خاک کوچہ کی ترے چھان کے دل ڈھونڈوں ہوں
 ایک ٹھوکر سے بھی گاسے نہ سر افراز کیا
 چاک پہلو سے مگر خون جگر نکلا ہے
 پوچھنا تو ہے شب وصل پہ ڈرتا ہوں میں
 بار صد کوہِ الم کا تحمل ہے سدا
 عطش روزِ قیامت کا خطر کیا تمون

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا
 شغل شبِ فراق ہی تھا کہ دھیان میں
 یہ نقش یاد گلہ سے آئینہ ساز کا
 یک یک شکن عمنا تری زلفِ دراز کا

۱۔ آتے

۲۔ آکر

۳۔ آجاتا ہے

۴۔ لندن۔ بہزاند غزل

آخر سر تک حالت دل کھلے کھلے
 ہوں نیم بکشتہ ، چشم بھی پڑے
 بند نقاب کھلے کھلے
 قسمت تو دیکھ دشمن جاں ہو گیا
 اے اشیاں بیتہ صنم تیرے ہاتھ سے
 سینہ میں برچھیاں سی لگا کیں ہیں صبح تک
 ایک ایک لختہ دل پر طاؤس بن گیا
 دامن بچاؤ کہ مسیحا ادھر سے قصد
 تصویر بت چھپائی ہے نمونوں نے سجدہ کو

کشتہ وعدہ ترا آج سکتے دیکھا
 ہانے کس سوختہ کی نبض پہ رکھی انگشت
 پھر جو دیکھا تو نہ تھا جز کف خاکستر گرم
 آبلہ دل کا مگر آج کوئی پھوٹ گیا
 آگ اس داغ جگر سوز کو لگ جانے کہ روز
 تیس اس دشت میں کیا خاک ہوا او لیلی
 سر مدگان بتاں ارحم ، کہ کب تک یہ غلش
 ہمید دیدہ تر کیا پس مردن بھی زہی
 تھیں کر تو تو گھیا دام میں پر او صیاد
 یاد کس رو سے عرق ریز کی آئی کہ سرشک
 دل بیتاب و سر زلف کا ربط آیا یاد
 طائر نامہ بر اس بام پہ کیونکر پہنچے
 کون سا ماہ لقا خانہ ہمسایہ میں پٹھان
 وہ مرا نالہ سنے کیا کہ صدائے گل سے
 خاک گو جل کے ہوا پر نہ نغاں دل سے انھی
 تو تو آرام سے شب خواب گہ ناز میں تھا
 یاس آمیز غزل کیا ہی پڑھی نمونوں نے

آہ اس وقت بھی دروازہ ہی
 کہ مسیحا کو بہت ہاتھ
 شعلہ سا سینے میں پہلے تو
 گرم سا خون سر مروٹاں سے
 ایک انگارا سا چھپائی پہ
 روح کو ایک پس ناکہ
 روز کاٹا سا جگر میں تو
 خاک پر اپنی سدا سبزہ
 کیا گرفتار کو تیرے ہے
 قطرہ قطرہ مرہ سے منہ پہ
 تیرے لتراک میں بسمل جو
 کہ فرشتوں کو وہاں تک نہ
 در و دیوار پہ شب نور
 سینہ میں اس دل نازک کو
 کہ پسند آگ پہ چھپی ہے نہ
 تیرے بیمار کو کیا کیا ہی
 خون صد حسرت دل جس سے

حسن میں تیرے عجب نور چھپکتے دیکھا جو کہ موسیٰ بھی کبھی دیکھ نہ سکتے دیکھا

۱۔ آہ کوئی آج مگر
 ۲۔ آہ کا
 ۳۔ آہ چلنے

کہ نہ یک بل سر مڑگاں کو
کہیں چوٹی جو بلی رات ،
بات جو تم نے کہی اوس میں
کس کے کرتے سے بدن آج
ہم نے اک تنگ قبا کی سے
ہم نے سے اور ہی آنکھوں کو
کہ گل داغ بہت آج
پاس سے یار کو یوں اپنے
گلہ اس لطف سے غنچہ نہ
اس میں سو خضر کو ، ہر جا سے
ایک جواں در پہ ترے سر کو
عرق شرم سراپا سے
ان کو تو سایہ سے بھی اپنے
لے گئے ہاتھ سے دل نکتے ہی نکتے ،

کھٹی کیا ترے حیرت زدہ نے باندھی تھی
ہانے کسی سے نزاکت کہ کمر کو اسکی
سے کہیں پی کے نہ تم آنے ہو لیکن پیارے
گر گیا چشم سے رنگ گل شبنم آلود
چاک پر اپنی گل جا ، کہ سحر چولی کو
لا نہ جنبش میں نسیم سحری ! زگس کو
کھول کر بند قبا کون لگا سینہ سے
نوٹ دست ہوس تو با تری چالاک سے
چکیاں نغمہ سرائی میں بجانے وہ لگا
کیا غضب وادی الفت کی سے سرگردانی
تو نے بھی جھانک کے دیکھا کہ سحر تنگ شب سے
شمع مجلس کی نظر ، کس کے رخ گرم پہ تھی
رام کس طرح سے یارب ہوں یہ آہونگیاں
ہم نہ کہتے تھے کہ تمہوں نہ بتوں کو دیکھو

کہا کہ آج تماشا ہی کچھ شب
ترے طفیل سے آج اسکو لب لب
ہزار خضر کو اے وادی طلب
نہ وجہ صلح کی ، نہ جنگ کا سبب
مگر، فریب بہت تو نے سے حسب
کہ میں نے دزدی ہوس کا زور ڈھب
شہید عشق کو تھا کس قدر ادب ،
تمام عمر جو دیکھا نہ تھا ، سو اب
ترا کلام جو دیکھا ، سو منتخب

نثارِ ناز کہ آئندہ اس نے جب دیکھا
عجب ہی ترا سے احسان اے تصور شوق
ہر اک کام پہ تجھ میں شکستہ پا بنھے
کچھ اس سوا کہ بنے اور گئے لگے شب وصل
تمام شیشہ سے توڑتا سے کیوں زاہد
وہ مست خواب تھا ، لب اسکے لب پہ رکھ آیا
نہ وقت ذبح بھی تڑپا ، تر دم خنجر
جو وقت نزع میں آیا ، موا میں شادی مرگ
عجب ہی تو نے غزل اور بھی لکھی تمہوں

۱۔ آہ بھکتے

۲۔ آہ نوٹ جا

۳۔ لندن۔ بہ زائد شعر

۴۔ بہتہ پہ بکتے . . . ۵۔ لندن - نہ - نہیں ہے تسخیر قیامی

۶۔ بہتہ ہاتھ سے لے گئے

۷۔ آہ بدوہ

چاکِ قفس سے مرغِ خوشِ الحانِ نکل گیا
 سمجھا تھا دل ، سو اُگلے سوزاں نکل گیا
 وہ رہ گیا، میں چندِ بیاباں نکل گیا
 دیکھو کدھر، وہ بے سرو ساماں نکل گیا
 کچھ تو بخارِ دیدہ گریاں نکل گیا
 کہنے لگا کہ لہجےِ نقصاں نکل گیا
 ہے ساتِ تفل سے ، سرِ کنعاں نکل گیا
 بارے غبارِ خاطرِ یاراں نکل گیا
 سر سے ترے ہی شمعِ شبستاں نکل گیا
 بک بک کے ، خود بخود ہو پنہماں نکل گیا
 تیرا تو جوشِ نوح کے طولاناں نکل گیا
 دیر و حرم سے گبرو مسلمان نکل گیا
 چولی مسک رہی ہے ، گریباں نکل گیا
 کچھ جا بجا ہی چین سے دامان نکل گیا
 تھا خارِ دل سو، سوزنِ مرگاں نکل گیا

وا زخمِ سینہ تھا ، دلِ نالاں نکل گیا
 چھوڑا جلا کے سینہ و پہلو مرا تمام
 میں اور قیسِ دشتِ جنوں میں تھا ساتھ ساتھ
 اپنی نگلی میں مجھ کو نہ دیکھا تو بول دٹھا
 ہو دو بدو، سحاب سے ہم خوب رو لیے
 پہلے تو دل بھجھ لیا، دے کے بوسہ پھر
 کب حسنِ پاک قابوے دستِ ہوس میں آنے
 اپنی نہ مشتِ خاک بھی اوس کو چنے میں رہی
 دی آگ کس کے رشک نے تجھ کو غضبِ دھواں
 آیا تھا بزمِ اہلِ ملامت میں پند کو
 طغیانِ گریہ کی وہی شورش ہے اب تنگ
 ہے کس کا حسنِ خانہ براندازِ کفر و دین !
 شب کس کے بر میں نکلے تھے ، آنے کدھر سے ہو
 چھوٹ آنے کس کے کشمکشِ دستِ شوق سے
 اب کادشیں ہیں سینہ تمہوں کو کس لیے

ردیف "ب"

گریہ درد ہے اور داغِ الم ، آتش و آب
 ناتواں خار ہوں ، مجھ کو ہے ستمِ آتش و آب
 نہ رہے نام کو بعدِ دوسرے دم ، آتش و آب
 سر سے ہوجائینگے ہم تا بقدم ، آتش و آب
 چشم و دل اپنے میں واعظ ہے نہ کم آتش و آب
 مشتِ خس اپنی پہ رکھتے ہیں گرم آتش و آب
 ایک شیشہ میں لیے پھرتے ہیں ہم آتش و آب
 آب اور تاب سے یہاں کیا ہے بہم آتش و آب
 جس سے شرمندہ ہو اے نوکِ قلم آتش و آب

سے دل تفتہ سے تا دیدہ نم آتش و آب
 رخم اے آہ با جلا میں ، کرم اے اشکِ بہا
 تڑپوں گر بحر میں ، آتشکدہ میں روڑوں گر
 گر یہی سوز و گداز آج ہے تو شمعِ صفت
 آبِ کوثر کی ہوس ، آتشِ دوزخ کا نہ بہم
 لختِ دل گہر ، مرہ پر اشک کا دریا سے گئے
 گریہ و نالہ کیا ضبطِ دلِ نازک میں
 گوہرِ گوش پہ تاب اس رخِ تابندہ کی دیکھ
 اس زمیں میں غزلِ اک گرم و رواں ایسی لکھ

۱۔ لندن۔ زائد غزل

۲۔ آہی

۳۔ تاباں

ایک ایک بات پہ تھی لڑائی تمام شب
کس دل پہ تھے وہ دستِ حنائی تمام شب
تھی دل بری و ہوش ربانی تمام شب
ذکرِ طلوعِ صبحِ حیدانی تمام شب
آنکھ اس کے بزم میں نہ اٹھانی تمام شب
مشکل ہونی تھی عمدہ برانی تمام شب
تمنوں صدائے تیشہ نہ آئی تمام شب

کل وصل میں بھی نیند نہ آئی تمام شب
جاتا ہے آج ہاتھ سے دل تازہ رنگ سے
جی کیوں کہ ٹھہرتا کہ وہاں ہر ادا کے ساتھ
یہ بھی ہے غلمِ نوکِ اسے وصل میں ہا
کس بے ادب کو غرض ہوس ہر نگہ میں تھی
یہاں التماسِ شوق، وہاں احترازیہ ناز
کیا سر پہ کوہکن کے ہونی، بے ستوں سے آج

میں اور بسترِ خس و بالیں سنگ و خواب
ہو کس طرح سے جمع بغل میں خدنگ و خواب
رہتا ہے غاللوں کو اب آپس میں جنگ و خواب
مکن نہیں کہ گوش بر آواز رنگ و خواب
میں اور کنجِ کلبہء تاریک و تنگ و خواب
ہوے کنار میں وہ بت سیم رنگ و خواب
دشمن بہم ہیں یار یہ تیرا درنگ و خواب
اک دن بغل میں تھا وہ بتِ شوخ و شنگ و خواب
عزمِ خطا و چین و تارِ فرنگ و خواب
یہ بھی ہے کچھ شعور کہ دستِ پلنگ و خواب
تمنوں وہاں ہے شرابِ مئے لعل رنگ و خواب

وہ شوخ و فرشِ نخل و سیمیں پلنگ و خواب
پہلو میں جب کہ ہو غلشِ دل، نہ آنے نیند
سے لوجِ شاہنامہ، یہ سب عرصہ جہاں
معمل کے انتظار میں بجنوں کو کب ہے چین
بیداریاں نصیب ہوں غیروں کو تیرے ساتھ
دیکھیں کہ کب یہ دولتِ بیدار ہاتھ آنے
آجک کہیں، کہ نیند تو بس اپنی اور گنی
اب اپنا ہاتھ اپنے کنارِ تہی میں سے
آرامِ دوست کو نہ کھسے لافِ سلطنت
اس عرصہ جہاں میں نہ کر ترکِ احتیاط
یاں خون اپنا پیتے ہیں ہم تو تمام رات

اس چراغاں سے کیا روشن چراغِ آفتاب
مشعلِ افسردہ سے پاوے سراغِ آفتاب
عدمِ صرصر سے کب گل ہو چراغِ آفتاب
اب تک دیکھا نہ تھا پڑ سے ایامِ آفتاب

گرم سے داغوں سے دل کے، پسترداغِ آفتاب
عقل نے معلوم بسرِ عشق کیونکر ہو، کوئی
داغِ دل افروز کو کیا ہم آہِ گرم سے
آبِ حیرانی سے ہوں، داغِ دل میں دیکھ کر

۱۔ آہِ شرم سے

۲۔ آہِ یہ شعر نہیں ہے

۳۔ آصفیہ وہب میں زائد ہے

۴۔ بہ ہم تو خون اپنے کو لندن! شراب

۵۔ بے سے ہے کیا

کفش پا کے بھی ستارہ سے ترسے اور
 طرح آتش سے ہوا ہے کیا ازل سے
 سبزہ زارِ چرخ میں تنہا لیے ہر تار سے جام

۱۲۰

گردابِ آبِ ہو گئی چشمِ بزمِ آبِ ہو
 قاتل کی سخی ہو گئی جگرِ بزمِ آبِ ہو
 ساغرِ تہیِ حباب سے کالے رنگے شرابِ آبِ ہو
 رہتی ہے یہ بنائے مقشنِ خرابِ آبِ ہو
 اس چشم نے سراب دیا سے خطباتِ آبِ ہو
 صرصرِ حبابِ شیشہ کہاں جونِ حبابِ آبِ ہو
 تمون ہوئے خرقہ ناپاک بابِ آبِ ہو

کم سے نہ بیش دیدہ تر بیکہ آبِ آب
 اس صیدِ تفتہ دل کا ہے احوال جانے رشک
 دے تشنہ ازل کو نہ قربِ کریمِ فیض
 رکھتی ہے عو نشہ ہستی کو موجِ اشک
 کیوں ہے سحابِ لاف سے گریہ کی ترزاں
 مستوں کو کیا ہے بیمِ حادثِ گری بیاد
 لایق ہے بحرِ عفو کے آلودہ گناہ

۱۲۱

معجزِ الفت نے دیکھو کر دیا سیرابِ آب
 خفتگان کی چشم سے کرتا ہے رفعِ خوابِ آب
 سبزہ شمشیر کو کرتا نہیں شادابِ آب
 کچھ جلا آتش گئی ، کچھ لے گیا اسبابِ آب
 آتشِ دوزخ ، فحالت سے وہاں ہو آبِ آب
 کب کرے اس مردِ عہد امید کو سیرابِ آب
 موجِ کوڑ ہو گئی شرمندہ گلیسی آبِ آب

آتشِ بھراں سے سے اپنا دل بیتابِ آب
 ساقیا! غالب کو ہے تکلیف سے نوشی ضرور
 ظالموں کی ہو نہ اربابِ کرم سے یادری
 جنسِ صبر و سوش و طاقت ، وقفِ آہ و اشک سے
 گرمیِ داغِ جگر ، گر عرض کیجے حشر میں
 اپنی کشتِ آرزو جز برق، جانے سے کے
 آبداری و روانی مصرعہ تمون کی دیکھ

۱۲۲

ہوئے فانوسِ چراغِ مرہ پر تاب، حباب
 نہ سنے ہوں گے بے چشمہ سیرابِ حباب
 بھر اگر لاوے تو ہو جام سے تاب، حباب
 یوں نظر آنے ستارے کہ سرِ آبِ حباب
 ہو گئے آئینہ میں دیدہ بخواب، حباب

گرتے پر تو رخ سے ہو ضیا یابِ حباب
 آبلوں سے سے دکھاتا دل بیتابِ حباب
 دھونے جس آب سے تو چشم، ہو وہ آبِ حباب
 اچھکیں اوج پہ یاں تک مری امواجِ سرشک
 اس قدر منتظر جلوہ گری ہے کس کا

۱۔ بد ہوا کیا یہ دل

۲۔ آدر ہے ہے - ۳ - ل

۳۔ نسخہ لندن میں نہیں ہے آصفیہ اب سے لیا

بہر سرچشمہ خورشید جہاں تاب جناب
کہ نہیں لانے ہے آبِ شاد در خوش آب ، جناب
ہو گل سرخ کا یک غنچہ شاداب ، جناب
تھا نہ معلوم کہ ہے خانہ احباب جناب

قطرے اسی منہ پہ عرق کے ہیں ، نہ دیکھے ہوں تو دیکھ
نہ رکھیں اہل صفا لکر نمودِ بیجا
ہو عرق ریز اگر بحر میں وہ لالہ عذار
چشم آتی ہے بھری ، گھر ہونے کیا کیا برباد

۱۴۳

آج اس شوخ سے لڑ لہجے جی کھول کے خوب
ایک تو ہاتھ لگا جان مری تول کے خوب
زہر دیتا نہیں شربت میں کوئی کھول کے خوب
پھول لے جا مرے بستر سے صبا رول کے خوب
ساتیا! خم میں قدح دے کوئی جی کھول کے خوب
خوب موتی وہی ہوتے ہیں ، جو ہوں مول کے خوب
دور سے ہوتی ہے آواز ہر اک ڈھول کے خوب
دیکھے ملگت ترے مرم کے ہیں بن جھول کے خوب
ہونٹ ہیں لال کیے برگ سے خنہول کے خوب
اتو چھاتی سے لگ ، آغوش ذرا کھول کے خوب

دل میں جو جو ہے نکالیں وہ ذرا ہول کے خوب
دیکھ اس کشتہ حسرت کو سکتا مت چھوڑ
ہانے جاں کنڈن بجزاں کی غضب تلنی ہے
ہمکنار اپنے ہا رات کوئی رشک بہار
ایک دو جرمہ سے دیکے ، سے ڈھکاتا کیا
نقدِ دل دے کے لگے ہاتھ میں یہ گوہر اشک
اے فلک ، شور سنے جاتے ہیں تیرے بیجا
کیوں نہ پیرا ہن طاقت کے ہوں نکلے نکلے
سے خبر بھی کسی بے برگ کی خوں نوشی کی
تنگ آیا ہے بہت حسرتِ دل سے تمنوں

ردیف "ت"

۱۴۴

طیشِ دل نے نہ چھوڑا کوئی پیکان درست
نہ تو دامن ہی ثابت نہ گریبان درست
ساتھ سے اپنے خدا کے مجھے ایمان درست
کیا جلانا ترے مذہب میں ہے قران درست
تو بھی یک بار تو کہہ منہ سے مری جان درست
جان کو کوچ سے ، ہوتا ہے یہ سامان درست
خود بھی بولے کہ ہیں سچ اس کے سب ارمان درست
آپ اس شیشہ کو کیجئے گا اسی آن درست
لے ، جو لینا ترے مذہب میں سے تاوان درست
کیا رہنما دیتے ہو مسنونِ شندان درست

پیشِ صیاد ہوں جتنا کہ پشیمان درست
ہانے بیکاریِ دشت کہ رکھیں مشغلہ کیا
لاکھ پردے میں ہو وہ بت تو کروں سجدہ اے
دل کو کیا آگ لگاتا ہے ، ڈر اے کافرا ڈر
تصہ گر اپنے شکستِ دلِ محروں کا کہوں
سینہ میں حسرت و حرماں ہیں فراہم آتے
حسرتوں کا مری مذکور کسی نے جو کیا
اس سے ٹونا جو مرا دل تو کہا میں نے اس سے
ورنہ یک بوسہ میں لوں اور ابھی لوں ، بولے
کیسے اک طرف غزل اور بھی دیکھیں تو ردیف

۱۔ آہ کوئی آب وہ

۲۔ ب۔ دتا کوئی شربت میں نہیں

۳۔ ب۔ بے برگ خوں

۴۔ لندن ، بے زائد غزل

۵۔ ب۔ ہلا

حوش دریا سے سے سج شورش طولان درست
 کھینچی غم نے گلجہ میں یہاں تک کھینچا
 اے غمزہ خونخوار نہ دل پر تلوار
 گر مرا دودِ نفاں آنے تنق بندی پر
 خبر مرگ مری سن کے تاسف سے کہا
 جگر و دل کے کچھ ایک لخت ہیں ، درہم برہم
 زور پر دست جنوں آج ہے انشاء اللہ
 ہم کو وحشت سے ہے ، وحشت کو بلا سے بیعت
 شانہ خود پیچ کا ہے ، پیچ ہیں اس مو کے مرید
 وحشیانہ روش ، آشفتہ سی صورت کیا ہے

حوش دریا سے سے سج شورش طولان درست
 کھینچی غم نے گلجہ میں یہاں تک کھینچا
 اے غمزہ خونخوار نہ دل پر تلوار
 گر مرا دودِ نفاں آنے تنق بندی پر
 خبر مرگ مری سن کے تاسف سے کہا
 جگر و دل کے کچھ ایک لخت ہیں ، درہم برہم
 زور پر دست جنوں آج ہے انشاء اللہ
 ہم کو وحشت سے ہے ، وحشت کو بلا سے بیعت
 شانہ خود پیچ کا ہے ، پیچ ہیں اس مو کے مرید
 وحشیانہ روش ، آشفتہ سی صورت کیا ہے

۱۴۶

نہیں معلوم کیا ہے اب ترے بیتاب کی حالت
 میری کعبہ پرستی پر تاسف سے کہ دیکھ آیا
 سسکنا پوچھ مت ذوقِ دم شمشیر میں اپنا
 مندی آنکھیں ہیں پہروں اور تصور سے ترے بائیں
 خیال چشم میں تیری کبھی بہکوں ، کبھی چپ ہوں
 جگر کے لخت سوزِ سینہ سے یہ رنگ رکھے ہیں
 پڑھا شب مرثیہ کس نے دلِ مظلوم کا اپنے
 کہاں ہو ، رات جاگے دستمالِ شوق تھے کس کے
 نہ مکرو ، آئینہ دیکھو کہ سبکی سے پریشاں ہے
 غزل پُر درد نمونوں اس زمیں میں اب پڑھو ایسی

کہ ہر ہر دم دگرگوں سے رخ اجباب کی حالت
 برہمن سے سجود بت میں کس آداب کی حالت
 نہ بہر آب ہو ، یہ تشنگانِ آب کی حالت
 نہ اس بخود کو بیداری کی ہے نہ خواب کی حالت
 بعینہ سے یہاں مستِ شرابِ ناب کی حالت
 نہ آتش پہ یوں برگی گلِ شاداب کی حالت
 لگی ہچی یہ تمفل میں تھی فیج و شاب کی حالت
 چلے جاؤ کہ ہے اب اور اس بیتاب کی حالت
 رخ گلگوں کی رنگت ، طرہ پر تاب کی حالت
 کہ ہر ہر شعر پہ ہو اور معنی نایاب کی حالت

۱۴۷

نہ سوزِ سینہ سے پوچھو دلِ بیتاب کی حالت نہ یہ اسپند کی آتش پہ نئے سیاب کی حالت

- ۱۔ درہم برہم و درہم
- ۲۔ آ۔ میں صرف یہی چار اشعار ہیں
- ۳۔ ب۔ نے
- ۴۔ آ۔ ترے اس
- ۵۔ آ۔ معنی نایاب
- ۶۔ لندن۔ معنی یاب لیکن نا ضروری ہے " ہو کاتب

بدل جاتی ہے صورت دیکھ کر عراب کی حالت
 ہا مر جھانے، دیکھو، ہر گل سیراب کی حالت
 وہی مر کر بھی ہے کیا دیدہ پر آب کی حالت
 چراغ روز سے بدتر رخ بہتاب کی حالت
 نظر میں پھر گئی بس ماہی و قلاب کی حالت
 کہیں کیا کثرت جنبش شکیب و تاب کی حالت
 نہ پوچھو کچھ، بغارت رقتن اسباب کی حالت
 وہی کمون^۱ یہ ہے، مجھ کو ہے استجاب کی حالت

کروں مسجد میں کیا سجدہ کہ اسکے یاد ابروہیں
 لگے ہو سینہ سوزاں سے کس کے آج، بدھی میں
 میری تربت پہ گل ہیں ڈنڈ ہے سبزہ لبتا ہے
 گیا خورشید سا چہرہ چمک کس کا! کہ شب دیکھی
 دل مضطر ہو اپنا پھنس گیا بالی میں کل اسکی
 جگر میں سینہ میں، دل میں لباب ہم بھی رکھتے تھے
 جھکے ترکانہ فوج غم کہ یہ صورت بنی اپنی
 بڑھے ہیں بال، وحشی چال، تن پہ گرد سنو ہے زرد

اپنے حصہ میں بلا پر ہے بلا، یا قسمت
 پانے تو سن پہ بندھی آج رختا، یا قسمت
 جمع ایک دل پہ ہیں اتنے شرکاؤ، یا قسمت
 بوے گل، چاک نفس سے بھی صبا، یا قسمت
 یہ مرے درد کی ہوتی ہے دوا، یا قسمت
 لب پہ تب سینہ سے آنے سے دعا، یا قسمت
 چشم کو پہلے مری باندھ دیا، یا قسمت
 پر مخاطب ہوں مرے، یہ شعرا! یا قسمت

پنجمہ شانہ میں ہو زلف دو تا یا قسمت
 تھا یہ وعدہ دل فوں گشتہ کو روندونگا، ترے
 درد^۲ دل، داغ الم سب ہیں لبو پینے کو
 مرغ گلشن کو یہ شیریں ہیں، نہ لادے یاں تک
 یوں کریں چارہ بیماری اغیار وہ لب
 عرش پر جب کہ ہوا باب اجابت مسدود
 نہ دم ذبح بھی دیدہ رخ قاتل ہو نصیب
 اور کمون کے کہنے سے غزل پڑھتا ہوں

سم مرے حق میں ہوا، آب بقا یا قسمت
 دشت غربت میں چلے، بے، رنقا یا قسمت
 عشق نے زور ہی بانٹا ہے کیا یا قسمت
 غم غلط کرنے کو وہ بھی نہ بہا، یا قسمت
 اور لے، بر میں اسے تنگ تبا، یا قسمت
 لے گلا، تیغ پہ ہم نے سے رکھا یا قسمت
 اپنی قسمت میں نہ یک جام ہوا یا قسمت
 غیر دشنام سمجھے کچھ نہ ملا یا قسمت
 صرف، لب ہائے جراحت پہ ہوا، یا قسمت

جان لے سے وہ لب روح فزا یا قسمت
 دل کہیں، ضرب کہیں، تاب کہیں چھوٹ گیا
 زخم کو سینہ ملا، داغ کو دل، درد کو جان
 ایک دل تھا کہ ذرا اس سے رہی تھیں باتیں
 یوں شہنجا میں رکھنے دست تمنا میری
 تم رہیں غیر کی بلایں تری گردن میں آہ
 خون کر دل کو کیا داغ نہ، تا لالہ صفت
 لب ترے وقف لب غیر ہوں، سبحان اللہ
 جز تک خون لنگ سے نہ ملا سو وہ بھی

۱۔ ب۔ وہی ہے

۲۔ آ۔ ہے

۳۔ ب۔ درد و غم داغ و الم

۴۔ آ۔ کے

۵۔ آ۔ صبا

غیر کو دے کے رہا
خونِ حسرت سے بھرا جا

۱۵۰

کشتہ عشق ہوں ، سر سے سر لڑاکا پرست
کہ جگر دیکھنے طلب اور ہے دل جاک پرست
کشور عشق کے سب لوگ ہیں سفاک پرست
پاک ہے حسن ترا اور ہیں ہم پاک پرست
جون ہندس نہیں اپنی نظر اٹلاک پرست
کیا مجھ گر ہوں من بعد اگر پاک پرست
بندہ فہم درست اور ہیں ادراک پرست

مثل زیاد نہ اپنی ہے جبیں خاک پرست
جاؤ اے بخیہ گراں سوزن تدبیر لہجے
وصف اوس غمزہ خونخوار کا کہتے ہیں عدا
دور آلائشِ تہمت سے نگہ ہے اپنی
عرش تک مشتِ غبار اپنی میں دیکھے ہے عیاں
آبِ زر میں بھی ہے خاصیتِ آتش بالکل
آبلہ چند کے ، ممنوں نہ پرستار ہوں ، ہم

۱۵۱

کشتوں پہ ترے تنگ ہے صحراے قیامت
قامت ہے ترا محرکہ آراے قیامت
ہر خانہ زنجیر میں خوفاے قیامت
عشاق کو کیا بہت گرماے قیامت
اب دغمنہ حشر ، نہ پرواے قیامت
دیکھو کہ قیامت میں ہونی جاے قیامت
معلوم ہے ! وسعت گر پہناے قیامت
آئی ہے قیامت ہتھامائے قیامت
ممنوں کیا طرح یہ خوفاے قیامت

صف بستہ کہاں ہونے گی فرداے قیامت
ہر گام پہ سو طرح کے پھلے لٹنے اٹھاتا
ہے فیضِ قدم سے ترے دیوانے کے برپا
پروردہ ترے دوزخِ بھراں میں ہونے ہیں
آمد سے تیری ہم پہ جو ہونی تھی سو ہونی
قد تیرا نظر کر ، دم رفتار ، کہیں سب
پھیلے گا کہاں ہانے مرا نامہ عصیاں
رفتار تری اس دل مضطر میں پھرے ہے
شورشِ دل شوریدہ سے لی ، دامِ قضانے

۱۵۲

ہوے گل میں کچھ ملی آتی ہے مجھ کو ہوے دوست
حد دلِ خوں گشتہ ہیں وابستہ گیسوے دوست
دشمن جاں ہو گیا اپنا تو ہر ہر موے دوست

غالباً گزری نسیمِ باغِ سخن سوسے کوے دوست
یوں نہ بے دردی سے کھینچ اے شانہ بیدرد آہ !
خطِ جدا ، مرگاں جدا زلفیں جدا مانگے ہیں دل

۱۔ آ۔ ب۔ زائد شعر

۲۔ ب۔ تخلص کی جگہ خالی ہے

۳۔ ب۔ لٹنہ ہے اٹھاتا

۴۔ آ۔ تری دیوانگی برپا

۵۔ ب۔ جی

کھودیا جب آپ کو، تب کی ہے جستجوے دوست
 بس طرح رکھ دوں درون سینہ و پہلوے دوست
 زیر سر رکھنے۔ لگا ہر آن وہ زانوے دوست
 ہے دل سچاک از بس نحو رنگ و بوے دوست
 میں نہیں پہنچاتا کیا طرز گفت دگوے دوست !
 جو کہ گزرا آپ سے، آخر وہ گزرا سوے دوست
 جلوہ فرما ہو گیا پردے سے تھا، نک روے دوست
 در نہ پہلے تو نہ تھی نمون ایسی خوے دوست

ہم سے از خود رفتگان کو کیا ہے ہستی کی خبر
 کچھ تو وہ طرز غلش کچھے، دل بیتاب کو
 آئینہ میں اور مجھ میں تو عداوت ہو چکی
 رنگ و بو میں برگ گل سے کم نہیں ہر ایک لغت
 جھوٹ کیوں ہلے سے قاصد! میری تسکین کے لیے
 اس تک از خود رنگی بس رتہ رتہ لے گئی
 طور جل کر خاک اور بخود ہوا جس سے کلیم
 دشمن جاں دوستوں کا غیر نے اس کو کیا

رویف "ت"

۱۵۳

کہ بھوکے گئے افلاک کے داماں سے لپٹ
 کون سویا سے وہاں سینہ جاناں سے لپٹ
 خوب سا روٹے یک یک گل خنداں سے لپٹ
 آئی ہے باد چمن کس کے گریباں سے لپٹ
 لغت دل جانیں، دم گریہ ہیں، مرگاں سے لپٹ
 خوب سا رونے ہر سرد خیاباں سے لپٹ
 صیے مشتاق کوئی جانے ہے، مہماں لپٹ
 دل نکل آنے مبادا، سر پیکاں سے لپٹ
 رونے ہم خوب ہی نمون غزل خواں سے لپٹ

رات شعلہ یہ اٹھا نالہ سوزاں سے لپٹ
 دل کو یاں کچھ ہے کھینچ غم و حسرت میں فشار
 صبح رخصت ہے گلستاں سے برنگ شبنم
 نگہت گل میں سے آئینہ کچھ عطر کی بو
 متوکل خس و خاشاک سے صیے ہو غرق
 آنے سے یاد ہے ہم آغوشی شمشاد قداں
 سینہ میں آتے ہی دل، تیر سے تیرے کپنا
 سخت ہو بند محبت ہے، اسے دیکھ نہ کھینچ
 درد آمیز غزل زور پڑھی مجلس میں

۱۵۴

دل کھینچا جانے ہے اسکے سر داماں سے لپٹ
 پنے گہنا، نہ مرے سینہ سوزاں سے لپٹ
 رشتہ دام گئے پانے اسیراں سے لپٹ
 خواب میں سونے شب، اس رشک بہاراں سے لپٹ
 رونے آج ہر اک نخل مغیلاں سے لپٹ
 رونے اس کوچہ میں اپنے دل نالاں سے لپٹ

کس کی ہو آئی نسیم چمنستاں سے لپٹ
 آتش دل سے مبادا دہک اٹھے ناداں
 دیکھ ہو بند محبت کہ بوقت پرواز
 اب تک نگہت گل آنے ہے بستر سے زبس
 تیس اس دشت میں یاد آنے ہے جی کھول کے خوب
 صیے بچھڑے ہونے ملتے ہیں کہیں دوز کے ہم

۱۔ آ۔ کی

۲۔ ا۔ ب۔ غم

۳۔ آ۔ ناداں

گوئی صبر و ہمت کے سلسلے میں
 رحم میں اسے تب دل ۲۲

روایت

کہ کج رفتاری و آشفتمندی سے
 فلک کو دیکھنا اٹھ اٹھ کے
 سپاہ غمزا ہے در بے مددگاری کا
 نہ تھا گر درد دل میں ، نالہ و زاری کا
 کہ دل تو لے گیا کوئی ، خبرداری کا
 خرد مندوا کرد انصاف ، ہشیاری کا
 جنازے کی دگر نہ ، واں سے تیاری کا
 کہ تم سے جیب و دامان دست برداری کا
 لگا کئے کہ مجھ میں ، آپ میں یاری کا
 بگڑ کر مجھ سے یوں ، اسکی طرفداری کا
 یہ بھوری اور اس پر لاف بازی کا
 کہ زیادہ گوئی کا ، اس ہرزہ گفتاری کا
 یہ بھوری کا کیا موجب ، یہ ناچاری کا
 کرو ہنسل غزل گوئی ، کہ بیکاری کا

کہیں گر سے نہ پی آنے ہو ، سرشاری کا
 فریب وعدہ میں آیا مگر ، پھر منتظر تیرا
 پنے تاراج دل فوج کرشمہ کون سی کم تھی
 مریض اپنے کو دیکھا آہ خون آلود کیا ہے
 گئے سینہ پہ ، گہ پہلو پہ ناحق ہاتھ رکھتا ہوں
 نگاہ مست ساقی سے ہو ، جب تھلیف سے نوشی
 ترے بیمار کی شاید وداع جان ہے تن سے
 خداخواستہ کیا کم ہوا ہوش جنوں اپنا
 کہیں وقت خطاب اے یار اپنے منہ سے نکلا تھا
 کروں تھا شکوہ تجھ سے پھر ستگاری کا میں اے دل
 نہ چشم اپنے کئے میں ہے ، نہ دل ، نہ جان اے ناداں
 عبث کہتے ہو تم عاجز ہوں دست دل ستاناں سے
 نہیں کچھ زور سے لیتا کوئی ، دل دو ، نہ دو ہمنوں
 بھلا کیا لادہ ہمنوں کیوں خاموش بیٹھے ہو

مرہ سے دم بدم ہمنوں ، خوں باری کا
 نغان و آہ سے ہردم شرر باری کا
 دگر نہ حضرت دل ؛ اتنی بیماری کا
 مجھے غم کھا چکا اب میری غمخواری کا
 نہ دوں گا دل ، نہ دوں گا دل ، کہ دل داری کا
 ترے اس طرہ پر غم کی طراری کا
 دوں غلوت اختیار سے خواری کا

نہ تیغ عشق گر کھائی ، دل انگاری کا
 مرے سینہ میں گر آشکدہ پنہاں نہیں ظالم
 تصور چشمِ خوباں کا مقرر تم کو رہتا ہے
 ہوا جب کام اپنا ، کام دل تب پوچھنے آیا
 بنو دلدار اوروں کے ، مجھے یہ دم دلاسا ہے
 گرہ میں نقد دین و دل بھلا اب ہے ہا کس کے
 مرے آگے بہت ہی پاک دامانی کا دعویٰ تھا

- ۱۔ بے تخلص کی جگہ خالی ہے
- ۲۔ بے منہ سے اپنے
- ۳۔ آتے سے
- ۴۔ آتے آئے

قبا ٹھہری جو عریانی ، لقم کلری کا کیا باعث
رکھے گر نھور دل داری ، دل آزادی کا کیا باعث
بہت دانا تھے تم تمنوں ! گرفتاری کا کیا باعث

نگار و نقش تن پر ، کس لیے مڑگانِ خوں انشاں !
تمہاری مہربانی ہی میں آخر کام سے اپنا
عجب دیوانگی ہے کوئی بھی دل یوں پھنساتا ہے

جگر کو داغ کرے ، کوئی شکلِ لالہ عبث
گیا ہے دورِ فلک پر عبث ، حوالہ عبث
اگر پہر پہ پہنچا تو دودِ نالہ عبث
پڑا ہاتھ میں اطفال کے ، رسالہ عبث
کہ شیخ تھا ورع و زہدِ شصت سالہ عبث
کیا ہے آپ کو خالی برنگِ ہالہ عبث
سرشک کرنے لگے اور مثلِ ڈالہ عبث
نہ کھول بال تو اے عنبریں کلالہ عبث

دردنِ باغِ جہاں بہر یک پیالہ عبث
خراہوں کو بہت تھی کسی کی گردشِ چشم
کیا سیاہ نہ یک بار ، رو سے صبحِ فراق
دوق کیے دلِ حدِ لغت کے ، سرشک نے ہم
سے دو سالہ ہو ، تا ، کھلے یہ کیفیت
نہ ایک رات بھی اس مہ سے بھر کے آغوش
ہماری کشت کو برقِ نفاں ہی کافی تھی
بہت اسیر ہیں تمنوں سے ، مر گیا تو کیا

ایک ایک بات پہ تھی اسے شبِ ہزار بحث
اک وار پر نہ قاتلِ خنجر گزار بحث
نے سے شعارِ رمز و کنایہ ، نہ کلر بحث
جوں اہلِ مدرسہ نہیں ، اپنا شعار بحث
میتا ہے یہ کوئی نہ عبث ، بار بار بحث
تو یہی نگانے مجھ سے دلِ بیقرار بحث
تا صبح ممکن است ، مکن زینہار بحث

ہر حرفِ لہزدو پہ کرے تھا وہ یار بحث
لانی سے پہنچ ، آرزو سے زخمِ دور سے
حیرت زدوں کو محفلِ تصویر کی طرح
یا ذکرِ دوست یا سے زباں پر حدیثِ عشق
تکرار سے (دل) اپنا جو مانگا ، کہا کہ جل
کیسے اگر نگہ تو طرفِ دارِ یار ہو
تمنوں مجھے ، نصیحتِ صاحبِ یہ یاد ہے

ردیف "ج"

کہ سنبھلتی نہیں ہر ایک سے تلوار کی آنچ
شبِ غضب تیز رہی سوزِ دلِ زار کی آنچ

دل ہی تھیلے نگہ برقِ دشِ یار کی آنچ
تاپہ سینہ پہ رکھتے ہی ہوا ہاتھ کباب

۱۔ آ۔ ب۔ یوں دل

۲۔ آ۔ ب۔ میں زائد شعر

۳۔ آ۔ تھی

۴۔ لندن۔ "دل" نہیں لکھا ہے نابا۔ کاتب۔ ب۔ دل

۵۔ لندن۔ سے بے تلوار ، بہ کاتب

چشم سے نکلا کیے برگ گل تر چار پانچ
 کاش دل ہوتے مرے پہلو کے اندر چار پانچ
 ایک مسکین جان پر جھک آنے لشکر چار پانچ
 بعد اک باتوں کے گوندھے ہیں گوہر چار پانچ
 وہ لگا کہنے مقررے تم سنو گے چار پانچ
 لے لے دے ساتیا تو مجھ کو ساغر چار پانچ
 ریختہ کچھ یہ نہیں رکھ دیجے ہاتھ چار پانچ

کس کے ناخن دل میں گزرتے تھے کہ جاے لنتِ دل
 شرم ، شوخی ، عشوہ ، غمزہ ، ناز ، لیتا ایک ایک
 فوجِ رنج و خیلی غم ، بلوایے یاس ، انہوہ درد
 لنتِ دل ، دنبال اشکوں کے ہیں جیسے سلک میں
 میں نے کل اس سے کہا دو ایک ہوے لوں پلوں
 ایک دو جرم سے یاں بچھتی سے کوئی تشنگی
 تصر معنی پر ہوں تمنوں ، طرہ نازک کلایاں

نہ کھلے ، پر نہ کھلے ، رشتہ تقدیر کے
 کہ ہوا سے نہ کھلیں کاکل تصویر کے
 چھان ڈالے ہیں رہ زلفِ گرہ گیر کے
 یاد جب آئیں ہیں جگر سے قیر کے
 بے سبب بھی تو نہیں جو ہر شمشیر کے
 گردنِ شمشیر ہو اور سبھ زور کے
 خم زنجیر ہیں یاں کو چہ تو قیر کے
 رشتہ جان کے بل ، سنبل و زنجیر کے
 موشگالان معانی کے ہیں ، تحریر کے
 یاد تھے جن کو بہت کشتی تقریر کے

آہ کس کس نے لوانے نہیں حدیر کے
 ہو ، نہ باتوں سے کہیں و اشد حیرت زدگان
 دلِ گم گشتہ کا اپنے نہیں ملتا سے سراغ
 دل پہ کیا کیا نہ یہاں سانپ سے لہراتے ہیں
 چین ابرو کے ترے رشک سے بل کھاتے ہیں
 چنے ہر صید زہوں زلفِ بتاں ہو نہ کند
 راہ رسوائی کی سیدھی ہے سوے منزلِ عشق
 ہمیشہ مادِ دوخاں تاب کند و خمِ دام
 مدعا سے سخن زلفِ بتاں سے باقی
 پہلوں کوئی تمنوں سے نہایت عاجز ہیں

خون ہو ناز کسی کا بھی ، یہ زہار نہ
 تاجگر سے وہ رفو کے لیے لیں ، تار نہ
 اور کہتا ہے وہ نک ، سانس خبردار نہ
 کب فلمِ نیم نے دیا اس پہ کئی بار نہ
 کہتے ہیں پاؤں سے نک بیٹھ کے یاں خار نہ

منت بخیر و مریم ، دل انگار نہ
 زخم سینے کے نہ سی دیں ترے مجروح کبھی
 بند بند اپنا ہے لبریزِ نغاں صورت نے
 یاں سے ہر مشق مضامین تمنا جوں لوح
 تنگ ہوں دستِ رقیباں سے ، سر کو پہ ترے

۱۔ لندن، بیہ زائد شعر

۲۔ آہ نہ

۳۔ آہ، بیہ سنو گے کیا مکر

۴۔ آہ پہ

۵۔ لندن، بیہ زائد شعر

۶۔ بیہ کی ہے

ہم صغیروں کو نکرہ آئیں، ہرگز نہ
 جذبہ نہیں! نہ گستاخ ہو، بس کی ایک طرف
 در و دیوار پہ تصویر تری، سچ، تلک
 اس ہوا سے مرے سینہ میں جب اٹھا درد
 میں ہوں اور وہ ہے، نہ اے آئینہ تو بیچ میں آ
 جان میں اسکی آب اے جان جہاں آب ہے تو

۱۶۴

یار گو دل میں ہے پر ہم کو کہاں دل تک پہنچ
 ناوک اسکے پھر گئے سو مرجھانے دل تک پہنچ
 مشت خاکہ نہیں کی مشکل ہے محل تک پہنچ
 مردہ نومیدی! نہیں اب اپنی ساحل تک پہنچ
 ایک دن وہ پلٹے تھے کہ تھی، اس گل کی محفل تک پہنچ
 جو کہ جاتا سے تڑپ کر، پائے قاتل تک پہنچ
 کی غرض نکلے بت شیریں شمال تک پہنچ
 کیوں پھرے سے تیغ قاتل حلقہ بسمل تک پہنچ
 بات خلوت کی، گئی آخر محافل تک پہنچ
 ہو گئی دشوار اب، اس تیرے گھائل تک پہنچ
 تو بجلی اے مشکل کشا فریاد مشکل تک پہنچ

ہم سے کتنے بے دلوں کو، کب سے منزل تک پہنچ
 واہ رے بر گشتگی، اس طالع برگشتہ کی
 دشت تنہائی میں صرا گرد ہے، جوں گرد باد
 کشتی طاقت ہم شکستہ اور بحر غم کا ہوش
 اب تو اس خار سر کو سے بھی، ہم پانی نہیں
 صید گاہ شوق میں کیا بے ادب وہ صید ہے
 خاک ہو کر رگل بنے ہم، رگل سے پیمانہ بنے
 ایک ہی جنبش میں حسرت کش، ترے کا کام سے
 الفت پہنچاں کے اپنی کس قدر چرچے ہوئے
 آ، تماشا دیکھ تو بھی کیا نجوم خلق ہے
 کون اب مشکل کشائی تیرے تمنوں کی کرے

۱۶۵

طول امید و عالم ناپائیدار
 تو بیچ، باغ بیچ گل نوسے بہار
 تردستیاں تری! مردہ اشکبار

روئے ہوا پہ کوشش نقش و نگار بیچ
 اس رنگ و بو پہ بستی دل ہے، عندلیب
 دھویا ہے کس کے دامن دل سے نہ نک۔ غبار

۱۔ آ۔ دے

۲۔ آ۔ اس کے بس

۳۔ ب۔ خاک

۴۔ آ۔ سر گشتگی

۵۔ آ۔ پایہ

۶۔ آ۔ تھا

۷۔ آ۔ لب

۸۔ ب۔ یہ غزل نہیں ہے - سہو کاتب، تصحیح قیاسی

۹۔ آ۔ تردامنی

یاروں میں تھے بیانِ دہان و میانِ یار
جب وصل میں مزے ہیں کہ دونوں ہوں ایک دل
دو روز رنگِ لالہ و گل سے بہار پر
پیشِ حساب محنتِ شہنائے انتظار
تکلا مری زبان سے بے اختیار
دل ہی اگر نہوے تو ہوس و کنار
بالی ہے اس چمن میں بجز زخمِ خار
افسانہِ صعوبت و روزِ شمار
یہی وہ نشتر ہے کہ صداعِ خار
دیکھا! کہ تھی یہ زندگی مستعار

ردف "ج"

۱۹۶

نہ کسی پہلو کے چاک اے بخیہ گر آج
کشتندہ شادیِ ناگر سنی تھی
لگی کیا آگ سینہ میں کھینچے!
بہت پہلوے دل سے رنج کھینچے
سے ہیں چاکِ دل تارِ جگر سے
اتھا کیا درد دل میں اور ڈھب کا
بچے ، تو اے فلک! کشتی بچالے
بدرد آیا دلِ قاتل عبث کیوں
نہ قاتل ہی مرا وہ ہو ، کہ نادام
پھرے تھا جلد کیا کافر ، شب وصل
وہیں ہیں جا بجا ، سر کے نہ تارے
فلک کو کب تک اٹھ اٹھ کے دیکھوں
غزل اک اور بھی مسنون پڑھ لے

تکلی دے ذرا دور جگر آج
وہ آیا پاس میرے بے خبر آج
کہ ہر ہر قدم میں اڑتے ہیں شر آج
اے تو کھینچ ، سینہ چیر کر آج
کیے ، ہم زخموں نے کیا ہنر آج
کہ سے فریاد کی طرزِ دگر آج
کہ آئی جوش پر ، پھر چشم تر آج
مرے لاشہ پہ آنے نوہ گر آج
کھرا تھا اک جوان ، تاپوت پر آج
گیا ، گردش سے رہ ، گردوں مگر آج
سیاہی رات کی ہے کس قدر آج
نہیں پیدا کچھ آثارِ سحر آج
کہ دل پہلے مرا اے نکتہ در آج

۱۹۷

اٹھے ہے ہول سا کچھ ہول پر آج
خلش پر ، پھر کسی کی آئیں پلکیں
میں اک سو ، بزم میں بیٹھا ہوں روتا
ذرا ضبطِ سرشک اے چشمِ گریاں
نہیں جی چھوڑتا ، دردِ جگر آج
کہ دل میں چہہ رہے ہیں نیشتر آج
کہ کن آنکھوں سے وہ دیکھے بادھر آج
کہ موجِ آبِ بہنی تا بہ سر آج

۱۔ آتھی دہاں جو بیانِ دہان یار

۲۔ آتھا شعر ، آندن - : ندارد ،

۳۔ بدویہ غزل بہت آگے ہے۔

۴۔ بے تخلص کی جگہ خالی ہے۔

اپنے خال خالی
 نہیں دیتی گل کو
 مبارک اوس صیاد بے پروا سے
 پوچھے دل کی لیے جاتی ہے
 نہیں معلوم وعدہ کر گیا شون !

دل ایک اور اوق ہے کہ میں نے سنا ہے
 ہمسایوں کو نہ دے ، دل خانہ خراب
 ازجانے زندگی کا ، ابی شباب
 سب سے زیادہ دے ہے یہ یاد شباب
 دل کے بزرگ طرہ پر تیج و تاب
 دکھلاہا ہے کیا دل پر اضطراب
 دیتا ہے کیا حکمچوہ رشک رکاب
 جل جائیں حیرے بس یہ تپ سینہ تاب
 ممنوں کو دے ہم آتش و باد و آب

اندوہ درد ، داغِ الم ، غم ، عذاب رنج
 نوحوں سے حیرے نیند تو ہر اک کی اڑھنی
 راحت کہیں کہیں ، بغلِ گور کے سوا
 گوہیں ہزار رنگ کی پیری میں حسرتیں
 اے شانہ کھول مت شکن زلف یار دیکھ !
 پہلو میں نیش کی سے خلش ، ہر طیش کے ساتھ
 وہ پاؤں ، یوں نہ آئیں ، تک آغوش شوق میں
 آتش پہ لوٹ لوٹ کے کائی ہے آج رات
 اشکوں سے چشم ، آہ سے لب ، تپ سے دل جلا

کیا تلخ ، خوابِ راحت ہمسائیاں ہے آج
 کان اس طرف لگانے ہونے آسماں ہے آج
 سینہ کے واسطے مرے سنگ گراں ہے آج
 دیکھے کہ عجب نگاہ سے وہ بدگیاں ہے آج
 دل کھینچتی محبت دیرِ مغان ہے آج
 لاتا بہانے اشک کا آب رواں ہے آج
 تیر نفاں کا چرخ چہارم نشاں ہے آج
 بلبل کا ایک پر نہ کوئے آسماں ہے آج
 اٹھتا فراشِ خواب سے کچھ کچھ دغاں ہے آج

آہوں کا گھٹ گیا جو دھونیں پر دھواں ہے آج
 آہستہ میری جاں ! سخن التفات کہہ
 اللہ دے رشک گل جو گریباں میں ہے ترے
 بزمِ پری دغاں میں نہفتہ مری طرف
 اے ہمیرکد کعبہ رواں بس وداع سے
 کیا کشت و خون ہے سینہ میں ، زخمی سے لختِ دل
 کہہ دو مسج سے کہ سرک جانے اک طرف
 شعلہ سے رنگ چہرہ گل کے ہیں جل بکھے
 بیمار تیرا شب ، تپ دوری سے پھٹک گیا

۱۔ آہرو میں گے

۲۔ آہ صرف

۳۔ تبہ ہیں یہ - (۲) لندن - ہم بار ، ساقد الوزن غالباً سہو کاتب

۵۔ لندن زائد غزل

انگشت ہر طبیب کی وقفہ ہاں ہے آج
کتے ہیں یار تیری طرف بہراں ہے آج
نمنون کچھ اداس رخِ دوستان ہے آج
تیرا سخن پسندِ دلِ سامعان ہے آج

کیا حال ہے مریض کا تیرے کہ نبض دیکھ
بہلا ہا ہوں کہہ ، دل دیوانہ کو یہی
کیا آیا نظر ہے ترے دشمنوں کا رنگ !
نمنون اس زمین میں پڑھ اور اک غزل

مرگاں سے قطرہ قطرہ لبو کا چکان ہے آج
نزدیکیوں کو وصل کا تجھ سے گماں ہے آج
آتا ہے وہ ہاتھ میں تیرے د کماں ہے آج
بدھی کے ہوجھ سے وہ کچھتی میاں ہے آج
پھر دل کسی کے صرف خیالِ ہاں ہے آج
اک سانس لے سکے ، نہ ترے ناتواں ہے آج
کھاتے ہو جب قسم تو اوجھتی زباں ہے آج
کوئی خدنگ ، کوئی لگاتا سناں ہے آج
نہزے گی یا نہیں ، یہ تری داستاں ہے آج
جوں سنگِ سرمہ راہ کا سنگِ نشاں ہے آج
پھر مجھ سے پوچھتا ہے ترا دل کہاں ہے آج
نمنون اب تک تجھے خوابِ گراں ہے آج

کیا دل کو دستِ غم میں نشاں نہاں ہے آج
باتیں زبیں تھیں تیرے تصور سے شب مجھے
بچ جانے جانِ صیدِ حرم یا نہ بچ سکے
اے آرزوے ختم شدن دست ، ہے جواب
ہم آگئے ہیں ہستی موبوم سے بہ تنگ
وہ دن گئے کہ عرش بھی ، نالے پلانے تھے
انکار صاف ربط سے ہے غیر کے، ولے
غمزہ ، ادا ، کرشمہ ، نگہ ، دل پہ آنے جھک
شب چھیرتے ہی قصہ دل پوچھتا تھا یوں
گزرا ہے گرم شعلہ نفس کون سا ادھر
کل دیکھتے ہی دیکھتے ، اس نے اڑالیا
نادان چونک قافلہ ، یاروں کا چل بسا

رویف "ح"

ٹھیک ہی مست سے ناب کی طرح
دم شمشیر تیرا آب کی طرح
آج اور آب کے بیتاب کی طرح
در و دیوار پہ مہتاب کی طرح
دیکھ اس قاتلِ احباب کی طرح
آب مرجائے سیاب کی طرح
سے گرہ ، گوہرِ نایاب کی طرح
سرخ ہیں دشنہ تصاب کی طرح
روز چکر میں ہیں دلاب کی طرح
بھر دیے آن میں ، تالاب کی طرح

دیکھ اس چشمِ گراں خواب کی طرح
چکر تشہ (کو) اپنے سے عزیز
آؤ جس طرح بنے آؤ کہ سے
کھل گیا کس کا یہ چہرہ ! ہے نور
چین ببارد و بکف آیا تیغ
کیسا کا یہی نسخہ ہے عجیب
گوشِ خواباں سے بردوں اپنا حرف
آنے کس دل میں چھو کر ہلکیں
گرد اپنے ہی سفر ہم کو ہا
خشک دجلہ مری آنکھوں نے تمام

۱۔ لندن۔ زائد غزل
۲۔ لندن۔ کو۔ ندارد ، تصحیح قیاسی

پوچھ مت اس دل بیتاب کی طرح
آؤں گا خواب میں ، کہتے ہو تم
اسکو کھینچا تو بگل میں بولا
حسن کس کا ہے بھرا سینہ میں
دل سوزاں ہے ، فروزاں قندیل
بند ٹونا ہے یہ کس دریا کا
چین کی مد ، ترے ابرو پہ دراز
عشق کی سب میں سرامت دیکھی
غایت عشق میں ہوتی ہے ایک
ہے مرے دود و نغاں کو خم و بیچ
سر اٹھاتے ہی ملے ہم نمونوں

برق کی کئی کئی بارے میں
پر جہاں کون سی سے جگہ کی
ہے عشق کے آواز کی
داغ ہیں جہاں تاب کی
قدم تم گشتہ ہے خواب کی
اشک کا جوش ہے سیلاب کی
تبیخ خمدار ہے تاتے کی
کہ ہر اک رنگ میں ہے آب کی
ساتھ محبوب کے اجاب کی
آپکے طرہ پر تاب کی
خاک میں سبزہ شاداب کی

شب وصال کا اپنی سے خون بگردن صبح
جبیں نور نشاں سے تری عرق چین نے
رے نہ حسن خداداد بند تڑپیں میں
شب وصال میں غارت گر فلک سے سوال
رخ صبح نظر کر ، نقاب مشکیں میں
کرے سے ظلمت دل دور روے صبح رغاں
کرے ہے کسبہ ضیاء اس عذار سے نمونوں

یہ ہاتھ روز جزا کو ہے اور دامن صبح
ہے ہاتھ اپنا سدا خوش چین خرمین صبح
چنے صفا نہیں محتاج شست و شو ، بن صبح
خدا کے واسطے نک آج ہو تو رہزنا صبح
سنا ہے گر ، دامان شب نہ مسکن صبح
کہ جیسے تیرگی شب کو ، روے روشن صبح
بنا ہے دیکھ وہ رومال ، رشک دامن صبح

۱۔ بے زور
۲۔ آتی ہے باب
۳۔ بے ہے اپنا ہاتھ
۴۔ آ، بے ہے

نہ توچ تیرے پہ لکھنا۔ بجز دعائے قدح
میں اپنی چشم سے رویا رکھا لگائے قدح
کہ کوزہ ساز مری خاک سے بنائے قدح
کہ منہ کے پاس مرے لانے اور ہٹانے قدح
یہ دیکھتا ہوں کہ آیا کوئی جھکائے قدح
کہ سے پرست کو کیا چاہیے سوانے قدح
یہاں مقام ہو مینا کا یا ہو، جانے قدح
کھانی جانے لگے۔ جب کہ وہ اٹھانے قدح

بزیر خاک گیا ہوں لیے سوانے قدح
دم پیالہ کشی یاد کر، وہ زگس۔ مست
کسی کی چشم کا کشتہ ہوں، یہ وصیت ہے
مری سماجت و ساقی کی دیکھ، اٹھکلی
نگہ میں بس کہ ہے وہ چشم شرمگس، شب خواب
کسی کی چشم پہ بیست۔ چشم کی سے نگہ
نہ خاک۔ بادہ کشاں شمع و گل کے قابل سے
عجب ہے نازکی۔ دست۔ مہچہ۔ نمون

رویف "خ"

پاؤں پھیلانے ہے کافر سوسے قرآن گستاخ
دل پہ کیا رکھے سے سوزن تری مڑگاں گستاخ
جو کھینچتے تھے ترے زیر گرجاں گستاخ
گھینچ لے پیرہن یوسف کنعاں گستاخ
خدمت مور میں دیکھا نہ سلیمان گستاخ
کس نے کھینچا ہے تمہارا سر دامان گستاخ
مت چنو خاک پہ اے راہ نورداں گستاخ
انے نگہ ا جا نہ سوسے عارض جاناں گستاخ
اور میں عرض تمنا میں کچھ ایک یہاں گستاخ
یوں لگا کہنے تب لب کہ بھلا، ہاں گستاخ
قیس آتا نہ سوسے دشت مغیلاں گستاخ

سے رخ یار سے کیا زلف پریشاں گستاخ
زخمِ نبت کسی کے بھی رے ہیں کہ نہیں
اب وہی ہاتھ ہیں اور سینہ دری ہے اپنی
جرات عشق سے کیا تہر کہ دست یک زال
وادی نقر میں رکھ گام ادب سے کہ یہاں
سر بجیب و عرق شرم برد آتے ہو
یہاں ہیں آرام میں کیا کیا نہ نزاکت منشاں
ہو نہ پامال کہیں سبزہ نو رستہ خط
زور رمزیں نہیں بہم شب کہ تہنک تھی دباں
نگ جو بوسے کے اشارے پہ ہونی جنبش لب
یہاں ہے سر سلسلہ اہل جنوں۔ نمون بھی

کچھ تمنا رہا ہے ترا لالہ دار، رخ
جاتا بسوسے در سے پھرا بار بار رخ
ڈھانکے ہونے نقاب میں تھا اک سوار رخ

کس کی نگہ گرم سے تھا شب دوچار رخ
کس کا سے انتظار کہ قبلہ سے وقت نزع
معلوم کچھ نہیں کہ کیا دل کو کس نے صید

۱۔ بوسے عشق

۲۔ آکھیاں

۳۔ بوسے لب

۴۔ بوسے کیا کس نے

جانا ہوں کس کی طرف؟
 دنبل سچا سے گرم کھانا
 گرمی کا کوئی رنگ ہے یہ نہیں
 کہے یہ کوئی نہیں ہے
 مشکل یہ ہے کہ جنس تو صیاب ہے اور
 دامن سے تو نہ گرد نشاں ایک ہی
 تمنوں اس غزل میں معانی بجزہ کا

پوچھے ہے نس کے ، کس کا ہے رنگ
 چمکا دوں غزل سے کیا تاہر
 دکھلانے گا ہر ایک کو روزِ شہلا
 آہ نہ سوئے کعبہ کرے زہلا
 تھا جھانک کر دکھا وہ گیا ایک بل
 یک جلوہ سلا کے ہے ، دکھانا ہر
 مریخت ہو چکا نمود تو ہے خار دار
 کھینچنے جو اس ٹکڑ کا ، صورت نگار
 تیرا سیاہ ہوسے شبِ انتظار

دیکھ آئندہ میں ساتھ حسینوں کے یاد رخ
 ہے چاندنی سی گرد لب ہام رکھ رہی
 غیرت سے ہڈ چشم نہ کیجیے گا یاد ، گر
 اس ہاتھ سے ہے شوقِ جرات کہاں تک
 غزل سے اب تک ، مری آنکھیں ہیں لگ رہیں
 شیشہ ہزار ہیں کا سے یہ صنعِ عکس خلق
 گل سے ہوں صاف گل تو پہنا ہے رنگ ناز
 اک چاند بھی لگانے تو رہ جائے ناتمام
 تمنوں کو منہ دکھانے ہیں کس کس بلانے تو

سے کیا کہ سلسیل کا تمہ رہن سے آب
 تا ج ہو گیا مری آنکھوں میں خواب
 پہنچا فرق ، صورتِ مرگِ شباب
 قسمت سے ہو گیا ہے خیری شہرِ ناب
 ہے زندگی عاشق پر ہیج و تاب
 شیریں ہوئی نبات اگر باغلاب
 جب تک نہ ہر سخن پہ ہوں دو دو جواب
 کیلیتوں کو دیکھ ہوئی گو شراب
 ہر چند صبر ہے ، دل پہ اضطراب
 نوحوں سے خیرے لہو ہے ، خانہ خراب

آٹھ پہ طیش کر ، نہ بت پر عتاب تلخ
 نچکے تھا زہر کیا ، بترے افسانے سے دلا
 پیری سے غم وصل نے تھا نوجواں کیا
 جز حرفِ تہر کہ نہ سنا اسکے ہونٹ سے
 کس کو حلاوتیں ہیں خیرے ساتھ ، آج کچھ
 ہوسے کے ساتھ چاہیے دشنام درنہ کیا
 اپنے مذاق میں لبِ شیریں ہیں بے مزہ
 کم تلخ گوئی سے نہ ترے لب کا لطف ہو
 سے دردِ نامیدی ہراں کی یہ دوا
 ہم سائگی ، خدا ، تری تمنوں اڑاچکے

ہونے یوں جس کی فحلت سے ہے رنگِ شاخِ مرجاں سرخ
پریشاں اب تلک وہ بال ہیں اور چشمِ فتاں سرخ
کہ ہے میری تہی پائی سے ہر خارِ مغیلاں سرخ
کہاں رنگِ لب اس کا گوہر لعلِ بدخشاں سرخ
تبا پہنے اگر اندام میں وہ ماہ تاباں سرخ
کہ تھا سر سے قدم تک آج وہ رشکِ گلستاں سرخ
خنا سے دست و پا اور پان سے لب ہائے خنداں سرخ
نہیں تمنوں شفق سے دامنِ گردونِ گرداں سرخ

خا بندی اشکِ سرخ سے انجستِ مرگاں سرخ
تسم کھاتے ہو کہوں سے نوشی و غلوت کی غیروں سے
زباں پر یاد ہر کانٹے کو ہے یہ قصہ رنگیں
یہاں ہیں رنگِ جاں بخشی کے ، خونِ مردہ سا وہ ہے
نمایاں پھر شفق سے جلوہ صبحِ بہاری ہو
بہاریں زور اون رنگین جلوؤں سے نظر آئیں
ہجومِ نقشے سے آنکھیں، منے گلِ رنگ سے عارض
اڑے ہے گردِ خونِ اکودہ جولاں گاہ سے کس کی !

رودیف "د"

۱۸۰

برق تھی اپنے نفس میں صیاد
ہم طپاں ، خونِ ہوس میں صیاد
شاید اک آدھ برس میں صیاد
تیرے ذہنِ فرس میں صیاد
اس نشیمن گہرے خس میں صیاد
آپ کھنکے ، اب ترے بس میں صیاد
کیا اسیری کی ہیں رسمیں صیاد
چپ رہے یا کہ نفس میں صیاد

لگ انھی آگِ نفس میں صیاد
تیغِ زن کس پہ با تو کہ رہے
ہم رہے دام میں ، آویگے یاد
خونچکاں ، صیدِ دواں آتے ہیں
گل ہوں اور مرغِ چمن خوش ہیں بہم
پاندھ پھر ، دام میں رکھ کر یا ذبح
نو گر فتاد دلِ تمنوں ہے
خونچکاں کوئی نغاں وہ

۱۸۱

گلے لگ ، پر تبا کے کھول کر بند
کہ منہ کیجے ترا مرغِ سحر بند
کہ اپنے ہو گئے بازو د پر بند
وفا کی ہو گئیں رلاہیں ، مگر بند
دہاں لبریزِ حد شوخی سے ، ہر بند
کہ آنکھوں سے ہوا خونِ جگر بند
ابھی دے توڑ ، ہوں اکھ ہوں اگر بند

نقط میں ہوں کہ تو کر کے انہم کے در بند
فسوں وہ کون سا سیکھیں شبید وصل
یہاں تک سگے تو رہے کینجِ نفس میں
نہ نام سے ، نہ قاصد سے ، نہ خود آنے
کہاں کے لیجے ہوئے شبید شوق
نہ کچھ باقی رہا ہے روتے روتے
مرے رونے کا گر ، دریا کرے جوش

۱۔ آہ یہ کھاتے ہو لندن۔ کھاتے کیوں ، ساقل الوزن ، ہو کلاب متن مطابق آ ، ب

۲۔ آہ کیا اسیروں کی ہے اس میں صیاد

۳۔ آہ ہم

ہوتی کیا کیا سماعت یہاں سے ہے
تیرے گھر کون ان روزوں سے

۱۸۲

دام میں پھڑکا رکھے پر تھی تری صیاد ، یاد
دیکھے ہوتا ہے طے کونکر یہ دشت بے کسی
بندھ گیا دھیان اس عذارو قد کا اور رویا بکے
کشورِ خوباں میں دیں مقتول ، قاتل کو دعا
سوزِ دل سے جل چکے تھے آہ نے کھویا نشاں
یاں وہاں سر سے ہوتی ہے سبک دوشی ، یہ تو
ہے عجب پر درد لفظوں میں ترے صحت نہری

خاتماں بانی بند بہار سے دل
نہ رفیق آواز رکھتے ہیں ،
خاک خاطر کو کرے ، سیر گل
رسم یاں کی یہ عین جلاں
مشتِ خاکستر کو اپنی کر گئی
پارہ خون بے کساں ، گردن پہ مت جلاں
کب سخن پر کرے مومنوں ترے ایزاد

۱۸۳

نالہ کرے جو دل سے ، جس اپنا یہاں بلند
اے دود آہ تو بھی تعلق باندھ دے ذرا
کس کی مرہ کا دل میں تصور ہے نیزہ باز
گرتا ہے مرغِ سدرہ نشیں ہو کے بس شکار
مشہور بے ستوں سے ہوا نام کو کہن
نالہ لنگ پہ جانے ، اس ابرو کی یاد میں
جس جاگے تیرے تفتہ جگر کا مزار ہے
قد کشیدہ کی ترے موزونیاں کہاں
ممنون کیونکہ ہو در حیدر پہ بوسہ ذن

سوجانے ریگر دشت سے دودِ نفاں بلند
مجھے بہت ہے آپ کو کچھ آسماں بلند
خوارہ خون کا ہر بن مو کے ہے یاں بلند
دو چشم جب مرہ سے کرے ہے سناں بلند
آواز جانے دور ، جو ہودے مکان بلند
سننے ہے تیر دور جو کھینچے کہاں بلند
تھیلے زمیں سے تا بنگل ہیں وہاں بلند
گو کم نہیں ہے قامتِ سرورِ جاناں بلند
کوہ قدر خیال ہے ، وہ آستان بلند

۱۸۴

ذبح کر ، ہاتھ میں مل خون ، ہنسا میرے بعد
اس لرگ پہ سوجاں لدا ہیں ک

یہی سے کافی بھی مرا خون بہا ، میرے بعد
یاد نے اپنے شہیدوں میں لکھا میرے بعد

۱۔ آہ تیرے گھر کون ہے ان روزوں میں

۲۔ بے رہنے لگا

۳۔ بہا نے

۴۔ بے کونکر طے

۵۔ لندن ، بیوزالہ شہر

۶۔ لندن ، زانہ غزل

چند روز اس نے لگائی نہ حنا میرے بعد
 اس نے نعل سے لیا جھانک تو کیا میرے بعد
 کون دیکھے گا یہ ہاتھوں کی صفا میرے بعد
 کہ نہ لے ، تجھ سے کوئی نام دلا میرے بعد
 تو ہلانا ، نہ لبِ روح فزا میرے بعد
 سبزہ تربت کا مری ، تر (نا رکھا میرے بعد
 نوحہ گرا کیا ہے یہ فریاد و بکا میرے بعد
 جبکہ شوخ غزلاں کا بنا میرے بعد
 ہانے افسوس کہ کوئی نہ رہا میرے بعد
 تیس شوریدہ ، کچھ البتہ ہوا میرے بعد
 مہ کنعاں کے ہوں نہیں بعد و یا میرے بعد
 کس سے یہ سلسلہ رہولے گا پاپا میرے بعد
 اس قدر بھی نہ صبا خاک اڑا میرے بعد
 میرے دشمن کو دکھانا نہ خدا میرے بعد
 کیچہ ، ممنوں یہ مرے حق میں دعا میرے بعد

عشقِ بیرنگ نے پائیر مرے کی ، آخر
 مر گیا رکھتے ہی سر پاؤں پہ ، میں ناتقے کے
 بے بے وار اودھر سے تھے ، یادہر کہتا رشک
 واہ رے رشک ! سہوں ظلم پہ ظلم اس خاطر
 کہیں ہو جاؤں نہ پھر زندہ ، جنازے پر آ
 دیکھو قطرِ ونا گریہ گل رویاں نے
 رخِ قاتل پہ کچھ آثارِ ندامت آنے
 کشتہ کس چشم کا ہوں ! عرصہ مرقد میرا
 چل بے کواکن و دامق و مجنوں کیلئے
 اس دبستانِ جنوں میں تھے سبق خواں کہنے
 دیکھ آئینہ وہ مشاطہ سے یوں پوچھے تھا
 رونقِ خانہ زنجیر جنوں تھی مجھ سے
 پھیرتی دور سے اس در سے مرا مشتِ غبار
 دوست کے ہاتھ سے جو جو کہ سے میں نے دیکھا
 روزِ محشر ہوں ، مہبانِ علیؑ میں مشور

رودیف "ذ"

۱۸۵

یعنی کہ تلخی سے گلفام ہے لذیذ
 کیا آبِ تیغِ قاتل خود کام ہے لذیذ
 شب جاگئے تو صبح کو آرام ہے لذیذ
 جب تک نہ ہوں کباب تو کیا جام ہے لذیذ
 بادہ کے ساتھ پستہ و بادام ہے لذیذ
 آغاز بے مزہ سے پہ انجام ہے لذیذ
 کیا شے ہے ہوسہ مگو ہو، پہ پیغام ہے لذیذ
 ممنوں کہیں بھلا شمرِ خام ہے لذیذ

لعلیں لبوں سے یار کے دشنام سے لذیذ
 وا ہیں ہان زخمِ تن کشتہ شوق سے
 پیری میں مرگِ خواب ، جوانی میں دلولے
 تب لطفِ چشم تر ہے کہ تفتہ دلی بھی ہو
 مستی میں لیجئے ہوسہ چشم و لب بتاں
 تپتی صبر میں ہیں یہاں ، تو حلاوتیں
 لب سے لگا وہ دے لبِ ساغر تو واہ واہ
 معنی نغز پختہ نہ جب تک ہوں کیا مزا !

۱۔ لندن - ۲۰۰۰ء - نندارد ، اسحق قیاسی

اس کا ہر اک قطرہ خون ہے شرارِ یار
 ہو میرے تن سے فرق نہ بستر کا تار
 اس گم کا سے چراغِ دل داغِ دار
 تجھ رہن ہر ایک رات ہے روزِ شمار
 جب سے تری مرہ سے ہوا ہے دوچار
 صبر و قرار و دین و دل و ننگ و عار
 جان بخش ہے سرا یہ لبِ آبِ دار
 وقتِ خطاب کہیے اگر ایک بار
 یہ مجھ کو بار بار کہے ہے جو یار
 جلدی سے سے پلا کہ چلے یہ بہار

فراق سے نہ باندھو تو یہ شکار
 بیماریِ فراق سے اتنا ہوں ناتواں
 بالیں سے میری یوں نہ گزر آستینِ نشان
 گنتا تھا ہوں شام سے تا صبح داغِ دل
 یک قطرہ خونِ دل ہے حریفِ ہزارِ زخم
 کس پر یہ ترک باز کہ ہم تو لٹا چکے
 بخش ہے اس نے بادِ مہیسا کو آرد
 اللہ رے غرور کہ بے ہوشی میں اسے
 منہ پھیر کر کہے ہے کہ بس بادِ ہو گیا
 منوں کی چھاتی ساغرِ گل دیکھ آئی بھر

جو شش بہتاب میں یعنی کہ ہو دریا کی سیر
 یاد آتے ہیں کبھو دیکھو ہو جب دریا کی سیر
 دیکھو طرفِ چمن رو سے گلِ رعنا کی سیر
 آنکھ اٹھا اس نے نہ دیکھا، دیکھ استغنا کی سیر
 جلوہ ہائے رنگِ رنگِ یارِ دل آرا کی سیر
 دیکھ رو سے پُر عرق پر زلفِ عنبر سا کی سیر
 یا عرق میں ہے فروغِ چہرہ نہبا کی سیر
 اور ہی کچھ ہے ولے بت خانہ ترسا کی سیر

دیکھ عکسِ مہوشاں سے چشمِ طوفانِ زا کی سیر
 ہم اسیرانِ نفس بھی ، طائرانِ تیز بال
 رشک سے اس جلوہ رنگیں کے سرخ و زرد سے
 ہو گیا عالمِ شہیدِ یک نگاہِ آرزو
 آہنہ ہے جوں بلور ہو قلموں ، دیکھنا
 اختروں پر دامنِ مشکینِ شب کا کب یہ لطف
 ڈانک دی شعلہ کی سے ، الماس کے زیرِ نگین
 گو صفا میں کم نہیں ٹمنوں ترا کعبہ بھی یاں

یا صبحِ قیامت کی ہے یہ شامِ زمیں پر
 وہ رشکِ قیامت جو رکھے گامِ زمیں پر
 جن کو ترے کوچے میں سے آرامِ زمیں پر
 مارا ہے تری زلف نے کیا دامِ زمیں پر

سے سایہ گن زلف سے فامِ زمیں پر
 بیدار کرے خفتہ دامنِ عدم کو
 ہے بالِشِ خورشیدِ سدا زیرِ سر ان کے
 چھوڑا نہ در کعبہ تک صیدِ رمیدہ

۱۔ بیت اشکار

۲۔ بیدرمہوں -

۔ بیت کا

جے صحن چمن برگ گل و آواز سے
انے ماہ لگا ، بہر لنگ سے
کیا دیدہ و دل فرس نہیں راہ میں اس کی
ممنون جو مسود ہوا اہل لنگ کا

پاسمن سے دوش و برسیمیں وہ ہیکر دیکھ کر
غش سے چٹکا تھا ترا نک یہ مریض انتظار
خاک میں لوٹے ہیں یاں کیا کیا تمنائیں پڑی
گر میاں یک چند مجھ میں اور تم میں تھی جہاں
کون ہمسایہ کے شب تھا ، روزن دیوار سے
یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائیگا
تھا جو اس صیاد بے پروا کا مدت سے اسیر
دیکھو طرز نظر بازی بہاں نک ، مری
میں نے پوچھا لب میں ہے تیرے مسیحا تو وہ
وہ رے طرز خریداری کہ سو سو بار واہ
غسل نزدیک سمر دیکھ مجھے ، تاروں کی چھاؤں
اس حالی دست نازک پر لپٹ آخر لگی
اب تک آنکھوں کے آگے برق کوندے سے سطرچی
ہانے رے گرمی کی ہاتیں ستارے شوخی کے سخن
رات ہم کو اجمن میں سینہ و دل آپ کے
حرف حرف شہر ممنون ، ریزہ لباس ہے

روئے ہم اپنے اتھی آغوش و دستر دیکھ کر
مر گیا اک سانس لے ، بس جانب در دیکھ کر
نک قدم رکھنا مری تومت کے اندر دیکھ کر
سانس اک ٹھنڈی بھروں ، رستہ میں وہ گھر دیکھ کر
لگ گئیں (آنکھیں ہاتھ چمکتا ، ایک اختر دیکھ کر
ہم یہ گئے تھے ، چلے آئیے دم بھر دیکھ کر
آج اسکے آنے ہم ، اڑتے ہوئے پر دیکھ کر
یک نظر اس پر کروں ہوں ، ایسے اور دیکھ کر
ہوں لگا کہنے کہ کیسے امتحان مر دیکھ کر
جنس دل کی ، پھیر دی اس مت نے لے کر دیکھ کر
مر گیا اس کان میں جوش آب گوہر دیکھ کر
ہاتھ کہتا تھا دل پر سوز پر ، دھر دیکھ کر
آنے عجم غزل سے کس کا روے انور دیکھ کر
ہوں لگا کہنے مجھے وہ شوخ کافر دیکھ کر
یاد کیا کیا آنے ہیں اسپندو بحر دیکھ کر
اس غزل کو ہوں کہیں نقاد، جو ہر دیکھ کر

جان دوں ہوں یہ عنایات ستمگر دیکھ کر
کس سے وعدہ سے کہ کھٹکا سن کے یا آواز پا
میں تار اس شوخ کے ، اپنی بلائیں آپ لیں
رات افغان و طبل ، سینہ کوئی ، فوج اشک
آئیں تصویریں اگر دو شخص کی یک جا نظر
پوسہ لعل بتاں سے ہو دل مضطر کو چین

یاد کرتا ہے مرا دل نوکہ فخر دیکھ کر
ہر طرف رہ جاؤں ہوں ، حیران و مضطر دیکھ کر
آئینہ میں زلف چھوٹی اپنے منہ پر دیکھ کر
رہ گئے سب دل کی اپنے حشمت و فر دیکھ کر
روئے ہم پہروں ہی وہ لوح مصور دیکھ کر
ہے خمیر ، الفت سیرب و افگر دیکھ کر

۱۔ آب آنکھیں - لندن - "آکھیر نادر" - سو کاتب

۲۔ آتہری

۳۔ بیتواہ

۴۔ لیل ۳ - سوزاند شعر

سجدہ کرتے ہیں تجھے دیں دار و کافر دیکھ کر
تیرے سوداگی کا وقتِ فصد نشتر دیکھ کر
نا شگفتہ چند غنچہ لاؤ جن کر دیکھ کر
ہوں تاسف میں بہت نسخہ یہ ابتر دیکھ کر
ہوش اڑتے ہیں یہاں اس قد کو اکثر دیکھ کر
خود چلے تو شاید آوے تجھ کو باور دیکھ کر
اس مریضِ غم کا حال رقت آور دیکھ کر
آہ بھر بھر چشم کو کر لانے ہے تر دیکھ کر

تو کہ سے صورت میں بت ، معنی میں ہے نورِ خدا
دھیان اس مڑگان کا کر کر اور بھی دل پھٹ گیا
تنگ دل ہو ہو ہوا ہوں ، دم بخود یاں خاک پر
آتے ہیں ایک اک ورق دل کا لیے اطفال اشک
روح کو اپنی رہے ہے عالم بالا کی سیر
کیا کہیں ہم پوچھ مت رنجور کا اپنے تو حال
اشک پہنچا ہر بن مڑگان میں اک عالم کے ہیں
خط یہ کس کا ہے کہ سو سو بار کچھ مسنون آج

میں تربتا ہوں کہ کیا ہے دستِ قاتل کی خبر
یوں لگا کہنے کہ کیوں دل کو ہونی دل کی خبر
کچھ نہ آگہی ہے لیلیٰ کی ، نہ عمل کی خبر
کوئی بھی پوچھے ہے سوزِ شمعِ محفل کی خبر
ایک دو شب تمہیں ہے کھلتی ، بدرِ کامل کی خبر
چتونوں کے طور سے دل ہانے مائل کی خبر
صبح ہی سے کہہ سکتا ہے لہجو کل کی خبر
اشکِ رقتہ کی یہ ہے منزل بمنزل کی خبر
آہ کیا سے اس گرفتارِ سلاسل کی خبر
آشنائی نہ کنارے سے ، نہ ساحل کی خبر
سے نہ اس دورے میں واصل کو بھی ، واصل کی خبر
کوئی بھی لایا نہ مسنون اس توائل کی خبر

پوچھتا آکر سے ہر اک تیرے گھائل کی خبر
دیکھو جذبِ محبت لگ کے چھاتی سے مری
تیس محورِ بخود دی ہے ، کوئی سر پر آؤ سٹے جاؤ
لب پہ سب کے ہے حدیثِ سوخن پروانہ کی
حسنِ روزِ افزوں سے تیرے کون سہی تشبیہ ہے
دیکھ وہ طرزِ نگہ بولا مری ، سمجھیں ہیں ہم
شام آیا تھا ، کہا تھا جاؤں گا کل دن ڈھلے
چشم سے مڑگان پہ ، مڑگان سے گریباں تھا مقام
بال کھولے تو یہ کہتا تھا مارا لے لے کے نام
اپنی کشتی گلہ سے اس موج ، کہ اس موج میں
مطلع قطرہ جباؤں سے ، نہ قطرے سے جباب
کلوان رنگاں کس دشت میں گم ہو گئے

آپ ، آپ سے تھا نازاں آنکھیں لڑا لڑا کر
دیکھے تھا جانبِ در ، تب سر اٹھا اٹھا کر
ذکر بتاں تھا تھوڑا ، میں نے خدا خدا کر
دستِ طیش نے توڑے ، شاید ہلا ہلا کر
لے تھا ہٹا جگر پر ، خنجر جھکا جھکا کر
الاس کے ہیں سوزن ، لانے بجھا بجھا کر

آزیدہ شش بہت میں ، گھر کے لگا لگا کر
بیمار وعدہ تیرا جب غش سے چونکتا تھا
ناقوس سے نوا پھر آئی ، صنم صنم کہہ
خون آہ سے سے نیکے ، ہر زخم دل کے نانکے
حسرت لٹا رہی تھی کیا خون میں کہ قاتل
لے اے شگافِ سینہ ، زہر آب میں رنو کر

۱۔ ب۔ زائد شعر

۲۔ آ۔ آنے جانے

۳۔ آ۔ ابہ پوچھتا ہے

۴۔ آ۔ درجہ

ہیں اسے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ
 طاقت و جراتی اور سب سے زیادہ
 عمر چاندنی چکنی اور سب سے زیادہ
 غنیمت کو اس دہن سا کہہ کر ، صبا میں
 شوق ادا ادا پر ، ہر آن کیا سکھایا
 آنکھیں وہ تھلی آیا ، شاہ سحر کے نالے
 کیا کافرانہ دیکھو ، اسکی جنب ادھر سے
 دامن زیں کسی کا جب تک چھو ، نہ چھوڑا
 ناخواندہ میرے خط کے پڑے کیے کل اسنے
 حرف غلط نہ ہم تھے ، گرسٹہ صفحہ جہاں پر
 مجلس میں کون تھا شب ، تم پڑھ رہے تھے تمہوں

مہم دل پہ زخم جھیلیں شرطیں کا کا کر
 لیتے ہیں جی اڑا ہم ، لکن جا جا کر
 لباس میں تنک ہیں لانے ملا ملا کر
 لباس ریز گاں پہ مجھ کو لٹکھ چھٹا کر
 پر غار سے ہوں آیا ، دامن چھٹا چھٹا کر
 انسوں پڑھا پڑھا کر ، جادو سکھا سکھا کر
 گوئے لنگ گھناتا ، شب کو پڑھا پڑھا کر
 توڑنے نہ جام و مینا کتنے بنا بنا کر
 پھولوں میں تھا بچھایا جسے با با کر
 کہیں مسکرا رہے ہو ، آنکھیں جھکا جھکا کر
 تھے وہ بھی دن مٹاتے ، تم کو روٹھا روٹھا کر
 درویش کی صدا ہے ، ہوگا بھلا ، بھلا کر
 غرتہ میں تم نے لانے ، شیشہ چھپا چھپا کر
 سو بار گو لیا تھا مجھ سے دکھا دکھا کر
 پہلے تو ہوچکا تھا سودا چکا چکا کر
 دل اور جگر نہ رکھا ، آسو بہا بہا کر

ہوئے نیمہ اٹھاتے کس کو ڈرا ڈرا کر
 نظروں میں وہ کہے تھا آنکھیں ملا ملا کر
 لب خشکی جرات ! مزہ کہ چارہ سازاں
 تازہ جراتوں نے کیا کیا مزے دیے ہیں
 دشت جنوں سے مشکل کیا ہو گیا گردنا
 استاد سحر کیشاں ، آنکھوں نے ہر نگہ کی
 میری شب بدانی بڑھ کر نہ گھٹ سکی پھر
 کب یاں طلسم عشرت ٹھہرے جناب آسا
 گل کون سا بغل میں شب تھا کہ صبح بستر
 میں دل کو ڈھونڈتا ہوں ، تم ہی نے کیا لیا ہے
 اب تو نہ روٹھتے ہو ، گتے نہ تم گتے ہو
 توفیق یک نگہ کہوں ، یاں دوست سے ادھر بھی
 کہوں داغ سے ہو دھوتے ، گر میکرہ سے زاہد
 کیا بہ معاملہ ہے ، یک نیم بوسہ پر ، دل
 کہتا ہے اب نہ لوں گا ، ہیں داغ داغ اس میں
 کہتے تھے رو مت اتنا ، تمہوں تو نے آخر

- ۱۔ لندن - "سی" ساقل الوزن ، ہو کاتب
- ۲۔ آیکہ
- ۳۔ بی اس سے انگلاشر مطلع ہے
- ۴۔ آدے لینگے دل اڑا ہم ، کہہ کے ، جا جا کر بے دل
- ۵۔ آہ بہ چھرا چھرا کر
- ۶۔ آہ بہ چھرا چھرا کر
- ۷۔ بے سونا کو

یہ پیرہن بھی بار ہوا اور بار پر
 آتا ہے روز زلزلہ میرے مزار پر
 کیا خاک میں ملا مرا مشتِ غبار ، پر
 کچھ بس چلا نہ گریہ بے اختیار پر
 بختِ بلا بٹ آنے ہے مجھے پھولوں کے ہار پر
 آنکھیں جھکانے دے سے وہ خواب و خمار پر
 پھرتی نیچے ہے مجھ کو وہ انتظار پر
 رنگِ شباب نامِ خدا سے بہار پر
 اڑتے پھرے ہیں گردِ جن پانچ چار پر
 سینہ کا میرے جل نہ سکا ایک خار ، پر
 سے رنگِ شوخ سا ، گلِ رخسارِ یار پر
 پھیکا سا رنگ ہے مردہ اشبار پر
 دستِ حجاب پردہ بچھے ہے ، عذار پر
 ہوستہ ایک تار ہے بستر کے تار پر
 کر کے نگاہِ لطف مرے حالِ زار پر
 کھاتا قسم ہوں تمیں ، نہ تجھے اعتبار ، پر
 کچھ دیر سے ہے ہاتھ دلِ بیقرار پر

تھا جسمِ ناتواں بھی گراں جانِ زار پر
 گو مرجھا ہوں ، کم نہ ہوا اضطراب ، پر
 سے کس سمندرِ ناز کو جولاں کہ روزِ حشر
 وقتِ وداع اشک جو نیچے تو کیا کروں
 گردن میں اس کی ہاتھ ہے ، سینہ پہ ہوسِ زن
 بے دار شب کہاں تھے ، نہ سے نوش تھے کہیں
 کیا کہہ گیا ہے کوئی کہ بچاب ساری رات
 نو رستہ سبزہ و خطہ گلِ تازہ وہ عذار
 مر کر بھی عندلیب کو سے شوقِ طوفِ گل
 برقِ نفاں کے ، کشتِ فلک تک شرد گئے
 کیا آبیارِ حسن ہوا پھر شرابِ سرخ
 شاید جگر میں ، سینہ میں خوں کم رہا کہ آج
 کیا فائدہ نقاب جو الٹا ، وہ شرمگین
 کلبیدیگی عشق سے تن کا نشان ہے کم
 اس دلِ بی یار پہ صدقے ، دمِ وداع
 آنے کا قول دے کے کہا تھا کہ بدگماں
 کھلتی نہیں ہے حالتِ تمسوں ، ہے آج کیا

آہ آگے ہوئی تعلیم لے کر
 دیکھ کس نے لکھا قلم لے کر
 ہم بھی آتے ذرا ہیں ، دم لے کر
 قیس نے میرے ہی قدم لے کر
 کیا جہنم میں ، نہیں آرام لے کر
 توڑنا جام ، سنگِ جم لے کر
 پھر کوئی خنجرِ ستم لے کر
 مت ہلانا وہ زلفِ خم لے کر
 ایک دن کھانے گا سم لے کر
 عوضِ ہوس ، پر قسم لے کر
 کہ اے کیا کریں گے ہم ، لے کر
 ترکشِ ناوکِ ستم لے کر
 جان رائے آہوے حرم لے کر
 چشمِ تمسوں سے نیم لے کر

جی چلا تن سے فوجِ غم لے کر
 میری لوجِ جہیں پہ سجدہ بت
 ہرمان تیز گامیاں ، اتنے
 پا ، تو دشتِ جنوں میں رکھا تھا
 وہ گلی سے بہشت ، پتکوں گا
 دل میں گھر کا ثبات لینا دیکھ
 مردہ چاک اے دل آتا ہے
 موبو دل ہیں بند اے شانہ
 ہوس اس پشتِ لب سے لے خطرِ سبز
 میں نے اس سے کہا کہ دوں ہوں دل
 منہ بنا کر وہ ہوں لگا کہنے
 وہ کمان دار آج آتا ہے
 بس نکل جا کہیں سلامت سے
 مایہ وور بن گئے محیط و سحاب

۱۔ لندن۔ زائد غزل

۲۔ لندن۔ زائد غزل

نیکوئی وہ گئے سوئے ، میرے ہر
 یہ کہہ کے سوئے کہ ذرا میرے لئے اس میں
 کتہ ہوں اس کرم کا، نہاں مجھ پہ کی نگاہ
 تھا اس کا التفات کہ میرا یہ جذبہ حق
 نقاش کو غرور ہو ، جوں اپنے نقش پر
 کس فوجوں کو چشم سے میری نہاں کیا
 روح الامیں کو لکیر پر وہاں تھا مرے
 کس کا یہ خط ہے چشم سے بے اختیار آج
 یاں دم الجھ الجھ کے مونے بھی گلے کے ہار
 تھیں کس سے خلوتیں کہ پھر آیا ہوں چند بار
 سینہ میں لخت دل بھی ہیں لخت جگر بھی ہیں
 کہتا تھا ایک حسن پرست ، ادا پسند
 دیوار پر بنائی نہ کیوں ، دوست کی شہید
 مسموں نے اور کیا ہی غزل پڑ اثر لکھی

اپنی وہ میرے ہاتھ میں تصویر دیکھ کر
 اس معرکہ میں دل بھی ہے صیدِ حرم بھی ہے
 میرے طبیب سے جو ، کہا کل مرض مرا
 اشفتگی سی شکل زلیخا پہ کچھ سے آج
 بہر آنی رنگ سبزہ و گل پر ، نسیم سے
 ہم خاک میں چہیدہ وہ فتراک میں ہے بند
 ہر ہر شہن میں صد دل خوں گشتہ بند ہیں
 کیا کیا خیال تھے کہ کہیں گے دم وصال
 آیا نہ تو مریض ترا آہا چل با
 ہوں پاک دامنی کا تری شیخ ، معتقد
 اعمال ناصواب کی میرے زبونیاں
 پر ، واہ لطف پیر مغاں ، لے شراب سرخ
 معلوم یہ ہوا کہ اشھا اس کے دل میں درد

۱۔ لندن، زائد غزل

۲۔ لندن، ابتدائی پانچ اشعار زائد بد پوری غزل نہیں ہے

رویف "ز"

۲۰۰

لچھے ہیں آنسوؤں کے ، زمرد کے ہار سبز
 گلزار رنگ و بو کو رکھیں یہ چہار سبز
 صیاد کا لباس ہو بہر شکار سبز
 سر سے اڑا کیا وہ دوہرا اتار سبز
 رکھتا عجب ہی بخت ہے یہ خاکسار سبز
 رکھتا تھا چشمِ گریہ جو دامنِ یار سبز
 ہیں مرغِ نغمہ ریز ، ہونے شاخسار سبز
 اپنا ہوا نہ نخلِ مراد ایک بار سبز
 تن سب ترا ہوا فلک کینہ کلد سبز
 سو پھول کھل چکے ہیں ہوا خار خار سبز
 لا بخیر گر برائے رفو، چند تار سبز
 جوں شاخِ گل ہو کلکِ معانی نگار سبز

تھا وقتِ گریہ پیشِ نظرِ خطرِ یار سبز
 عطرِ گل و قبا و خط و حسنِ یار سبز
 زیرِ نقابِ سبز کرے صیدِ دل وہ چشم سبز
 سو حلقہ بہشت ہے میری قبر پر سبز
 منہ رکھ مرے مزار پر رویا وہ سبز رنگ
 مڑگاں وہ پھلجری ہے کہ جس کے ہرے ہیں پھول
 جوشِ جنون و دلولہ تازہ ہاں خروش
 اے آبِ باذنی مرہہ تر ا حصول کیا
 کس کا بجھا تھا زہر میں پیکان تیر آہ
 وہ ہی غلش رہی ، وہی پژمردگی دل
 زنگار رنگِ خط سے جگر چاک چاک ہے
 مطہح وہ اس زمیں میں لکھوں آبِ دار اور

۲۰۱

کیجو مرا کتابہ لوحِ مزار سبز
 یا لعبتہ طلا پہ ہے مینا کا کلد سبز
 ہوتا تھا رنگِ چہرہ مرا بار بار سبز
 مثلِ حنائی سودہ اٹھے سے غبار سبز
 بیٹھا قبا بہن کے وہ نگلوں نگار سبز
 دیکھا نہو جو ناندہ مشکِ ستار سبز
 ٹھیرے نہ ایک دم بھی ، گیاہِ مزار سبز
 تا ہو نہ قدرِ سردِ کبھی لبِ جوہار سبز
 گر نخلِ آرزو ہو کبھی جوں چنار سبز
 جلتے ہیں شمعِ سبز سے ، تربت کے خار سبز
 نمونوں لگے جو ہاتھ کوئی رقعہ دار سبز

میں مر گیا ہوں دیکھ خطِ گلزار سبز
 کندن سا رنگ اور وہ زبورِ زمردیں
 کیا زہر اس نگاہ سے نکلا کہ بزم میں
 کس کی ہوائے خط ہوں گیا لے کے زیرِ خاک
 ساقی شرابِ سرخ کے شیشہ سے لاجواب
 زیرِ خطِ دمیدہ وہ خالِ عذار دیکھ
 ہوں زیرِ خاک و آتشِ دل کی وہی دیک
 رکھ میری چشمِ تر پہ قدمِ تیرے روبرو
 وہ تفتہ دل ہوں میں کہ نکلنے لگے ہے آگ
 کن سبز پوش شعلہ رخوں کا ہوں سوختہ
 قرمز سے لعلِ سبز خطاں کی لکھوں بہار

۲۰۲

چہرہ رہا سینہ میں اک نشتر ہے تیز
 دیکھو کیا کلک صورتِ گر ہے تیز
 مثلِ نوکِ منتقبتِ گوہر ہے تیز
 کیا نگاہِ شوخِ قندہ گر ہے تیز

دیکھتا گزرا کوئی کافر ہے تیز
 چہن ابرو ، نوکِ مڑگاں برقِ رنگ
 نعتِ دل پہ ہے سردِ مڑگان یار
 نیم کادش میں بکے صد رخنہ دل

۱۔ لندن۔ زائد غزل

۲۔ لندن۔ زائد غزل

۳۔ لندن۔ زائد غزل

دیکھئے کس نے اس کا حال کیا ہے
 رات اور دن اس کے پاس ہے کیا ہے
 کاش جہاں ہے عجب ہے حال
 پائے بے بھی کہ ہر حال میں
 حاف ہاتھوں میں سے جاتا ہے
 چہ رہے ہیں جیسے ہیرے کی کئی
 تھامیں اپنی سخت جانی کہ بنا
 اللہ اللہ نازکی حسن یاد
 پھول ہالی میں دیئے کس نے رہو
 کوٹ کر الماس لفظوں میں بھرے

۲۰۳

کہ نکتے ہیں لیے گل ، جاک ہوز
 کیا تیرے دم میں ہانی ہے سرک جاک ہوز
 پر ہے افسردہ مری خاطر جھٹاک ہوز
 دام گھنٹے ہے یہ وہ کال پہچاک ہوز
 تیغ کھینچے ہی رہا غزوہ شفاک ہوز
 پڑھن ، پر نظر آتی ہے وہ پوشاک ہوز
 سرخ سے دامن رہیں د سر لٹراک ہوز
 وقف خمیازہ سے ہر اک شجر جاک ہوز
 بار آتی ہی انہیں گردش اٹلاک ہوز
 منہ نہیں موڑتی مستوں سے وہ ناہاک ہوز
 تو نے مٹوں نہ بسا کیا ! جگر چاک ہوز

آہ کس کا دل دغی ہے تہ خاک ہوز
 تو سن ناز کو یوں رفعت جولاں کب تک
 باغ پھولے ہونے ہے جوش جنوں کی تقریب
 حلقہ حلقہ میں دو حد ، صید حرم بند کیے
 ریزہ ریزہ جگر و دل ہونے نکلے نکلے
 تم نہ آغوش ہوس میں تھے کسی کی ، شب کو
 مت شکار دل خوں گشت سے منکر ہو مرے
 لی ہیں انگڑائیاں کس مست نے ، گلشن میں کہیں
 خانہ ، عرش نشاں خاک ہونے کس کس کے
 دخت رز خلوت و جلوت میں نہ کس کس کے گئی
 ایک دو لخت نکتے ہیں ہر اک آہ کے ساتھ

۲۰۴

جب سے ہوں میں ، آئندہ ساں وقف خیرانی ہوز
 چہرہ قافل پہ ہے ظاہر پشیمانی ہوز
 بوسے بوسے کا ہے جو یا پیر کنعانی ہوز
 جمع سے دل پر مرے تب سے پریشانی ہوز
 شیخ صاحب ! نس پہ ہے لاف مسلمان ہوز
 جو سلگتے ہیں پڑے خار بیابانی ہوز
 کچھ حیا سے پڑھتی ہے انکی پشیمانی ہوز

پردہ سے نکلا نہ تھا وہ روے نورانی ہوز
 ایک مدت قتل کو ہم بے گناہوں کے ہوئی
 قافلے کے قافلے آئے نسیم مصر کے
 لائی تھی یک صبح ہو زلف پریشاں کی صبا
 کعبہ دل کس قدر ٹوٹے تمہارے ہاتھ سے
 ان دنوں گزرا ابی کون سا یاں گرم تو
 کون تھا محفل میں تمہوں اس سے گرم اختلاط

۱۔ لندن = لیے جگر جو درست نہیں ، رہو کاتب

۱۳۰۲

لب تلک دم کو ہے ، آنا سزاگ دور دراز
 قصہ مار ، مری جان سے مشہور دراز
 ہوئے ، دست تمنا نہ بعد زور دراز
 ہاتھ اپنا بھی ہوا اے ہت مزور دراز
 ہے شب وعدہ دیدار بدستور دراز
 کہ قدرِ طوبیٰ فردوس ہے ، اے حور دراز
 ہے قد اپنے سے عصاے مرہ مور دراز
 مرحلے قطع نہ کیا کیا ہیں کیے دور دراز
 پاؤں بھی کر نہیں سکتے ترے مجبور دراز
 کہ سخن کیجے گا تاحد مقدور دراز

بے بہت قصہ ضعیف دلِ رنجور دراز
 پوچھ مت یہ سے حدیثِ شبِ ویکور دراز
 ہائے حسرت وہ کچھ اک فرق سے کب ہٹھا ، جب
 دامنِ زلف سے یا جیب سے اٹھے ہے تری ^{سلا}
 صبحِ صدمہ حشر ہوئی ، روزِ قیامت نبزی
 کیا عجب دعویٰ ہمدوشیِ قامت تیرا
 یاں تلک تو ہونے فرسودہ وہ عشق میں ہم
 کوئی میدان سے میدان جنوں کاٹ کے آنے
 کیا غضب سے تری دیوار سے لگ بیٹھ کے تک
 ہو گئی اور مٹی مسنونِ غزل ، قصد نہ تھا

پاؤں بیٹھے ہیں کیے ، ہم طرفِ گور دراز
 اور اس آرزو سے دل کے ہیں مذکور دراز
 دل کو آیا سے سفر ، پیش عجب دور دراز
 کیا مرہ ہے تری اے زگسِ نغور دراز
 کیا ہوئی مددِ نغاں ! دل پر شور دراز
 صبح کا دیکھ کے وہ شب میں خطرِ نور دراز
 ایک ذرا بات کو ہر جاہلِ مزور دراز
 ہو زباں ، دار کی بھی جانبِ منصور دراز
 کیا کہیں جھلہ لڑنا نہیں منظور دراز
 بس دلا ! قصد نکر تا حدِ مقدور دراز
 گور میں بھی نہ فراغت سے وہ مزور دراز

کیوں کریں ہاتھ سو سے منعم مزور دراز
 یاں زباں لال ، وہاں نیم سخن کا نہ دماغ
 زلف سے مانگ تلک ، مانگ سے تاجد سے قصد
 سچ پر طائرِ سدرہ کا جگر کھینچے سے
 طارمِ چرخ تلک تار دھونیں کا باندھا
 دھیان بندھ جانے ہے اس مانگ کا اور کھینچوں آہ
 مختصر شکوہ ہی بہتر ہے کہ کرتا ہے یہاں
 قصہ کوتاہ عجب انصاف ہے ، حرفِ حق پر
 ایسے بالوں سے جو الجھاؤ تھے پڑنے ، سو پڑے
 دستِ مشاطہ سے ، شانہ سے ، صبا سے لپٹیں
 دل گیا ساتھ جو مسوں کے ، کرے گا تو پاؤں

رنگیں ہے اپنے خون سے وہ خاک گو ، ہنوز
 آیا نہ بادہ شفق کا سبو ہنوز
 اے خود نما نہ آیا ، ادھر آہ تو ہنوز
 سیراب یاں ہوا نہ ذرا بھی گلو ، ہنوز

منکر ہمارے قتل سے ہوتا ہے تو ہنوز
 خوں ہے ہزار رنگ سے یہاں آرزو ولے
 آنکھیں مثالِ آہنہ پتھرا گئیں مری
 پانی نہیں ہے آب وہاں ، تیخِ ناز میں

۱۔ آہ کب تلک دل کو ہے آتا

۲۔ آہ مرے

۳۔ لندن زائد شعر، بے میں بھی ہے۔

۴۔ بے قد اے گلو۔

گزری تھی ایک صبح اور
 مہنوں زبانِ غم سے کل اس کے

۲۰۸

کتنوں کو مغلطی کو رکھوں
 یاد آئے وہ حالِ ابدام
 ہم تازہ اسیروں کو یہ سے کام
 اے گردشِ گردنِ پشیم نام
 نظروں میں پھرے بار بار
 جوں ذرہ و پروانہ ، نہ آرام شب و روز
 بجاں کے تو ہیں لائقِ دشنام
 ہیں حرفِ خرابی غلطِ العام ، شب و روز
 ہرہ خریفان سے آشام
 یوں ہرگز نہ نکر ، جلوہ گری نام
 بیجاں رکھیں اس کے یہ پیغام
 دیکھے رہ وعدہ پہ یہ ناکام
 مہنوں کو ہے اندیشہ انجام

دے شوقِ رخ و زلف ، نہ آرام شب و روز
 رکھے نہ صفا صبح نہ ہفتاب میں یہ لطف
 پھرکیں غم پرواز میں یا سر سے تر ہال
 جہان سے یک چند وہ نہ ، کچھ تو بڑھادے
 کر ، جلوہ افق سے نہ و غور ، داغ کریں دل
 وہ ہر رخ اور شعلہ خو دے دل و جان کو
 لٹتے ہی نہیں سر سے مرے ، لاکھ دعا کی
 گردشِ تری آنکھوں کی ہے برہمِ دنِ عالم
 غیرت سے دل خون ، نہ پھرے غیرت ناموس
 اس حسن پہ بے ہر ، نہ ہکا کوئی مشتاق
 سے وعدہ شب روز کو ، شب ، روز پہ شہرے
 اٹھ اٹھ کے فریخِ سحر و زردنِ خورشید
 تھے پہلے ہی جوں سبجِ سحر داغ و دم سرد

رویف "س" ۵

۲۰۹

الکیم حسن میں چمنستان ہے چمن کے پاس
 لگتا نہ جی ہے زاہد کعبہ نشین کے پاس
 تا' خوں پہنچ نہ جانے تری آہیں کے پاس
 کتنی یہ سقفِ پست لنگ ہے زمین کے پاس
 بیٹھے اگر وہ حضرت روح اللہین کے پاس
 جانے کو ہم گئے ترے اندواگن کے پاس
 پھیلانے سے جو بخت تک اس شرمگن کے پاس
 مدنون کیمبو جن یا سمین کے پاس
 دیکھے ہے جسے لعلِ رخِ آتشیں کے پاس

بکھرتے وہ دیکھ موے محبر جہیں کے پاس
 آتی ہے یاد صحبتِ یارانِ میکہ
 دم روکنا ادب سے ، یہ کشتہ تھا وقتِ ذبح
 اس شگنائے دہر میں دم اپنا گھٹ گیا
 کیا کیا گمان آئیں نہ غیرت سے عشق کی
 دیکھ اس کی شکل اشک تو روکے ، نہ پر رے
 اے دستِ شوق ہو تری جزات سے ہٹ کے دور
 سیمیں وہ سینہ دیکھ کے ہوں مر گیا ، مجھے
 بلے شعاعِ حسن کہ اس کان میں غہر

۱۔ آہِ عشرت

۲۔ آہِ اے حسن بے ہر
 ۳۔ لندن ، زاد غزل

خلوت میں رات جاہی لگا اس حسین کے پاس
بوسہ کو جھک چکے تھے لبِ نازنین کے پاس
کہ خال یہ نہ زگسِ سمر آئیں کے پاس
جانے لگے بہت ہو، اب اربابِ دیں کے پاس

وہ مستِ خوابِ ناز تھا اور میں مجھے مجھے
اے بختِ خفتہ! چونک اٹھا وہ وگرنہ ہونٹ
پنکا ہے بیشک نافِ نزالِ رمیدہ سے
منوں خداخواستہ ترکِ بٹاں کرو

راہ بوسے گل کرے سوراخِ دیوارِ نفس
دل کو کیا معلوم رنجِ دام و آزارِ نفس
تو ہی اس آفت سے ہو یارب! نگہدارِ نفس
ورنہ ہیں دم میں یہاں برباد آثارِ نفس
دام کا مردود ہوں، ننگِ چمن، عابرِ نفس
ہوں گلستاں کے نہ لائق، نہ سزاوارِ نفس
وسعتِ دشتِ جہاں کرنے لگی، کارِ نفس
پانے بندِ دام نہ ہوں، نہ گرفتارِ نفس
ہم صغیر و اس لیے رہتا ہوں زوارِ نفس

بس سے یہ لطفِ صبا بہر گرفتارِ نفس
طائرِ رنگِ حاساں، مرغِ دشتِ آموز ہے
دم بدم آتا ہے اب ہر نالہ آتشِ نشان
رخصتِ صبر اب ذرا اے فرطِ بیتابی مجھے
ہوں عجب صیدِ زبوں، اس عرصہ گیتی میں آہ
طائرِ تصویر ہوں، زبا ہے حیرانی مجھے
دل وہ طائر ہے کہ جس کی پر نشانی کے لیے
صورتِ عنقا ہے اپنا سیرگہ دشتِ عدم
حضرتِ منوں یہاں تھے ایک مدت محکف

تڑے سے خون میں، دلِ ناشاد کی ہوس
مر کر بھی ہے نظارہ جلاذ کی ہوس
نے گل کی آرزو ہے، نہ شمشاد کی ہوس
ہے جس پہ سو جراحاتِ بیداد کی ہوس
سے آج ذبحِ صید پہ صیاد کی ہوس
تھی دل میں کس کے خنجرِ فولاد کی ہوس
دل میں رہی نہاں دلِ ناشاد کی ہوس

سے کس کے زخمِ خنجرِ بیداد کی ہوس
آنکھیں جو بعدِ ذبح کھلی رہ گئیں مری
میں ایک سرد قامتِ گل رو کا نحو ہوں
یک نیم قطرہ خون سے ہے کتر دل و جگر
بس جلد لے بیچ، مجھے اے اضطرابِ دل
نشرِ بجانے سبزہ، اگے اپنی خاک سے
ہم بے زبان اور وہ منوں بے دماغ

جلوہ ریز آئینہ میں جیسے کہ ہو، تاروں کا عکس
پہنچتا، مشکل سے ہے اب تیرے بیماروں کا عکس
سرخ رکھتا سے سدا، ان لالہ رخساروں کا عکس
جوں بلورِ بوقلموں ان طرح داروں کا عکس
توس و اختر، ہر دم دے دے دکھا چاروں کا عکس
واڑگوں پانی میں نت دیکھے ہیں فواروں کا عکس

اس مصفا سینہ میں نسریں کے باروں کا عکس
آہ فرطِ ناتوانی، خانہ آئینہ تک
غیر سمجھے ہیں لہو رویا ہوں، اور آنکھیں مری
جلوہ خد رنگ سے رکھے مری چشمِ سفید
دیکھ وہ ابرو جبینِ دندانِ رخ سے میں کہ یاں
ہمیشہ اربابِ صفا سرکش رہے ہیں سرنگوں

پرتو خندان گون پوس
 مردم آبی رنگیں گرداب سے
 دیکھ کیے کام تمون ہو گئے اگلے ترے

چلا سکی نہ مرے دل کے ایک اور غار
 مجھے نہ دیکھ سکے وہ روہ کیا پکار
 نہ وہ رفیق بھی الہا رہا ہزار افسوس
 کوئی انیس نہ دل وہ نہ کسار افسوس
 شگفتگی نہ ہوئی گو ہوئی ہزار افسوس
 دیا صبا نے نہ رہنے وہاں غبار افسوس
 بکار آنے نہ مرگان افسوس
 کہا جو آن کے اس نے مرے نزار افسوس
 عبث ہی سینہ کیا چاک و دل نگار افسوس
 ہونے ہیں ہار کے میرے گلے کے ہار افسوس
 نہ کون کون وہاں یاد آنے یاد افسوس
 تمام دل کے نہ نکلے ولے بخار افسوس
 شعیر و شعر میں کجے نہ فرق یاد افسوس

فغان نے مفت ہی ظاہر کیے شراب افسوس
 ترے مریض نے کھولی ذرا تھی غش سے آنکھ
 ترے خیال میں دل سے کروں تجھا دو ہاتھیں
 غم اور جان سر و زانو ہے، اور دل پر ہاتھ
 در نفس نہ کھلا تا طواف گل کرتے
 کیا تھا آپ کو اس در پہ خاک گو ہم نے
 غبارِ خاطر جاناں نہ دھو سکے، گامے
 بوقت نزع مری جاں میں، جان سی آئی
 نہ سوزن مرہ و رشتہ نگہ کی کنی
 گل سرشک نہ دامان یار تک پہنچے
 گئے تھے وادی وحشت میں، بعد یک چندے
 لگا گئے سے تو بجنوں کی قبر کو رونے
 غزل جو اور کہے، اس سے فائدہ تمون

نہ ہونے سر قاتل پہ ہم نثار افسوس
 بہت ہی دست جنوں سے ہوں شرمسار افسوس
 مگر جتنا اسے سمجھا تھا وہ نگار افسوس
 مرے مزار پہ لایا نہ گل، نہ خار افسوس
 پہ جانتے تھے نہ درد سر غمار افسوس
 پہ یک نگاہ کے ہم ہیں گمناہگار افسوس
 پہ نخل عشق میں دیکھے نہ برگ و بار افسوس
 لگا وہ کہنے، گیا مفت یہ شکار افسوس
 گیا نہ چھوڑ مرے پاس یادگار افسوس
 لگا دیا ہے جب آگے اختیار افسوس

نکل ہی جان گئی ہوتے ہی دوچار افسوس
 رہا نہ بیب نہ دامن میں ایک تار افسوس
 ملا یہ دل کہ ہونے ہاتھ خون سے رنگیں
 عبث سے اس خطر عارض پہ جان دے کوئی
 شرابِ کام تو پنی، جام سرخوشی سے رات
 نہ کون کون گئے اس کو دیکھ، مجلس میں
 سرشکِ آب ہوا دم زمین دل قاتل
 نہ تیر شست سے چھوٹا کہ ہم تخریب کے مونے
 غضب ہے دل سے لیا، اس نے گینچ پیکان بھی
 نہ دل نہ چشم نہ جان نہ زبان ہے کہنے میں

۱۔ لندن، ب۔ زائد مقطعہ
 ۲۔ ب۔ میں یہ غزل نہیں ہے
 ۳۔ لندن، ب۔ زائد تین اشعار
 ۴۔ آ۔ اور کئی ایسی
 ۵۔ لندن، ب۔ زائد غزل
 ۶۔ لندن، آ۔ نئے نادر غالباً ہو کتاب۔ تصحیح قیاسی

کہ پیش آنے ہے جس طرح مجھ سے یار افسوس
جو آپ آنے تو یوں، بعد انتظار افسوس
کبھی تو بھی کہہ اسے جان ایک بار افسوس

طریق پر سس ہمار یہ بھی ہوتے ہیں
رقیب کو مری بائیں پہ لے کے آیا ساتھ
ہر ایک حال پہ تمنوں کے لب گرا ہے آج

ردیف "ش"

۲۱۵

اس مشتِ خس نے تھیلے عمانِ آب و آتش
یاں یک تنور سے ہے طوفانِ آب و آتش
سحر بتاں نے باندھا، دامانِ آب و آتش
کر رکھو اشک و افغانِ سامانِ آب و آتش
یاں دوستی پہ ٹھہرا سامانِ آب و آتش
صہبانے لالہ گوں میں ہے شانِ آب و آتش
مرگیاں سے لگ رہا ہے بارانِ آب و آتش
اطفالِ اشک اپنے ہیں جانِ آب و آتش
تمنوں ہے سخت ہم پر احسانِ آب و آتش

گرم اشک سے ہیں مرگیاں، بہانِ آب و آتش
سینہ سے بحرِ امدے اور ساتھ تھے بھوکے
رخسارِ شعلہ گوں کا پر تو ہے آئینہ پر
اول مجھے جلانا پھر خاک بھی بہانا
دیکھو آب و تابِ روئے تابندہ پڑ عرق سے
لبِ تشنگی بھلنے، جس درعِ جلانے
خاکستر ایک سو ہے، کشتِ اپنی سبز یک سو
آغوشِ چشم و دل کے مدت تھے ناز پرور
رقت سے، سوزِ دل سے تھی آب و تاب اپنی

۲۱۶

سرِ خاشاک پر یہ سیل ہے، سیلاب میں آتش
بجانے آب سے ناداں، اس دو لاب میں آتش
اہل آتش سے آب آیا ہے بھبکے آب میں آتش
لگے کیوں کر نہ دونی سینہ اجباب میں آتش
سدا خورشید بیداری میں دیکھوں، خواب میں آتش
ہونے ہیں ہم فقیر، آخر لگا اسباب میں آتش
صباحت یہ کہاں گو کم نہیں کچھ تاب میں آتش
مکرر بیخندہ کی، چادرِ بہتاب میں آتش
یہ وہ کافر ہے، دے ہے پھونک شیخ و شاب میں آتش

۲
سے عشقِ اشکِ افغان پر دلِ بیتاب میں آتش
بغیر کینہ مت چشمِ کرم رکھا، چرخِ گرداں سے
دل سوزاں سے امدے اشک، اشکوں سے اٹھے شعلے
ہمیشہ گل کے دُونے دشمنوں کے بن کے جاتے ہیں
تصور کس کے روئے گرم کا پھرتا ہے آنکھوں میں
جلا کر جس صبر و ہوشِ طاقت، عقل و دیں پلنے
کہوں کس طرح شعلہ اس عذارِ عاف و روشن کو
صفائے سچ سے شاید ملا کر دستِ قدرت نے
نہیں موقوف تمنوں عشقِ پیری و جوانی پر

۲۱۷

۳
مثالِ شمع رکھتے ہیں درونِ آستیں آتش

زبس بجٹے ہے ہر دم ربطِ اشکِ آستیں آتش

۱۔ آبِ بہیمان

۲۔ آبِ مرگیاں

۳۔ آبِ بہاں جوں

یہاں ہر ذرہ اگلے سے شوق الگ ہے
عطا کرتی ہیں نور آتش دموں کی
بلند اپنا ہوا شب شعلہ افغان شہر سینہ سے
مرے سینہ میں حسن آتشیں سے شعلہ بھڑکے سے
پرستش روئے آتش ناک کی کرتے ہیں ہم تمنوں

۲۱۸

دل	خروشوں	یہاں	لب	خاموش
بس	کہاں	نک	دل	پر خار
دل	دیوانہ	چل	بہا	شاید
دل	پیتاب	میں	سوز	نہاں
اس	کنار	تہی	پہ	ہوں
زور	کیفیت	اس	شراب	میں
کون	محفل	میں	اب	سائی
سخن	اپنا	نہ	یوں	پہنچا
دولوں	سے	رے	جو	مست
تھا	ریاکار	طیخ	دیں	سے
واہ	طرز	کلام	تمنوں	واہ

۲۱۹

ہم	لیے	ہیں	دل	طہاں	خاموش
ہیں	پڑے	تیرے	نیم	جان	خاموش
انکے	آنے	کا	کہ	قاصد	ذکر
تیرے	بیمار	کی	ہے	کیا	صورت
دل	قاتل	بیدرد	آنے	مہاد	
طہش	دل	سے	ہے	بلند	نوا
دمل	کی	شب	ہے	وہ	چونک
حسرت	دل	وہ	پوچھنے	آیا	
دم	نہ	مارا	تری	مرہ	حضور
خواب	پہسائیگاں	پہ	مکھنے	رحم	دلا!
تنگ	سینہ	ہوا	ہے	دم	

۱ لندن - آتش، متن مطابق - ب

۲ - آوا نشان

۳ - لندن - زائد غزل

جان گھبرنے، دل تھپتا ہے
 گہر وہ پنہاں لگا کبھی ہے
 اہل بستی تمام، جوں انفاس
 کس سے پوچھوں رہ دیارِ عدم
 پانیے کیونکہ رنگاں کا سراغ
 نہ قاتل ہی نقشِ مسوں پر
 بس کہ بیٹھے ہیں ہم یہاں
 زیرِ لب آہِ خونچکاں
 چلے جاتے ہیں ہم عشاں
 دور پہنچا ہے کارواں
 نقشِ پا گم ہے، رہرواں
 تھا پیشماں سا، اک جواں

رویف "ص"

۲۲۰

کیونکہ ہم پر کچھ نہو ستم بھی مخصوص
 آشنائیوں سے کچھ طرب بھی مخصوص
 آ مرے دل میں دیکھ سیرِ جہاں
 یوں تو گریاں ہے اب بھی، تری
 اجل اس چشم سے پوچھ کے آئی
 صید کو وہ چلا ہے، قصد ہے پر
 وہ گنبدِ غیر سے سخن گو ہے
 نک مرے دودھ آہ کو بھی دیکھ
 غیر لیں بوسہ، میں سنوں گالی
 آج تو غیر سے ہی صحبت ہے
 خیلِ عشاق میں ہیں ہم مخصوص
 پر نہایت ہیں درد و غم مخصوص
 کچھ نہیں بہرِ جامِ جم مخصوص
 خون روئی لہے ہے چشمِ نم مخصوص
 مشورہ جوں کریں بہم مخصوص
 جانبِ آہوے حرم مخصوص
 ان اشارات کے تھے ہم مخصوص
 ہے نہ اوس زلف سے ہی خم مخصوص
 عام شکر ہے اور ہم مخصوص
 کل تو مسوں تھے نہ کم مخصوص

۲۲۱

خاک پر رکھتا ہے اپنی کون سا جانانہ رقص
 آن کر مجھ پر لگا تو نیم زخم تیغِ ناز
 کل وہ بگرد وصل کا عالم مگر تھا دھیان میں
 سازِ وحدت دل نے کیا چھڑا کہ سب دیکھا کیے
 صید گلہ ناز میں کہہ تو صبح اے طفلِ شوخ
 کون سا غارت گرِ ہوش و جنوں ہے نغمہ ساز
 ہوں شہید اک شعلہ خو گل کا، زبس مسوں میں

گردِ تربت کو ہے میری ناز سے مستانہ رقص
 دیکھ اس بسمل کا پھر اے یار بیتابانہ رقص
 گہر خروشاں تھا، کبھی کرتا تھا یہ دیوانہ رقص
 شیخِ دیں کے ساتھ تیرا راہبِ بت خانہ رقص
 اپنے بسمل کا پسند آیا تجھے کویا نہ رقص
 وجد دیوانہ کو ہے۔ رکھتا ہے ہر فرزانہ رقص
 خاک پر بلبل کو اپنی ہمرہ پروانہ رقص

۱۔ لندن وہ رہتا ہے، غالباً سہو کاتب، نسیم قیاسی

۳۔ تہ گہر

عشق کا ہلک جو سنتے تھے کہانی ہمیں مرض
 سوزِ دل، دردِ جگر، رنجِ دروں، جوشِ جلاں
 پوچھنے ہمراہِ غیر آئے، نہیں کہوں کہ ہلاک
 لکرِ چشمِ یار میں بیمار ہے جانِ نزار
 جا مسیحا لکرِ دردِ دل نہ کر، تکتا ہے یاں
 جان سے عہدِ رفاقت تا بہرِ دن ہے اسے
 کب پری رو ہوں مسخر، مسخر، دیوانہ نہو
 دور چشمِ یار میں تمنوں کو پہلے ہو آزارِ عشق

۲۲۳

تو جو کسی کی جلوہ گری سے نہیں غرض
 بنیہ گری و جیبِ دردی سے نہیں غرض
 میں اور نفس ہوں تیر پری سے نہیں غرض
 جا آہا تیری شعلہ دردی سے نہیں غرض
 جز عشق، مخلقتِ بشری سے نہیں غرض
 اس پنہ نغاں کو بے اثری سے نہیں غرض
 گر خود قضا کو تندر گری سے نہیں غرض
 رنگِ نہاتی و شکاری سے نہیں غرض
 شعلہ رخی و سیمِ بری سے نہیں غرض
 کہ کس کو تازگی و تری سے نہیں غرض
 طاؤسِ باغ و کبکِ دردی سے نہیں غرض
 شیشہ میں ہم کو رقصِ پری سے نہیں غرض

۲۲۴

کچھ نہ مطلب کفر سے ہم کو نہ ایمان سے غرض
 اس تہی پانی کو تھی خارِ مٹیلاں سے غرض
 مدعا الماس سے ہے یا تمکِ داں سے غرض
 ہے تجھے اے آستیں کیا چشمِ گریاں سے غرض

کام سے زلفِ سیاہ و رو سے تاباں سے غرض
 آگ کیوں یک دست دی برقِ شرر افشاں نے آہ
 کام کیا ہے زخمِ دل کو مرہمِ بہبود سے
 ایک دم اس سے تجھ تو یوں اب جدا ہوتی نہیں

۱۔ آہ جو ہلک

۲۔ آہ کو یہ

۳۔ آہ سے

کچھ نہ مطلب سے ہاں سے اور نئے یاں سے غرض
گر پریشانی یک مشت پریشاں سے غرض
دستِ وحشت کو رہے کیا اب گریباں سے غرض
کام نہ صرا سے نمونوں نے گلستاں سے غرض

ایک ما سے گلشن و زنداں اگر ہووے وہ گل
کس لیے زلفِ پریشاں کھول دی اس نے نہ تھی
ایک بھی تو تار یاں ثابت نہیں ہے اب بھلا
بندہ احسان بے بال و پری اپنی ہیں ہم

ردیف "ط"

۲۲۵

قاصد نے چھو کے چھوڑ دیا شعلہ دار خط
رکھتا ہے کچھ نشانِ جنا، پانچ چار خط
لکھتا کسے ہے اے مرہ، اشک بار خط
میرے جواب خط میں ہیں، پہنچے ہزار خط
اس نے رقم کیا تو بظن غبار خط
کتے تھے روئے سنگ پہ ہو پائدار خط
اعمال کا کریں گے بروز شمار خط
ہنگام نزع بعد دو صد انتظار خط
جانے جواب نامہ درون مزار خط
لکھتا نہیں کسی کو، مگر کوئی یار خط
پر لو قسم اگر ہو بجز انکسار خط
قاصد کے سر کے ساتھ پئے اشتہار خط
بھیجے گے دوستوں کو اگر اب کے بار خط

لکھ کر دیا جو سوزِ دل بے قرار خط
کس کا سے کلہ دست نگاریں کہ جا بجا
تا چند گریہ مانعِ تحریر، دیکھ تو
خط پارہ پارہ کر کے دیا پھیر، دیکھ لطف
اب تک نہیں نشانِ کدورت کے کچھ مئے
شہرا نہ نقشِ بہرِ دلِ سمیت پر ترے
میں بھی نوشتہ چہرہ دکھاؤں گا، گر طلب
اپنے مریضِ عشق کو لکھا ہے اس نے آہ
رکھ دیجو وصیتِ آخر ہے یہ سری
مسودہ راہ و رسم کتابتِ نبوتی سے کیا
میں نے بھی کچھ لکھا تو ہوا تہر کون سا
جلاد نے دیا ہے درشہر پر لگا
نمون کچھو غزلِ تازہ یہ رقم

۲۲۶

کھمبے گا بستہ پر د بال ہزار خط
لکھ لکھ کے کھینچ دوں ہوں یہاں بار بار خط
یاد سے لالہ لگوں پہ ہے، یہ مشکبار خط
یوں قتل لکھے سے وہ ناوک گزار خط
تحریر کھینچے جو بصد اختصار خط
پانا بغیر بہر نہیں، اعتبار خط
نگلوں بدن پہ جوں رگ گل، آشکار خط
لکھ لکھ کے میں نے سب عملِ بادہ خوار خط
دھویا شرابِ سرخ سے وہ ایک بار خط
بھر لانے تھا وہ دیکھ کے، بے اختیار خط

کرنا رواں ہے جانبِ رشک بہار خط
مضمون شوق ہائے عبارت میں کیونکہ آنے
گھبرا ہے گل سے کو دودِ دلِ عندلیب نے
پیکانِ تیر پر نہیں جوہر کہ اس طرف
شاید کہ جانے طول سے واں خود بخود پہنچ
حرف وفا ہوں دل میں تو سے داغ بھی ضرور
باندھے تھے کس نے کھینچ وہ بند تبا کہ ہیں
تھا بہرِ عرض، نامہ سیاہی رواں کیا
پر ہوں تصدقِ کرم، پیر میکہ
نمون کے مرگ کی نہ خبر ہو کہ آج چشم

۱۔ لندن۔ دل، مگر گل زیادہ مناسب ہے غالباً سو کلاب مد

تو اور حرف بہرہ ہے۔
 پلے نسون طرازی چہرہ کہاں کہ
 پہروں رہی ہیں تیرے تصور سے
 کی اس سے عرض شوق بالفاظ آرزو
 نسو میں دل کے ہیں نقطہ داغ جا بجا
 چہ خاک ہو گئے پہ تیرے رخس ناز نے
 شاید کہ شوق نامہ مرا وہ پڑھے تمام
 قربان یار میں کہ مری مرگ کی خبر
 ہیمنان و عہد وہ جو ہونے تھے بہم تمام
 صدقے پر اس ذہناتی کے، پڑھ کر کہا کہ سب
 میں اپنی سرگزشت محبت کہوں تھا سب
 پہلے سے مسکرا کے کہا، پوچھوں ایک بات
 سے راستی عشق کی سو گند، سچ کہو
 گنتوں آشنائی زمانے کی دیکھ لی

میں چہرگی یار سے باندھی اگر ہے شرط
 آساں نہ تیغ عشق کے ہیں زخم چھیلنے
 گو، نا رہے نگہ مرہ، سوزن پہ چشم یار
 پہلے جانے دوں ہوں کہ رونا پڑے گا خون
 نے فائدہ ہے شور کہ گل کے گلے نہ کان
 تو ہے سیاہ بخت دلا جا نہ سوے زلف
 تیغ حرم ہوں، راہب بتخانہ ہوں تو کیا
 میں نے کہا کہ دل جو لیا، ہوے دیجیے
 آیا لپے جو تیغ یہ کہتا تھا ناز، سے
 میں نے کہا کہ عشق میں چہرے ہیں زرد رنگ
 گرا تصد سوے منزل مقصود ہے ترا

نہ کہہ سکتا ہوں
 بولا یہ سن کے
 جو حرف آرزو کا
 مرد پہ اپنے گلہ
 نام آج اپنے خط پہ سے
 بولا یہ سن کے، یہ سن
 لکھے، پر ایک حرفہ قسم ہے
 بہتان اہتمام، دروغ، التراء
 لیکن ذرا نہ سر سے کہیں
 پھر یہ بھی شرط ہے کہ نہوے ذرا
 افسانہ یہ درست، سراسر ہے
 ہوتا یہاں ہے کون کسی کا بھلا

چشم و زبان و ابرو و گیسو قر ہے شرط
 دل شرط و سینہ شرط ہے، جان و جگر ہے شرط
 چاک جگر کی بنیہ گری کو ہنر ہے شرط
 آنکھوں سے باندھتا جو مری، ابرو تر ہے شرط
 نالہ میں کچھ تو پبل، نالاں! اثر ہے شرط
 تاریک شب میں مار سے سے عذر ہے شرط
 ہم ہیں یہ جانتے کہ کسی دل میں گھر ہے شرط
 بولا کہ ہم سے تم سے یہ نہری مگر ہے شرط
 ہاتھ ایک آزمانے کی، تم پر خبر ہے شرط
 بولا کہ سیم بر سے محبت کو زد ہے شرط
 نمون پہلے اپنی خودی سے سفر ہے شرط

ردیف "ظ"

یوں نہ گل سے، نہ گلستاں سے حظ نہ رہا دل تو ہو، کہاں سے حظ

اردن زائد شعر
 اردن زائد غزل

جا کے کعبہ میں کیا ملوں ہونے
 شوق سے تیغ آزمائی کر
 آپ پہلو سے غیر میں بیٹھے
 جب کہوں ہوں تیری حدیث دہن
 جانے سے تنہائی اور کہ جینے کا
 بتر جاں تک تو بندہ گیا اپنے
 جی ہی مجھے ہے زخمِ دل کے مزے
 تیری پنہاں نگاہ کے ظالم
 زورِ ممنوں تیری ہے طرزِ سخن

تھا عجب صحبتِ بتاں سے خط
 کہ اٹھاتا ہوں امتحاں سے خط
 اٹھ گیا زندگی کا یہاں سے خط
 لے زبان لب سے، لبِ زباں سے خط
 تھا ملاقاتِ دوستاں سے خط
 بوسہ شکرین دہاں سے خط
 پوچھ یہ جانِ خشکاں سے خط
 ہو عجب کاوشِ نہاں سے خط
 کیا اٹھایا تیرے بیاں سے خط

۲۳۰

ایک دم پایا تھا آبِ خنجرِ قاتل سے خط
 سوہم الماس تک زخمِ جگر پر جھاز دے
 وہ معانے دہن وا کر کے میں خوش ہوں کہ جوں
 وصل ناممکن ہے
 وصل کے مذکور جھونے بھی، نہ کیا کیا دیں مزے
 لگ گئے تھے ہونٹ کس کے لعلِ شکر بار سے
 غرق ہوجانے میں شغلِ دوست کے ہے زورِ لطف

اب تک جانا نہیں جان و دلِ بسمل سے خط
 کم، خراشِ تازہ کا کچھ سے ترے گھاٹل سے خط
 ہو دلِ دانا کو حلِ عقدہ مشکل سے خط
 کوششِ بیجا سے لذت، سعی بے حاصل سے خط
 کس قدر ہوتا ہے سچ، افسانہ باطل سے خط
 کیا حلاوت تھی کہ ٹک جاتے نہیں ہیں دل سے خط
 پوچھ استراقِ کا ممنوں دلِ شائل سے خط

۲۳۱

ترے خیال سے ہم اس قدر ہیں یاں محظوظ
 اس آبِ تیغ میں سے زور ہی گوارانی
 عجب لذیذ تھا کچھ زخمِ عشق بھی کہ ہوا
 لگاؤ تیغ، یہ دل، یہ جگر، یہ سینہ سے
 بغیر زہر نہ قسمت میں کچھ ہوا اپنی
 رکھوں ہوں اس ہنرِ دہر میں نہ رنگ نہ بو
 کہو، بن مرہ تک کیوں سرشک بھر آنے
 غزل اک اور بھی پڑھ اس زمین میں تمنوں

کہ دل سے سینہ میں وصلت کا کہ گماں محظوظ
 گلوئے صیدِ رے جس سے ہر زماں محظوظ
 جگر سے تا بدل اور دل سے تا بجاں محظوظ
 کہ عاشقوں کو کرے زخمِ امتحاں محظوظ
 کسے رکھے سے خونِ آسماں محظوظ
 کہ خوش نہ بچھ سے ہے گلچیں نہ باغبان محظوظ
 ہونے نہ آپ میری سن کے داستاں محظوظ
 سخنوروں کو کرے ہے تیرا بیاں محظوظ

۱۔ بی۔ زیست

۲۔ لندن، بد زائد شعر

۳۔ یہ مصرعہ لندن، بھوپال، آصفیہ سب میں نامکمل ہے۔

کسی کے بوسہ لب سے ہیں ہم یہاں محفوظ
 غلط کہ نام سے بیٹھے کے منہ نہو مینھا
 یہاں تو چند دم زیت تلخ گزرے ہیں
 غذا سے مایہ غم سے گو نہ گو نہ نصیب
 نہ غم سے سختی دوراں سے اہل ہمت کو
 کہا کیا کہ میرے پاس آشیاں نہ بنا
 جلا نشین وہ خود بھی ہوا کباب آخر
 بہت کہا نہ نگاہ کسی سے دل مسمون

کہ خوان اہل کرم ہوں یہاں
 کرنے سے ذکر لب ہلکریں، دہان
 خدا ہی جانے کہاں سے وہ جان جان
 معاش سے تو بہر شکل ہیں یہاں
 دل بہا کو رکھے قوت استخوان
 کہ ہونے کا بہت اے مرغ بوستاں
 رہا سنے سن کے مری آتشیں نغان
 کہو کچھ اب ہونے تم یا نہ مہرباں

ردیف "ع"

۲۳۳

ہوں محو بخودی نہ جہاں کی ہے اطلاع
 کس کو کسی کی کاہش جاں کی ہے اطلاع
 میں نے کہا کہ دل ہے زہرکتا، رکے ہے دم
 زائد بھی سکر و صحو سے کرتے ہیں گفتگو
 اس کا مقام پوچھیے کس سے، کسے یہاں
 کہا ذکر جام جم کہ خطر جام بادہ سے
 آنکھیں لگی تھیں سوے در و جاں نکل گئی
 جوں موج، بندہ موج، گزرتی ہیں یک دگر
 آنکھوں سے میری پیار جو نپکا، کہے تھا وہ
 وہ کب صفائے دمرہ سے کرتے ہیں بند دل
 دیکھیے شکن شکن میں ہیں وابستہ دل کئی
 بیہوشیوں میں جنس دل و دین بیچ دی
 باریک بین و خوردہ شناساں کی دقتیں
 ہستی کی اپنی ہی نہ رہی، آپھی ہو جب
 مسمون کیوں غموش ہے تو! اک دو آہ بھر

نہ دین کی، نہ دل کی، نہ جاں کی ہے اطلاع
 کس کو مرے جگر میں سناں کی ہے اطلاع
 بولا کہ ہم کو اس حقائق کی ہے اطلاع
 پر کب مذاق بادہ کشاں کی ہے اطلاع
 بے رنگ و بے شہبہ و نشاں کی ہے اطلاع
 مستیوں کو راز ہانے جہاں کی ہے اطلاع
 تجھ کو بھی اپنے اس نگراں کی ہے اطلاع
 یہاں خوب عالم گزراں کی ہے اطلاع
 ہم کو کسی کے شوق نہاں کی ہے اطلاع
 جن کو صفائے دیر مغاں کی ہے اطلاع
 اک ایک بیچ زلف بتاں کی ہے اطلاع
 نہ سود کی خبر، نہ زیاں کی ہے اطلاع
 کسی پر نہ اس میان و دہاں کی ہے اطلاع
 کس کی خبر ہے اور کہاں کی ہے اطلاع
 یوں کس کو حال جان طپاں کی ہے اطلاع

۱۔ ب۔ نشین خود بھی

۲۔ لندن، ب۔ بنا، آ۔

۳۔ ب۔ کچھ آپ ہونے یا نہ

۴۔ آ۔ ب۔ یہ غزل نہیں ہے

پروانہ کرے مڑوہ جنبانی
 روکش داغ ہے اب تک سر و پیشانی
 دیکھ فانوس سے ہوتی ہے نگہبانی
 سیکھ اس راہ میں تو بے سرو سامانی
 آگ اس غم کو لگے، واہ رے نادانی
 ہو نہ فانوس میں پنہاں رخ نورانی
 کہ نہ وابستہ پوشاک ہے عریانی
 دیکھ محفل میں ذرا اپنی تو حیرانی
 چشم پروانہ میں کوئی بھی نہیں ثانی
 دیکھ مسمون ذرا طرز سخن رانی

دیکھ اس نخلت رخ سے عرق افشانی
 شعلہ حسن سے تیرے جو کیا تھا دعویٰ
 حسن پاتا ہے اماں اپنے سوادوں سے
 کیا آگ محفل ہستی سے عدم تک پہنچے
 کر کے پروانہ کو خاک آپ جلے، گھل گھل کے
 شعلہ حسن نہ پردے میں نہفتہ ہو کبھو
 جو کہیں گرم نفس، ہیں نہ وہ محتاج لباس
 رو برو تیرے ہے انگشتِ تعمیر بدہن
 یاں نہ کس کس پہ بھوکے کا سے عالم لیکن
 حرف جو لب تلک آیا سو بھوکا وہ ہوا

برق سی کوند گئی جوں ہی اٹھایا برق
 کہ کتاں سے ہے رخِ مر کا بنایا برق
 جیب اپنا ہی نہیں آج، ترا یا برق
 شمع مجلس کو خجالت نے اوڑھایا برق
 ناز کرتا ہوں کہ منہ پر ترے آیا برق
 مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں کر نہ جلایا برق
 کس کے عارض سے صبا نے ہے اڑایا برق
 اسکے مکھڑے سے سرکنے بھی نپایا برق
 کچھ کھلا اور کچھ اس منہ پہ سے آیا برق
 مطلع نور سے شاید ہے کٹنایا برق

تھا یہ کس چہرہ تاباں پہ خدایا برق
 سے دل چاک میں وہ پر توہ رخ صنعت دیکھ
 آئیں سے ہی مرا دست تہور نکلا
 شعلہ در کس کا ہوا حسن کہ فانوس سے، لے
 سطوت حسن سے تھا تا جگر، آئینہ آب
 آتش حسن تری کوئی قیامت سے تیزا
 اڑ گیا رنگِ رخِ لالہ و گل گلشن میں
 ایک گوشہ سا ہلا ناگہ، پڑی دل پر برق
 ایک سو سایہ مرے گھر میں ہے، اک سو بیتاب
 کیا جھمکڑے ہیں اس منہ کے لباب مسمون

ردیف "غ"

ہوا نہ تیغ سے قاتل کی کامیاب درخ
 نہ اس فلک نے دیا ساغر شراب درخ
 اس آرزو میں رہے، صرف تیغ و تاب درخ
 کھلا نہ اک ترا عقدہ نقاب درخ
 کہے سے آب، سر انگشتِ حیف داب درخ
 دیے فلک نے اسے داغ بے حساب درخ
 ہمیشہ ہوسہ زن، پا رہی رکاب درخ

گلوے تشنہ کو پہنچا نہ اپنے آب درخ
 کیا نہ بادہ کو تاخوں و خوں کو زہر، مجھے
 کسی کے طرہ پر تاب تک نہ پہنچا ہاتھ
 ہزار طرح کے عقدے پڑے مرے دل میں
 ترے مریض کے سر پر ہر ایک تہ دندان
 یہ دل کہ تنگ سے یک نیم قطرہ خوں کا
 ملا نہ باذن کہ ہم چشم، تک قدم پہ تھلیں

ہوتی ہے جیسا کہ
عربی بحر گندہ میں
جو دیکھی جاں کئی ہر سوہل میں

دیکھے اگر ترے رخ پر نور کا چراغ
اے باد آہ بچ کے نکل داغ سینہ سے
جو آرزو شہید ہوئی یہ جلا کیا
سینہ تک آنے ، غم دل سوزاں کو دیکھنا
بچ جانے بادِ حادثہ محسب سے جام
اس تیرہ کوکبی میں عقیمت ہے داغِ عشق
مردم، لے ازل کا نہ نورِ خرد سے فیض
لازم ہے ساغر سے نگرنگ کیجیے
پھر دیکھ گل کھلانے دل پڑ ہوس نے کیا
روشن رہے ہے داغِ دوی سوز سے یہ دل
سے ایک آدھ لخت سو ہم کو عزیز سے
ممنون ہو حشر تک شہر اکبر کا پر تو

۲۳۸

میر کی کہ آئے تیرے
ہے یہ جی خانہ دل
اللہ دل ہر سے مگر نور
شب روکے جوں سے پیش نظر دور
ہے یہ ہی خانوادہ انور
اپنا تو ہے یہی شبِ دیکور
کب رہنا ہو بے بصر و گور
قبر شہید زگس نمود
گل ہو جو خلوت بت مغرور
کیجیے گا اس کو تربت منصور
بانی ہا ہے پیکے دل منظور
روشن رہے یہ دودھ تیمور

سینہ میں ہے ستارہ دنبالہ دار داغ
ہے کیا ستم کہ ہجر کے دے روزگار داغ
سرخ و سیاہ سے جیب پہ ہیں آشکار داغ
بھڑکا کچھ اور بچھ بھی گیا ایک بار داغ
گویا کہ ہے چراغِ شب انتظار داغ
لیکن فراق یار کا دیکھے نہ یار داغ
پھر چھیز دے تو اے مرہہ دشنہ کل داغ
دل ایک لاکھ زخم جگر یک ہزار داغ
دل پر ہے عشق کا سبب افتخار داغ
دل کے جگر کے کیجے میرے شمار داغ
دس بیس گر ہیں زخم تو ہیں پانچ چار داغ
پھر تازہ تو نے آہ کیے میرے یار داغ

رکھتا ہے بیکہ ربط دم شعلہ بار داغ
یک قطرہ خون دل پہ کہ ننگ شیب تھا
نکلا کیا سے سینہ زخمی سے دود داغ
کیا دل میں آگ تھی کہ دم مرگ جوں چراغ
مثل لقیلہ پنہ جلا سوز سینہ سے
جس جس طرح سے چلے، ننگ دل کو تو جلا
مدت سے کچھ تراوش خون جگر سے بند
کھینچوں نہ کیوں کہ میں نفس خونچکاں کہ آہ
منشور پر ہو مہر شہاں دجر اعتبار
نہیرد گر آنے ہو کہ کروں سینہ ننگ شکاف
دل سے ہزار لخت، میر لخت پر یہاں
ممنون ذکر کیا دل گم گشتہ کا کیا

۱۔ لندن، بے زائد شعر
۲۔ آئیہ نہیں ہے
۳۔ لندن، بے زائد شعر

بہر کے بھی ، رشک کے بھی ، کھانے داغ
 دل جگر سینہ ہوا ، لوہو تمام
 بال کھولے کون تہجانی سے نگا
 زخم حسرت ہیں جگر سے دل تک
 ہے کچھ انگڑائی سا تہجانی پر دھرا
 کس کی تہجانی سے لگی گل کی لڑی
 ناز مریم کھینچتا ہرگز نہ دل
 خون دل سے متصل پیچھے سے آب
 ساغر و مینا اٹھا لو بس ہے شک یاں
 نہ کچھ ہو ہر جگہ کا ارمغان
 سینہ ، یادِ رفتگان میں خوں ہوا
 جان و دل ، سینہ جگر سب پھٹ چکا
 سوزِ غم کرتا تو ہے تو دل کباب
 پوچھتا کیا حسرت تمنوں ہے میر

یاں ہمیشہ داغ ہیں ، بالانے داغ
 عاشقی کا یاخدا با اوز جانے داغ
 مشک کی رکھتے ہیں بو ، گہانے داغ
 بس نہیں سینہ میں باقی جانے داغ
 کس قدر جاں سوز ہے ایڈانے داغ
 دل کے میرے پھر ہرے ہو آنے داغ
 کیا کرے پر درمیاں ہے پانے ، داغ
 خشک کیوں ہو لالہ حمرانے داغ
 شیشہ ، دل جامِ خوں پالانے داغ
 تھفہ شہرتاں ، ہم لانے داغ
 چرخ نے کیا کیا دکھانے ، ہانے داغ
 آگ ، دیکھیں تا کجا بھڑکانے داغ
 دیکھو ایسا نہو لگ جانے داغ
 کھایا سارے جگر کو ، ہانے داغ

رویف "ف"

۲۴۰

بر آئی آرزو نہ کبھی ایک بار ، حیف
 تن سے روانہ جان ہوئی بوسے گل کے ساتھ
 یہ بعد مرگ بھی ہے تپِ دل کہ نت رہا
 آیا نہ وقت نزع بھی تو اور رہ گئے
 قسمت تو دیکھ جب کہ گئے صید گہ میں ہم
 محفل میں لانے حسرتِ دل تک زباں پہ ہم
 خوں ہو گئے دل و جگر ، امیدِ زخم میں
 آیا نظر نہ چاکِ نفس سے بھی روے گل
 پردمِ فزوں جنوں کی ہیں یہ پیرہ دستیاں
 گر جانتے ہو خرمن ہستی مری ہے خاک
 قاتل ہی وہ نہ ہونے کہ تمنوں کی نعش پر

صد حسرت اے امید تمنا ! ہزار حیف
 اس بدگماں سے مفت ہونے شرمسار حیف
 پڑمردہ ، اپنا سبزہ خاک ، ہزار حیف
 در سے لگے یہ دیدہ پر انتظار حیف
 موقوف ہو گیا اسے ذوقِ شکار حیف
 کہتے تھے سینہ کوٹ کے اغیار و یار حیف
 قاتل نے ایک بھی نہ لگایا پہ وار حیف
 کن حسرتوں میں ہم کو گئی یہ بہار حیف
 دامان و جیب میں نہ رہا ایک تار حیف
 افسوس آہِ گرم و دمِ شعلہ بار حیف
 کہتا تھا اک جوان بہت بار بار حیف

۱۔ ب۔ انگڑائی سا۔ یہی درست ہے لندن ۔ سا۔ نہ اور ۔ بہو کلاب

۲۔ آ۔ بس۔ یہاں

۳۔ لندن ۔ ب۔ زائد شعر ۔ ب۔ سوزِ غم کرتا ہے تو۔ یہی

۴۔ ب۔ پہ لگایا نہ وار

وہ چشم و دل تھا دوہو دوہو میں گدوہ گدوہ
سر پر مریض عشق کے جھگڑا ہے سرگ و دلست ہیں
کیا عشق کی سے صیدگہ ، یاں پیچ زخم ناز کو
دودنغاں ، دم آتھیں ، کیا کیا نہیں گھر میں مرے
زلفیں کھلی آیا جو وہ ، کیا کیا گرے ہیں ٹوٹ کر
ٹھیرے تھا نرغ بوسہ ، دل پر ناز بہکایا کیا
دی سوز غم نے یا خدا کیا آگ سینہ میں لگا
واں سنہ سے پردہ اٹھ گیا ، یاں میں نے نالہ سر کیا
پڑھ اور بھی نمون غزل ، سن جس کے شر بے مثل

۲۲۲

بانگ درائے ناکہ پر نالہ سا اٹھا اک طرف
پڑتا سے کچھ ہر گام پر ، بتواستہ پا اک طرف
م ہو گئے ہیں ، جمع کر سب غنس و کالا اک طرف
بی آج زائد جام سے ، رکھ لکر فردا اک طرف
کھڑے سے اب تو کیسے زلف شب آما اک طرف
گھبرانے گو ایہ مر ، ادھر لیکن ٹہرتا اک طرف
ناحق کی تہمت ایک پر ، بہتان بیجا اک طرف
ملنے نپانے ہونٹ بھی ، عرض تمنا اک طرف
سب نکتہ پیرا ایک سو ، نمون تنہا اک طرف

دیکھو نہ اس وادی میں ہو نمون شیدا اک طرف
پوچھو نہ شاید ہم رہوا یہ راہ کو سے یار ہو
صبر و قرار رو دین و دل رکھے ہیں پھونک اے سوز غم
سے فصل گل گزرا ہی دے ، سانی بھی سے شیشہ بھی ہے
نظروں میں عالم تھا سید ، دن وصل کا بارے ہوا
قبلہ نما دل اور وہ در ہے قبلہ اہل نظر
گو مل گئے تھے اس سے شب ، کچھ بات کی ٹہری پہ کب
لی کس نے کہہ سن آرزو ، چرچے ہیں کیا کیا گفتگو
ہے جمع اہل سخن ، بسم اللہ اے ارپاب فن

۲۲۳

دست بردل کیا دواں آتا ہے نسل کی طرف
کشتہ سوسے کشتہ ہے ، بے نسل ہے نسل کی طرف
لگ رہا ہے دھیان رنج دست قاتل کی طرف
قصہ کب ہم نامرادوں کا ہے ساحل کی طرف

جھانک کر ناکہ نشیں ! دیکھ اپنے پیدل کی طرف
کیا مزے اس زخم میں ہیں ، دیکھتا سو رشک سے
جان سخت اپنی نکل بھی چک کہ وقت ذبح یاں
کشتی اس درط میں چھوڑی ہم نے اے یاد مراد !

۱۔ یہ چکتی تھی قیمت اک طرف، ٹوٹے تھا سودا ایک طرف ب۔ ٹکڑے تھا

۲۔ آہ۔ کا۔ نہیں سے

۳۔ لندن۔ وہ ہے۔ لیکن۔ یہی درست ہے، غالباً ہو کاتب

۴۔ آہ۔ ہیں۔ نہیں ہے

۵۔ ب۔ موزی

۶۔ آہ وادی میں موزی

ہر نفس اک برق سی گزرے ہے حاصل کی طرف
 قافلے سیدھے چلے جاتے ہیں، حاصل کی طرف
 لگ رہی کب سے، نگاہیں ہیں در دل کی طرف
 گوشہ چشمی نگہ رکھ اپنے مانگی کی طرف
 کیوں طپاں خوں میں ہے یہ، دیکھ اپنے گھائل کی طرف
 قبلہ دل کی طرف یا کعبہ رگل کی طرف
 حسن خود کھینچنا ہے تمنوں حسن، کامل کی طرف

مردہ باد اے کشتِ طاقت اس نگاہ گرم سے
 گم ہے نادیدہ رہ ملکِ عدم، پر خود بخود
 دیکھیے پردہ الٹ کر، کب چمک جاتا ہے یار
 شوق سے دقت سخن سنہ غیر کی جانب ہو، پر
 کشتہ اس انجان پن کا ہوں کہ پوچھے ہے وہ شوق
 زاپا ایمان سے کہہ! کھینچنے رو سے نیاز
 نازہ لیلیٰ نے آخر راہ گم کی، سو سے تیس

تسخیرِ قاتل ہیں فقط ہم ترے دم سے واقف
 کون اس دشتِ غربی میں ہے ہم سے واقف
 سراندہ ہے یک زانوے غم سے واقف
 دل میں جو ہیں خلشِ خارِ الم سے واقف
 فوج وہ کیا جو نہو طبل و علم سے واقف
 ہم ہونے اب تو رہ بیتِ صنم سے واقف
 میرا جہم سے فقط تیرے قدم سے واقف
 وہ لگے کہنے کہ ہم ہیں، ترے دم سے واقف
 ہیں نہ ناقوس نہ لبیکِ حرم سے واقف
 تجھ سے واقف تو ہیں کچھ، لبیک ہیں کم، سے واقف
 شاید اس کے یہ نہیں قول و نسیم سے واقف
 کہ یہ دل ہے رہ باریک عدم سے واقف
 ہیں نہ آرام سے آگاہ، نہ رم سے واقف
 ہوں مگر مسترِ شمشیرِ ستم سے واقف

ہیں نہ کچھ اب بقا ہی سے، نہ سم سے واقف
 خارِ خو خوار تو لیتے ہیں قدم، انکے سوانے
 نہیں دیکھا کہ کہاں سینہ غم خواراں سے
 لذتِ خوں شدنِ جان و جگر کھچے ہیں
 آہ اور سینہ زنی ساتھ ہے اشکوں کے ضرور
 رہ رواں طرفِ کعبہ ہے اللہ اللہ
 نہ در بنگلہ و بابِ حرم پر سے جھکا
 میں نے ان سے جو کہا، دم کے دم آؤ تنہا
 دلکشی ایک ہی آواز کی کھچے ہیں، ہم
 اسکے قربانِ تجاہل کہ مجھے دیکھ، کہا
 شاد، اس پاس سے جو آنے ہے، میں کہتا ہوں
 کمرِ نازکِ یاد اس نے بہت دیکھی ہے
 صیدِ حیرت زدہ جوں آہوے تصویر ہیں ہم
 سر پہ احسان کسی کا نہیں اپنے تمنوں

ردیف "ق"

کہ دستِ ترک میں ہے اور ہی تلوار کی رونق
 کہ نہ وہ آب سے نئے موتیوں کے ہار کی رونق
 گئی صورت سے اور کچھ، اب ترے بیمار کی رونق
 نہ رنگِ لعل لب ہے، نہ گلِ رخسار کی رونق

فروں اس چشم سے سے غمزہ خو خوار کی رونق
 لگے ہو رات کس کے سینہ گرم پر آتش سے
 نہیں معلوم اس کی زندگی (ہے) یا نہیں، لیکن
 لب شوق و نگاہ گرم پر شب واقف تھی کس کی؟

۱۔ آب منزل

۲۔ لندن زائد غزل

۳۔ لندن۔ "زندگی، یا نہیں"

سحر میں عقد پڑھیں دیکھ کر رہتا ہوں آوازوں میں
 خیال خط و رو سے یاد میں دل چاک و سوخا ہے
 سحر تک تو بہا شب و ستمال آرزو کس کا
 جو دیکھا چاہے لطف۔ ماہیتا پرشکالی کو
 اگر نکلے ہو نمونوں حلقہ، تسبیح دواں سے

در سے سو مرتبہ اٹکے جانے سے طیارم
 جس قدر آہ ہوا نہیں کے ترا
 نو گرفتار کو جیسے ہو رہا
 گر اسی طرح رہا آج یہ تا شام
 ہجر کی شب مٹنے سکھانے یہ ہمیں کام
 اٹھ چلا تو، تو ہوا یہ بت خود کام
 راہ میں تیری کیا دل نے پہ ہر کام
 شام سے صبح تک، صبح سے تا شام
 دست جنبش کو کوئی دم تو بھلا تھام

دے شب وعدہ سحر تک نہ تک آرام قلق
 کھل گئے آج وہ سب ربط نہاں، تھے جو بہم
 دل کو اس زلف میں کیا کیا نہ رہی پیتابی
 وعدہ شب تو کیا تو نے، پر جننے گا کون
 گے بے پالیں، گے زانو، گے دیوار پہ سر
 میں یہ سمجھا کہ اٹھی مرگ کی بس گھبراہٹ
 ہاتھ سینہ پہ میں دھر دھر کے بہت بیٹھ گیا
 کس طرح روز و شب ہجر کئے ہے، مت پوچھ
 دل صد پارہ کو نمونوں رنو کرتا ہے

ہوں کہ جوں تشنہ، آب کا
 آج ہے سخت خواب کا
 پھر رہا ہوں جواب کا
 تھا ترے اضطراب کا
 ہوں میں کس آفتاب کا
 کب سے نہیں اس عذاب کا
 تک نگہ میں حجاب کا
 ہوں نہ تیری شراب کا
 کون صہبانے ناب کا
 کہ نہیں صبر و تاب کا
 تھا جہانِ خراب کا
 میں ہی ہوں انتخاب کا
 دل ہے ہر شیخ و شاب کا
 سے تمہاری جناب کا
 شغل کو ہوں کتاب کا

اس کی تیغ عتاب کا
 رحم اے انتظار دیدہ
 خط نہیں جاچکا کہ گھبرایا
 کیوں نہ گھبروں جو تو ملا تنہا
 رات اختر شماروں میں کئی
 تو جلا، لیک ہاتھ سے اپنے
 صاف شوخی ہے ناپسند کہ ہوں
 پی رہا خون دل ہوں، جا ساتی
 لب میگوں کو چوس کے تیرے
 لوت اے عشق، لٹ سکوں جتنا
 تھے عجب چین سے عدم میں، کون
 جمع سب کشتی ہیں او ظالم
 کیا جوانی ہے اس نامِ خدا
 آؤ مجلس میں شیخ جی! ہر رند
 لاؤ دیوان حضرت

چھوڑ مسنون ! ہرزگی کا شوق
 ہم تو دو دن میں تنگ آنے خضر !
 آپ سے بھی جواب چاہیے جان
 کر کے الفت نکل گئے ارماں
 لو کیا ترک مدعا کہ نہیں
 یوں تو وہ ہے فرشتہ خو
 جوش پر خون تیرہ روزاں ہے
 ہوس مانگا دوبارہ تو بولا
 ان بھووں کو کہوں نہ تیغ و کماں
 میں نے اس سے کہا کہ اے مزدور
 مسکرا کے وہ بول لگا کئے
 ہوس مانگا تو اور کچھ نہ سلجھ

پڑ گیا تجھ کو اس نگلی کا شوق
 تھا تجھے خوب زندگی کا شوق
 اس قدر کیا ہے آرسی کا شوق
 سے کسی سے نہ دوستی کا شوق
 گفتگو ہاے مدعی کا شوق
 ہے ذرا آدمی کشی کا شوق
 وہاں ہوا پان اور مسی کا شوق
 نہیں نبھتا ہے ہر گھڑی کا شوق
 بحث میں یاں نہیں کچی کا شوق
 گاہ گاہے تو سن ، کسی کا شوق
 نہیں سننے ، ہمارے جی کا شوق
 یوں ہی مسنون کو ہے ، ہسی کا شوق

رودیف "ک"

بس جنبشِ نغاں کہ ہے ہیں جگر کے چاک
 آساں نہیں علاج ہے کچھ زخمِ عشق کا
 نازاں نہ باغبان ہو ، گہاے تازہ پر
 چن چن کے پھول اس نے گریباں میں گو بھرے
 مسنون جان خون ہوئی ہر نفس کے ساتھ

بخیر ابھی تو ہم نے کیے ہیں جگر کے چاک
 مرہم بن کے ، خون پیے ہیں جگر کے چاک
 ہم کو تو بھی خدا نے دیے ہیں جگر کے چاک
 سینہ میں بیٹھے ہم بھی لیے ہیں جگر کے چاک
 کیا جانے کیونکہ سب کے لیے ہیں جگر کے چاک

پھونکی تپِ فراق نے کیا جسم و جاں میں آگ
 نہ ضبط سوزِ سینہ ، نہ کچھ ہو سکے بیان
 تو دستِ نازنین ، مرے سینہ سے دور رکھ
 اڑتے شرار ہاے نفس بے دھڑک ہیں آج
 اے کشت نہ پہرا حذر، میری آہ سے
 اے شعلہٴ نغاں ! نہ بس اتنا بلند ہو
 بجلی سی میرے خرمنِ طاقت پہ آپی
 کیا عندلیب ! نالہ بے سوز چاہیے

جوں شمع لگ رہی ہے ، ہر اک استواں میں آگ
 چپ ہوں تو جان میں ، جو بولوں زباں میں آگ
 بیٹھا دبانے ہوں ، دل و جانِ طہاں میں آگ
 ذر سے لگے نہ خانہ ہمسائیگاں میں آگ
 یعنی کہ جل رہی ہے تمام اس دغاں میں آگ
 جانے لپٹ نہ دامنِ ہفت آسماں میں آگ
 اللہ کیا نہیں تھی نگاہِ بتاں میں آگ
 پیدا ہو ، جاے لالہ و گل ، بوستاں میں آگ

۱۔ لندن : زائد غزل

۲۔ لندن : زائد غزل

قاصد کی گو زباں بھی کئی ، دیکھ شوقِ عرض
تسوں کیا غزل ہے پڑھی بزم میں ہر ایک

۲۵۳

تسوں پر ہے شوقِ ہوس بہ پیغام اب تک
تسوں کے ہے سرخ کچھ وہ روئے سن نام اب تک
تسوں چھانی ہوئی ہے گھر میں مرے شام اب تک
تسوں تہالوں سے بھرے ہیں لب و کام اب تک
تسوں ہیں اوس سمند کے اثرِ گام اب تک
تسوں اس نیم کشتہ کا نہ ہوا کام اب تک
تسوں لیتا ہے اُس جہیں سے عرق دام اب تک
تسوں دیکھے ہے تیری راہ وہ ناکام اب تک

۲۵۴

چپکے سے خون میں رمل، ترے نچیر سے نمک
ہو چاشنی تازہ لب زخم کو حلال
وہ درد مند ہوں جو رکھوں پنہ داغ پر
کہ سوزِ غم کباب کہ ملتا ہے شورِ عشق
کن پر رکھے سے یہ حقِ نعمت کہ ہم نے تو
لطفی سے تشنگی پہ رہی تشنگی ، مگر
چاہوں دوائے آبلہ دل تو چارہ ساز
حیرت زدوں سے دوست بھی ہر دل خراش سے
چاکر جگر کو ہے ہوسِ لذتِ خراش
پر شور دل سے یوں اثرِ گریہ سے گداز
کی ہم سری جو اسکی ملاحظت سے ، زیرِ سنگ
آتش ، دل شکارِ محبت میں سے چھٹے
چشمِ سفید سے مری گرتے ہیں اشکِ شور
تسوں تم نے زورِ غزل بارہ کہی

صیاد نے مٹا تھا مگر تیر سے نمک
قاتل لگا کے آنے سے شمشیر سے نمک
ہو جانے دل خراشیِ تقدیر سے نمک
ہر ایک پارہ دلِ نچیر سے نمک
چکھا نہ خوانچہ لنگ پیر سے نمک
دے تھی بدل کے دایہ مجھے شیر سے نمک
ہیں تجھڑتے رمل کے طبا شیر سے نمک
دشمن نہیں ہے دیدہ تصویر سے نمک
مٹل بخیہ ساز ؛ سوزنِ تدبیر سے نمک
گھل سجانے جیسے آب کی تاثیر سے نمک
پستا سے اس گناہ کی تعذیر سے نمک
ہو خواہشِ کباب تو عمل تیر سے نمک
کرتا ہے جوش بہاں قدح شیر سے نمک
نپکا پڑے ہے آپ کی تقریر سے نمک

۱۔ بے کو گو ہے

۲۔ آہ ک

۳۔ لندن۔ گھل جیسے مگر جانے ضروری ہے ، غالباً سو کلاب

گہریاں دے گلو کو بوسہ، سینے پار گردن تک
 نزاکت دیکھ یہی کہیں پھولوں کی مدھی کا
 مرے قاتل کی انکھیلی تو دیکھو کیا دم کشن
 کہاں سے کش رہے، کچھ جھوٹے مستان آتے ہو
 برنگ شمع، کیا ہو پوچھتے تم سرگشت اپنی
 ذہ سرخ گہریاں، کسی کی ہم کو یاد آتی ہے
 کسی کے ظلم پر کیوں تیغ باندھے ہے یہ اب آخر
 کہوں کیا خوبیاں برکشتگی بخت کی اپنے
 گلو تیرے سہوش کا رہا تفتہ ہی گو، تو نے
 گہریاں تک نہ کیوں یاں آنسوؤں کا تار بندھ جانے
 گہریاں کیا نچوڑا تیرے مستانوں نے پھر، روکے
 اٹھا کر ہاتھ میں یک دم تو تیغ امتحاں دیکھو
 اتاروں یا خدا ذمہ سے، بارہ جیب کو کیونکر
 گلے پر دو طرف سے تیغ مثل شمع ہو تو ہو
 اٹھا تیغ ستم آؤ، کندہ ظلم یا لاؤ
 نکلتا، حلقہ طاعت سے ہوں تسبیح داروں کی
 ذرا وہ دست نازک خم کرو گردن میں تمہوں کی

تو ہونکا نصیب مجھے خواب زیر خاک
 کتنے ہیں تشنگان مئے ناب زیر خاک
 کیا جانیں، کیا ہے حالت احباب زیر خاک
 بس رہ چکا ہے نام کو بھی آب زیر خاک
 رکھ دیکھے گا تیغ سے تاب زیر خاک
 رکھا عجب سے، گوہر نایاب زیر خاک
 پہنچا ہے آفتاب جہاں تاب زیر خاک

ساتھ اپنے گر گیا دل بیتاب زیر خاک
 کیونکر نہ روے خاک پہ سانی ہو جرمہ ریز
 گردوں ہوں جس زمیں پہ رکتے نہیں ہیں اشک
 لیکر یہی گر آتش دل ہم گزریں گے تو
 کشتہ ہوں سرمہ سا نگہوں کا، بغل میں یاں
 کم کھجیو نہ پیکر خاکی میں قدر دل
 تمہوں گیا مزار میں لے، داغ دل فرود

انگشت حیف جیری نہ پہنچی وہاں تک
 جانے لگی نگاہ جب اس آستان تک
 اللہ کوئی اشک کو روکے کہاں تک
 کار خراش سینہ تو پہنچا یہاں تک

پہنچا ہے اس مریض کا گو کام، جاں تک
 وا حسرتا کہ پاؤں پہ پہنچی شکست کب
 املا ہی آنے سینہ سے وقت وداع یار
 ناخن لگے ہیں دل پہ جگر تک ہے پھل گیا

- لندن باندھے - "یہ" ، غالباً ہو کاتب
 - آ - کو

پہنچی نہ جان زخمِ طلب کی ، سناں تک
 قصدِ شرابِ ہاے نغاں آسماں تک
 کہہ دے کوئی پیام یہ جا ، سارباں تک
 آیا جو وہ تو کچھ بھی نہ آیا زباں تک
 دامن اٹھا کے آئیو ، اس آشیاں تک
 داغ اک پہنچ گیا سر پہ استخاں تک
 بدویں رسانیاں جو ذرا بھی بتاں تک
 آیا جگر سے خون رخِ دوستاں تک

قربان تیرے اے سرِ مرگاں کہ التجا
 دامن سمیت جھینٹی گردوں نشیں کہ سے
 اک ناتواں بھی ساتھ ہے ، آہستہ پڑھ حدی
 کیا کیا خیال تھا کہ گینگے شبِ وصال
 اے برق ! بس الجھ کے نہ ازجانیں دھجیاں
 اے سوزِ سینہ کچھ تو ترحم کہ مثلِ شمع
 شاید خدا بھی جانے تمہیں بھول زابدوا
 تمنوں کیا بنا ہے ترے دشمنوں کا رنگ

زمیں پر فتنہ برپا کھینچے گا ہر زماں کب تک
 دوچارِ برق رکھے گا ہمارا آشیاں کب تک
 دہاں کا تاکجا اندیشہ و فکرِ میاں کب تک
 بتا تو ہی نہو غربالِ ظالم یہ نشاں کب تک
 رہے اس مشتِ خاکستر میں یہ آتش نہاں کب تک
 کوئی دیکھا کرے سر پر یہ سقفِ آسماں کب تک
 تردد میں دلِ اجباب و جانِ دوستاں کب تک
 بلانے تازہ کے روکش رہے یہ ناتواں کب تک
 رکھے یاں تھام تھام اپنی کوئی جان تپاں کب تک
 خدایا دردِ الفت کو کرے کوئی نہاں کب تک
 جہاں تک ہم رہے بالفرض ، لیکن ہو جہاں کب تک
 بدن میں رہ دے اپنے ، ریزہ ریزہ استخاں کب تک
 تمل کھینچے گا ماتھے سے یہ خاکِ آستاں کب تک

خرامِ ناز سے طرحِ قیامت اے جواں کب تک
 خدا سے ڈر ذرا ، ضبطِ نواے گرم کر ، اے دل
 دل نادان اتنی ہیج فہمی ، ناتواں بینی
 نگاہوں کے ترے ناوک سے ناوک دل پہ لگتے ہیں
 کروں خالی دلِ سوزاں سے کیونکر ، جسمِ خاکی کو
 بنائینگے کوئی تکیہ نضائے دہر سے اودھر
 ترے بیمار پر ہونی جو ہو سو بوجھے ظالم
 ہمیشہ کوہِ غم پر کوہِ غم اک تازہ نونے ہے
 کہیں آنا جو ہے ، آجک ، فریبِ وعدہ سے تیرے
 اٹھے سے نہیں دل میں اور رنگِ چہرہ اڑتا ہے
 تصورِ فہم سے طولِ امل ، کیا ناندہ اس سے
 کہاں تک کوفت اے جہراں ، کہاں تک صدمہ اے دوری
 خدا کے واسطے تمنوں بتوں کے در کو اب چھوڑو

رویفِ تل

سینہ پر نقشِ پڑے ، موتیوں کے باز سے مل
 پھر گئی گل کی لڑی سینہ ، ددر سے مل

کس نے بھیچنا ہے تجھے رات گئے ، پیار سے مل
 داغ چھاتی پہ پڑے تھے ، سو ہرے ہیں اب تک

۱۔ لندن، ب۔ تیرے، سر مرگاں ، غالباً سو کاتب

۲۔ آدرحم کر کہ

۳۔ لندن۔ کو۔ لیکن سے۔ موزوں سے، غالباً سو کاتب

۴۔ آ۔ آخری پانچ اشعار علیحدہ غزل کے طور پر دیے ہیں

۵۔ آ۔ یہ

۶۔ آ۔ ہونے

ہیں کیا خاک ، نہ خاک کی حالت میں
 تیرے بیمار کی حالت میں
 تل ہے اس چشم پر غارت گردن
 نہیں معلوم چھٹکی جان کہ دل
 ترے ہاتھوں سے جراحت میں خوشی
 دیکھ منہ دیدہ حسرت سے میں رو رہتا ہوں
 قبر کیا ہے کہ مرے دورو سبحان اللہ
 میں ذرا رک کے ہوا چپ تو یہ ہلے اے کیوں
 کیا ہی رنگین غزل اور گنگھی مہنوں نے

۲۶۰

کیا کہا اپنی نگہ نے ، نگہ یاد ہے مل
 ترے تیدی کی صدا پھر نہ سنی ، اٹھی تھی
 تختہ دامن کا بنا ، تختہ آتش بازی
 کھل گئے بند قبا باغ میں کس کے کہ ایہر
 دختِ رز گہ بغل خم میں ، سو پاس ہے گلہ
 ناتواں آہ جو اٹھتی ہے سو اپنا ہے نشان
 کل ذرا ہم جو عیادت کو گئے تھے سو آہ
 حالتِ نزع تھی اور چشم سے بچے تھا پڑا
 کون ہمسایہ کے آیا کہ یکایک تمہوں

۲۶۱

بنایا تجھ کو جب اے رشک صبح و غیرت گل
 یہاں عبث نہیں سوداہوں کو الفت گل
 خوشا نصیب اسیران بوستاں کہ انہیں
 لیا بغل میں چرا کر وہ پیرہن شاید
 ہمیشہ زحمت پرواز میں رہے پر د بال
 نہو حلال تماشاے بوستاں اس کو
 شومش تا بکجا قید میں ہم آوازوا
 ادھر تو وہ سے غزل خواں ، ادھر یہ خنداں سے
 سحر کو زور ہی شبنم صفت میں رویا آج

کہ خیا بچکے سے اس چشم سے
 شب ضعیف آہ سی ، زنجیر کی جھنکار سے
 تھا گیا رات جو مرگان شہر بار سے
 عطر کی آئی لپٹ ، نگہت گلزار سے
 جامِ دل کھول کے تو ایسے نہ مردار سے
 ورنہ بستر میں تن زاد ہے گم تار سے
 حسرتیں کیا ہی اٹھائیں ترے بیمار سے
 خونِ نوسیدی دل ، حسرت دیدار سے
 رہ گئی ، چشم تری رخسہ دیوار سے

صفا سے صبح سے باہم ملانی نگہت گل
 کسی کی شکل دلاتی ہے یاد صورت گل
 نصیب، چاکِ نفس سے ہے دیدہ طلعت گل
 مخطر آب کی پوشاک ساں سے خلعت گل
 جہاں سے جانے خدایا گل اور الفت گل
 جو عندلیب کرے شکوہ و شکایت گل
 کہو حدیث چمن یا کوئی حکایت گل
 مقامِ رشک ہے بلبل سے رنگِ صحبت گل
 چمن میں سبزہ پہ گرگر کے وقتِ رخصت گل

۱۔ لندن وہ بے پھنکا
 ۲۔ بے تخلص کی جگہ خالی ہے
 ۳۔ آصفیہ کیا
 ۴۔ بے روتا

چمن میں لے گئی شاید وہ بوے حبیب صبا
 قفس میں جان لڑاتی ہے بلبل اب تمہوں
 کہ بوے عطر سے آئینتہ سے نگہت۔ گل
 دکھادے گل کہ مبادا ہو ، اسکو حسرت۔ گل

بس عندلیب مر ہی گئی کہہ کے ہانے گل
 اسکے ہیں نقش پائے نگاریں بجانے گل
 ہر شاخ گل نے ہاتھ پہ ، گلشن میں کھانے گل
 بدھی کے اپنی ، خاک پہ میری جڑھانے گل
 یہاں کے تمام رنگ فنا سے بنانے گل
 بستر پہ ساتھ غیر کے تمہنے بچھانے گل
 لے ، جسے کوئی طفل ، چمن میں سے آنے گل
 نہ آرزو سے باغ نہ دل میں ہوائے گل
 دیکھا نہیں کہ چاک گریباں سلانے گل
 لخت جگر چمن میں ادا گے ہیں بجانے گل
 سے سر بجیب ، دیکھ ذرا تو جیانے گل
 آخر ، افسے گھڑی ہے کہ جب کھل کھلانے گل
 اب ہم شکستہ بال ہیں کرتے دمانے گل
 کب بوے گل چھپے ہے ، کوئی گو چھپانے گل

خالی چمن میں زور خزاں دیکھ ، جانے گل
 حاجت سے کیا کہ خاک پہ میری وہ لانے گل
 تاثیر عشق دیکھ کہ بلبل کے واسطے
 اس مرگ پر حیات لدا ہے کہ اس نے آج
 بلبل نگا نہ اس چمن بے بقا میں دل
 آتش پہ لوٹ لوٹ کے کافی ہے ہم نے رات
 نکلے تراشہ دل صد لخت ، لے کے اشک
 اک سرخ پوش کے رخ رنگیں پہ نو ہوں
 گل کب ہے بے وفا غم بلبل میں ایک دن
 شاید یہاں سے دفن کوئی کشتہ بہار
 بلبل سنا سنا کے نہ کر ، شعر خوانیاں
 اس گلشن زمانہ میں لب بند رکھ کہ یاں
 پر ہیں کہاں کہ جا ، سر گلبن پہ ہوں نثار
 تمہوں نہ لطف حسن رہے پردہ میں نہاں

جو آشنا نہ اس سے ، بہت کم بقا ہے پھول
 بلبل کے آشیانہ میں شاید پڑا ہے پھول
 گلشن سے کھل کھلا کے عدم کو چلا ہے پھول
 خونیں جگر ہے بلبل و خونیں تبا ہے پھول
 دامان بے ستوں میں جو اب کھل رہا ہے پھول
 پھولے ادھر جو ناز سے ادھر ہوا ہے پھول
 ادھر ہنسا ، ادھر کو پریشاں ہوا ہے پھول

کب رنگ سے ثبات کے بلبل بنا سے پھول
 شعلہ طرف سے باغ کے پھینکے سے متصل
 خونیں دلوں کی ہے یہ فنا موجب خوشی
 رکھتے ہیں ایک رنگ بہم ، حسن و عشق یاں
 کہتا ہے غرقِ خوں ہے ، عدم میں بھی کوہ کن
 عالم میں کب کسی کی ہوا ایک سی رہے
 تمہوں بہم رہے ہے عزا و خوشی یہاں

۱۔ آہ۔ ہی

۲۔ آہ جانیں

۳۔ بے تخلص کی جگہ خالی ہے

۴۔ بے تخلص کی جگہ خالی ہے

جان پر ابھی نہ تھا کچھ اس کے خیال کا خیال
 کچھ نہیں معلوم مجنوں کس تصور میں ہے ہم
 بس فغان آتشیں تا چند برق انشائیاں
 چار موج تندر میں ، ہر چند کشتی ہے مری
 اوس پہ دزدیدہ نگہ بھی سنت مشکل ہوگی
 بے سروپایانِ وحشت کو ہے یکساں باغ و دشت
 میں نے شب پوچھا خیال دل ستانی ہے کدھر
 ہم نشیں خاموش میں ہوں عو شغل دیدار
 عشق مذہب ، عشق ملت ، عشق ایمان سے مرا
 آئینہ بن نہیں کے دیکھے تھا تو یوں کہتا تھا وہ
 لگ رہی مومنوں نظر ہے جانبِ مشکل کبنا

دل میں اپنے کچھ نہیں مشکل سے مشکل کا خیال
 آج آتا دم بدم ہے اپنے مایل کا خیال
 مدرسہ والوں کو عبت حق و باطل کا خیال
 دیکھ اے نااگانِ حاجت جانے نہ ہر حال کا خیال
 یوں نکال کے کہ یہ ہے آب کے دل کا خیال
 نہ ہائے گل نہ مل ، نہ خار نہ گل کا خیال
 پارہہ سے کچھ رہا ہے ابھی کا خیال
 بلکہ سونے والا ہے اسے کا خیال
 کچھ روزا ہیں میں لگن کا خیال
 ہے کچھ کسی کی لگن کا خیال کا خیال

بے چین شبِ وعدہ رکھے سے غلش دل
 اس کوہِ تحمل کو یہاں کھینچ کے لایا
 پیکان سے کوئی سینہ بروج میں شاید
 شور آبِ جگر چاک کن و زہر کشندہ
 نازونگہ و غمزہ و شوخی و کرشمہ
 نکلے ہیں کئی لغت گھنٹے تارِ نفس میں
 اس شیشہ پہ ترا سخنِ سنت ہے پتھر
 دنیاہ رو ، قامتِ خمشرِ روشاں ہے
 کیوں چشم نہ بھر آئے اسے دیکھ کے زخمی
 تک ، سوچ کے آ ، وادی الفت میں کہ اس جا
 یا نقشِ مئے ہستی مومنوں کا خدایا

لے جانے سے سو مرتبہ در تک طیش دل
 سے زور سا جذبِ کندہ کششِ دل
 کھٹکا سے نئے ڈھب کا ، نہیں یہ غلش دل
 ہے ماندہ دہر پہ آب و خودشِ دل
 سب ہو کے بہم رکھتے ہیں قصدِ پرورشِ دل
 دہتی ہے لڑی لعل کی داد و دہشِ دل
 اے ناصح بے درد نگر سرزنشِ دل
 لانے گی قیامت مرے سر پر روشِ دل
 کس خونِ جگر سے تھی ہوئی پرورشِ دل
 سے راہِ دم تیغ پہ اور چیقلشِ دل
 یا نقشِ دلا ، یار کے ہو منقشِ دل

کون میکش اس جمن میں پی رہے ہیں مل کے مل
 یاں زمیں پر ، واں فلک پر ، پلہء میزان حسن
 پائے ، بندِ زمبہ دنیا رنج میں بھی کیا خوشی
 خاک ، تمیں غم میں ہوا ہوں اک بہار حسن کے
 ہے قدرِ خم گشتہ موج اشک سے اپنا خراب

جوں دہاں ، غنچہ گل رہ گئے ہیں کھل کے کھل
 کیا سبک اختر ہوا ہے ساتھ تیرے تل کے ، تل
 ہوں اگر نقرہ کی زنجیریں زورِ بیخل کے بل
 تو بناتا کوزہ گر ! ساغر پہ اپنی رگل کے گل
 آخر اس سیلاب نے توڑا ہے مومنوں پل کے پل

۱۔ بے یہ غزل نہیں ہے۔
 ۲۔ اب تخلص کی جگہ خالی ہے۔

دوں آگ میں جلا کہ یہی ہے سزانے دل
دل میں نہ جانے غم ہے نہ پہلو میں جانے دل
کوئی جلائے آئندہ ، کوئی صفائے دل
جیتا بہر نخط ہوں ، کروں ہوں دعائے دل
ازتے پھرے ہیں چار طرف پارہ ہانے دل
دل پر جفانے عشق ہے ، بچھ پر جفانے دل
کل تک بھی دو جہاں میں نہیں تھی ، بہانے دل
مسنوں کیا بیان کروں ماجرانے دل

ہوں داغ دستِ دل سے ، اگر ہاتھ آنے دل
بالیدگی درد نے کیا کیا کیا ہے تنگ
یہ ہی ہے ہم سے فرق سکندر رکھے ہے پیش
کیا پوچھتے مزاج کو اپنے ہو دوستان
اے تند بادِ آہ بس آہستہ جنبشیں
ہر ایک کو جہاں میں ہیں آزاد ایک سے
آیا ہوں پھینک آج ہی یہ جنس رائیگاں
مدت سے آب ہو کے بہا چشمِ آ کی راہ

رویف "م"

خون میں لوٹتے ہیں غیرتِ نچیر سے ہم
رات کرتے تھے جو باتیں ، تری تصویر سے ہم
کلک نقاش سے ، صورت گر تقدیر سے ہم
سخت شرمندہ ہونے اب تری تاثیر سے ہم
لو بدلتے ہیں اسے دشمنہ جانگیر سے ہم
اس خرابے کی نہ فارغ ہونے تعمیر سے ہم
دیں مٹا سوس الماس ، تاثیر سے ہم
صورتِ نالہ نکل جانیں نہ زنجیر سے ہم
پاؤں کو تیرے لپٹ ہی گئے تیرے ہم
معترف ہو دینگے آپ اپنی ہی تقصیر سے ہم
مست ، نے نالہ ، ناتوس ، نہ تکبیر سے ہم
ہونے محروم ، اسے خط کی بھی تحریر سے ہم
دم گستہ سے دواں آنے ، گئے تیرے ہم
سرکھیں زانو پہ تھکانے ہونے کچھ دیر سے ہم
یاں تک آنے ہیں ، مجبور تھے ، تاخیر سے ہم
دیکھ بھی تو نہیں سکتے تھے تمہیں دسیر سے ہم
مزہ ، عشق ہیں لیتے ، تری تقریر سے ہم

کشتہ شمشیر سے وہ ، حسرت شمشیر سے ہم
کر گماں وصل کا ، ہمسایہ عجب رشک میں تھا
دیکھ کر لعلت چیں ناز سے وہ بولا ، تو
بے طرح پھینچ کے لایا تو اسے جذبہ شوق
کادش دل سے بٹنگ آنے ، جو بدلے کوئی
روز گھر ایک تمنا کا بنے اور نونے
دل پر آبلہ ، لب تشنہ خون گشتن ہے
ہو نہ پھر سلسلہ جہان جنوں بادِ بہار
خون کر جان کو ، گھل مل گئے بندگی سے رات
بے دھڑک تیغ لگا عرصہ گر ، محشر میں
ایک آواز کے مشتاق ہیں ، ہر پردے میں
تجھ سے بیتابی دل رعشہ پڑا ، ہاتھوں پر
لے کہاں ہاتھ میں صیاد ، نشاندہ مت چوک
انکے قربان کہ آتے ہی جو در سے دیکھا
یوں لگے کہنے کہ بچ چشم نگہبانوں سے
پھر یکایک مری تہمتی سے وہ گگ کر بولے
درد مندانه غزل اور بھی پڑھ لے مسنون

۱۔ لندن۔ دل ، لیکن غم درست ہے ، نہ پناہ کاتب

۲۔ آہ دو ستو سے

۳۔ بے تخلص کی جگہ خالی ہے

۴۔ لندن۔ زائد غزل

طالع طبعی لالے اور سرخ رنگ کے
 دل میں ہنگامہ پر ہنگامہ کی صورتیں
 عکس اپنا وہ مری چشم میں کہتا تھا
 جا خضر جا کہ نہیں آتے بقا کے عشق
 ترے پتلا نہ سیلاب سے بھی ہیں کم قدر
 ناتواں ہم ہیں بندھے شانہ ہلا مت سرزلف
 ایک سے ایک کو کیفیت تو ہو سرشار
 ذرہ ذرہ میں سے خورشید درخشاں چمکا
 کچھ تھی تسکین دل و دلورہ شوق بھی تھا
 ترے بیمار کا کیا حال سے غم خواروں کے
 شیخ پر منچو شوخ نے چھڑکی سے سرخ
 میں نے اس سے جو کہا خواب میں دیکھا سے آج
 مسکرا کر وہ لگے کہ انشاء اللہ
 دل میں تمہوں ترے ہول اٹھے درد کے ساتھ

لے عطر تیرے تن سے قبا اور قبا سے ہم
 گل سے چمن، چمن سے ہوا اور ہوا سے ہم
 شام سے مو، و مو سے بلا اور بلا سے ہم
 دل آئینہ سے، دل سے صفا اور صفا سے ہم
 حیران قدر، قدر سے قضا اور قضا سے ہم
 تجھ سے مرض، مرض سے دوا اور دوا سے ہم
 تجھ سے نگہ، نگہ سے حیا اور حیا سے ہم
 ہونٹوں سے تیرے مست صدا اور صدا سے ہم
 رنگیں رہے سے ہم سے جنا اور جنا سے ہم
 عاجز یہاں اثر سے دعا اور دعا سے ہم
 عاجز بیاں، بیاں سے ثنا اور ثنا سے ہم

نگہت کو تجھ سے لے سے صبا اور صبا سے ہم
 سے تیری بولے عطر گریباں سے مست گل
 بیعت پذیر سلسلہ ہیج و تاب ہیں
 آئینہ اس بقا سے کرے اکساب نور
 ہر آن غمزہ قدر انداز سے ترے
 انسون چشم یار سے آس اور یاس میں
 اے چشم یار طرفہ رکھے ہیں معاملے
 مطرب تھی لب میں تیرے مئے بے خودی مگر
 رکھتے ہیں تیرے ہاتھ یہ رنگیں اشارتیں
 خارا سے سخت آہن.. د آہن سے تیرا دل
 تمہوں کہی عجیب غزل جس کی مدح سے

- ۱۔ لندن - زائد غزل
- ۲۔ آہ تری لب میں
- ۳۔ ب۔ صبا اور صبا سے ہم
- ۴۔ آہ ہے ہر

شرمندہ کس لیے ہوں الہی دعا سے ہم
 منت پذیر ہم سے ہیں پا، گہور پا سے ہم
 کہتی ہے کچھ جواب نہ دینگے حیا سے ہم
 کیا خضر ہیں کہ سیر ہوں آبِ بقا سے ہم
 تنگ آنے ہیں بہت ترے بندِ قبا سے ہم
 اپنا ہلاک آپ ہی چاہیں خدا سے ہم
 مجموعہ نکات ہیں، گوہیں ذرا سے ہم
 ہیں سرد جو نبار تمہاری بکا سے ہم
 ہیں کامیاب اسکے لبِ جانفزا سے ہم
 کر رکھتے اتحاد جو دزدِ حنا سے ہم
 کل تک تو دیکھتے تھے تمہیں پارسا سے ہم

بٹھے اٹھانے ہاتھ ہیں ہر مدعا سے ہم
 سرگرم جستجو ہیں تری بسکہ دشت دشت
 کرتا ہوں عرضِ شوق تو طرزِ نگاہِ یار
 ہم تشنگانِ آبِ دمِ تیغِ یار ہیں
 نانکے کیے ہیں دیکھو، ڈھیلے نہ کس قدر
 کتنے ہیں تنگ بھر بتاں تیرے ہاتھ سے
 ہے اس دبانِ تنگ کو غنچوں سے یوں خطاب
 آنکھیں ملوں جو پاؤں پہ اسکے تو یوں کہے
 آبِ حیات جاگے تری آرزو سے کیا
 چوری چھپے تو پاؤں کبھی اسکے چومتے
 تمہوں ہو آج کوے خرابات کے گدا

جز یہ کہ ہونی آنکھ مقابل نہیں معلوم
 یارب یہ سے کس شوخ کا تحمل نہیں معلوم
 کچھ ذبح کی ایذا، دمِ بسمل نہیں معلوم
 ہولا کوئی ہم پر بھی سے مایل نہیں معلوم
 گردن میں ہونیں کس کے حمال نہیں معلوم
 پوچھے ہے کہ کس کا ہے یہ گھائل نہیں معلوم
 ہوتا ہے کچھ اب شورِ سلاسل نہیں معلوم
 چھاتی کے لیے اپنی کوئی سل نہیں معلوم
 بلوے میں ہوا کشتہ یہ، قاتل نہیں معلوم
 ہوتی ہے زمیں اتنی تو مشکل نہیں معلوم

کیونکر وہ گیا بر سے اوزا دل، نہیں معلوم
 ہر ہر قدمِ ناز پہ لوٹنے ہے پڑا دل
 جلاد کی یاں جنسِ ساعد پہ نظر سے
 قربانِ تجاہل کہ مری طرزِ نظر دیکھ
 دمِ آج گلو میں سے گھٹنا جانے، وہ باہیں
 کشتہ ہوں میں اس کا کہ مجھے دیکھ کے زخمی
 سودانی ترے، کیا ترے کوہ سے گئے رات
 فرہاد نے کی کوہ کئی، کیوں نہ بنانی
 انداز، نگہ، نغمہ، ادا، دل پہ تھکے سب
 کیا دیر ہے تمہوں غزل اک اور بھی کہہ جلد

کیا زخم کہن دم سے گئے تپیں نہیں معلوم
 کشتی کو کدھر کھینچے، ساحل نہیں معلوم
 کیوں بسترِ خاک آج ہوا رگل نہیں معلوم

کیوں خون میں اغوش ہے پھر دل نہیں معلوم
 طوفانِ بلا، تہر ہوا، لہجہ ستمِ زا
 پکا ہے مگر خونِ جگر، شب تہ پہلو

۱۔ ب۔ ہم

۲۔ آ۔ غنچہ

۳۔ آ۔ ہاتھ

۴۔ لندن۔ زائد شعر

۵۔ آ۔ دل

واحد نہیں خاطر کو یہاں کی نہیں
 اس دشت میں ہیں تالے کے تالے
 اپنی تو ہونی بزم تہی ، نور و عصا سے
 کیا جانے کن دشت نشیوں کی
 کیا کیا قدم ناتہ گراں آج ہے اٹھتا
 ممنون ہر اک پاس ہو دل پختے پھرتے

۲۴۴

کرے جب چشم حسرت سے ترا اندوہ گین پر نم
 گلی میں جس جگہ تیری گے ہم بیٹھ روئے تھے
 بندھے لتراک میں گردِ ذبح ہو کے ہم ، تو کیا تم ہے
 نہ کیوں کاغذ بنے خط کے یہ اوراق دل تفتہ
 جنازہ پر ترے کشتہ کے گریاں کون کون آیا
 گہر اس سینہ سمیں پہ کر کے یاد روتا ہوں
 بوقت گریہ کیں آئیں یاں ، وہ یوں وہاں بولا
 ترے بیمار کے اب چشم و دد سے کیا نظر آیا
 سماں جو بھگی بھگی رات کا دیکھوں تو یاد آویں
 نلک یوں سے سرایت سے مرے اشکوں کے پھوستہ
 غزل کیا رقت انگیز اب پڑھی مجلس میں ممنون نے

۲۴۵

رکھ آنے چشم پر کس کی کہ ہے سب آستیں پر نم
 گرے ہیں لخت دل کس کے ، گیا ہے کون اشک انشاں
 بس اے امواج اشک اتنا ظلام بھی نہیں لازم
 عجب نیرنگی قدرت ہے ، دیکھی ، آب سے آتش
 بوقت نزع نیکے یاس چشم کشتہ سے ترے
 بس اے سلک گہر تو ذوب جا تجلت سے پانی میں
 ہونے کچھ اور اشک ناز سے مڑگاں وہ براں تر
 رہی ہر ایک کو عشاق سے کیا لاف ہم چشمی
 یہاں رقت میں دل سے ، آب و تاب عشق سے اپنا
 رہی ممنوں سے کیا گرمی کنار و بوس تھی کسی

۱۔ آہ بزم میں تھی خوب صفائی بزم میں تھی

۲۔ بزم کرتا

۳۔ آہ چشم تر پہر کسی کے ہے

۴۔ بزم نہیں

خدا شاید سے دل اندازے سے ، آنکھیں ہوں وہاں
 وہاں کی دیکھتے ہیں اب نلک اتنی
 یہ جی سوکے ہے ، خون سے ہونہ وہ دامان زین پر نم
 بوقت ہر تو کرتے وہ لعل آتشیں پر نم
 ہونے تیرے بھی کہہ ، کچھ زگیں سحر آفریں پر نم
 سحر قطروں سے شبنم کے جو دیکھوں یا سمیں پر نم
 کہیں کیا مینہ برستا ہے ، ہوا میں جو ہوئیں پر نم
 لب ہمدام تر دندان ہیں ، چشم ہم نشیں پر نم
 نہا کر تھے ، جو وہ جاتے وہ موئے عنبریں پر نم
 کہ جوں اوراق پیچیدہ ہیں ہو جاتے کہیں پر نم
 کہ بھو آنے وہیں مڑگان ہر مجلس نشیں پر نم

نہ ڈالو خاک آنکھوں میں یہ دیکھو تو نہیں پر نم
 زمیں اس دشت کی دیکھی کہیں پر گل ، کہیں پر نم
 نہو دامان و جیب عسلی گردوں نشیں پر نم
 کہ چکا اور نئے سے ہو وہ لعل آتشیں پر نم
 ہونیں آنکھیں نظر کر ، وہ نگاہ واپس پر نم
 کہ بوندوں سے پسینہ کی جبیں پر ہے وہ چین پر نم
 اگرچہ زنگ پکڑے ہو کے خبر ہو کہیں پر نم
 یہ آب و تاب کب گریہ میں ، گو آنکھیں ہوں پر نم
 تمہاری چشم سے آتش کے ذر سے ، اہل دیں پر نم
 ملی صورت ہے لب خشک و عرق سے ہے جبیں پر نم

تھا سخن لب پہ کہ لاصد نے کیا کام تمام
لاتے تسکین کے لیے لب پہ ترا نام تمام
بغل سے دے جو کسی کو نہیں دشنام تمام
جنس دام سے ہوتا ہے تر دام ، تمام
صبر و ہوش و خرد و طاقت و آرام تمام
اس تمنا میں ہونے یاں کنی ناکام ، تمام
کیونکہ وعدے کا ترے روز ہو ، ناکام تمام
آج گل رنگ ہے وہ روئے سخن نام تمام
سبز کرتے سے تری سرخی اندام تمام
رعشہ دست سے ہے ورنہ ابھی جام تمام

ہونے پایا مرے قاصد کلر کبھی نہ پیغام تمام
طنش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
ہکوہ ہوسہ کروں اس دہن تنگ سے کیا
کھینچ مت زلف کہ یہ صید دل ہے طاقت
تیر انداز نگہ تھا کہ گیا ، لے یک بار
نیم ہوسہ نہ دیا اس بت خود کام نے آہ
جی ڈھلا جانے سے جوں جوں کہ ڈھلے سے سایہ
وقف کس کی نگہ گرم پہ تھا ساری رات
جوں مٹے لعل ہو شیشہ میں جھلکتی ہے یوں
لب پہ تمنون کے رکھ ہاتھ سے اپنے ساغر

بھلا کس زور پر ہوویں ، حریف دربر الفت ہم
ز بس شدت سے ہیں دیوانہ نازک طبیعت ہم
عجب ہی رنگ کا رکھتے ہیں سامان محبت ہم
الٹ کر پردہ یوں کہنے لگے وہ ماہ طلعت ہم
گلے لگ لگ کے ہر گل کے ، جن سے وقت رخصت ہم
کریں گے باغ دل ہی غیرت گلزار جنت ہم
نہیں زیر زمین بھی پائیں گے کنج فراغت ہم
ہونے جس روز سے تمونوں ، اسیر دام الفت ہم

لنا کب کے جکے ہیں جنس صبر و ہوش و طاقت ہم
صدائے گل نہیں کم ہم کو غوغائے قیامت سے
لپوں پر آہِ خوں آلودہ ، دل پر داغِ حرماں ہے
کہا میں نے زمیں پر کون رشک بہر گردوں سے
کسی کو یاد کر کے زور ہی شبنم صفت روئے
رہے کوئی کہاں تک یاں ہوا خواہ گل و گلشن
یہ دل رکھے گا برپا حشر مشیت خاک پر اپنی
گرہ سے دام کی بھی تنگ تر سمجھے ہیں عالم کو

کہ جاں فزا ہو اگر تم ، تو جاں نثار ہیں ہم
یہ مجھ سے پوچھے ہے ، کیوں کیسے طرح دار ہیں ہم
بس اب تڑپے ہیں یعنی کہ بیقرار ہیں ہم
یہاں کے رہنے کو آخر ، بنے غبار ہیں ہم
کہ سخت جیب و گریباں سے زیر بار ہیں ہم
کسی کے کشتہ حالات انتظار ہیں ہم

تیرے لبوں سے یہی کہتے بار بار ہیں ہم
میں اس سخن کے تصدق وہ دیکھ آئندہ
تک اک عرش سے کہہ دو کہ آپ کو تمہارے
گزر نہ باد صبا باکوے یار میں یک چند
ادھر گرم ہو سبک دستی جنوں ، بارے
پھرا ہے منہ سوسے در ، بعد مرگ چشم ہے ، دا

۱۔ بہ قاتل

۲۔ آہ روز ہوا

۳۔ بہ تخلص کی جگہ خالی ہے۔

۴۔ آہ تبسم کر کے

۵۔ آہ ہونے ہیں جب

کون کون نگاہیں
گئے تھے بھول نگارش

گھٹا سے دل چشم نکالیں
عجب اک الٹ خان سے
سیاہ بخت اور بریلان
پہ اپنے کام میں
پھر آج کھینچے
کہ اس کو کہتے اگر ایک
نہ یار یار کہو وہ کس کے یار ہیں
کہا تو مان کہ مومنوں دوست دار ہیں

مثال ابر کے پھرو تے زار زار ہیں ہم
کرشمہ قندہ نگہ تہر ، چشم ہے سو غضب
کسی کی چشم نہ سرمہ نہ زلف ہیں پھر کیوں
سنا کے اس کو کریں شور ، گو ہیں دیوانے
خدا ہی تیرا نگہیاں ہے خرمن گردوں
یہ کیا غرور ہے ، کیا کبر ، یا ہے کیا ہی ناز
بدل نگاہ ، جزھا تیوری ، کسے سنو پھیر
کسی سے دل نہ لگا دشمنی نہ کر جی کی

پاس گو آئینہ رکھتا تھا سکندر ، جاکر جم
ناتوانی سے نہ لے سکتے ہوں زیر دام
بلیں اس گردن میں کب ہوں اے خیال خام
ہم سے رکھتا ہے عجب یہ آپوے بدنام
اب بہاتے چشم سے ہیں بھر کے ایام
مار کا ہے حلقہ، گیسوے عنبر نام
وہ بھی آجاتا ہے اے دل آپ کو تو تھام
اب نہ خون کہنے کو سینہ میں نہ بہر نام
مڑوہ لاتا ہے کوئی یا ہر وہ پیغام
بادہ ہو جاوے براے صاحب سر نام
کب کریں اندیشہ تجنیں اور ایہام

چشم و دل بھی کچھ نہیں رکھتے تیرے ناکام ، کم
کار کر نالہ ، دل صیاد میں کیا ہو ، جہاں
ہاتھ اپنے کنج تنہائی میں زیر سر رہے
دھیان بھی دل میں نہ نہرے اسکی چشم شوخ کا
وہ گئے دن ، جو تو ہنستا تھا تو موتی روٹتے
اس بلا کو چھیرنا اے دل نہ بازی کھجو
بے خودی سی کیوں چلی آتی ہے ، جی ذوبے ہے کیوں
مدتوں آنکھوں سے یاں دریا کے دریا بہ چکے
نامہ بزواں سے چلا کتے ہیں ، پر دھڑکے ہے دل
منعم بے ہوش کو ہے نشہ نخوت وہال
حرف حرف شر میں مومنوں بھر دیتے ہیں درد

کیوں خون ترے ہاتھ سے دہتے ہیں سدا ہم
کیوں کیا گئے نظروں میں ، ترے دل کو ادا ہم
گویا ترے ہونٹوں ہی سے لیتے ہیں مزا ہم

لحمہ
نہ دل ہیں کسو کے ، نہ جگر ہیں نہ حنا ہم
قربان ادا آنکھ لڑا کے یہ اشارت
اس ذوق سے کہتے ہیں حدیث بر شیریں

- ۱۔ آہ بس
- ۲۔ آہ بد نہ چشم یار
- ۳۔ آہ بد یار اک یار
- ۴۔ بہ نے

بنٹھے ہیں دلے ، منتظرِ بادِ صبا ہم
اس گلشنِ گیتی میں پھرے ، بے سرو پا ہم
تم قندہ دیں اس کے لیے جس کی بلا ہم
دھمکے عدم آباد کو اک آن میں جا ، ہم
تاہوت پہ دل کے نہ ہونے نوہ سرا ہم
بستر کو اٹھا، یاں سے چلے لو فقرا ہم
آئینہ سے ہرگز نہیں رکھتے ہیں صفا ہم
تمنوں ! کچھے سنتے ہیں نذرِ اشرا ہم

ہیں ایک کفسرِ خاک ، سرسراہ پہ تیری
گل کا ہے نہ کچھ شوق ، نہ کچھ خار کا کھٹکا
کہتی ہیں مجھے دیکھ کے ، وہ سنبل و زمرس
کچھ فاصلہ آنے نہ نظر یاں سے وہاں تک
ڈر تھا کہ ترا دل نہ دکھے ، چشم نہ بھر آنے
تکبیر کوئی ہاندھیں گے بیابانِ عدم میں
ہم تم میں یہ پہچانے ہے کیا ، آن کے حامل
اک اور غزل بھی کوئی پر درد سی پڑھ لے

اسباب یہ رونے کے کیے ، ہم نے فراہم
دیتے ہیں سدا جانِ محبت کو دعا ہم
دل کھول کے ہنستے ہی یہاں سے ہیں نہوا ہم
دیکھ اب تری مجلس میں یہ اغیار ہیں باہم
کہوں چاند سے رخسار نہ رکھتے ہیں بھلا ، ہم
یاں راکھ میں بنٹھے ہیں ، عجب آگ دبا ہم
جو آپ کیا ، اوس ہی کی پاتے ہیں سزا ہم
تم دست بہ قبضہ ہونے بس ڈر گئے کیا ہم
کیا جا کے سبک آنے ہیں لے ، ہوسہ پا ہم

پھر لغتِ جگر آج سینے بیٹھ کے باہم
جیتے ہیں بہر شکل ، مزاج اپنے نہ پوچھو
اک آن رکے بنٹھے ہیں ، جوں غنچہ کی نگہت
سر رشتہ ضبط آج چھٹا ہاتھ سے اپنے
آئینہ کو وہ دیکھ کے مشاطہ سے بولا
اس سوختہ سینہ پہ کہیں ہاتھ نہ رکھتا
دل تم کو دیا جب ، تو نہیں ظلم کا شکوہ
یاں سینہ سپر کرتے ہیں ، سو تیغِ جفا کا
وہ مست مٹے ناز گراں خواب ہے تمنوں

کچھ گناہ سے ہیں مزے کا عذاب ہم
سوکھے ہیں عطرِ جیب سے ، بوے کباب ہم
رکھتے ہیں رشکِ طالع و بختِ رکاب ہم
روتے ہیں یاد کر کے وہ عہدِ شباب ہم
آتش کدہ ہی سینہ میں ، بنٹھے ہیں داب ہم
خانہ بدوش پھرتے ہیں مثلِ جناب ہم
سے اس کا ہاتھ ، ہاتھ میں دیکھیں تھے خواب ہم
کیسے پھرے ہیں خانہ بخانہ خراب ہم

دیکھے ہیں لے کے بوے سزا میں عتاب ہم
کس سوختہ جگر کے ، گلے رات تم لگے
اک روز ایکے پاؤں نہ آغوش میں لیے
جوشِ جنون و فصلِ گل و سیرِ نو بہار
اے صرصرِ نفاں ، بس آہستہ جنبشیں
یہ موج خیزِ قندہ نہ جاے مقام سے
جاگے تو ہاتھ ملتے ہی اٹھے ہزار جیف
خانہ خراب ہو دل رسوا کا ، اپنے ہاتھ

۱۔ آہ بھی

۲۔ لندن رکھتے ، بھلا ہم ، سہو کاتب

۳۔ لندن آگ ، فنا لباً سہو کاتب

۴۔ لندن - کباب - سہو کاتب - قن م - ب

۵۔ لندن - زائد شعر آہ - میں دوسری غزل میں یہ شامل ہے

۶۔ آہ ہانے

رکھے مدام نرگس، ہم سے تان
 لگ جانے آگ بس دل سے سوزاں کو کیا
 بلے حجاب عشق کہ اس فرط عشق
 اب اس زمین صاف میں، یہ جی میں آنے ہے

۲۸۴

آب بقا سے خضر، نہیں کامیاب ہم
 چھاتی سے لگ گیا عرق آلودہ کون، آ
 پائیں تو دل کو گوشہ دوزخ میں پھینک آئیں
 آوارہ و خراب، پریشان و ہرزہ گرد
 بندہ جانے سے خیال تری چشم مست کا
 میں نے کہا بہم ہوسیں کچھ نکالے
 پر دے ہی پردے میں یہ رہی دل کی آرزو
 مومن اک جہاں کو ہے اپنے سخن سے فیض

لینے ہیں جوئے خضر قاتل کے آب
 سو چکھیں بدن کے ہاتھے شمیم گلاب
 سہویں کہاں تک یہ آفت سینہ
 یہ دولت جنوں سے ہیں پائے خطاب
 بھر لائیں چشم دیکھ کے جام شراب
 بولا کہ تیری بات کا دے دیں جواب
 رکھتے ہو تم لحاظ وہاں اور حجاب
 منت کی تربیت سے ہونے فیضیاب

۲۸۵

گر حسرت دل سنائیں گے ہم
 کر شوق سے ذبح زید خیر
 قاتل مرے سر پر تنگ بر میں
 لے اس کو قبا، نہ چہ تنگ بر میں
 پہلی ہی نظر میں دل دیا ہانے
 بیتابی دل ذرا شہر جا
 وہ کھول کے بال مجھ سے بولا
 لو غیر سے تم بڑھاؤ غلطا
 چاہو جس میں کسی پاس جا کے بیٹھو
 مجلس میں کسی کی تک گئے تھے
 معلوم نہ تھا کہ ہو کے مدہوش
 دیکھا تپ دل سے سینہ، اس کو
 مومن آنے جو ہو تو نہرو

تم کو بھی بہت دلائیں گے
 نہ دست نہ پا، ہلائیں گے
 تلوار تک آزمائیں گے
 بس ٹھیک تمھے بنائیں گے
 آنکھیں کہوں کر لڑائیں گے
 تک چاک جگر سلائیں گے
 یوں دام میں تمھ کو لائیں گے
 ربط آپ ہی سے گھٹائیں گے
 تم سے دل ہی اٹھائیں گے
 دل تمھے کھلے دیکھ جائیں گے
 دل مفت میں بھول آئیں گے
 کس طرح گئے نکائیں گے
 اک اور غزل سنائیں گے

۱۔ لندن، بے زاد شعر

۲۔ لندن، تلوار تک آزمائیں گے ہم، لیکن یہ درست نہیں کیوں کہ یہی مصرعہ اوپر والے شعر میں آچکا ہے

۳۔ آب، بے زاد شعر

غلوت میں تمہیں ستائیں گے ہم
 جا ، مرغِ جن طیش سے دل کی
 اکسیر بنا تو اے مہوس
 جاسوس ہے وہ نگاہِ پہنپاں
 پوچھیں گے گر آرزو دمِ ذبح
 ہو ، دخترِ روز نہ پانی پانی
 آ ، مجلسِ میکشاں میں زاہد !
 دل ساتھ اگر گیا نہ خاک
 لیں گے شبِ بھر کے رِغوضِ سب
 لوٹے کانٹوں پہ جس قدر ہیں
 قصر اور بھی اس زمیں ، میں تمہنوں

فریاد جو لب پہ لائیں گے ہم
 لکھو غیروں کو خط کہ کیوں کر
 تلخیِ فراق کون حکمے
 خون سے دل و سینہ سب سے خالی
 یہ بھر کی شب بلا ہے اس کو
 اب تو تیرے در پہ آکے بیٹھے
 اے زخمِ کہن نئے مزے لے
 لپٹیں گے جو یوں وہ زلف و شانہ
 ہوتا جتنا ہوں خاک ، وہ شوخ
 سن حالتِ جاں کنی وہ میری
 یعنی کہ مسج سے یہ کہہ دو
 سچ ، پاس نہ غیر کے تھے ، شب تم
 لیکن منکر جو صاف ہو گے
 کا ہے کو خفیف ہو گے لیکن
 دیکھ اپنی نعلی دل سی صورت
 تمہنوں جیتے رہے شبِ بھر

تا عرشِ بریں بلائیں گے ہم
 لکھا اپنا مٹائیں گے ہم
 سن لہجہ زہر کھائیں گے ہم
 آنسو کب تک بہائیں گے ہم
 سر سے کیوں کر ہٹائیں گے ہم
 جو ظلم ہو سو اٹھائیں گے ہم
 الماس و نمک ملائیں گے ہم
 بیچ و خم و تاب کھائیں گے ہم
 کہتا ہے ہوا بنائیں گے ہم
 کہتا ہے ادھر کو جائیں گے ہم
 مردہ شو بھی جلائیں گے ہم
 تہمت نہ عبث لگائیں گے ہم
 سو گند بھی پھر دلائیں گے ہم
 آئینہ ذرا دکھائیں گے ہم
 کہہ دو ، نہ نظر جھکائیں گے ہم
 منہ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

۱۔ آہ آپ کو ہی

۲۔ شب سے ہیں

۳۔ آہ ہے

تک دیکھو! تیری وہ پر کب سے غبار ہیں ہم
 تشویشِ خاطر آنا، دو اک قدم ٹہرنے کے
 لہریں اس کا جلوہ سے آمنہ میں اپنے
 پوشیدہ اوس کو آنکھیں ہر سمت ڈھونڈتی تھیں
 اک تیر سا لگا، پر صیاد کو نہ دیکھا
 رخسارِ زرد پر ہیں نگوں سرخ جاری
 واعظ سے کیا ڈراتا ہم عاصیوں کو ہر دم
 مشقِ غبارِ گشتن مدت سے کر رہے ہیں
 گہر و صبرِ خال و خط سے، گہر مدحِ زلف و کاکل
 غمِ کشتاں پہ جل کر ہیں پھوٹ پھوٹ دوتے
 محرومِ دوستاں ہیں جو سرو بوستاں ہیں
 کی دوسری غزل میں، کیا ساری ہے تمہوں

۲۸۹

بیمار خود ہیں تیس پر تیماردار ہیں ہم
 کس کے ہیں بارِ خاطر، جو اپنے بار ہیں ہم
 وہ ہی ہیں شاخِ زنگس، شاید کہ خار ہیں ہم
 ہم کو کہیں نہ چھونا، آخر شرار ہیں ہم
 رو دیں گے ایک دم میں، بے اختیار ہیں ہم
 ہر ہر مزہ سے ہوتے، پھر نیل بار ہیں ہم
 دل میں جو جمع کرتے، دل کے بخار ہیں ہم
 آتش کو ہی سمجھتے اپنی بہار ہیں ہم
 وعدوں کے کاٹنے یاں لیل و نہار ہیں ہم
 لے شام سے سر تک اختر شمار ہیں ہم
 اشعار اس کے پڑھتے اب بار بار ہیں ہم

۲۹۰

خالی ہیں ہاتھ اپنے اور شرم سار ہیں ہم
 کی میکشی نہ شب کو، تا صبح ہو نہ جاگے
 دغم کہیں مبارک! پھر خون تازہ آتا
 بیمار چشمِ خوباں پھر ہوں اگر، قسم لو

ا۔آ۔ب۔پ۔ن۔ک۔س۔

تلوار تو ہیں لیکن ، کیا آب دار ہیں ہم
پر ہیں ، چھری نہ پاتے اور نے کنار ہیں ہم
ازبکے خو پذیر شب پانے تار ہیں ہم
ہر آن اس کے آگے جو بار بار ہیں ہم
اعجاز پیشہ تم ہو ، جادو شعار ہیں ہم

تر اشکِ ناز سے ہو ، کہتی ہیں تیری مرغان
اے دردِ بھر آخر ، ہم جی سے تنگ آنے
سایہ کی اپنے صورت بھاتی نہیں ہے مسنون
ہر ہم نگہ سے مرتے ، ہر ہر سخن پہ جیتے
وہ زگسِ سخن گو کہتی ہیں ان لبوں سے

مسنون آپ کھو کے رہے عقل ودیں کہ ہم
پوچھے تھا ، شوخ رنگ نگاران ہیں کہ ہم
برخواستہ ہوا وہ قدر نازنین کہ ہم
نکلا نقاب سے وہ رخِ آتشیں کہ ہم
کہتی ہے صاف صاف وہ چین جہیں کہ ہم
رخ سے ہوا دمیدہ خطِ عنبریں کہ ہم
تیر قضا زیادہ نشانہ نشیں کہ ہم
لیتے ہو صیدِ دل کو لگا تم ، کہیں کہ ہم
بولا تبسم لبِ جاناں یقیں کہ ہم
شیریں ، زیادہ تر شکر و انگبین کہ ہم
تھے طعتہ زن لطیف ، گل دیاسمیں کہ ہم
رنگیں رکھے سے گل کی خیاباں زمیں کہ ہم
لڑاتا تھا اپنے عکس سے ، تو ہے حسین کہ ہم
پیارا لگے سے اور کوئی نازنین کہ ہم
خالی سے خانہ اور وہ ہے شرمکین کہ ہم
تم ، دیکھیے سخن میں ہو سحر آفریں کہ ہم

تم مانتے تھے بات کسی کی نہیں کہ ہم
وہ لعبتِ ہزار ادا ، دیکھ آئینہ
شور انگن دماغِ قیامت کی تھی تلاش
ڈھونڈیں تھے برق ریز ، متاعِ شیب کو
موجِ صفا و جوہر آئینہ ، خطرِ صبح
پرداز تا رگِ قلم صنع کا تھا ذکر
کرتی تھی وہ نگاہ اشارے جگر کے ساتھ
غزہ نگہ سے ، غمزہ سے کہتی تھی وہ نگاہ
پوچھا جو میں نے خندہ گل سے سے کون خوب
وہ ہونٹ مجھ سے تھے پس ہر بوسہ پوچھتے
سہنی برہیاں تو ، بردوش نازنین
بولا ہر بستہ کفِ دست کو دکھا
دیوانہ ، دیکھ آئینہ اپنا ہوا جواب
صدقے ، گلے سے لگ کے مرے ناز سے کہا
در کر کے بند ، بند تبا ، اس کے کھولے
مسنون غزل یہ تم نے کہی ، اور ہم کہیں

اتنا ہے کون تارکِ اسلام ددیں کہ ہم
تربت سے میری آئی صداے حزیں کہ ہم
کوئی نہ یوں ہو کشفِ شمشیر کہیں کہ ہم
رکھتے ہو سرخ خون سے ، تم آتشیں کہ ہم
ہیں آج ایک دو تہی پہلو نشیں کہ ہم
اس سلسلہ میں تمیں بیاباں نشیں کہ ہم
رکھتی ہے تو بھی یہ جگر آتشیں کہ ہم

رگڑے سے کوئی بت کدہ پہ یوں جہیں کہ ہم
وہ پوچھتا تھا کون سے میرا شہیدِ ناز
بسل ہیں جس کے ، خون میں تڑپتے گیا وہ چھوڑ
ج ، کب کیا سے کشفِ کسی بے گناہ کو
پیکانِ تیر یا دل درخوں طہیدہ ہے
اے مرشدِ جنوں سے قدم پر قدم ترے
تجھ کو قسم ہے برش ، کسی سوزِ سینہ کی

۱۔ آبِ ہم کو

۲۔ آبِ ذبح

شب بام پر اے سنا
ہوں وہ شکار خون کی چٹپک
دیکھے جناب حضرت دل اے عین
ہے منصفی خرد غزل دیکھ کر

۲۹۳

دیتا جواب عکس ہے تیرا
ہو لا درون دل سے وہ پردہ
ہے کہ رہی بلبل پہر برس
سے تیز بال طائر سدرہ
رکھتا ہے وہ یہاں نظر
رکھتے شہاں ہیں لعل کی
عاجز ہوا ہے خضر بھی
خدمت میں ان کی جا کے
فرمائیے، نہ آپ تھے

دیکھ آئندہ نہ کہہ کہیں ایسا نہیں کہ ہم
میں نے کہا کہ کون ہے چھپ چھپ کے پھر عیاں
اللہ رے قدر حضرت انسان کی مشت خاک !
ہیں مرغ دل کو یوں دم پرواز زمزمہ
زاہد کو شوق حور ، ہمیں اشتیاق دوست
ہر ایک نعت دل پہ کیا کندہ نام یار
طے کس سے دشت دشت رہ عشق ہو سکی !
ممنوں کا دین و طاقت دل سب جو لٹ گیا
اول ہی کہہ دیا تھا کہ قزاق ہیں یہ شوخ

ردیف "ن"

۲۹۴

شب بھر بھی ہے کوئی غضب ، نہیں ہوتی آہ ! سحر کہیں
کبھی دم گنوں ، کبھی ساعتیں ، نہ بچے ہے آج بگر کہیں
ہونی بند راہ وفا مگر نہ رہا کسی کا ادھر گزرو
رہی جان کی نہ مجھے خبر ، نہیں ہوتی اس خبر کہیں
مرے اشک و آہ ہیں ڈھونڈتے ، دم و نالہ گاہ ہیں ڈوبتے
کئی سال و ماہ ہیں ڈھونڈتے ، نہ سرہتیں نہ اثر کہیں
رے اودا ، نغاں میں شراد ہیں ، بھرے شعلہ دم میں ہزار ہیں
جلے میرے سینہ کے خار ہیں ، کہ بھڑک گیا ہے جگر کہیں
مرہ کچھ تو بند سے ، کچھ سے وا ، نگہوں میں شب کا نشہ بھرا
نہیں آتے جھوٹے آپ کیا سے عیش پی ؟ نہ مگر کہیں
نقط ایک میں ہوں کہ تو یہاں ، دل گم گشتے سے مرا کہاں
ابھی لے کے تو نے کیا نہاں ، نہ مگر کہیں ، نہ مگر کہیں
کبھی دیر میں ، کبھی کعبہ میں ، کبھی مدرسہ میں ہوں جھانکتا
کہیں دیکھ آیا ہوں یاد ہی نہیں ، یاد آنے ، ہے پر کہیں

۱۔ لندن - زائد غزل

لیا چھاتی سے جو اسے لگا ، مجھے کہہ رہا تھا ہٹا ہٹا
 ترے دودھ سینہ سے ہوں سیر ، مرے ہار کے نہ گہر کہیں
 مرا تخم نو جو گرا کہیں سو زمینِ عشق میں پھل گیا
 شجرِ دانا میں تجھے صبا نظر آنے ہے ! ہے شمر کہیں
 جو خیالِ خط و عذار ہے ، تو عجب طرح کی بہار ہے
 مری چشم میں ہے ہلک رہا کہیں سبزہ و گل تر کہیں
 دل ہرزہ کیا ہے یہ خو پڑی وہیں تجھ کو دیکھوں ہوں ہر گھڑی
 درِ دلبراں کے سوا مگر ، کہیں گھر ترا ہے ، نہ در کہیں
 مری خاک کا نہ ہا نشاں ، تری دودی رخس جانیوں
 کہ سمندرِ ناز سے اسے جواں جو اترے تو اتر کہیں
 جو تخلص آنے سے ناتمام ، تو غزل میں چاہیے اپنا نام
 تجھے اس روش پہ مگر نظام نہیں اب تک تھی نظر کہیں

پر نفس تازہ مرا، زخمِ جگر سے کہ نہیں
 جا نہ ، دو ایک گھڑی اور مری بالیں سے
 چہرہ پر چھاتی ہے زردی سی گھلا جاتا ہوں
 اس کے مدتے ، مری چھاتی سے یہ لگ کر بولا
 واہ شیریں سخی ! بوسہ مرے سے دے کر
 گندھی چوٹی کے تلے ، بال الگ سا دیکھا
 سببِ غضب نہ لگا ہاتھ سہی قدوں کا
 طائرِ سدرہ ! مری آہ کے شعلے اٹھے
 چاکِ خنجر سے مرا سینہ کیا اور بولا
 کل جو دل تو نے چرا کر تھا لیا ، تیرے پاس
 ہم ہونے خاک تری رہ پہ صبا سے ، گاہے
 دلِ صد چاک نہ اس رخ کی جھلک ، زلف سے دیکھ
 قدرِ جوہر کو شناسندہ جوہر کچھے

دیکھ ہر آہ میں آہنگِ دگر ہے کہ نہیں
 آج احوال مرا نوعِ دگر ہے کہ نہیں
 دیکھ ہر روز مرا رنگِ ہنر ہے کہ نہیں
 کیوں ترے دل کی ، مرے دل کو خبر ہے کہ نہیں
 پوچھتا مجھ سے ہے ، کیوں قندِ شکر ہے کہ نہیں
 کس کو غائب کی خبر، وہ بھی کمر ہے کہ نہیں
 نخلِ اسیر میں عاشق کے ، شمر ہے کہ نہیں
 بچ گیا دیکھو ، تیرا کوئی پر ہے کہ نہیں
 دیکھتا تھا کہ کہیں تیرے جگر ہے کہ نہیں
 صاف کہہ منہ سے بس اتنا نہ مگر ، ہے کہ نہیں
 تو نے اذتی سی سنی کچھ یہ خبر ہے کہ نہیں
 شبِ ہبتاب سے زخمی کو خطر ہے کہ نہیں
 دیکھ مومنوں ! یہ غزل سلکِ گہر ہے کہ نہیں

آج گھڑیا لہوں کو یاد ، جگر سے کہ نہیں
 دل پہ ہم نقشِ بتاں ، رنگ و قلمِ بن کہیں
 شبِ یلداے جدانی کی سحر ہے کہ نہیں
 یہ بھی اے مانی و بہزادا ہنر ہے کہ نہیں

۱۔ ب۔ یہ غزل بعد میں ہے۔

۲۔ لندن، ب۔ زائد غزل

۳۔ لندن، ب۔ جگر۔ لیکن سحر۔ ہی درست ہے، غالباً سو کاتب

مشت نامہ تری چہال
 پردہ چہرے سے الٹا
 چشم گریباں ترے رخسار پہ
 میں نے کی عرض تمنا تو وہ
 راہ پر بیچ ، شب تار بلا
 سینہ غول شدہ میں ضبط نگر گریہ دلا
 آج غمناک پہ بہت اپنی، لنگ نازاں سے
 شاخ گل تجھ کو مبارک ہو تو سنج چمن
 مرغ گلش تری آہنگ دلاویز ہے ، پر
 لگ مرے سینہ سوزاں سے ، نہ پہنے گہنا
 عشق وہ دشت ہے ، کاہی ہے جہاں چہرہ برق
 ہاتھ سے تیرے ، مرے سینہ میں ہیں ریش پر ریش
 دیکھ بے درد کہ اب تک مرے پہلو کے تلے
 یہ غزل دیکھو اے طرز شناسان سخن !

آہ دلوز میں عاشق کی اثر ہے کہ نہیں؟
 ہرتی پھرتی مری قسمت میں نظر ہے کہ نہیں؟
 سر زانوں پہ جھکانے ہونے سر ہے کہ نہیں؟
 سو پری سے بھی فزوں ، حسن بشر ہے کہ نہیں؟
 چشم و لب ، ابرو و مڑگاں بھی ، ترے کہ نہیں؟
 ہو شب تار و سیر مار تو ڈر ہے کہ نہیں؟
 رخنہ دیوار میں ، یا روزن در ہے کہ نہیں؟
 نیند بھی تجھ کو دلا ! آٹھ پہرے کہ نہیں؟
 پوچھتا ہوں کہ گزر اوس کا ، ادھر ہے کہ نہیں؟
 گرہ تیر حتمی دل سے اتر ہے کہ نہیں؟
 کہ ترے دل میں سدا اس کا گزر ہے کہ نہیں؟
 ایک ہر شعر میں کچھ درد و اثر ہے کہ نہیں؟

چل بے قافلے یاروں کے ، خبر ہے کہ نہیں
 اپنی ہی بے بصری کی سے شکایت ، درد
 ایک ہنگامہ عشر تو مری خاک پہ ہے

دل غفلت زدہ کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں
 جلوہ پردازی دل دار ، کدھر ہے کہ نہیں
 پر نہ دیکھا کہ گزر اوس کا ، ادھر ہے کہ نہیں

۱۔ آہ زائد شعر -
 ۲۔ آ، لندن - چارم ، غالباً سہو کاتب

میں اور وہ شوق سے شوق سے
 گرجاں میں وہ شوق سے شوق سے
 جگر ، سینہ ، دل سب سے
 جو ہم مصرعہ تیرے سن روئے

۳۰۱

کہ نامت پر جا کے کچھ نشان ہیں
 ادھر دھویا گرجاں کو اور دامن
 نہ کیجیو دامن قاتل کو تو بہر
 قدم رکھنا سمجھ کر یاں ، سیاہ
 عجب اس دیدہ خون ریز کا ہے
 ادھر سے ہے یہ جیب اور ادھر سے
 وہاں سے پیش پا افتادہ یہ
 کہ اوس قاتل نے اس ابر سے میں کی
 ہمیشہ زیر پہلو ، فرش خواب اپنا
 بعد خون جگر ہر حرف کو اس نے کیا

ابھی بس نگاریں پنجہ نے یہ خط لکھا رنگیں
 یہ چشم خون نشاں سے شغل ہاتھ اپنے نگا رنگیں
 سمجھ کر تک تڑپنا اے شہید شوق پاوسی
 حنائی سودہ ساں ، غم کشمکش کی خاک ہے پر خون
 کل اوس گلگوں تباہے اشک پونچھے اپنے دامن سے
 زبیں خون دل و دود جگر نکلے ہے سینہ سے
 رے سے سرخ خون بسمل تازہ سے وہ دامن
 ابھی جوش پر آیا سے خون کن تیرہ روزوں کا
 جدھر یہ کاوش دل نیشتر زن سے ادھر خون سے
 پکتا ہے پڑا رنگ فصاحت شعر منوں سے

۳۰۲

بستر پہ سرخ کب تیر پہلو نشاں نہیں
 خون کشمکش شوق کا ہوتا رواں نہیں
 سرکٹ کے بھی گنگے سے رکا ، شب یہاں نہیں
 کب شعلہ ریز خرمن ہفت آسماں نہیں
 لبریز ناز و قنہ و شوخی کہاں نہیں
 اٹھتا ہے جو غبار سو وہ جز دغاں نہیں
 آنے بہار پر مری جاتی خزاں نہیں
 لیکن برائے خاطر شیریں گراں نہیں
 کیا کیا جگر پہ ناز و خدنگ و سناں نہیں
 قصہ دراز ، بخت زبوں ہے ، زباں نہیں
 منوں کسی غزال میں یہ شوخیاں نہیں

کس دن مری جراثیم دل خونچکاں نہیں
 خاک کوچہ سے تری دلکش کہ بعد ذبح
 تھی یہ دل میں آگ کہ جوں شمع کشتہ ، دود
 اپنا جلا نہ دانہ انگر ، وگرنہ آہ
 کیجے کہاں نگاہ ہوس اوس بدن میں اب
 سوزن جہاں سے تیرا جگر سوختہ وہاں
 پڑمردہ ایک مشت گیہا ، بریدہ ہوں
 ہر چند سنگ سینہ خسرو ہے کونین
 کشتہ ہوں رسم صیدگہ عشق کا وہاں
 کیا کیسے وہ مزاج تو نازک سے اور یاں
 برجستہ اور ہی ہے ، غزل تو نے کیا پڑھی

۱۔ شعر سے منوں

۲۔ اگلے پانچ اشعار دوسری غزل میں شامل کر دیے ہیں

جس کے سر شک کچھ تر مرگیاں ، نہاں نہیں
 کب رونے دیکھتا ، طرف آسماں نہیں
 ہل سکتے ، اس بغیر ترے ناتواں نہیں
 شاداب کر کے گی ، نسیم جناں نہیں
 کہہ سنا سے ایک بار تو اے جان ! ہاں نہیں
 ہوتے جو خشک دیدہ ، دریا نشاں نہیں
 گھنٹی مگر کبھی شبِ محنت کشاں نہیں
 کن کن خالتوں میں ترا سجت جاں نہیں
 کم سنگ سرمہ سے کوئی سنگ نشاں نہیں
 نمونہ بس معاف کہ رکنا نغاں نہیں

مگر وہ اس مریض غم کے کوئی بہریاں نہیں
 گزروں ہوں جس زمیں پہ ، کروں رنگاں کو یاد
 لاتی نسیم آہ سے ، جنبش میں گاہ گاہ
 ہوں وہ سموم دوزخ ہجراں سے نخل خشک
 شبِ وصل کی ہے عرض تمنا و شوق پر
 ہے کس محیط سے یہ سرچشمہ متصل
 ہر ایک کو بڑھاتا کے گھناتا ہے دورِ چرخ
 تو بیخِ زن سے ساعد نازک سے پر ، تری
 کس گرم رُو کے ہے ، یہ دم گرم کا اثر
 سینہ شکنجہ غم و محنت میں تنگ ہے

جس سے کہ حسرتوں کا نپکتا لہو نہیں
 تو غم سے زیر دست ، رخِ سرِ فرد نہیں
 سینہ میں خوں نہ گشتہ ، کوئی آرزو نہیں
 بوسے چراغِ کشتہ ہے ، یاں گل کی بو نہیں
 سے سیرگاہِ برق ، ہمارا نگو نہیں
 ایک ایک بات پہ واں ہے کبھو ہاں کبھو نہیں
 بالیں پہ سب ہیں جمع پر افسوس تو نہیں
 اک آہِ ناتواں سی کبھو ہے ، کبھو نہیں
 سیراب آبِ تیغ جو تفتہ نگو نہیں
 نورِ خیالِ بحیثیت فکرِ رنو نہیں
 ایسا نہیں ، اشارہ نہیں ، گفتگو نہیں
 نمونہ دیکھو کہ یہ اوس کی تو کو نہیں

دلت نظارہ یک نگہ آرزو نہیں
 بالیں پہ اس مریض کے اک چارہ جو نہیں
 جان عزیز یاس کی ہم کو قسم کہ یاں
 تھا کیا یہ باغ ، مشید غم کشاں کبھی ؟
 ہر دم سے گزر گہ آہِ شرارہ ریز
 مرتے ہیں ہم کہ وصل میں ہیں طرفہِ اخلاط
 اپنا سفر جہاں سے ہے ، کیا دوست کیا عدو
 تیرے مریض غم کی یہ حالت سے ضعف سے
 احوال جائے تیرے ہے اس نے نصیب کا
 دلا دگان چاشنی زخم تیغِ عشق
 ہم رمزداں ہیں چشمِ سخن گو کو ، کس لیے
 بے اختیار کھینچے ، ادھر ہے عنانِ شوق

پھیلتا زخمِ جگر کا کوئی انگور نہیں ہمت اے ناخنِ غم ، تجھ سے یہ کچھ دور نہیں

۱۔ لندن : گھنٹا کے بڑھاتا مگر یہ زیادہ موزوں ہے ۔ ب میں اسی طرح ہے ۔

۲۔ آخری تین اشعار دوسری غزل میں شامل کئے ہیں

۳۔ لندن ۔ ب ۔ زائد غزل

۴۔ لندن ۔ ایک بات وہاں ہے ۔ لیکن یہی موزوں ہے ، نہو کاب

بے طرح نہیں ہے ، کہہ کر اس کی اس کی
 تاب ہر چند کہ ہے کما ہے کما لکن بان
 ضعف پہ ضعف چلا آئے ہے یہ کہہ کر اک آواز
 یک شب حسن پہ اب سرکشی اتنی اسے
 دل پہ کچھ یاس چلی آنے سے اس وادی میں
 زور کاوش ہے کہ ہر اہلہ دل پر خوش
 ساعد و بازوئے قاتل پہ شہ کیسے
 کیوں نہ دل خوں ہو ، کس رنگ نہ آنکھیں ہوں سفید
 کون سا زخم تمک بند سے سینہ میں مرے
 پڑھ غزل کوئی بہ تبدیلِ توانی مسنون

۳۰۶

زخمِ دل منتظرِ مرہم
 گھرِ فقیروں کا ہے دروازہ یہ مسدود
 جو غبارِ اکھے ہے یہاں سے سو بجز درد
 در نہ یک سنگ تراشیدہ تو مسدود
 دل کچھ اس تکیہ میں گننا مرا ، مسدود
 طاقت و زور یہاں کب و کم و افزود
 دل کی باتیں ہیں سب سے سب دل خوشنود
 آخر انسان ہے ، سرکشی ہے ، موجود
 خدا کچھ نہیں ، مطلب نہیں ، مقصود

مشک و الماس و تمک بن تو یہاں سود نہیں
 رنج، غم، عیش، طرب آئے، جو آنے دل میں
 گرم زور کون سا اس دشت میں اب خاک ہوا
 نہیں معلوم کہ بت بندہ نے کیا دیکھ لیا
 دل میں آتا ہے فقیروں کے، کریں سیرِ عدم
 آپ کے ہاتھ سے فرمائیے، اے حضرتِ عشق !
 جی کو پہلائیں کہاں کر کے دو اک باتیں آج
 کب تک اے گریہ! ہر اک دم طلبِ خون جگر
 کہہ دیا ہم نے نہ دل دیجو ہم کو مسنون

۳۰۷

یہ خیال میں سے کہ چارہ کچھ پیچے تشنگی جگر کریں
 دمِ آبِ چشمہ تیغ سے لبِ زخمِ خشک کو تر کریں
 وہی اختروں کی سے یہاں جھمک وہی تیرگی شب اب تک
 تو ہی کہہ کہ تاجکے اے لک اتری جانب آج نظر کریں
 یہ کہاں نصیب کہ آنے تو یہ خیال اپنے میں ہو بہو
 ترا نقشہ تیغ کے رو بردا نگہ شکوہ درد بہر کریں

۱۔ آہ سے

۲۔ آہ آخری دو اشعار دوسری غزل میں شامل ہیں

۳۔ آہ دل

۴۔ آہ مسنون ہیکو

۵۔ لندن - خشک زخم ، غالباً پہلا کتاب

شب وصل سنبھلیے سحر کیا کہ جو صبح ہونے لگی خدا
 رہ نور روکیے بند یا دہن طہور سحر کریں
 کہیں آنا ہے جو لے، تو آنے کے قلق سے کب تک آج ہانے
 گئے صحن میں، گئے باہر گئے آستان پہ گزر کریں
 رہی چشم زبیت میں راہ پر، دم آخر آنے وہ بت مگر
 گہر مرگ قبلہ سے پھیر کر، مرے منہ کو جانب در کریں
 یہ جانے دوں ہوں کہ ہم نشیں! مرے اشک پوچھو مت، کہیں
 کہ یہ چند قطرہ آب ہیں، پہ ہمیشہ کلد شرر کریں
 چپ و راست بزم میں ہر دم جو بغیر ترے ہوں، یک نگہ
 قسم تجلی حسن ہے، نہ ادھر کریں، نہ ادھر کریں
 ہونے اہل سخن جمع یہاں کریں آؤ طبع کے امتحان
 کئی شعر قافیہ پھیر کر کہیں اور عرض ہنر کریں

۳۰۸

یہ کہے ہے ولولہ جنوں کہ گزار سوے جن کریں
 گئے قدر سرد بغل میں لیں، گئے دیدِ روئے سخن کریں
 یہ کہے ہے جزات و شوقِ دل، اسے کیجے بزم میں تک نخل
 کریں ہونٹ، ہونٹ کے متصل، دہن اور قرب دہن کریں
 سرخار، پاکے وہ آبلہ، وہ جنوں کے جوش وہ ولولے
 وہ مقامِ دشت بھلے بھلے، کہیں ہیں کہ ترکِ وطن کریں
 نہ یہ دست گلہ ہونی کبھو، کہ وہ دستِ خواہش و آرزو
 خم و پیچ، طرہء مشک ہو گنیں اور شمارِ سخن کریں
 ہمیں کیا گمان، انہیں کیا خیال ہونے بزم میں کہ ہوا ملل
 نہ لگانوں میں نسوں یہاں، نہ کرشمہ جادو و فن کریں
 نگہوں میں نہ وہ عنایتیں، نہ تو طعنہ ہیں نہ شکایتیں
 نہ اشارتیں، نہ کنایتیں، نہ حکایتیں، نہ سخن کریں
 یہ کہے دماغ کہ جا بجا پڑھے شعر، سننے کو واہ واہ
 جو سخن سے ہے یہی مدعا تو بس آؤ ترکِ سخن کریں

۳۰۹

تاچند قتل کرشمہ کا فناں ہم گلو کریں
 لبریز حد کرشمہ ہے ہر ایک عضو یار
 ہاں ضبط کر کے نالہ خونیں کبھو کریں
 کس کس پہ وصل میں نگہ آرزو کریں

اے ڈاؤنٹ وعدہ آنا ہے،
 تو شیخ و تیردیزہ لگا،
 دل ہے ہزار پارہ و ہر پارہ چاک چاک
 اتنی شبِ دصال میں کیا کیا کریں
 تب قدسوں سے دعویٰ عصمت قبول ہے
 تمہوں! مبادا آئے، کہیں ہجرِ داگہاں

۳۱۰

جو اٹھاؤں دم بدم اک جفا، سو وہ دل کہا، وہ جگر کہاں
 مجھے کب ہے طاقتِ داغِ نو، مجھے تابِ زخمِ جگر کہاں
 گئے روز وہ کہ برائے گل، لیے پھرتی مجھ کو ہوائے گل
 مگر اب کروں ہوں دعاے گل کہ وہ اپنی قوت پر کہاں
 نہیں کتنی آج کی شبِ خدا، وہیں تارے چٹکے ہیں جا بجا
 وہ نشانِ صبح ہونے ہیں کیا، گئے آج مرغِ سحر کہاں؟
 شبِ وعدہ چشم ہے راہ پر، جو ذرا بھی کھٹکے کسو کا در
 تو صداے پا تری جان کر، کہوں اب تک تھی گزر کہاں
 لگی آگ سینہ سے تا بلبہ ملے آبِ چشمِ تیغ کب
 دلِ تفتہ کیونکہ ہو براب، لب خشک کیجیے تر کہاں
 وہ شجرِ بصورتِ شیخ ہوں کہ نہ پھولتا ہوں، نہ کچھ پھلوں
 کہ بغیر شعلہ و جز شر، مجھے برگ کب ہیں، شمر کہاں
 شمشیرِ گل، نہ سمن کی بو، نہ یہ نستر کی ہیں نگہتیں
 تجھے بوساں کی قسم صبا! ہوا آج تیرا گزر کہاں؟
 ترے ساتھ گھنپتا ہے جی مرا، تری ہمہری میں ہے دل چلا
 کہ شمشیرِ خلعتِ یار ہے، یہ گلوں کی بو میں اثر کہاں
 کوئی میرے رہنے سے خوش ہو کب! یہ جہاں تک ہے تمہوں اب
 نہ سمانے بیت میں نام جب، ملے اپنے رہنے کو گھر کہاں

۳۱۱

وہ زندگانی کے مزے اے جان! حاصل ہوں کہاں
 وہ ہم کہاں، وہ تم کہاں، وہ جی کہاں، وہ دل کہاں

۱۔ آہ بہ ہی میں

۲۔ آہ داغِ نو، یہی درست ہے، لندن - طاقت نو غائبنا ہو کاتب

۳۔ آہ بہ زائد شجر

بہل کیے جاتا ہے وہ مجھ کو تڑپتا چھوڑ کے
 حسرت سے اور کہتا ہوں میں، جاتا ہے او قاتل کہاں
 قربان نازِ یار ہوں، زخمی وہ خود کر کے مجھے
 پوچھے ہے پھر اے جانِ من! تو ہو گیا گھائل کہاں
 یا پیالہ یا سبو یا خستہ میخانہ بنے
 دیکھیں کہ کرتا ہے فلک۔ صرف اپنی مشتِ رگل کہاں
 نہ تاب ہے، نہ خواب ہے، دن رات مجھ کو یا خدا
 دل کس سے اپنا لگ گیا، آنکھیں گنی ہیں، رمل کہاں
 یاں تیر ہے، تلوار ہے، لگتے ہیں جی پر متصل
 مڑگاں کدھر جنباں ہونیں، ابرو گئے وہ بل کہاں
 لایا کہاں سے کھینچ کر، آخر کو بس اپنی طرف
 گر۔ یہ ہی جذبِ قیس ہے! تو جا سکے کھل کہاں
 روح القدس تڑپے جہاں حسرت سے اک دشنام کی
 بوسہ کا یہ بے صرفہ دل، جا کر ہوا سائل کہاں
 صورت سے تو گزرے اگر، ہے روئے معنی جلوہ گر
 ہستی بن اپنی بے خبر! پردہ کوئی ہائل کہاں
 ہو دردِ بھراں کا برا بس جی سے میں تنگ آگیا
 سے خنجرِ براں کدھر؟ یا زہر ہے قاتل کہاں
 غلطاں لبو میں دیکھ کے، کہنے لگا مجھکو کہ یہ
 عاشق کسی کا ہو، تو ہو، تڑپے ہے یوں بہل کہاں
 سن دوسری مجھ سے غزل، شوخی سے یوں کہنے لگا
 مسنون کوئی آپ سا، سچ سچ ہے اب قابل کہاں

۳۱۲

سر سبز، تنم دوستی ہووے بغیر دل کہاں
 بارے بزیر آسمان ایسی زمیں قابل کہاں
 مدت سے ہم چل بھی بے پر بزمِ خالی دیکھ کے
 اوس نے نہ پوچھا ایک دن، ہے آج وہ بیدل کہاں
 ہمیں سا ہوں خود بخود کچھ اور تو واقف نہیں
 مفتون، جی کس پر ہوا؟ دل ہو گیا مائل کہاں
 بحرِ حوادث کا یہ شور! بادِ مخالف کا وہ زور
 کشتی بھی دی موجوں نے توڑ، ہاتھ آنے اب ساحل کہاں

۱۔ لندن و بے تڑپے

۲۔ بے تڑپے

۳۔ آدھو

۴۔ لندن۔ یہ ہے، اب وہ

جنت سے قضا نے دامن لے لیا اور
 مدت سے ہم ہیں اور نفس، اے ہم سفر کیا ہے
 غنچہ کدھر کو ہیں اگلے، گل رہ گئے ہیں کھل کہاں
 سو بار ہوں میں کجا، خوابوں سے امتیاز کون ہے
 لیکن سمجھتا ہے، اپنا کون سا کہاں
 شیشہ بھی ہے، ساقی بھی ہے، شمع اور گل بھی رہیں ترے
 وہ خوبی مجلس کجا! وہ رونق محفل کہاں
 کچھ عقده مشکل کا تو سونامی ہے
 مشکل کشا جب سر پہ ہو رہتی ہے پھر مشکل کہاں

۳۱۳

مرغ پامال ہے یہ، اس سے اڑا جانے کہاں
 چھوڑ کر تیرے قدم، رنگر حنا جانے کہاں
 نہ کسی چشم کا سرمہ ہوں، نہ دامن کا غبار
 خاک اپنی کو، ترے در کے سوا، جانے کہاں
 ہم سب رگوں کو لے دوش پہ جوں، نگہت گل
 دیکھیں اس باغ سے اب باد صبا جانے کہاں
 دل ہے حد لغت، ہر اک لغت پہ ہیں سو سو دھم
 تس پہ ہر دم، ستم تازہ سہا جانے کہاں
 بوتری زلف کی لائی ہے نسیم سحری
 بند زنجیر میں، اب ہم سے رہا جانے کہاں
 ظلمت شب سے نہ نور مہ تابان کم
 خط سے آئینہ عارض کی صفا جانے کہاں
 آبلے پاؤں میں اور راہ میں یک دست ہیں خار
 بے کسی رہ کہ بس! اب ہم سے چلا جانے کہاں
 درد دل تجھ سے سنا جانے و لیکن ظالم
 ہم سے یہ قصہ جاں سوز کہا جانے کہاں
 اس زمیں (میں؟) غزل اک اور بھی کہیے مومنوں
 بحر، جب فکر کا املے تو تھما جانے کہاں

۱۔ لندن وہب= زائد شعر و مقطع بھی زائد ہے۔
 ۲۔ آتو
 ۳۔ بدیہ مقطع دوسری غزل کا ہے
 ۴۔ لندن= اس زمیں غزل، اب، میں، سو کاتب

صورتِ نقشِ قدم مجھ سے اٹھا جانے کہاں
 اس سرِ راہ پہ بندہ کیسے تو رہا، جانے کہاں؟
 استخوان، ضعف سے اپنی مرہا عنقا ہے
 میرے مشہد پہ ہما بھول کے آجانے کہاں؟
 مجھ کو ہر بار نہ کہہ، مجا، مرے در سے پیارے
 تو ہی کہہ، دل جو کسی کا ہو لگا، جانے کہاں؟
 ہے جو احوال ستم دیدہ، ہجراں کا ترے
 وہ کیا جانے ہے کس سے، وہ سنا جانے کہاں؟
 یہ گرفتارِ نفسِ زاد، نہ کھجے پرواز
 بندرِ صیاد سے دل ہو کے رہا، جانے کہاں؟
 خاک ہم در پہ ہونے تیرے پہ ڈر ہے اب تک
 کہ غبار اپنے کو لے کر، یہ ہوا جانے کہاں؟
 اب نہ کروٹ ہے، نہ جنبش ہے، تہینا، سو گیا
 ناتوانوں سے ترے، ہانے ہلا جانے کہاں؟
 شاہِ مرداں! نہ کر اب غیر کا تمنوں مجھ کو
 چھوڑ کر اس درِ دولت کو گدا، جانے کہاں؟
 نہ گرفتارِ نفس ہے کہ اڑے چھوٹ کے دل
 تو ہی فرما کہ یہ پابندِ وفا جانے کہاں؟

ہر حرفِ آرزو پر، جب سو لڑائیاں ہوں
 نظروں کو پا کے خواہاں، آنکھیں جھکائیاں ہوں
 سر تا قدم پھریں جب، سو دل ربائیاں ہوں
 کافر ہوں گر نگاہیں، شرکاں تک آئیاں ہوں
 آنکھوں میں کچھ ستم ہو، کچھ بے حیائیاں ہوں
 کیا اس سے وصل کی شبِ مطلب برائیاں ہوں
 اس شرمگین سے ہوسہ کیا مانگیے کہ جس نے
 شب، وصل کی کدھر ہم دستِ ہوس بڑھادیں
 تھا شوق کد فرما، محفل میں پر ادب سے
 اتنی بھی شرم تو بہ! انداز یہ ستم ہے

۱۔ لندن۔ زادِ غزل، ب۔ ۳۔ میں بھی

۲۔ آ۔ ۲

۳۔ ب۔ کیا۔

۴۔ ب۔ آ۔

۵۔ بیدہ، مقطع پہلے والی غزل میں ہے۔

۶۔ ب۔ ۶۔ زادِ شعر

۷۔ آ۔ پھرے

۸۔ ب۔ ۸۔ جیا

سو ہند آئے سے بزمِ فراموشی کی
 دیکھیں بجلا ادھر کتبِ اراون کی
 ضبطِ فغاں کی جھیں، دل میں بزمِ فراموشی
 دل کیوں نہ تنگ ہوئے، جب ہر طرف سے آئے
 کہتے ہیں اس گلی سے آئے ہوا سارا
 سینہ میں بحرِ املے، لیکن مڑنا نہ چھلے
 آ! امتحاں ہوں باہم، اب ظلم و حوصلہ کے
 بادِ سحر سے زگس بھڑکا رہی ہے آنکھیں
 گر، دستگاہِ طالع اتنے ہوں ایک دن یاں
 اور اس طرف سے گامے ہو مجز۔ گلہ ہو گلی
 گہ ہو بہانہ سازی، گہ جیلہ آفرینی
 لگا، لوں نہ قول اس سے آنے کا اور نشانی
 دل کی گرہ کھلے کیا! تمہوں بعد سماجت

۳۱۶

گریرہ خون سے لبریز گلو کرتا ہوں
 کہ میں تک، چاکر جگر آج دفو کرتا ہوں
 در پہ بیٹھا میں نظر، تا سہرہ کرتا ہوں
 بند منہ کرتے ہیں، گر خندہ کبھو کرتا ہوں
 جس طرف سایہ کی مانند، میں رو کرتا ہوں
 ہے کہاں دھندہ کہ میں چاک گلو کرتا ہوں
 اس میں پھر نشتر پڑ زہر فرو کرتا ہوں
 رہا تری خاک کو میں صرف سو کرتا ہوں
 ہونے خون آنے ہے، یہ شک ہو کرتا ہوں

قبیہ شیشہ صفت جب میں کبھو کرتا ہوں
 رحم اے جیشِ افغان! کرم اے آتش آہ
 ہانے کس وعدہ فراموش سے وعدہ ہے، کہ آج
 بزمِ عشرت میں ہنسون کیا کہ برنگِ مینا
 واپسی دیکھ! کہ چھوڑنے ہے وہ دنبال مجھے
 کدر! نالہ سے تا چند زبے نشتر زار
 مدتوں سے دل زخمی کو نہیں چارہ درد
 خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا پہر
 دلِ خون گشتہ ہے اس زلف میں کس کا تمہوں!

۳۱۷

گھر میں آج اس کے ہیں، سب فوج کناں کہتے ہیں
 ہو گیا آخر اوسے اب خفقاں کہتے ہیں
 کون آ کے مرا قصہ یہاں کہتے ہیں

ترے بیمار نے کی رخصت جاں کہتے ہیں
 گریہ سا گریہ کیا ضبط ترے گھگھس نے
 اثر گریہ پوشیدہ تری چشم میں ہے

- ۲۔ آ۔ ب۔ کاوش
- ۳۔ آ۔ دنبال وہ چھوڑے
- ۴۔ آ۔ ب۔ لات درد
- ۵۔ آ۔
- ۶۔ ب۔ تمہوں کس کا

ترے بیمار کے چشمِ نگران کہتے ہیں
 پیرہن ان کے سے، نکلے ہے نفاں کہتے ہیں
 جو دبی آگ تھی، ہزنی وہ یہاں کہتے ہیں
 ایک دن حشر کا اندوہ کشاں کہتے ہیں
 تن پہ ہر ہال کو اک نوکِ سناں کہتے ہیں
 کیا ہمیں حسن میں! صاحبِ نظراں کہتے ہیں
 یہ جنازہ تو اسی کا ہے رواں کہتے ہیں
 آج کانٹوں پہ ہیں لو ہو کے نشاں کہتے ہیں
 ہم بھی اے دشتِ نوردان جہاں کہتے ہیں
 تم کو وہ قبلہ دشتِ زدگان کہتے ہیں
 ہے الگ سب سے تری طرزِ بیاں کہتے ہیں

تو نہ آیا، پہ رہے تادمِ آخر در پر
 جاں گزاروں کا ترے جسمِ نپایا لیکن
 پہنچ اے اشک کہ دل سوزِ بہت سے پھینکا
 بلے طولِ شبِ غم! نیمِ نفس کو اسکے
 ہجر میں تیری یہ کادش ہے کہ محنتِ زدگان
 دیکھ آئندہ وہ بولا کئی ہم عمروں سے
 جو تری چشم کا بیمار تھا مدت سے، دیکھ
 آبلہ پا ترے، اس دشت سے گزے شاید
 وادیِ قیس میں گزرو تو یہ تم سے پیغام
 لے کے مجنوں سے مرا نام یہ کہنا کہ دعا
 ہم ہیں مشاقِ غزل اور بھی پڑھ لے مسنوں

دیکھ غیرت کہ وہ دل سے بھی نہاں کہتے ہیں
 حرف کچھ یاس کے سے چارہ گراں کہتے ہیں
 مثلِ فانوس سے لبریزِ دغاں کہتے ہیں
 سخت جانی کو مری سنگِ نشاں کہتے ہیں
 دشنہ کو آپ کے، خونیں جگراں کہتے ہیں
 جا نہ رکھتے ہیں وہ تنگیِ دہاں کہتے ہیں
 سو ہونے اب وہ پرستارِ بتاں کہتے ہیں
 کچھ پشیمان سا تھا ایک جوان کہتے ہیں

کچھ تصور سے ترے، رات جو یہاں کہتے ہیں
 دیکھ بیمار کا کیا حال ہے تیرے، باہم
 شمع ساں جل بھی بجھے، پر کفنِ سوختگان
 یہاں ہوتی تیز، تری تیغِ نگاہِ خونخوار
 عرضِ شوق، اس مشرہ سے ہم کو سدا ہے کہ سلام
 حسرت اے آرزو سے ہوس کہ لبِ رکھنے کی
 حضرتِ دل، کہ خود اک عمر سے تھے کعبہ نشین
 ہو نہ مسنوں کا قاتل ہی کہ تابوت کے ساتھ

دورِ دل، زخمِ جگر، کا ہشِ جاں رکھتے ہیں
 ہم سدا خون کے، دوچارِ نشاں رکھتے ہیں
 برقِ ریزِ آہ و دمِ شعلہِ نشاں رکھتے ہیں
 کس قدر! دل ترے ہاتھوں سے تپاں رکھتے ہیں
 ہم، لگی در سے یہ چشمِ نگران رکھتے ہیں
 یوں لگے کہنے کہ کیا آپ کو باہاں رکھتے ہیں
 ہاتھ میں جنشِ تحمل کی عنتاں رکھتے ہیں

اک ترے عشق سے کیا کیا نہ یہاں رکھتے ہیں
 ہے دل ریشِ جدھر جامہ و پہلو پہ "دھر
 آشیاں ہو بھی جو گلشن میں تو کیا فائدہ، گر
 ہاتھ تو سینہ پہ رکھ، دیکھ ہماری ناکِ جاں
 انتظاروں کی زبیں خو تھی، شبِ وصل میں بھی
 میں نے کل ان سے کہا، غیر سے رکھتے ہو ربط
 کب پسِ ناقد سر ہرزہ دری تھا! پر ہم

۱۔ سید زائد شکر

۲۔ کیا ہیں ہم حسن میں

۳۔ لندن کے، مگر، کا، دوست ہے، غالباً، کاتب

۴۔ آنگا

گاہ بالمش پہ نکلنے کے لئے
خون ہوا جانے سے دل لڑنے کے لئے
کس فصاحت سے پڑی اور غزل لکھنے کے لئے

۳۲۰

دل ہے پریش دل لب خندہ زناں رکھتے ہیں
تیرے بیمار کا کیا حال ہے اس کے سر پر
ہر طیش دل کی صدا عرض تمنا کی ہے
نہ تھے دل میں جو یہ ہے غلش، دشمنہ رشک
منکر ذبح نہ ہو تو، کہ ترے خنجر دست
بلے ہمت کہ موئے فرط عطش سے، پر دھیان
ہم نہ کہتے تھے کہ تمہیں نکرہ ضبط نفاں

لذت اور کز غمزدان کے یہاں
کچھ شکر شکرہ ساز چاہا گلان
لے زبان تیرے لب لعل زبان
گزدش رنگ سے ہم مہر کے حیاں
اب تلک بھی سرے لڑا کے لہان رکھے
آب حیاں کا نہ ہم تشریح دیاں
کہیے اب آپ کہ ہم، خفتان رکھے

۳۲۱

پاس بنھے ہیں، پہ کب آنکھ ملا سکتے ہیں
دل سے طوفان سرشک امانے سے ہر حرف کے ساتھ
ترے مجروح بھی کیا کشتہ آسائش ہیں
ہول یہ اٹھے ہے دل میں کہ اڑا جانے سے رنگ
داں چنا میں ہیں قدم، یاں ہیں قدم میں سو خار
آہ کو حکم نہ دیں، لے ادبی کا تو نہ دیں
کر کے یک وعدہ جاں بخش مرے سینہ میں
ہائے حسرت کہ وہ بالیں پہ کب آکے بٹھا
میر تمہوں غزل یک اور بھی پڑھ لیجئے کہ آپ

نگہ شوق کہاں نامرہ لاکتے ہیں
ہم کوئی حسرت دل اپنی سنا سکتے ہیں
کہ نہیں بکھیہ، بجز تیغ کا لاکتے ہیں
گو، پکا ضبط پہ کب حال چھپا لاکتے ہیں
نہ تو جا سکتے ہیں ہم ہی، نہ وہ لاکتے ہیں
ورنہ ہم حد اثر خفتہ بگا لاکتے ہیں
آپ حد آرزو سے مردہ رجلا لاکتے ہیں
جب کہ بالمش سے نہ ہم، سر کو ہٹا لاکتے ہیں
خوب تر اس سے بھی، اشعار سنا لاکتے ہیں

۳۲۲

پاؤں کب اس دور دلکش سے اٹھا سکتے ہیں
دھل کی رات تو ہر دم میں گھٹنے سے، پہ ادر
جس جگہ تو ہے، وہاں جلتے ہیں جبریل کے پر
ہرزہ گردوں کو کہاں حوصلہ مستوری

گو کہ جاتے ہیں، پہ یہاں سے کوئی جا سکتے ہیں
ہم نہیں دست تمنا کو بڑھا سکتے ہیں
خط ادر لے کے کہوتر، کوئی جا سکتے ہیں
بوسے گل کو کوئی، پردے میں چھپا سکتے ہیں

- ۱۔ بہنے
- ۲۔ بہ ہم یہ خفتان
- ۳۔ آصفیہ بہ بٹھا سکتے ہیں

وہ بڑے مرد ہیں جو آنکھ لڑا سکتے ہیں
جب بعد زور نہیں، ہونٹ ہلا سکتے ہیں
نہ زباں سے، نہ اشاروں سے بتا سکتے ہیں

دل دیا ہم نے تو پہلی ہی نظر میں، اس سے
کب اہمناے دل اپنی وہ لگا، پوچھنے آئے
ہم چلے یاں سے، ولے آرزوے دل مومنوں

۳۲۳

یہ دن اگر ہیں سیدھے، تقدیر کھینچتے ہیں
ہم تار کچھ نہ کچھ کر، تدبیر کھینچتے ہیں
پہلو سے آ، وہ اپنا اب تیر کھینچتے ہیں
تالو سے یاں زباں، تقریر کھینچتے ہیں
جوں صبح سانس ٹھنڈی، ہم چہرہ کھینچتے ہیں
کرنے کو ذبح اپنی، شمشیر کھینچتے ہیں
نادک کے ناز کیا کیا، تخییر کھینچتے ہیں
دو شخص کی جو اک جا، تصویر کھینچتے ہیں
شرمندگی، اثر اور تاثیر کھینچتے ہیں

الے دم آج، ترے دلگیر کھینچتے ہیں
اے چاکر سینہ رہ جا! بہر رنو، جگر سے
کیا لکڑ زخم پیکان، اس سوچ میں ہے دل خوں
اے شوقِ عرض جل جا، ہلتی ہے جیب جوں شمع
شب ہائے نوجوانی کیا تھیں کہ یاد کر کے
تو آنے بعد مردن گر نقش پر، ابھی ہم
ہے صید گم تمہارا طرہ مکاں! کہ اس جا
کر باد، پاس اپنے تم کو، ہوں خوب رونا
سوز و گداز مومنوں، دیکھ اس غزل میں تیری

۳۲۴

آپ، اپنے قتل کو وہ شمشیر کھینچتے ہیں
ایسے ہی، ناتواں کی زنجیر کھینچتے ہیں
یک دم جو یہ قلق دے، تاثیر کھینچتے ہیں
سو بار خط، بوقتِ تحریر کھینچتے ہیں
بہم ہاتھ، کیسیا اور اکسیر کھینچتے ہیں
ہم اب بغل میں حکمو، تادیر کھینچتے ہیں
دور آپ کو یہ نلے، شگبیر کھینچتے ہیں

اس بھوں کی جو مصور، تصویر کھینچتے ہیں
کھینچتے ہی زلف اس کی، اے شانہ ہو چکا دل
چیرا سے آج پہلو کاٹنا سا دل بغل میں
بلے بجوم مضمون! مکتوبِ شوق پر ہم
دل ہیں گداز کئے، ہوتے ہیں خاک تم سے
جتنا کھینچ غم میں کھینچتا ہے تم نے، اتنا
کچھ عرش پر ہے، انکا دماغ مومنوں

۳۲۵

کہ یہ خود برجِ خاکی سے رواں کر برجِ آبی میں
نئے بوسوں کے مضمون اس بیاضِ انتخابی میں
لگا کر عطر وہ بٹھا ہے شاید، ماہتابی میں

مے روشن کو لا پیر مغاں! غم سے گللابی میں
کسی کی گردنِ سیمیں جو دیکھی تو نظر آئے
مجھے بہتاب میں سے آج کچھ خوشبو سی آتی ہے

۱۔ دہلی: زائد شعر

۲۔ آنکھ سے، یہ بغل سے

۳۔ آہ اب ہم

۴۔ آہ رواں کر برجِ خاکی سے یہ بہتاب برجِ آبی میں

مجھے دھمام دینے دینے اور
 اپنی سے نور کی اس یاد یاد میں
 بڑھایا شوق نے ہر دم کی حاجت سے
 کرے دنبالہ رو خونیں دلوں کی سو بلا رکھے
 غزل پڑھ عاشقانہ اب بدل کر تاقید مسموں

۳۲۶

مرض آئے دلے اور ہی لگ گیا
 ادا کرتی تھی وہ جتوں اشارات سبھی
 کہ خو تھی، کاو کاو دل سے، کچھ کو زہر کافی
 نہوا کام اب تمام اپنا، کسو کی ہیرانی
 عجب ہی زہر کچھ رکھتے ہیں یہ شیریں زبانی
 کہ کیا افسوں پھونکا، حیلہ افسانہ خزانہ
 کہ یاں بھی مشق ہے ایسا شناسی، رمزدانی
 نہیں کچھ موجدہ آبِ رواں سے کم، روانی میں

سب جو مرگہ مجنوں کا کبھی سنتے ہے کہانی میں
 تصدق ہیرانی کے، کہ کل عذیر ستم، ہر دم
 مرے پہلو میں زیر خاک تک خنجر کو رکھ دینا
 غضب خوباں کا عاشق کو کرے سے نیم کش لیکن
 کیا قتل ان فریبندوں نے مینھی مینھی باتوں سے
 غضب یہ ہے سخن اس سے ہے مشکل، ورنہ پھر سنتے
 نہیں کیوں گفتگو مجھ سے زبانِ غمزہ کو یارب!
 عجب مسموں کے کہنے میں صفا ہے، اوس کا ہر مصرع

۳۲۷

خبار اپنا تو آخر ہو چکا، اس ترک بازی میں
 نہ پر خون، دامنِ قاتل ہو، اس بے امتیازی میں
 رہا کیا نالہ دلوز! مشق نیزہ بازی میں
 کہ رنگ پر سس پنہاں ہو، کچھ تو بے نیازی میں
 نہ یہ افسوں گری میں کم، نہ وہ معجز طرازی میں
 دل بیتاب رکھا بوتہ، طاقت گدازی میں
 نہیں اوس چشم کو کچھ دخل، دل کی بخیہ سازی میں
 یہاں دامان روزِ حشر، ہر دم کی درازی میں
 کہ مشائی، تری مشہور ہے نکتہ طرازی میں

سمنہ ناز تک رو کو، کہ حاصل لندہ سازی میں
 شہید شوق پا بوسی، تڑپ گستاخ مت اتنا
 نفس سینہ سے شب تا عرصہ لبِ خونیں میں لوسنے تھا
 نگاہ، یار بے پردائیاں اتنی بھی مہنگی ہیں
 گئے جیتا ہوں، کہ مرنا ہوں، پیش چشمِ لب اس کے
 تب غم پھونک تک آتش کہ جون سیما، اب ہم نے
 ہونیں مڑگاں اگر سوزن، نکالیں تار، کیا حاصل
 اپنی کیا بلا طول شبِ غم سے کہ ناکا ہے
 غزل اک اور لکھ مسموں انکات تازہ ہوں جس میں

۳۲۸

کہ شاید کام آوے خامہ، صورت طرازی میں
 نہ سمجھا تھا کہ جی لے جانے گی بازی ہی بازی میں

کیا جوں مو، یہاں تن اس کی فکر نقشہ سازی میں
 شمار عشق میں بازی نگانا، کھیل جانا تھا

۱۔ آکر کے ہے اس
 ۲۔ بے چمک
 ۳۔ آکر

بتوں کا ہی جھمکڑا بس ہے، اس دیر مجازی میں
غضب صرف ہے ان آنکھوں کو، اپنی دلنوازی میں
جبیں رکھی ہے برسوں، اس ہوانے دل نوازی میں
طیش دل کی مزا دیتی ہے، کیا پاک مازی میں
کہ یہ کافر ہیں در پردہ میں تندر مازی میں
کہ رتبہ اور ہی تلوار کا ہے دستر غازی میں
بھلا، رہنا ہو کیونکر ! وہ نوردان مجازی میں

وہ ! اے حسنِ حقیقی کعبہ، معنی میں تو، روشن
نوازش کی نہ یک تیر نگہ سے، دل بہت تڑپا
نہ چھیزا تک سرپا سے کبھی گامے، تم نے اس در پر
ہو سنا کوں کی سو سو، حسرتیں ہر چند نکلے ہیں
ہنوز اس چشم سے برقع نہ سرکا تھا کہ کبھیوں تھا
اگر دل آہ کھینچے، چرخ کل پھر خوف ہے لازم
محبت دیر کی، ہر گام پر کھینچے ہے دل، نمونوں

الہی دل یہ ہے پہلو میں، یا سیلاب پہلو میں
کہ دل تو ٹکڑے ٹکڑے ہے، جگر ہے آب پہلو میں
چمکتے داغ ہیں، جوں مہرِ عالمتاب پہلو میں
جو روز و شب رے ہے، صرف بیچ و تاب پہلو میں
کہ سو آتش کدہ رکھے ہیں ہم نے داب پہلو میں
لہو اک بوند بھی ڈھونڈیں تو ہے نایاب پہلو میں
کہ یاد آتا ہے وہ نمونوں بوقتِ خواب پہلو میں

طیاب کب تک رے گا، یہ دل بیتاب پہلو میں
حریفِ دردِ الفت کون سی طاقت پہ ہوں، ہر دم
نضانے دل میں یارب حسن کس کا جلوہ فرما ہے
دل اپنا کس کا، فکرِ سنبل پر تاب رکھتا ہے
ذرا آہستہ آہستہ ہی چل، اے صرصرِ افغان
وہ پیکاں آنے سے لب تشہ، خون آہ اے نخلت!
چلا آتا ہے رونا، دیکھ آغوشِ تہی اپنی

اپنی شب سید نہیں ہوتی سحر کہیں
کہہ دی کسی نے مرگ کی میری خبر کہیں
چلتا رہوں ہوں، پر نہیں گھنٹا سفر کہیں
سوزن کہیں ہے، خار کہیں، نیشتر کہیں
جھرنے لگے نہ ہر سر مو سے، شر کہیں
اس تیر کے ہے، سامنے نھیرے سہر کہیں
سب ڈھونڈتے ہیں پر نہیں ملتا اثر کہیں
پہنچے ذرا نہ جنش بادِ سحر کہیں
کیا زہرِ غم کا، تن میں ہوا کارگر کہیں
جب ہے وہ بولتا، تو یہ کہتا ہوں مر کہیں
قسمت سے ایک شہ ہے، کہیں سم، شکر کہیں
لیتے تو دل ہو لیک، نجانا مگر کہیں
نمونوں بغل میں سنگ کہیں ہے، گہر کہیں

بھولا پہر طرزِ روش کی، مگر کہیں
کچھ اشک اس کے ہر بنِ مشرگاں میں ہیں بھرے
مانندِ ریگِ شیشہ، ساعت، شبانہ روز
کیا کیا تھیں کاوشیں، شبِ بجاں کہ تن پہ بال
سوزِ دروں نہ یوں، رگ دے میں تو راہ کر
اے چرخ آہ نہ نالہ، دل دوز کے حضور
دم بھی، فغاں بھی، آہ بھی، نالہ بھی، گریہ بھی
لرزاں بخود ہوں مثلِ چراغِ اخیرِ شب
منہ اپنی استخوان پہ، سگد در نہ اس کا لانے
مرغِ سحر سے لاگ، شبِ وصل ہے مجھے
لیں، غیر ان لبوں سے مزا، تلخ نیم سنیں
دزدیدہ اے نگاہِ بجاں، اپنے ہاتھ سے
نیرنگِ صنع دیکھ کہ دل، نامِ قطرہ خون

بہت عشق نے بھول گیا
 بھلا لائے آسوی گئی
 بھل بستر گل پہ کی کس کے
 جو آئندہ دیکھا تو بولا وہ
 شب وصل افسانہ کچھ ہو گئی
 کیا دل کا سودا ہے ملتے ہیں ہاتھ
 ترے غم نے یاں تک کیا بے مزہ
 باطل جہاں پر کسی کو قرار
 ہے مہرہ بازی قرار چرخ
 نہ خورشیدِ محشر کا نمونہ ہے - ذر

۳۳۲

تپ بھر یار سے، آگ سی جو بھڑکتی ہے دلِ دار میں
 نہ یہ برق میں، نہ یہ شعلہ میں، نہ بھبھو کے میں، نہ شرار میں
 یہ صفا، یہ رنگ، یہ خوبیاں جو بھری ہیں عارضِ ناز میں
 نہ سن میں یہ، نہ چمن میں یہ، نہ گلوں میں یہ، نہ بہار میں
 لیے دل میں حسرتِ یک نظر، ہوا کشتہ ترا ہوں لقمہ گر
 اگر آنے تو مری خاک پر، مِشرہ کھول دوں میں مزار میں
 ترا شوقِ ہنچہ پڑ جائے مرے دل کو جسے سملا گیا
 سب اگرچہ خوں ہو نپک گیا، پہ جب نرا تھا نشاں میں
 نہ پہنچ سکوں ہوں وہاں تک نہ تو آسکے ہے یہاں تک
 مرے پاؤں میں سرِ خار ہیں، ترے پاؤں بستہ نگار میں
 نہ بلند کیجیو سارباں، کہیں تو نواسے حدی، یہاں
 کہ بھٹکتی روح کسی کی ہے، پس نالہ کپ سے غبار میں
 جو ذرا مِشرہ تری ہل گئی، جو نگہ نگاہ سے مل گئی
 گئے ٹوٹ خنجر و نیشتر، دل ریش و جان نگار میں
 مرے دل کو، کون سے لے گیا جو ادھر ادھر ہوں میں ڈھونڈتا
 نہ تو بر، نہ پہلو و سینہ میں، نہ بھل میں ہے، نہ کنار میں
 ترے وعدے دیکھ لیے سدا، مرے دل کو آنے یقین کیا
 نہ قسم، نہ عہد میں ہے وفا، نہ نیاہ قول و قرار میں

۱۔ لندن - وہ بولا، لیکن آتب، ولاتن مرغ ہے

۲۔ آصفیہ نور

۳۔ لندن - مزار، لیکن غبار زیادہ مناسب ہے، غالب کا

۴۔ آونہ تو یہ ہے پہلو و سینہ

رہی تجھ کو اپنے بناؤ کی، مری جاں پہ تھی شب، آہی
 مری شکلِ سحر بگڑ گئی، کئی تجھ کو اپنے سنگھار میں
 ہونے اشک و نعتِ جگر رواں، جو نظر میں پھر گئیں سب یہاں
 گھٹی لعلِ ناب کی بیزیاں ترے موتیوں کے وہ ہار میں
 تری زلفِ مشک نشان کی جو خم و پیچ چہن میں ہے طرفِ بو
 نہ خطا میں یہ، نہ خن میں یہ، نہ تو چہن میں، نہ تار میں
 نظر آئی چشم جھکی جھکی، مشرہ کچھ تو بند ہے، کچھ کھلی
 نہ نشہ میں شب جو کہیں رہے تو کہاں سے آئے غمار میں
 نہ کسی کے ساتھ تھی سرخوشی، رہی غیر سے نہ قدح کشی
 نہ بھری ہیں رات کی مستیاں تری چشمِ بادہ گسار میں
 ترے تمنوں جو ہیں سو ہیں عمل، نہ غریبی آنے گی کام کل
 کہ ہجومِ روزِ شمار کو، تجھے کون لانے شمار میں

۳۳۳

کے سے دل، شگافِ سینہ جب پیوند ہوتے ہیں
 کبھی تھے، جھانک لیتے سو یہ روزن بند ہوتے ہیں
 وداعانہ ذرا چھاتی سے لگ، تا خوب سا روزوں
 کہ رخصت آج تجھ سے تیرے حسرت مند ہوتے ہیں
 تصور سے ترے، کیا جلیے، رہتی ہیں کیا باتیں
 گے ہم منہ بناتے ہیں، گے خورسند ہوتے ہیں
 صدائے سروش رنگ و نوا، بیتابی دل کی
 کے سے جب کہ حالت، وا، نہ لب ہرچند ہوتے ہیں
 بغل میں کیا اے کھینچوں کہ اس اندامِ گل گوں پر
 نشان انگن رگِ گل سے، قبا کے بند ہوتے ہیں
 گے غنچہ کو، گے گل کو، برابر لاکے کہتا ہے
 لب و رخسار سے میرے، یہی مانند ہوتے ہیں
 کہیں دل چاکِ سینہ سے ذرا جھلکا، کہ تیر آیا
 خذنگ انگن نگہ سے بند، تیرے رند ہوتے ہیں
 رخِ گرمِ آتش افشاں، چشمِ بد دور، آج کس کا ہے
 سویدائے دلِ بے طاقتاں اسپند ہوتے ہیں
 بلا راہِ محبت ہے، جدا گامِ نخستیں پر
 رفیق و اقربا و یار خویشاوند ہوتے ہیں

۱۔ سب - سب

۲۔ آہ دو تار

۳۔ بید یہ غزل نہیں ہے

دستِ سب میں، دستِ ارادت ہوں دے چکا
 تنہائی میں یہ شغل ہے اپنا کہ رات دن
 دل سے جو گفتگو ہے بہم نامہ بر ترے
 لیکن یہ کہو اس سے زبانی کہ کیا لکھوں!
 لفظوں سے لفظ کثرتِ مخموم، مجوم شوق
 تمنوں ہمیشہ تندر گروں سے لڑائی آنکھ
 بیعت کو ہاتھ لے، نہ کوئی پیر ہاتھ میں
 کچھ کچھ کہوں ہوں لے، تری تصویر ہاتھ میں
 دیتا تمام لکھ کے، وہ تقریر ہاتھ میں
 تے یہ خیال و خامہ ہے، تادیر ہاتھ میں
 تس پر نہیں ہے طاقتِ تحریر ہاتھ میں
 پھرتا ہے سر پلے، یہ جواں میر ہاتھ میں

رویف "و"

۳۳۶

گرتے دل کے اپنے عقدہ پاسے آرزو کھولو
 کبھی بند گریباں، بند برقع کے کبھو کھولو
 کبھو تو دستِ بہت، ساتیاں حیلہ جو کھولو
 در دیر و دبانِ شیشہ و بہرِ سب کھولو
 اگر نسرں کا زیور، اس شب بہتاب میں پہنا
 کلی کا عطرداں، پھولوں میں بھر دینے کو، کھولو
 دمیدہ زیرِ سنبل، باغ میں گل ہیں، تماشا ہو
 جو تم بھی عارضِ رنگیں پہ عنبر، زیرِ مو کھولو
 شب اس کے منہ سے سرکائیں جو زلفیں، وہ لگا کئے
 ذرا تو شرم کا پردہ رکھو، میرا نہ رو کھولو
 شب اپنے طالعِ خوابیدہ جاگے، وہ جو یوں بولا
 کہ نیند آتی ہے، میرے زیور دست و گلو کھولو
 جو اب شکوہ کیا ہے، سرنگوں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں
 زبانِ گفتگو، آنکھیں ملا کر دو بد کھولو
 کہا میں نے تیری قبا کھولوں، لگا کئے
 تم اپنے سینہ، صد چاک کے تارِ رنو کھولو
 صدائے گل سے گل چونکے تھے، یہ نازک دماغی تھی
 نہ پُر خواب آج آنکھیں، سن کے میری باڈ ہو کھولو
 کیے کیا سلسلہ اہل جنوں کے در بہم و بہم
 کہوں تمہا میں نہ کھولو، یوں نہ بیچ و تابِ مو کھولو
 مرے ہر کہنے زخمِ دل میں، خون تازہ بھر آیا
 کہا تھا یہ تمہیں کس نے کہ زلفِ مشک ہو، کھولو
 نہیں شب تم کہیں جاگے، نہیں مخمور آتے ہو
 ذرا میری طرف دیکھو، وہ چشمِ حیلہ جو کھولو

۱۔ بہت غزل نہیں ہے

خدا تک پہنچنے کے لیے
جو آئے ہیں ذرا اختیار

کہیں منتا سے منوں
عبث شکووں کے دفتر مت کسی کے

لکھو گر، حضرت دلِ باغ کبھو یارانِ صحرا کو
دیا ہے زور ہی جذبِ رسا، شوقِ زلفا کو
بیاں کیا کھینچے طولِ شبِ ہجران کہ باندھا ہے
ترے پیار کی بالیں پہ سو حسرت سے کل دیکھا
لسانِ ہیر، سوزِ سینہ یاں جب سے روشن ہے
عرق اس رخ پہ یوں ہوتا ہے کم، آہستہ آہستہ
عجب ہی حسن سے، یک جلوہ سے مانند آئینہ
کہاں اذنِ نظر دیجئے، کہاں دیں حکمِ دلِ بندی
قیامت لانے آخر، حضرت دل تم کو کہتے تھے
کہا گردوں نے عالم کو، بہت لگنے مبارک ہوں
کہیں ہیں لوگ اس کی چشم ہے پر خون اور نمیں نے
نہیں معلوم اس نے کیا کیا وعدہ کہ سینے میں
کیا بے پردہ و رسواے عالم، عشق نے ہم کو
عنانِ اختیار اب دل سے دیوانے کو دی اس نے

پاشمالِ اشک کر، غوغاے رستا خیز کو
دل سے دے پیغامِ شوق، اس غمزدخوں ریز کو
لو، مبارک ہو یہ مجلسِ آپ کو یا غیر کو
کنکن، پتھر جو تھا چھاتی کا سو بھی اٹھ گیا
جامِ الفت زہرِ دُخونابِ ہلاول سے ہے، پڑ

مرا یا عشق تک
مبارک داغِ محرومی و حسرت
یہاں ایک اک گھڑی سے دامنِ غم ہائے
تہ دندانِ لب و انکشتِ انیسوس
چھپایا حالِ دلِ لیکن، چھپاؤں
سحر میں ڈوبتے دیکھا سو جن گئے، شریا
سراپا دیدہ حیران کیا، اہلِ شام
بھرا ہے دلِ ربانی سے سراپا، اوس سراپا
نہ دیکھو ان قیامت جلوہ گان کے قدِ بالا
نکالا جب کہ پردے سے، کسی کے روستہ
تملا، آنکھوں سے لے کر اس جنا بستہ کفِ پا
کیا ایجاد، دل نے محشرِ یاس و تمننا
کیا جب جلوہ گرما، اس کے روستہ عالم آرا
کہو اے عاقلو ہم کیا کہیں، منوں سے دانا کو

اذنِ محشرِ آفرینی، قدرِ شوقِ انگیز کو
کہہ سلام، قطرہِ خوںِ فخرِ تیز کو
کر چلے، ہم تو سلام اس بزمِ رشکِ آمیز کو
دھل شیریں کی مبارک باد دو پرویز کو
جس کو لینا ہے سولے، اس ساغرِ لبریز کو

- ۱۔ بے کبھی
- ۲۔ آہستہ آہستہ
- ۳۔ بے حیرت
- ۴۔ آہ دل برانی
- ۵۔ آہ سولے

یوں نگاہ گرم مت جا، اس خطر نور سے پر
حضرت نمونوں بلا لئے، نہ کہتے تھے کھیں
بیم ہے، پھر مردگی کا سبزہ نوخیز کو
اب بھی کم دیکھو بس، اس قدر بلا انگیز کو

۳۳۹

جلایا داغِ دل نے سینہ و جان و جگر دیکھو
جو گھر کا تھا چراغ اس سے جلا، سب گھر کا گھر دیکھو
رہیں آنکھیں کھلی، منہ پھر گیا سے سو سے در دیکھو
کہ مرتے مرتے حسرت دید کی تھی، کس قدر دیکھو
تصدق اس مرض کے ہوں، کہ غش ساتنے جب مجھ کو
کے گھبرا کے تو، تک نبض اس کی آن کر دیکھو
یہاں کچھ روزوں دیوار میں سے نور جھلکے سے
وہ مرا کیا خانہ ہمایہ میں ہے جلوہ گر دیکھو
وہ شہرِ دل کو لوٹے جانے ہے اور میں یہ کہتا ہوں
کہ وہ جاتا ہے، وہ جاتا ہے، وہ تاراج گر دیکھو
تپِ دل سے جو بیمار آپ کا جلتا تھا سو اس کے
کچھ اک بستر پہ خاکستر، کنی اک ہیں شر دیکھو
کہا میں نے کہ ان ہونٹوں میں سنتے، آبِ حیاں ہے
تو کچھ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں وہ کیا کہتا ہے، مرا دیکھو
نہ اختر کوئی جھکے ہے، سفیدی سی نہ جھلکے سے
کہیں بھی آج کچھ پیدا ہیں آثارِ سحر دیکھو
نہ پوچھو رنگ کیا ہے، آنے ہو تو دم کے دم ٹھہرو
شکافِ سینہ سے داغِ دل و زخمِ جگر دیکھو
غزل کیا درد مندانه پڑھی ہے اور نمونوں نے
کہ رونے خوب ہم، بادور نہیں تو چشمِ تر دیکھو

۳۴۰

جدم سے دل، ادھر پہلو ہے سب لوہو سے تر دیکھو
بغل میں دشنہ یا پیکان ہے یا ہے نیشتر دیکھو

- ۱- آب= پھونکا
- ۲- ب= بستر خاکستر
- ۳- آب= سنتے ہیں مسیحاں
- ۴- آ= یہ شعر نہیں ہے

یہاں تک تو تپِ دل بعد ہوتے تھے، مگر اب
 ابھی مرجھائیں ہیں، دو گل، مری تربت پہ
 ہرے ہیں، دامنِ دل کے، اب تک اللہ نے آگ
 نہ لگ جانے، کس ایک باغِ حرم کے
 نہ ٹھہریں ایک دن مانند ریگ، شیشہ ساعت
 کہ ہے ہم خاکساروں کو وطن میں بھی سزا دیکھو
 حواسے پاکی کی، وعدہ کی، کس کے سزا
 یہی کہتا ہوں کون آتا ہے، دور دور
 تمہارے ناتواں ہیں کاش غم سے سبک یاں تک
 کہ اس آمدِ شہرِ دم سے ہونے زیر دیکھو
 کنارے بزم کے بیٹھ، اس لیے روتا ہوں، تم
 تبسم زیر لب، پنہاں نگاہوں نے
 گئے رنجش کی ٹھہرے اور ہو جاوے شکایت بھی
 کہ اس آپس کی صحبت کو نہ لگ جاوے نظر دیکھو
 غضب ہے، دل ملو پاؤں میں، یہ بھی تک آتا ہے
 رکھ آئینہ کو اور زانو پہ تم، دو دو پہر دیکھو
 گزرتی ہے ادھر سے نعشِ تمہوں، خلقِ ہرہ ہے
 شگافِ در سے تم بھی جانِ من، تک جھانک کر دیکھو

۳۴۱

چاک کر جیب کو کی، سینہ دری دیکھو تو
 حضرت عشق کی تک پنچہ دری دیکھو تو
 کچھ سرا سبز ادھر، دیدہ و دل جھکتے ہیں
 کس کو اتل بزم میں ہے جلوہ گری دیکھو تو
 گہرے دغاں، نگاہِ نوا، شعلہ، گاسے برقی
 تک یہ نیرنگی، آہ، سحری دیکھو تو
 آنی کچھ جہر، قاتل کسی نوہ گری دیکھو تو
 ہر طرف سے الم و رخ و بلا، جمع ہیں، آ
 ہے مرا سینہ کے کوئے، گزری، دیکھو تو
 دلِ پسماندہ پہ کیا جہاں کے اٹھے صبر و قرار
 سب چلے یہ - رنجانے سزی دیکھو تو

۱۔ آمد، بے دم
 لارڈن - شگافِ دل سے تم بھی جھانک کر تک جان من دیکھو

۳۔ غالباً سہو کاتب تن مطابق ب

عش پہ عش آنے سے، جی جانے سے کچھ ڈوبا سا
 کیا ہوا چارہ گراں نبض مری دیکھو تو
 دین و دل، جان لیا، کچھ بھی نہ چھوڑا جو تھا
 ایک کالی بھی نہ دی، مفت بری دیکھو تو
 کیا غریب اور بھی اے نکتہ پسنداں لکھی
 میر تمون کی تک نکتہ دری دیکھو تو

دلغہ پہ ہے وہ رشک پری دیکھو تو
 دل نہ دے، یہ ہے بھی تاب بشری دیکھو تو
 پھر بیسے پارہ دل، بنیہ گیری دیکھو تو
 خون رونے کو، یہ کی خوش ہنری دیکھو تو
 جلوہ اس بو لہموں جلوہ کا، ہر سو سے عیاں
 ہم ہیں مشاق نظر بے بصری دیکھو تو
 دھیان میں آپ کے شمع و مہ و خود دیکھے سے
 اپنے طالب کی پریشاں نظری دیکھو تو
 زر لب لاکے وہ دشنام سی کچھ شہیر گیا
 اس دعا کے اثر دے اثری دیکھو تو
 حسرت و حیف، تاسف ہمگی ساتھ گئے
 جان سے کس کس نے ہی ہسفری دیکھو تو
 گھر ہوا سب نفس باز پس سے روشن
 جوں چراغ آگ تھی، کیا دل میں بھری دیکھو تو
 چال تو ناز سے چلتے ہو، پہ دل ہی دل میں
 کیا پسا جانے ہے؟ ہر کبک و دری دیکھو تو
 کام جب ہو بھی چکا دل کا، ہونے تب آگاہ
 میر تمون کی تک بے خبری دیکھو تو

نہتے ہی نہتے مل گئی بسمل کی آرزو
 تھی وقت ذبح پورہ پا، دل کی آرزو
 تھی بس کہ آبِ خنجر قاتل کی آرزو
 اے وائے بے کسی کہ ہے منزل کی آرزو
 تھی خوں بہا میں خندہ قاتل کی آرزو
 خوں ہو کے، یہ چلی ترے بسمل کی آرزو
 تھی بس کہ آبِ خنجر قاتل کی آرزو
 اے وائے بے کسی کہ ہے منزل کی آرزو

بھٹکے سے خاک نہیں کی ہوا
 کشتی شستہ، تھم سوار
 اول قدم سے دشت فنا
 وہ علقہ حلقہ بال جو کھولے تو یاد آ کر
 اللہ کے غرور ہا کہ امید اک جواب
 کیا ڈر، ہجوم شوق نے گر بند کی زبان
 کیچو سفال میکہ یا شستہ فرق خم
 مسوں کی کشت دیکھ کے بھی تمام خلق

۳۴۲

دل اس چمن ناز پہ اپنا تو ندا ہو
 یوں رشک کہے، کم جو وہاں رنگہ جتا ہو
 اس مرگ پہ سو جان مری قرباں کہ دم نزع
 ہوں کشتہ رسم و وہ قربان گہ الفت
 نغمہ اتنا تو اے سوزِ محبت ہا کہ بھروں آہ
 کیا رشک ہے اس کشتہ حسرت پہ جسے یار
 سر کب ترے بیمار اٹھاتے ہیں، پہ گامے
 سے چاشنی تازہ لب زخم کو درکار
 رونا پس دیوار نہ کیوں جاؤں جب اٹھتی
 خالی کر اب اک اور غزل کہہ کے، دل اپنا

۳۴۵

مشغول، کسی بزم میں خاطر مری کیا ہو !
 آج اس دل پیتاب کو تسکین سی ہے شاید
 روکے ہوں میں افغان کو، پہ شدت سے نہ اس کی
 بیجا ہو کوئی عضو تو ہوں درد سے نالاں
 خون بے گناہوں کا نہو، اس کوچے میں بیدار
 نگہت سی تری آنے سے کچھ دامن گل میں
 وہ ہاتھ سے تھامے کہیں، اس شوق میں سو بار
 یاں دل سے اچھتی ہیں، ہر اک بار وہ زلفیں
 کچھ یاس چلی آئے ہے اس دشت میں، دل پر

نے نگہت شوئی نہ جہان رنگہ جتا
 ہاتھ اس نے کسی دیدہ تر پر کھینچا
 گھبرا کے کہے تو کہ میں اب دیکھے گیا
 مقتول سے واں بازو سے قاتل پہ دعا
 اس وقت مجھے آگ تو دینا کہ ہوا
 تو ذبح ہو کرنا وہ تجھے دیکھ رہا
 تکیہ سے اٹھایا ہو تو زانو پہ دھرا
 قاتل جو تمکدان بھی لاوے تو مزا
 اغیار کے گھر سے ترے ہنسنے کی صدا
 مسنون ہر اک شعر میں پر، درد بھرا

گلتا نہ کہیں دل ہے، کہیں دل جو نگا ہو
 اپنی ہی تپش میں نہ یہ سیلاب جلا ہو
 اجزا مرے سینہ کے سب از جائیں، ہوا ہو
 کیوں کر نہ کروں آہ جو دل بھی نہ بیجا ہو
 آہستہ گزرتا، گزرتا ادھر جو صبا ہو
 لی، باندہ چرا کر نہ کہیں سحری تبا ہو
 مستانہ تکلف سے مجھے لغزش پا ہو
 تو باد صبا آئے تو جھگڑا یہ ادا ہو
 یاں کشتہ حسرت کوئی مسنون نہ گزرا ہو

مبارک ہو نگاہِ حسرت، ان حسرتِ نصیبوں کو
 کہ پاتے ہیں حریصِ قتل اپنا، ان سلاطینوں کو
 بہم کچھ دوستوں کو، آشناؤں کو، قریبوں کو
 اگر پوچھے کوئی اے رہرواں! ہم سے غریبوں کو
 یہ پیغامِ اسیراں ہے، تپن کے عندلیبوں کو
 اپنی موت دے یا صبر ہو، ہم ناشکیبوں کو
 کہ دیکھیں پاسبانِ یک ننگہ کب تک رقیبوں کو
 دیا ہے حکم یوں جلووں کا کس نے جامہ زیبوں کو

یہاں ہے جلوہ آرائی بہم پھر دلفریبوں کو
 نوید، اے مرگ! رخصت ہے یہاں سے زندگانی کو
 ترے بیمار کا کیا حال ہے، جو مشورہ سا ہے
 رہے اس دشت میں ہم ضعف سے، کہو سلام اپنا
 بوقتِ نغمہ سخی گاہ، ہم بھی یاد آتے ہیں
 جراحت زار تو بیتابی دل سے ہوا سینہ
 کہاں تک یاس و ناکامی بس اس محفل سے جاتے ہیں
 یہاں پیراں طاقت کے ٹکڑے اڑ گئے، مسموں

سنا جایا کرو آواز گلے، ہم اسیروں کو
 اٹھایا یاں سے بستر، عشق ہے اپنا فقیروں کو
 فسوں دل ستانی کس سے پہنچا دل پذیروں کو
 نصیحت گویوں کو، انجامِ بینوں کو، مشیروں کو
 و گرنہ جاننا تھا کون! ہم سے گوشہ گیروں کو
 یہاں ہر گام پر بسمل پڑا دیکھیں ہیں شیروں کو
 زیادہ کوئی سے کیا شوق ہے، ان خوردہ گیروں کو
 قسم سچ ہے کہ میں سمجھوں ہوں کب تیرے دتیروں کو
 قدر انداز دل پھر سر کیا چلے سے تیروں کو
 خبر ہے شاعری سے اوس کی، اس فن کے خبیروں کو

صبا! پیغام یہ کہو ہمارا ہم صفیروں کو
 بنایا راحت امکاں سے سے تکیہ، ادھر ہم نے
 کریں ہیں یک ننگہ میں سینہء عالم، تہی دل سے
 سزا سے دل کی جو گزرتی کہ یہ ناداں عدو سمجھا
 ہونے ہم روشناس صد بلا، اس دل کی دولت سے
 سمجھ کر، صیدِ دل آ بدشتِ جاں خوں ساز الفت میں
 دہن کو اس کے کہتے ہیں سویدائے دلِ عشقا
 خدا نکرده، تجھ کو غیر سے صحبت سے کب اے بت
 فلک! گر بچ سکے، بچ جا کہ تصد آہ و افغاں ہے
 کوئی ناداں نہ جانے قدر مسموں کی، تو کیا ڈر ہے

کس لیے تجھ کو بنایا ہے؟ دکھاؤں تجھکو
 تو جو روٹھے تو ہر اک ذہب سے مناؤں تجھ کو
 شوق کہتا ہے جگا، کیونکہ جگاؤں تجھ کو
 جذبہء عشق ہے تو کھینچ کے لاؤں تجھ کو
 نہ بلاؤں، نہ بلاؤں، نہ بلاؤں تجھ کو
 یوں اشاروں میں کہے، اور تھکاؤں تجھ کو

رات خلوت میں جو تنہا کہیں پاؤں تجھ کو
 جی میں آتا ہے لڑوں اور رٹھاؤں تجھ کو
 رات جاتی سے چلی، نیند میں تو ہے سرشار
 تو نے آنے کی قسم کھانی، پر انشاء اللہ
 کہیں جانا سے تو جا چک کہ اگر جان بھی جانے
 سالی بزم کے صدقے، کہ تجھے دے دے جام

۱۔ آہ بہ ہم

۲۔ ب۔ تم نے

۱۹۹۰ - لندن - دیکھئے لیکن گزرتی زیادہ مناسب ہے، ناہا ہو کاتب

۳۔ ب۔ آہ

میں نے پردہ کہا اب پردہ کیا ہے
 گر یہ انگیز ہے اسانہ پر پردہ کیا ہے
 قامت یاد کے، اسے سروں سے الٹا
 چاک پہلو سے پڑی آتش دل، بے
 نہیں بچانی دل، تک بھی نہ رہنے
 جس قدر آگ پہ لوٹا ہوں، شب غم اتنا
 بادلا پن ہے تصور سے ترے، تمہوں کو

۳۴۹

پردہ اٹھتے ہی دیا کچھ نہ دکھائی مجھ کو
 ترے قربان ابھی عید سی ہو جاتی ہے
 میں ہوں اور کنج نفس، زمرہ سنجان جن!
 منتظر خارِ جگر تشہ ہوں، لے ہر سو دیکھوں
 گے ننگ پر تھی نگہ، در پلٹا گئے، وصل میں بھی
 عرش تک کوئی جو پہنچے تو بھلا فائدہ کیا!
 صلح اک بات پہ بھی تم نے کسی رات نہ کی
 خون ہو حسرتِ پرواز، پر و بازو میں
 صرف یک روزہ ہے، سرمایہ حد حد دریا
 صاف زانو پہ دھرے ہر ترے، دیکھے ہے تجھے
 صحت طرزِ غزل دیکھ ذرا درد کے ساتھ

۳۵۰

کس کے مرگاں کی ولا، یاد دلائی مجھ کو
 تھا نہ دیوان ادا میں ترے مضمون و بنا
 درد آلودہ نغاں روک! دل پر خوں روک
 بے مزہ تلخی ہجراں نے کیا ہے، کتنا
 ہاتھ کیا ہاتھ میں لوں، پھول کے گہرے سے جب
 ذبح کر، خوں میں لٹا، آگ لگا، جان جلا
 چشم قاتل سے کئی اشکِ ندامت پیچھے
 دل اذا میرا، بچا آنکھ، چھپا منھی میں

۱۔ بے سے

۲۔ بے گئے در پہ نگہ

۳۔ آ، ب۔ عرش تک آہ اگر جائے تو کچھ کام نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہو اس در پہ رسائی جھکو

۴۔ آجبتی کے ہ شعار نہیں ہیں

۵۔ آبیہ یہ غزل نہیں ہے۔

کوئی پوچھے تو بھلا ہاتھ میں میرے کیا ہے؟
وصفِ جاں بخشی لب اس کی کہوں ہوں تمہوں

آج کچھ چیز کسی شخص کی پانی مجھ کو
کیوں سخن میں نہ ہو اعجازِ نمائی مجھ کو

۳۵۱

گستاخِ تڑپنا تھا اتنا بھی نہ بسمل کو
لیلیٰ نے اٹھایا سے اب پردہ محفل کو
جب دھیان میں یہ آیا لے لیتے ہیں ساحل کو
سے خوابِ گراں وہ ہی، اب تک دلِ غافل کو
گرم آہ جلا دے تو اس پردہ محفل کو
پیغامِ اسیراں یہ، کہہ بچو عنادل کو
پڑمردہ سی دیکھوں ہوں پھولوں کی حمال کو
کیا خون میں لٹاتی ہے حسرت ترے گھائل کو
اربابِ کرم پھیریں محروم نہ سائل کو
پر یاد نہیں آتا بھول آنے کہاں دل کو
عمیسیٰ نے چلا چھوڑا مفت اپنے انامل کو
سرگشہ حیرت تھا بھولا رہ منزل کو
تمہوں رولایا کیا ہر واردہ محفل کو

آلودہ کیا خون سے کیا دامن قاتل کو
بجنونِ زخود رفتہ کہہ دو کہ مشرہ کھولے
اس ورطہ میں کب ٹونا دم اپنے شناور کا
شبِ گزری جوانی کی پیری کی سحر آئی
ابھی ہی یہ خود بینی دیدار کی مانع ہے
گردِ نفس اپنے بھی گاہے تو پر افشاں ہو
کس سینہ سوزاں ہے سینہ ہو نگا آنے
دو ایک جراحت کی تھی دل میں ہوس باقی
کیا چیز ہے اک بوسہ مانگوں ہوں تو بس دے دو
اس بزم میں بھی گزرے ہاں بہر تماشا تھے
نبضِ اپنی میں سو شعلہ لپٹے ہیں کہوں تھا میں
تھی نہ نیتِ میخانہ دل کعبہ میں جانکلا
تو مرثیہ پڑھتا تھا کس سوز سے شبِ دل کا

۳۵۲

پوچھو	تیرے	ہے	وہ	نگاہ	مت	پوچھو
پوچھو	بن	اس	دشت	سے	کا	ہی رنگ
پوچھو	دل	کی	یہ	تاب	اوس	کے وہ جلوے
پوچھو	آپ	کو	آئینہ	میں	خود	دیکھو
پوچھو	دل	پر	غزے	تھکے	وہ	ترکانہ
پوچھو	متصل	عادت	تغافل	کیا		
پوچھو	خون	ہونا	جگر	کا	ضبط	کے ساتھ
پوچھو	دھل	کی	شب	نہ	اک	دن دیکھی
پوچھو	دل	کو	دیتی	نہیں	ہے	دم بھر چین
پوچھو	لے	گیا	شیخ	کا	عمامہ	اوتار
پوچھو	سُن	پہنچا	ہے	کس	نے	دیکھا ہے!
پوچھو	سب	و	دیر	تک	پہنچ	کے رکنے
پوچھو	رات	تمہوں	پڑھ	رہا	تھا	غزل

۱- بید یہ غزل بھی نہیں ہے

۲- آواز اند شعر

۳- بید یہ غزل نہیں ہے۔

نہیں لگتا تھے، تو تیغ کا گر نہیں مہر دل میں کہیں تو ہو
 صبح آنے تو میں نے ان سے کہا کہ رات تم کہیں تو ہو
 وہ لگے کہنے، ہم قسم بھی کھائیں بدگمانوں کو پر یقین تو ہو
 مفت روئے سے فائدہ منوں وہ دامن سر شکر چیں تو ہو

۳۵۵

دستِ ہوس سے چھوٹ کے کس کے تے، تم گھبرانے ہو
 منہ پہ عرق ہے، رنگت فق ہے، جاتے کچھ شرماتے ہو
 سے وہ بہار حسن نسرودہ، رنگ عکستہ عارض کا
 گرم نگاہیں کس کی تھیں، جو پھول سے تم کھلانے ہو
 سنبل و گل ہیں برہم و درہم دست درازی سے کس کی
 بیچ و شکن میں کا گل تم کے، ہار کے پھول الجھانے ہو
 دست تمنا کس کے چھوئے، بند تبا کے ہیں نونے
 آنکھ جھکا کر خود تو دیکھو، لیتے کیوں مکرانے ہو
 لب پہ نشان بوسہ عیاں سے، لعلیں سے کارنگ چکاں ہے
 صورت آپ کی خود ہے کہتی، شاہد کیا کیا لانے ہو
 میں نے کہا شب لے کے بوسے شیریں لب کس نے چوسے
 آنکھ ملا، شوخی سے بولا تم بھی کچھ للچانے ہو
 ایک طرف بہتا ہے چٹکے، ایک طرف بدلی سی ہے
 زلف ادھر ہے منہ پہ البتہ، بال ادھر پھیلانے ہو
 ہاتھ سے کس کے پی سے عشرت، آئی زباں میں کچھ لکنت
 بسکی بسکی بات ہو کہتے، کس کے تم بھگانے ہو
 ہولے ہولے جنش لب سے، رنگ غضب کچھ آنکھوں میں
 طعنے میں تو کچھ نہیں دیتا، ناحق کیوں جھجھانے ہو
 ہرزہ گرمی کا، تندی خو کا، طعنہ تم کو کس نے دیا
 رنگ ہے رو کا جیسے بھوکا، مجھ پر کیوں گرماتے ہو

تقطع

لوٹتا دل تھا میں جو دکھاتا، چشمک زن ہو، یوں بولا
 دل جو ٹھہرتا ہے نہ تمہارا، دل میں کیا ٹھہرانے ہو
 دارنگہ کے، کادش غمزہ، جنشِ مشرکان وہ کھٹھے
 تیغ پہ تیر و تیر پہ بر تھی، دل پہ جو بیٹھا کھانے ہو
 کیوں ہو مکرے، فائدہ سے کیاہ نام و نشان تک دوں ہوں بتا
 رندِ قدح کش وہ ہے منوں، پاس سے جس کے آنے ہو

۱۔ لندن۔ زائد غزل

چشم اس کے رخ پہ اشک سے ہے شستہ
 سنگ سے اسے اس کا تفاوت کبھی
 کیا کیا جنوں نہ گل جمن حسن پار سے
 ٹھیرے، سمندر ناز ہے اس کا نہ ایک جا
 اللہ رے رشک! ہوں دم بہمل یہ کہہ رہا
 یا شعلہ جگر ہیں یہاں، یا دلوں کے دود
 کب سے فشار پنجہ حرماں سے دے رہا
 دامن تو کچھ نہیں کہ ہوا چاک، سی لیا
 کھاتا ہے کیوں قسم نہ تجھے پھر جلاؤں گا
 تجھ سا ہی کوئی اور نہو، تیرے سامنے
 گوش رقیب باز، اگر ہیں تو کیا خطر
 گھر میں ترے مریض کی رخصت کو سب ہیں جمع
 پھر برہی سی خاطر آشفٹاں میں ہے
 ہیں خوش قدوں کے دیدہ تر، اپنے زیرِ پا
 اپنے تن برہنہ پہ بس نقش بوزیا
 کتنے گداختہ ہیں مرے سینہ و جگر
 راہ طلب میں پاؤں جو رکھا تو چائے
 مست نگاہ پیرمغاں ہو وہ بادہ کیا
 کتنے ہیں نیم نقطہ، دہن کو ترے فضول
 غم سے مجھے گداختہ دیکھا تو ہل اٹھا

آوارہ (اور کون) غلام
 یہ آج کی آوارہ ہے
 اس بوٹاں میں شینے
 آخر تو دل سے
 جب دل ہی
 یہ اس سے کہہ کہہ رہا
 کہتا ہوں دیکھ! آج
 کیا کیا اشارتوں میں
 یہ کیا غضب ہے ہانے
 وا، ہو گیا وہ بیچ و خم و تاب
 نازاں بخوش، سرور لب
 عریانی جب تبا ہو
 ان پر اگر رکھیں سر سوزن
 آسودہ ایک دم قدم جستجو
 جو بے خیم و سراچی و جاہ و سپہ
 اتنا زیادہ گو کہی، کوئی
 کیا شکل ہے بنی کہیں
 تو

ردیف "ہ"

کھولے گا اپنے ناخن شمشیر تو گرہ
 سو سو پٹری ہیں تار میں، وقت رفتہ
 میں کھولتا ہوں وصل میں، دیتا ہے تو گرہ
 بولا کہ دے رہی تھی، خراش گلو گرہ
 سینہ سے یاں اتر گئی اے جنگ جو گرہ
 آہستہ زلف یار کی، اے شانہ چھو گرہ
 بند تبا سے یار کے ناخن، کبھو گرہ
 گردوں نے میرے کام میں دی، موبو گرہ
 سے تیری تیوری پہ سدا تھدا خوا گرہ
 دیکھیں غزل میں کیے غزل دے ہے تو گرہ

گریہ کے ساتھ دم سے درون گلو، گرہ
 کیا چاک دل سیوں کہ مرے دست بخت سے
 طرف معاملہ ہیں بہم شوق و شرم میں
 اللہ رے نازکی کہ گریباں کے بند کھول
 چھنتے ہی شصت ناز سے ہر تیر کی ترے
 پیمیدہ یاں کسی کا دل ریش ریش ہے
 کس دم چھنی ہے سینہ خراشی کہ کھولتے
 سے عقدہ عقدہ کا کل و ابرو و زلف یار
 کیوں کر لب سوال کھلیں تیرے روبرو
 منتوں بہت ہے چستی بندش تری سنی

۱۔ لندن - زائد غزل

لے، کھل چکی تری دل پر آرزو گرہ
 ہے اشک عندلیب کا ظالم! تو گرہ
 وا، ہو تری نہ سلسلہ مشک بو گرہ
 ہیں صورتِ جناب لبِ آبد جو گرہ
 نہ آہین نہ جنبش اس میں، نہ اے ماہ رو گرہ
 اس زلف پر شکن کی، مرے روبرو گرہ
 ہونٹوں پہ یاں سے زمرہ آرزو گرہ
 دیکھ اس کو، ہو گئے یہ لبِ گفتگو گرہ
 جوں غنچہ تیرے ہونٹ ہوں اے یادہ گو گرہ

اس بہوں کی وقت عرض نہ وا، ہو کبھو گرہ
 گلچیں خدا سے ذرہ کہ نہ کلیاں ہیں سرخ سرخ
 کس کس کے بند ہیں دل خوں گشتہ دیکھنا
 مشرگانِ چشم تر پہ مرے، دیر سے سر شک
 نسبت ہلال کی ترے ابرو سے غلط
 کیوں چچ و خم نہ کھاؤں جو یوں شانہ وا کرے
 گامے کھلیں جو لب تو کہوں کوئی حرف یاں
 کھٹے تھے باز، راہ نکل ہوگی روز وصل
 ہنٹوں کے بے غنچہ و نکل کو دہان یار

پرسش میں ایک شوخی و شوخی حیا کے ساتھ
 تھی کس کی بونے کاکل پہچاں صبا کے ساتھ
 وہ زلف چچ چچ کہ اٹھے ہوا کے ساتھ
 ظالم نے ہانے زہر ملایا دوا کے ساتھ
 دیوانہ سایہ دار سے لاتا، لگا کے ساتھ
 دشنام تو وہ دینے لگا، ہر دعا کے ساتھ
 ہنگام وصل پر ہے مزا، التجا کے ساتھ
 ناخن کو کس کے ربط ہے؟ بند تبا کے ساتھ
 اس کی گلی میں ہم، دل حسرت فرا کے ساتھ
 زندان بے تکلف رعب و ریا کے ساتھ
 ہے آستانِ میکہ بھی، کس صفا کے ساتھ

مرتا ہوں اس ننگہ پہ، جو ہو اس ادا کے ساتھ
 زندانیوں میں سلسلہ جنباں ہے پھر جنوں
 آشفگانِ نوید، بس اس سے سلجھ چکی
 تھے دل کے چارہ ساز وہ لب، خط نے کھودنے
 ہر روز جلوہ گاہ تماشا سے وہ پرے
 چشم قبول اس سے زیادہ ہو اور کیا!
 کیا کیا نہیں ہیں عشق میں، گو بے نیا زیاں
 یاں سینہ نوج نوج کے کافی سے شب، وہاں
 رونے لگے لگا کے بہت، مل گئے تھے کل
 شیخ حرم نشیں سے کہے تھا کل ایک مست
 خوبی کعبہ واہ! پر اے قبلہ دیکھیے

قطعہ

ہے ربط شصت و قبضہ کماں جفا کے ساتھ
 داں اور بھی گزارا ہوا، اک مرجبا کے ساتھ
 الفاظ شوخ شوخ ہوں، بندش صفا کے ساتھ

رکھا تو دل ہدف ہے ادھر میں نے اور ادھر
 چھونے سے جب وہ تیر تو کہتا ہوں مرجبا
 ہنٹوں غزل اک اور کہو دردناک سی

۱۔ بے دے

۲۔ بے کر

۳۔ آہ شوق

۴۔ ڈاڈھر تو دل ہے ہدف

۵۔ لندن۔ گزر لیکن گزار زیادہ مناسب ہے،

خوں گھسے دل ملاپ تو کرنے کے لئے
 کیا کیا دکھانے تاب و طیش نے شبِ اصرار
 وہ فکرِ زلفِ دل کو سے گھیرے شبِ قربان
 جاویدِ زندہ کشتہ ترا ہے، وہ آبِ تیغ
 ان ہی بتوں میں اور بھی جلوہ نظر پڑیں
 اے ہستی، دوروزہ! عدم تھا ہے جب وطن
 وہ دشمن نظر ہے، یہ افزوں ہے گر بصر
 اس چشم پر فریب کی طرزِ نگہ تو دیکھ!
 قربان وضعِ قاتل و مقتول عشق ہوں
 سو سو دعا ادھر سے ہیں ہر ایک وار پر
 کسی کی ہنسی و تہقیر ہے کس کی آنے یاد!

سے کچھ تبسم اس نگہِ شرمگین کے ساتھ
 کعبہ حلیے تو فائدہ! اربابِ دین کے ساتھ
 سلکِ گہر اٹھنے لگی آتشیں کے ساتھ
 دیکھا سجودِ تیکدہ میں کس یقین کے ساتھ
 اڑتے شراب سے ہیں، دم آتشیں کے ساتھ
 یعنی گلاب کا سے مزا انگبین کے ساتھ
 پوچھنے کے حل کے حال، کسی شانہ ہیں کے ساتھ
 دل بھی جو رکھدیا، ترے اندوہگین کے ساتھ
 بولے اگر وہ حضرت روح الامیں کے ساتھ
 تھا ایک شعلہ سا نفس واپس کے ساتھ
 تشبیہ دیکھنے جو نگاران چیں کے ساتھ
 گستاخ کس کے لب تھے، لبِ نازنین کے ساتھ
 پوچھنے کے نقش ہو، جیسے نگین کے ساتھ
 ہے کس قدر شبیہ کلامِ حزیں کے ساتھ

کی کس نے چھیز زگس سحر آتیں کے ساتھ
 نقشِ سجودِ بیستہ صنم ہے جس کے ساتھ
 چاہے تھا دستِ شوق پہنچ جلنے، زیرِ جیب
 افسوس اپنی کعبہ پرستی پہ! برہمن
 کس کی نگاہ گرم نے دل میں نگائی آگ؟
 دشنام تلخ دے لبِ شیریں سے اور لطف
 کی دل نے کس کے کوجہد کا کل میں راہ گم؟
 دوزخ کے سب عذاب ہوں شاید مزار میں
 کتنا ہوں بدگماں کہ نہ کیا کیا بکوں ہوں، واہ
 ہم جوں چراغِ صبح، بھڑک کر ہیں جل بجھے
 اللہ سے غرور کہ چیں بر جہیں ہو، وہ
 انکارِ اختلاطِ شہینہ کہاں تلک
 اب تک نشان بوسہ، ترے لعل لب پہ ہیں
 تمہوں تری غزل میں یہ الفاظ کی رشکوہ!

۱۔ آہ عجب تھا عدم

۲۔ آہ نظر

۳۔ بہ ہنستے وہ تپتے کس کی شب آئی یاد

۴۔ لندن۔ زائد غزل

کچھ تیر وہ نگاہ ہے، چین جنیں کے ساتھ
گر آسماں کو بھی ملا دوں زمیں کے ساتھ
نظارہ گرم کیا ہو، رخ نازنیں کے ساتھ
سے موج دود پھر شکن آستیں کے ساتھ
زلف سے بلا ہے خطر عنبریں کے ساتھ
ہے اور حسن، ابرو سے خمدار چہن کے ساتھ
اک اور بھی سنانے سے وہ آئیں کے ساتھ
ہر وقت یہ رہا ترے خسرت قریں کے ساتھ
کیوں ہو لیے یہ خاک نشیں ہر مکس کے ساتھ
کیا کام مجھ کو خوبی خلد بریں کے ساتھ
گر آنکھ مل گئی کہیں حوران عین کے ساتھ
کب تک نہیں نہیں ہے، لب شکرین کے ساتھ
ہیں ساتھ ساتھ ہاں کے مزے، یا نہیں کے ساتھ
دم ہی ات گیا تری آہ حزیں کے ساتھ

ممنوں لڑانی آنکھ سے کس خوشگس کے ساتھ
مکن نہیں کہ وصل ہو اس سے جنیں کے ساتھ
ازنا وہاں سے رنگ نزاکت، نگاہ سے
اللہ رے گفتگی کہ رکھا سینہ پر جو ہاتھ
شبرنگ مار اور شب تار الحذر
جوہر سے جیسے خوبی ششیر ہو زیاد
دشنام جب وہ دے ہے تو کہتا ہوں آئیں
غم کا سا آشنا نہ بھلا کیوں عزیز ہو
کہتا ہے اپنے سایہ کو اور مجھ کو دیکھ کے
واعظ بیاں بہشت کے، کرتا سے کیوں عبث
دل دوزی نگاہ کسی کی، کروں گا یاد
میں نے کہا کہ 'ہاں' بھی کبھی وصل میں کہو
ہنس کر، نگاہ وہ کہنے کہ ہنگام اشتیاق
ممنوں جگر میں، جاں میں یا دل میں درد تھا

ساتھ قاصد کے، پہ کہتا ہوں گیا کیا کیا
صرف اک آپ کی خاطر ہے، سہا کیا کیا
عشق سے خون کا قطرہ ہے بنا کیا کیا
دل فریبی کے لیے کی نہ دغا، کیا کیا
فتنہ و غمزہ و شوخی و ادا، کیا کیا
نالہ و زاری و فریاد و بکا، کیا کیا
خواہش وصل میں یاں خرچ کیا کیا
کوششیں کی ہیں دم مشق فنا، کیا کیا
تو ہی منصف ہو، سہا، ہو کے جدا کیا کیا
نہ کہیں شب تھے، چھپاؤ گے بھلا کیا کیا
دھیان بے جا ہیں مرے یا ہیں بجا، کیا کیا
کہ سخن رس نے اٹھایا ہے مزا کیا کیا

اک نظر لاتے ہی، اظہار کیا کیا کیا کچھ
دو اشاروں میں ہونے، شوق ادا کیا کیا کچھ

۱۔ لندن۔ زائد غزل

۲۔ ب۔ نمکین اور غزل زور

جوں کرے فوج کسی شہر پہ مڑوں کے پاس
 نیم جہش تھی ہے عرض ہو رہا ہے کہ
 جو ہے، شوق تماشا ہے، دو عالم دل سے
 ہم سوے کعبہ طے، چھوڑا جسم، غماز کو
 کچھ اسے دیکھتے ہی ہونٹ یہاں بند ہوتے
 لے گیا خواب گر یار میں تک پہنچا شوق
 کیا بلا سے مرضِ دل کہ نہیں ہوتا، کم
 دین و ہوش و خرد و طاقت و آرام، تمام
 آگ دی داغِ محبت نے ذرا تمنوں دیکھ

۳۶۵

عکس، اس کے سے سدا سے بغل گیر آئینہ
 ایک سانس کا لگاؤ نہیں ہے کہ دکھ چکے
 دیکھا تھا خواب میں کوئی حیران اس پہ سے
 میرا ہی دل نہ کچھ ہے مشک کہ سے تری
 دل کیوں نہ آہ، غیرت منصب سے اسکے ہو
 کس آفتاب چہرہ سے سر لیتا ہے نورِ عکس
 تو میدانِ سعادت میں سے ہو سستی کر
 کیا قدر اہل دید سے ہیں بے بصر!
 تعلیم بے زباں سے اہل شہود کی
 ہر نقش سے ہو سادہ تو ہر نقش ہو حصول
 شب تھے نہ تم کہیں، نہ ہے صورت ملی دلی
 تمنوں! سکھیے کسی صورت سے یہ عمل

۳۶۶

دل حیران سے یہاں اور دیدہ تر جام و آئینہ
 فروغِ شعلہ حسن و نگاہ گرم سے تری
 عجب اک طرح کی شوخی سے عکسِ شعلہ دو یاں میں
 فلک تک شور سے کس کی خود آرائی و مستی کا
 نہوے کس طرح دلِ خون، بھر آویں کیوں نہ پھر آنکھیں
 نظر کر، تک دل حیران و چشمِ خونخشاں اپنی

۱۔ آہ مگر

۲۔ آہ خانوں

۳۔ آہ بزمِ تصاویر

۴۔ آہ ستمگر

سے کیا شیبہ صفحہ تصویر
 آگے ترے مریض کے تادیر
 یاد آگیا مجھے دمِ تعبیر
 مشرگاں کے عکس سے ہدفِ حیر
 زانوئے دلبراں پہ ہے جاگیر
 رکھتا فزوں ہے ماہ سے تنویر
 فولاد و سنگ ہوئے، بہ جدیر
 رکھے ہے پیشِ کور نہ توجیر
 سکھانے طوطیوں کو ہے، تقریر
 کیا کیا رکھے ہے، بر میں تصاویر
 لاڈاں اگر معاف ہو، قصیر
 کرتا پری رخنوں کو ہے تسخیر

اگر رکھتے تھے جمشید و سکندر جام و آئینہ
 بنے سے محفل و خلوت میں مگر جام و آئینہ
 ہوائے حسن سے جوں سیما ب مضر جام و آئینہ
 لے لے رہے صبح نکلے شاہِ خاورد جام و آئینہ
 جو دیکھیں ترے زانو اور لبوں پر جام و آئینہ
 ترے منہ پہ چڑھیں کب تک، دلاور جام و آئینہ

بجانے گل، نظر پڑتے ہیں یک سر جام و آئینہ
دل اہل صفا کے سے برابر جام و آئینہ
بنا ہے تختہ باغ و گل تر جام و آئینہ
نہو لطف و صفا سے جس کے ہم سر جام و آئینہ

ہوا کس خود نما کو میلِ مستی صحنِ گلشن میں
کیا سے جب سے کسبِ نور، تیرے عکسِ طلعت سے
ترے عکسِ حنائی دست و رنگین جلوے سے پیارے !
غزل اب اس زمین تازہ میں کہہ اور بھی مسموں

۳۶۷

زیادہ مہر و ماہ سے ہے منور جام و آئینہ
ہمیں ہوتا ہے ہر دم یاں مصور جام و آئینہ
تھمے دیتا ہے لاکر کون کافر جام و آئینہ
کوئی دیتا ہے جسے طاق میں دھر جام و آئینہ
حریف اپنے تو تھیرے ہیں مقرر جام و آئینہ
نہ ہم تجھے ہیں کوئی اس سے بہتر جام و آئینہ
مرا ثابت ہوا خون تم پر، جام و آئینہ
رگھیں ہیں دیدہ پر آب، اکثر جام و آئینہ
میں اور غمخواری دل، وہ تکویر جام و آئینہ

زبس اب حسن کا تیرے سے منظر جام و آئینہ
خیالِ طلعتِ زیبا و چشمِ مست میں اس کی
نہ حیرت پر کسی کی ہے نظر نہ چشم پر خوں پر
لگے رہتے ہیں یوں یہ دیدہ و دل اس کے ابرو سے
ترے یوں منہ لگے اور دو بدو، یوں تجھ سے ہو جاوے
صفائے طینت و داغِ محبت دل پہ دیکھیں ہیں
ہوا مغرور تر سے پی کے، اپنا حسن جو دیکھا
اپنی کون سے خورشیدِ طلعت کے مقابل ہیں
سر ہم صحبتی ہر ایک سے ہے، ایک کو مسموں

۳۶۸

سو حسرتیں شہید ہوئیں اپنے دم کے ساتھ
صد آرزوے خفتہ صدائے قدم کے ساتھ
یہ رات آشنا ہی نہیں صبح دم کے ساتھ
ادل کرے ہے مجھکو وہ خوگر، کرم کے ساتھ
یاں اختلاط آبِ بقا کو سے سم کے ساتھ
ہر پارہہ جگر کو سے، نیشِ ستم کے ساتھ
مکتب ہی سے ہوا تھا میں خوگر الم کے ساتھ
جاتی ہے جان تن سے نکل، اب کے دم کے ساتھ
سلطانِ عشق آنے سے طبلِ دُعلم کے ساتھ
ہے ہجر تو اماں، ترے نطق و قلم کے ساتھ

شب ہمکو کشت و خوں بہا فوجِ غم کے ساتھ
کون آنے سے کہ سینہ میں بیدار ہو گئیں
لے چشمِ انتظار تو اختر شمار رہ
یہ بھی سے ظلم تو کہ پئے جوہر ناگہاں
بوسہ نہ نعلِ سبز خطاں کا تو لہجیو
دل سوزنِ رنو کا سے دشمن، کہ دوستی
طفلی میں ہی سبق تھا، الف لام میم کا
شب تھا یہ دردِ دل کہ بہا، ہر نفس گماں
یاں شورِ سینہ کوبی و افغاں بلند ہے
مسموں اور ریختہ میں کر تو ساحری

۳۶۹

کیا دیکھیے سلوک ہوں! صیدِ حرم کے ساتھ

ہیوستہ واں ہے تیرا کمان، ستم کے ساتھ

۱۔ بیدار

۲۔ تو صفائے الفت

۳۔ لندن چالم، لیکن علم درست ہے، غالباً ہو کلاب

یار بہا یہ کس کا کوئی نام نہیں ہے
 سچ تجھ کو ربطِ غیر سے کہے کے بیان
 دل صرف بچ و تاب ہے، کس ہاتھ لائے اور
 اے چشم تر مدد! یہ جی میں ہے کہ روئے
 اے رہروان ملکِ فنا! اس قدر سے عرض
 کہو کہ تم نے ہم کو کیا گاہ، سرسرا
 دو دن میں سنیے گا کہ بس اوچر کو چل بے
 ناتوس کشنگ بدوش ہے تمون دیر میں

۳۷۰

پھرے سے چشم میں وہ زلف قیرگون سیاہ
 نمود کرتے ہیں مڑگاں پہ، اشکِ دود آلود
 شیب و تاب پہ لاتا ہے طرفہ یک شبِ خون
 پہنچ کے در تک اپنے الٹ گیا وہ گماہ
 لکھا تھا نشترِ مڑگانِ سرمہ سا کا وصف
 صفِ مرہ سے شررِ دیز، نت مری جان پر
 عجب رسا ہیں مرے بختِ تیرہ واڑوں
 فلک سے کیوں نہ دے چشم تر کہ ہے تمون

۳۷۱

نہ چھوڑ چہرہ پہ وہ زلفِ نیماں سیاہ
 کروں گا شعلہ پہ سوزِ دروں کو میں تحریر
 سرشکِ ناز سے کاجل بہا نہ مکھڑے پڑ
 بھروں جو آہ تو کہتا ہے، یہاں جلا کر آگ
 لگے ہو سینہ سوزاں سے رات کو کس کے
 اس آفتاب کو جب دل دیا نہ روشن تھا
 نغاں سے دود یہ اٹھتا ہے رات دن کس کی؟
 دکھانی دے ہے نہ کچھ تا نہ صبح پیری ہو
 نہ مرے سینہ صد چاک سے لپٹ کہ کہیں

رواں سے آب میں یہ حاد پر فسون
 جھکنے پھر لگے، یہ اخترِ زون
 کسی کے سرخ لبوں پر جو ہے ستون
 مجھے دکھائیں ہیں کیا! بختِ واڑگون
 زبانِ خامہ سے اب تک رواں سے خون
 عجب ہی باز سی جھازے ہے یہ فسون
 نہ ہاتھ پہنچا تا زلفِ سرگون
 تن دھویں کا یہ خرگاہ بے ستون

جہاں کو مجھ پہ نگرِ خانماں خراب
 کہ دودِ دل سے نہو صفحہ کتاب
 مری نگاہ میں مت کر یہ آفتاب
 نہ کر مرا سر دیوارِ دِ بامِ دِ باب
 ہوا ہے ہار کا ایک ایک دورِ ناب
 کہ ہے بلا شبہ ہجراں پر عذاب
 کہ سب فلک کی ہے خرگاہ بے طناب
 عجب طرح کی سے ہوتی، شبِ شباب
 کرے نہ جیب کو دودِ دل کباب

۱۔ اب میری

۲۔ لندن وبت کہ یہ جی میں ہے رونے، غالباً سو کاتب

۳۔ آہ دامن

۴۔ آہ شفقہ جس میں پہ کھینچے ہے

۵۔ آہ راہ

۶۔ لندن لطف لیکن وصف زیادہ مناسب ہے غالباً سو کاتب

سیاہ دیکھیے۔ ہو خانماں کس کس کا
انٹھے گا خاک سے وہ سرخودا رکھے جو لباس
زلال لطف علی بس ہے، ذر نہیں تموں

کرے ہے سرمہ سے پھر چشم نیم خواب سیاہ
برائے ماتم ابن ابی تراب سیاہ
جو ہے یہ نامہ اعمال ناصواب سیاہ

۳۷۲

شب کہاں تھے کہ کچھ آتے ہو حجاب آلودہ
دست بازی سے رہے کس کی سحر تک بیدار
کس ہوس ناک کے قابو سے ہو مضطر نکلے
نہ قدح رات ہیں مستی میں، نہ ساغر ٹونے
گرمیاں کس نگہ شوق سے دیکھیں کہ تمام
گز گئیں کس کی ہیں گستاخ نگاہیں، بے ذہب
سن کے کس کا غم نہفتہ ہونے اشک رواں
اور تموں نے غزل پڑھ کے رلایا ہے کیا

نشہ لبریز نگہ لب ہیں شراب آلودہ
طرہ سے برہم و درہم، مشرہ خواب آلودہ
وضع رفتار کی کتنی سے شتاب آلودہ
دیکھ دامن نہیں شاید، مئے ناب آلودہ
عرق شرم سے چہرہ ہے گلاب آلودہ
خشمگین غمزہ، کرشمہ سے عتاب آلودہ
آب سے کچھ ہیں وہ اطراف، نقاب آلودہ
نہیں باد تو مرہ دیکھیے، آب آلودہ

۳۷۳

لوح ہستی ہے مری اشک سے آب آلودہ
بے طہاں حلقہ فتراک میں کس صید کا دل !
میں نکلے لگ کے شبیر وصل جو رویا، بولا
دشنہ زن کاوش دل شب تھی، مگر پہلو میں
ذبح کر کے مجھے بولا کہ لہو سے اس کے
کون ہے حالت دل سوختگاں سے واقف
دل میں کیا شوق زمیں بوس ہے پر ڈرتا ہوں
سیر دریاے جہاں، گریہ کی جا ہے تموں

ہو گئی کیا ہی مصور ! یہ کتاب آلودہ
خون سے ہے دامن زیں، تا برکاب آلودہ
نہ مرا جیب کر، اے خانہ خراب آلودہ
آج لوسو سے سے سب بصر خواب آلودہ
پاتھ ہم نے ٹھہری کیے بہر ثواب آلودہ
کس کے دامن کو کرے اشک اکباب آلودہ
ہو نہ وہ خاک در اے پاک، جناب آلودہ
رہے اس بحر میں ہر چشم، حباب آلودہ

۳۷۴

کسی کا دل ہے جو لینا تو لیجے چاہ کی راہ
نہ میرے رختہ، پہلو سیو رنو سازاں !
نہ سوندو روزن دیوار، یہ نکالے ہے
قریب یار سے دل سے ولیک کیا حاصل !
مجھے وہ دیکھ سر راہ، دے کے دو دشنام
دلا، ادھر کو نہ جا، دیکھ ہو نہ سر گرداں
روش کچھ اور ہے اس کی، مرے طریق ہیں اور

کہ اس میں فائدہ کا فائدہ ہے، راہ کی راہ
گھنٹے جو دم تو رہے نک یہ دود آہ کی راہ
نہفتہ کوچہ نشیں کے ترے، نگاہ کی راہ
کہ ہم میں اور ہے دل میں، سال و ماہ کی راہ
کے سے جاؤ کہ بھی ہے، اشتباہ کی راہ
کہ بیچ بیچ ہے، اس کا کل سیاہ کی راہ
دلا نظر نہیں آتی ہے کچھ نیاہ کی راہ

۱۔ آہ چشم
۲۔ آہ کوئی

عنان لہو کے
 پہلے منزل
 پڑے ہیں مست
 شہت سے کہیں سینہ عین
 مرے خرابہ دل کا خدا
 کسی کے پُردہ لطف پر ہے چشم اس کی

شکاف کے فرسودہ
 دل مضطر
 چرایا دل نہیں
 اشاروں میں کے ہے
 کہاں سے آہ میں
 جگر کے لخت ہیں کس کے
 کیا آپوں نے یہ کس کی اثر
 مرا منہ پھر گیا ہے سوے دو
 حلے آویگے اس کو ایک نظر
 کہیں سے کچھ ہیں آثار
 کہ وہ جاتا ہے وہ تاراج گر
 خدا کے واسطے اس کا جگر
 چڑھی آنکھیں ہا منہ ہے
 مرا احوال تو نوع دگر
 کوئی آیا ہوں تم سے خوب تر
 تری تصویر تمیں دو دو پہر
 ذرا سینہ میں تو اے بے خبر!

بہے جو گل کترے تھے تو نے آن کر
 نفس صیاد نے کب آکے کھولا
 ترے ہاتھوں سے ہے بیقراری
 جھکا کر آنکھ ہے کیا مسکراتا
 گھٹتا جاتا ہے دم یہاں اور وہ چشم
 نہیں گر آگ سینہ میں بھری ہے
 نہ چشم عشق تھا گر دل میں بویا
 نہ مڑگاں ہیں ترے اشک پنہاں
 کہاں تک منتظر تھا بعد مردن
 وہاں تیرکتی رہ گیا دل، نچھے یہ سمجھے
 نہیں دلا یہ بھر کی رات
 پھرا وہ لوٹ دل کو میں ہوں کہتا
 صف مڑگاں سے تری ، پھر گیا دل
 کہاں بیدار تھا شب، آہ میں
 نہ جا اور ایک گھڑی، بالیں سے مری
 برا مانو تو مانو، آج میں بھی
 رہا تنہائی میں ہوں دل کو پہلا
 کہاں ہے دل ! گیا لے، کون سموں

۳۷۵
 بھن رہا دل کباب سا ہے، یہ
 نذر، اس کے جو لے گیا میں دل
 تارِ انفاس میں نوائیں ہیں
 وہ کے خام ہے، مزا ہے
 وہ نگا پوچھنے کو کیا ہے
 ساز اب کون چھیڑتا ہے

- ۱۔ آہ زائد شعر
- ۲۔ لندن زائد غزل
- ۳۔ لندن زائد غزل

چیر کر سینہ کھینچ لیجئے دل
 لب ہونے اس کی خوشگوار خوشگوار
 شانہ وہ زلف بچ بچ نہ چھیز
 اشک شعلہ سے چشم میں ہیں چراغ
 بہ گیا آب ہو کے شرکوں سے
 سینہ پڑ سوز عشق و دل پڑ رحم
 سرد آئیں بھروں ہوں، نے بھی لا!
 ساتھ بیگانہ گام کے، مجھ کو دیکھ
 وہ عیادت کو آئے غیر کے ساتھ
 دل نہیں تھا! ازا گیا کوئی
 بال د پر دا ہونے نہ زیر فلک
 دل سے قراں کیوں جلاتا ہے
 ذبح دم دے دکھا، حنائی ہاتھ
 شیریں وہ دیکھ پوچھوں تھا
 صورت بوسہ وہ بنا کر منہ
 نہ یں ڈوبا ہے خرقہ نمونوں

خار سا، کچھ کھٹک رہا ہے یہ
 کہ میری خوبی دعا ہے یہ
 کہ الجھ پڑنے کو بلا ہے یہ
 راہ وعدہ پہ جل رہا ہے یہ
 جگر ریش، ماجرا ہے یہ
 جل چکا وہ، سنگ رہا ہے یہ
 ٹھنڈی ٹھنڈی عجب ہوا ہے یہ
 بول اٹھا صورت آشنا ہے یہ
 کیا مرض اپنے کی، دوا ہے یہ
 ہاتھ تھکتا ہوں، کیا ہوا ہے یہ
 تنگ تر دام سے نضا ہے یہ
 تیرے مذہب میں کیا، روا ہے یہ
 ہم شہیدوں کا خون بہا ہے یہ
 با مزہ ہے، نبات سا ہے یہ
 یوں لگے کہنے، مدعا ہے یہ
 عہد کا اپنے، پارسا ہے یہ

وہ خوابیدہ تھا، سر کا، زلف خم آہستہ آہستہ
 بڑھاتے شوقِ نظارہ ہم آہستہ آہستہ
 نکلنے جذبِ مجنوں دے نہ اس وادی سے عمل کو
 عنانِ عزم لی ہم تیز گاموں نے، سلام اپنا
 شبِ دوری چلی جاتی ہے بڑھتی، ہانے رے حسرت
 ہے اجداد طرز تو، جفاے ناگہانی کو
 تسلسل نے مرے اشکوں کے، سو طوفاں کیے پیدا
 میں اس کو دیکھتا تھا پیار سے، یہ چھیز تو دیکھو
 اگر حد تک یہ بھی سے اس صیاد کے آخر
 فنا سے آشنا کر رفتہ رفتہ دل با کہ ہوتا ہے
 رے ہر اہی کعبہ رواں سے چھوٹ، ہم آخر
 جو نہیں نے عرض کی، مانگو ہو گر دل، عہد بھی کچھ ہو
 کے یہ بھیجنا خط ہے انہیں، گر ہاتھ بل سکتا
 یہ دل پروردہ صد بار نعمت تھا، محبت میں
 اگرچہ ناتوانی ہے، برائے شغل، پر تمونوں

ہونے شب بوسہ گیر اس رخ سے، ہم آہستہ آہستہ
 شکیبانی ہوتی جاتی ہے کم آہستہ آہستہ
 رکھے سے ناقہ مشکل سے قدم آہستہ آہستہ
 حلقے آؤ رفیقوں! تا عدم آہستہ آہستہ
 ہوتی جاتی سے اپنی عمر، کم آہستہ آہستہ
 کرے سے خوشگوار لطف و کرم آہستہ آہستہ
 کہ یوں ہی قطرے ہو جاتے ہیں ہم آہستہ آہستہ
 کیا کچھ اپنے اوپر پڑھ کے، دم آہستہ آہستہ
 لبو پہنچے گا تا باہم حرم آہستہ آہستہ
 موافق طبعِ عادت سے ہم آہستہ آہستہ
 پہنچ رہے وینگے تا بیتِ العزم آہستہ آہستہ
 کہا، ہو جائینگے قول و قسم آہستہ آہستہ
 کروں دو دو پہر کچھ کچھ رقم آہستہ آہستہ
 کیا، خوشگوار رخ و الم آہستہ آہستہ
 لکھ اب کوئی غزل لے کر قلم آہستہ آہستہ

گیا رہا، استخوان میں سوزِ کرم آہستہ آہستہ
 کرے خون داغِ دل، عینہ سے کم آہستہ آہستہ
 ذرا اے دیہواں ٹھیرو کہ ہم سے، ناتواں کئے
 بہم پر کالاہ دل اور جگر، خون سے ہیں پیرستہ
 بس اب رخصت ہے اے شوقِ نظر کھلتی نہیں آنکھیں
 مرا طغیانِ بحرِ اشک زردوں پر ہمیشہ ہے
 بلا ہے یہ غمِ الفت کہ انزوں روز ہو، ورنہ
 تصدق اس کے میں دینے لگا جب غیر کے طعنے
 کبھی تو دام میں آویگے یہ آہونگ، اپنے
 مقام کبریا تک ہیں شوہِ ناز پہچانتے
 شبِ تنہائی میں یہ شغل ہے اپنا کہ رہتی ہیں
 شہِ ناعاقبت اندیش! تنہا رہ، ہے پیش آتی
 نہیں معلوم کیا گزری، ابھی ہوں دیکھتا آیا
 نہ جانوں ناتوانی کے ہیں کیا مضمون، رقم کرنے

کہ ہے پر کالاہ آتش ہے، نہ سیلاب پہ رکھ
 دو گلِ سرخ بھی دے، جامِ مے ناب پہ رکھ
 سبک تھا ہوں، لبِ اوس چشمِ گراں خواب پہ رکھ
 دھیان کچھ وصل میں، رسم و رہِ آداب پہ رکھ
 منحصر تپ کی دوا، شربتِ عتاب پہ رکھ
 گھر کی بنیاد نہ، ناداں رہِ سیلاب پہ رکھ
 نازیں تو ہے، قدمِ مستندِ سنجاب پہ رکھ
 ہے رہِ عشق، خیال اس میں نہ اسباب پہ رکھ
 شاہِ آہستہ ذرا، طرفہ پر تاب پہ رکھ
 تو بھی دامن تو کبھی، دیدہ پُر آب پہ رکھ
 مصحفِ حسن جو دیکھے، نظرِ اعراب پہ رکھ
 یا خدا! حسنِ ہماں آب پہ رکھ، تاب پہ رکھ
 اوس کے ابرو کا تصور، تہِ محراب پہ رکھ
 لبِ کوئی دے ہے، دمِ تیغ سے تاب پہ رکھ
 سر پہرا چہو، تو نظرِ گردشِ دولاب پہ رکھ
 پاؤں رکھے جو زمین پر، نظرِ آداب پہ رکھ
 ہوشیاری سے نظرِ غفلت، حجاب پہ رکھ

مست کفر دستِ حنائی دلِ بیتاب پہ رکھ
 کشتہ، رخسار و دہن کا ہوں، مری فاتحہ کو
 بند کچھ نیند سے، کچھ نشہ سے، مہوشی تھی
 سے وہ نازک منش و دلولے تجھ میں ہیں دلا
 بوسہ لعلِ ہماں سے نہ رہے، سوزشِ دل
 گریہ کی جانے ہے دنیا، نہ سکونت کا مقام
 خارِ صحراے جنوں بس تھے، تہی پاؤں کو
 تاب و طاقت، خرد و ہوش جو چھوٹے سو چھٹے
 ہر شکن میں دلِ خون گشتہ ہیں اے نشاط
 آستیں، اپنی سے اشک اپنے کہاں تک پوچھوں
 خندہ تشدید، مشرہ زیر و زبر، ابرو، مد
 کچھ عرق سے، رخِ تاباں کا ہوا اور فروغ
 کون کہتا ہے نکر، کعبہ میں سجدہ صوفی
 تیز ہے چشم سے، لے، بوسہ ابرو پہ دلا
 محو دور فلکی ہو نہ، منہدس کی طرح
 جن کے دل مصحفِ اسرار تھے وہ خاک ہونے
 یوں تو اوس بزم میں مشکل ہے رسائی نمونوں

۱۔ لندن۔ زائد غزل

۲۔ لندن۔ زائد غزل

لگ گیا جی، کون سے آتش کے پر کالے کے ساتھ
چشم کی زیبانی ہے، سر سے کے دنبالے کے ساتھ
کس شب تاریک میں ہم خانگی، کالے کے ساتھ
آنکھ لگنا سے اسیری، کان کے بالے کے ساتھ
دیں گل رخسار کو ہم رنگیاں، لالے کے ساتھ
گفتگوئیں دیکھ دیوانے کی، متوالے کے ساتھ
سوزش الماس کو ہے ربط، تھالے کے ساتھ
دشمنی ہم رہیں گے! آغوش کے پالے کے ساتھ
بزم سے اس کی، گیا ہوں آہ کیا کیا لے کے ساتھ
کام لینے خار کو ہیں، پاؤں کے چھالے کے ساتھ
تیر پر اک تیر سے، بھالا سے اک بھالے کے ساتھ
ساعد و بازو کی صورت، مل گئے ہالے کے ساتھ
محل لیلیٰ کو، ہوتا تیرے چوپالے کے ساتھ
آگے گر ہم دل نالاں کو فردا، لے کے ساتھ
آپ اپنے اشک کو تشبیہ دوں، ڈالے کے ساتھ
کو بکو، میں بھی پھروں، دل پہنے والے کے ساتھ

دل سلگتا ہے، دھواں نکلے ہے ہر نالے کے ساتھ
دست ترک مست کو جوں ربط ہو بھالے کے ساتھ
تیرہ بختی میں خیال اس زلف کا ہے، دی فلک
حلقہ حلقہ دل کی خاطر، حلقہ زنجیر ہے
کاجل آیا ہے مگر مل، اسکے اشک ناز میں
اس کی چشم مست سے، شوریدہ دل سے دو بد
یاں تبا شیر، دل پر آبلہ میں لاگ سے
داغ الفت سے تمہارے، خون ہے دل کا کیا
حسرت و ناکامی و حرماں، ملال و بے کسی
برق آتش بار اتنی خار صحرا امت جلا
ضبط آہ و نالے سے مت پوچھ، کیا دل پر بنی
شب جو اس رشک قمر نے لیں کہیں، انگڑائیاں
تو گزرتا روبرو اوس کے تو بجنوں، چھوڑ کر
سر پہ ارباب قیامت کے، قیامت اور ہو
سرد بہری سے تری، کتنی ہے دل افسردگی
میں نے پوچھا ربط کچھ ممنوں سے ہے، بولا وہ شوخ

رویف سی

جیا میں اک تھک سی چاہیے برق شرارت کی
جو پینے زبور نسیریں نکل آیا، حرارت کی
ادھر ہی پھر گئیں آنکھیں کہ اوس پر ہے، اشارت کی
نظر کا اوس سے نقصان، اس سے افزائش بھارت کی
یہ ہم سمجھے کہ تم نے تیغ بازی میں مہارت کی
بہت مضمون شوق، کم سے گنجائش عبارت کی
مری پرداز رنگر پہرہ نے اپنی سفارت کی
گرا جا، نیزہ بازوں پر قیامت ہی حسرت کی
کہ ہم نے مدوں تشبیہ و شبست میں امارت کی
کہو اہل نخل سے، خیر رنگیں عمارت کی
عجب مضمون حسرت ناک و رنگینی عبارت کی

نظر بازوں سے جھک کر ان نگاہوں نے اشارت کی
وہ جان نازکی، تاروں کی تھیلا، مابتانی تک
وقت ذبح پوچھی آرزو جلا نے اپنی
عجب ہی منصفی ہے، ابھر کو تشبیہ اس سے
جگر کے، دل کے پرزے اڑ چکے ہیں غزہ خوباں!
نصیے لکھ لکھ کے خط سو مرتبہ، خط بھیج دیتا ہوں
کہاں بال کبوتر تھا کہ نامہ باندھتا اپنا
بھرا، دل اوس صف بزگاں سے، گو یک قطرہ خون تھا
دل اپنے دامن سے نہ تھا کس خار صحرا کو؟
نہیں ہیں سیل سیل آنسو، نہیں کچھ اختیار اپنا
غزل کیا ہی پڑھی ہے خونچکاں پر درد ممنوں نے

پھرا وہ لوث، شہرِ دل تو میں نے یوں عبادت کی
 شرارے آستیں میں گرہ گریبان میں گئے پھولے
 کہا میں نے کہ دل دیتا ہوں، پر دوچار ہوسوں پر
 ذرا ہوتے ہی روشن، گل ہوا یارب شراروں سے
 پڑا شب، سایہ سر پر خواب میں، یک نخلِ جنت کا
 نہ اب سے سے ہو جب تک وضو، پاکیزگی کیا ہے
 ہر اک ذرہ میں ہے جلوہ عیاں، خورشیدِ تاباں کا
 جھلک زبور کی، آنکھوں کے تلے بجلی کی کوندے ہے
 شہید شوق ہر ہر گام پر کیا کیا طپاں دیکھے

۳۸۳

آپ گھر، اپنے کو ہیں اک اک لگانے والے
 دست و پا ہیں تر خنجر نہ ہلانے والے
 فاتح تم ہو پس مرگ دلانے والے
 ہم بہر شکل ہیں اک سے ظلم اٹھانے والے
 ہم نہیں چین، تر خاک بھی پانے والے
 سخت حیران ہیں آئینہ دکھانے والے
 چاک چھو کے نہیں، ہم تو سلانے والے
 زمزمہ ہیں، طیشِ دل سے ستانے والے
 سر اٹھا تکیہ سے، زانو پہ جھکانے والے
 کیوں ہونے خاک میں، سب ہم کو ملانے والے
 شاید اب سو گئے! نوبت کے بجانے والے
 چنگیوں میں ہیں تجھے، یہ ہی ازانے والے
 تم بھی ممنون ہو کیا باتیں بنانے والے

دل میں ہو اور سو تم، دل کے جلانے والے
 ذبح، بے وسوسہ کر تو کہ ادب دانِ وفا
 ہاتھ سے اپنے ہوں خود کش، اگر سمجھوں میں
 خواہ بیداد تو کر، خواہ فلک، خواہ یہ دل
 دل اگر یہی سے پہلو میں تو انشاء اللہ
 عکس سے تیرا نہ شوخی سے کہیں ٹھیرے سے
 دل جو تلے سے ادھر سے، سے نکلتا کچھ دود
 مشق آہنگ کر! اے مرغِ چمن تو ہی کہ ہم
 ناتوانوں کو ترے کیا حرکت پر ہیں، کبھو
 سبزہ رنگرز و نقشِ قدم بھی تو نہ تھے
 چھیز یہ دیکھ کہ پوچھے سے وہ اٹھا اٹھ شب وصل
 تو چلنے دے ذرا غنچوں کو اے نگہبہر گل!
 اس زمیں میں جو سنی اور غزل، اس نے کہا

۳۸۴

دل کے یہ داغ ہیں، اک اک لگانے والے
 جو مرے پہلو میں بیٹھے، سو جلانے والے

۱۔ آٹھ

۲۔ لندن، بہ زائد شعر

۳۔ آٹھ جو

۴۔ آٹھ سینہ

۵۔ آجرات دیدار کبھو

نازِ مرہم ہیں، ولے ہم نہ اٹھانے والے
میری تربت پہ ہو، دو پھول نہ لانے والے
ہم زخود رختہ نہیں، آپ میں آنے والے
گوئیے نالے تو ہیں سوتوں کو جگانے والے
لذتِ درد ہیں غیروں سے چھپانے والے
جو رفیق اپنے ہیں، سو جی ہی کے کھانے والے
دل مضطر سے نہیں ہاتھ اٹھانے والے
ہیں بھی، اس شہر میں زنجیر بنانے والے

زخم پر زخم جفا ہیں، ترے کھانے والے
جیتے جی داغ تو دیتے ہو بہت پر، پس مرگ
ہو، تک اس عطرِ گریباں کی سنگھا دے، اس دربن
طالعِ خفتہ نہ بیدار ہونے اپنے کبھی
جان تو خون ہونی جانے ہے، پر سینے میں
درد و غم رنج و الم، ساتھ ہیں سو کاش جاں
کہیں کلمے پہلو سے نکل آئے تڑپ کر یہ صیاد
پاؤں نمونوں نے نکالے ہیں بہت دیکھو تو

۳۸۵

کاوش اوس مشرگاں سے فھیری، صبح یہ تعبیر ہے
کیا کرے نہ زیرِ بستر دشمن، نے شیر ہے
کھینچتا راتوں کو سینہ پر، تری تصویر ہے
اس قدر صیاد ہیں اور ایک یہ زنجیر ہے
اوس نگلی میں پھر کزکتی، آج کچھ زنجیر ہے
زود کم ہے، زر نہیں، زاری، سو بے تاثیر ہے
چند موجِ خون رکھتی آج، جوے شیر ہے
ہم زبانوں میں مرے کیوں! مختلف تقریر ہے
ہم تو رو جھٹھے تمہیں اس کی نہ کچھ تدبیر ہے
خامہ، جادو رقم پھر مائل، تحریر ہے

خواب میں دیکھا تھا شب پہلو میں اپنے تیر ہے
اب قلق سے مستعد مرگ یہ دل گیر ہے
تو لگے چھاتی سے کب، پر عاشق صورت ترا
کیا نگہ، کیا غمزہ، کیا عشوہ! کہیں دل میں ہیں
دیکھو! مجنوں ترا آیا ہے کیا وادی سے رات
اس بضاعت پر سے کیا کیا آرزو، وا حسرتا!
بے ستوں میں کیا، سر فریاد پر گزرا ہے آہ
اس زبانِ غمزہ نے یک حرف کب مجھ سے کہا
یہ جوانی، تم کو نمونوں اور یہ آزار عشق!
اک غزل میں اور بھی کرتا ہوں نمونوں ساری

۳۸۶

دم کی یاں فرصت نہیں، دہنی باں تاخیر ہے
ایک دل، سو بند ہے، خاطر سے سو دلگیر ہے
پھر لبِ معشوق، سینہ میں کسی کا تیر ہے
سے نہ ایمانی سخن، نہ رمز، نہ تقریر ہے
یعنی گر سہاب ہو کشتہ تو پھر اکسیر ہے
دو طرف سے شمع کی گردن پہ بھی شمشیر ہے
دل کے سو نکلے کروں، اس کی یہی تعذیر ہے
آج مشتاق سخن ہر اک جوان و پیر ہے

ان کو چیلے ہیں، اجس کی ہم پہ دارو گیر ہے
کس کی باتوں سے ہمیں راشد ہو! مجلس میں بھلا
اضطرابِ دل، ذرا فرصت کہ لوں بوسے کئی
یاں بھی ہے مشقِ ادا نہیں، نگہ کو کیوں تری
قتل کر بیتاب کو اپنے کہ سے یہ کیسیا
تھا جلیا، سے نہ پروانے کو، دیکھ انتقام!
کس بت ہرجانی سے جا کر لگا، گر ہاتھ آنے
اور مجلس میں پڑھو نمونوں غزل، یاں آپ کا

۱۔ لندن، دوسرے شعر کا مصرعہ درج ہے ب۔

۲۔ آ، ب۔ زائد شعر

۳۔ ب۔ نے

کاوش مرزاں سے اس کی ہیں کہ دانت
ہم نشینی سے نہو آہن دلوں کی
خاطر دلگیر واہ جز جیش
گرد اک شعلے کے جوں بنھے ہیں دو آتش پرست
تیرے وحشی کے لیے کیا سیر دریا خاک ہوا
دل ہوا، اوس سنگ دل کا اور کبھی کچھ سخت تر
ہم کو رونا آنے ہے نمون تاج کو کیا ہوا

بستر بھی زیر پہلوئے انگار گرم ہے
دل پیش آفتاب رخ یار گرم ہے
ہوتی پھر ایک شوخ کی، تلوار گرم ہے
پہر قطرہ یاں لبو کا شراب وارہ گرم ہے
کتنی نواسے مرغ گرختار گرم ہے
آتی نسیم، جانب گلزار گرم ہے
آتی ہوا، ادھر سے ہر اک بار گرم ہے
ہنگامہ، محبت اغیار گرم ہے
کس کی بغل کو تم نے کیا یار، گرم ہے
لگ بھینٹتے تھے جس سے، وہ دیوار گرم ہے
یاں تنگ تو میرا سینہ انگار گرم ہے
بتیں پڑھے وہ اور بھی، دوچار گرم ہے

تکے دھواں یہ دل سے ہر اک بار گرم ہے
ہوں جان پر یہ شیشہ نہ آتش فشاں کہیں
تلمی مرگ مشردہ! بجھانے کو زہر میں
رکھنا گلے سے ہاتھ مرے دور، وقت ذبح
تندیل دار جلوہ گر شعلے سے نفس
کس عندلیب تفتہ نے کی آہ، جوں سوم
کھینچوں جدھر میں آہ، کے وہ ادھر بتا
دل گرمیاں، وہ ہم سے کہاں اب! کہ آج کل
دل نے بغل میں آگ سی بھڑکانی خود بخود
اللہ رے سوز، دل کہ ترے تفتہ گاہ گاہ
سو بار آب دشنہ قاتل جلا چکا
نمون کی سن تو آہ کے، آتش بیابیاں

یاں آب و باد و خاک سب اے یار گرم ہے
بولا، یہ سنگ دیکھ خبردار، گرم ہے
افسانہ کیا ترا بھی، دل زار! گرم ہے
کتنی تری نگاہ، نسوں کا گرم ہے
سو، تاب رنگ گل سے وہ رخسار گرم ہے
ان کے تو آہ و نالے کا بازار گرم ہے
ہو کر درونِ رخشہ دیوار، گرم ہے
پہلو کے پاس بیڑے، کچھ اے یار! گرم ہے

گرم اشک آہ گرم، تن زار گرم ہے
وہ میری لوحِ قبر پہ رکھتا تھا پاؤں، غیر
شعلے سے یہ گئے عوض خواب، چشم میں
ملنے ہی آنکھ برق سی، دل پر چمک گئی
بالی میں گل پرودے تھے، اللہ رے نازکی
لوں سانس جو اس کی گلی میں تو یوں کہے
نہاں اور گئی سے نیند کہ آتی غضب سے لوں
نمون کون اٹھ کے گیا اب! کہ فرش خواب

۱۔ ایک بیک
۲۔ لندن، بے سن، آن کے
۳۔ ب۔ اور کس کو

یہ دسترس نہ کہیں تیغ جاں ستاں پر ہے
سیاہ داغ اب ایک ایک استخوان پر ہے
کہ مری طائرِ جاں کے لیے نغانا، پر ہے
گئے سے دشنہ پہ، گہر تیغِ خون چکاں پر ہے
شکستِ رنگ سی کچھ روت دوستاں پر ہے
کہ اک نشانِ کبود، اب تک اوس دہاں پر ہے
نہ چشمِ تاکہ وہ رکھتا، سر سناں پر ہے
مقامِ گریہ بہت ہلنے، اس جواں پر ہے
خیالِ میری طبیعت کے امتحاں پر ہے

قلق سے قصد، شبِ غم ہلاک جاں پر ہے
دھواں یہ جان سے ہے اٹھتا کہ کعبتوں آسا
کیے ہوں ضبطِ نفس ورنہ جی کر سے پر داز
نہ پونجہ کچھ مری راحت کہ بن ترے کروٹ
ترے مریض کا کیا ہے نصیبِ اعدا، حال
لیا تھا خواب میں شبِ بوسہ، نازکی تو دیکھ
بڑا ہی کشتہ یہ راحت طلب ہے، آنے نہ نیند
جنازہ دیکھ کہیں تھے، ترے شہید کا، سب
غزل پڑھوں ہوں کوئی اور بھی کہ مسنوں کو

کہ تیغ تیغ پہ لگتی، سناں بے سناں پر ہے
خیالِ بوسہ ہمیں، اوس لب و دہاں پر ہے
یہ آج پھول پڑا، کس کے آشاں پر ہے
کہ ایک لخت نہ مشرگانِ خون نشاں پر ہے
کہ لخت دل کا، قدم کے ہر اک نشاں پر ہے
یہ پہراہن، کہ گراں جسم ناتواں پر ہے
کہ ہاتھ دو، پہر تک دلِ طپاں پر ہے

نگاہ و غمزہ سے اس کے، ستم یہ جاں پر ہے
جو خون ہو طرزِ تسم سے، دیکھ بے رتھی
ہزار شعلے لپکتے ہیں، طرفِ گلشن سے
نشارِ ہنجا، حرماں سے خون ہوا، کیا دل
کیا سے کون سا بے دل یہاں سے اشک انشاں
تسم جنوں کی سبک دستوں کی، آج نہیں
کہ نہ حالتِ مسنوں ہے کیا اپ دیکھوں ہوں

آب و تاب اک اور ہے، یاں رنگ و بو کچھ اور ہے
سینہ چاکان جفاکش کا رنو کچھ اور ہے
حالت دل اپنی، اس کے رو برد کچھ اور ہے
یاں طریق التماس و نشتلو کچھ اور ہے
ہر نفس ایماے چشمِ روبرو کچھ اور ہے
ہم زبانوں میں مرے، یاں کچھ اور ہے
تیرے از خود رنگاں کی جت کچھ اور ہے
چارہ، سیرانیِ کام و شکر کچھ اور ہے
طبع میں قوت ترے اسے بطورہ گو، کچھ اور ہے

سنبل و گل اور کچھ، وہ زلف و رد کچھ اور ہے
نوکِ فخر اور لیس تلوار کی ذوری سے کام
کیوں نہ بیتابانہ رکھ لوں بزم میں سینہ پہ ہاتھ
رو برد، اس کے مجھے اک جھنش لب سے فقط
رنگِ رو سے شوق کیوں مجلس میں، گو ناگوں نہوا
واں زبانِ غمزہ کو یک حرف بھی مجھ سے نہ تھا
صد بیاباں وادی ہستی سے جاتے ہیں نزر
ذکر آبِ خضر کیا، دو برق حل کردہ کہ یاں
اور بھی اب اک غزل مسنوں سنا چاہیں ہیں یار

شاید اس بیمار غم کا حال اور وہ بے حال ہے
 آب حسرت چشم سے قاتل کے ہے کہ دم سے
 اس میں اور تجھ میں زمین و آسمان کا فرق ہے
 چین پاتے ہیں ترے، ہر نقش بند چین سے
 چشمہ شمشیر قاتل سے یہاں لیتے ہیں کام
 ہاتھ دھو کر عافیت سے، جائیں ہیں سر سے گز
 ہربانی کے تصدق، لگ کے سینہ سے مرے

۳۹۴

عذرا سے نوشی ہے کیا جمع ہوں اسباب تو پنی
 چشمہ خنجر قاتل سے ذرا آب تو پنی
 اور بھی جام، ہوا ہوئے نہ سیراب تو پنی
 تو ذرا رشک سے خون دل بیتاب تو پنی
 اس گلستاں کو کیا چاہے ہے شاداب تو پنی
 گر مزا اس کا لیا چاہے ہے، شراب تو پنی
 بادہ عشق بہت تند ہے، ہو تاب تو پنی
 منتوں سے، کہیں تھوڑی سی سے ناب تو پنی
 دے کے، بولیں کہ ہے پاس سر اجباب تو پنی
 چاہے تمہوں چمن لکر کو شاداب تو پنی

مے۔ اگر ہو لب آب و شب بیتاب تو پنی
 لذت آب بقا خضر! ابھی جانے گی بھول
 دے کے گل بادہ لعلیں مجھے نظروں میں کہا
 غیر کو دے لعلیں، مجھے چتون میں کہے
 آب و رنگ چمن، حسن سے کہتے ہیں، شراب
 کاوش دم سے دلا اسینہ گھونک ہے نگار
 صبر کی شیشہ شکن ہے یہ شراب پر زور
 واہ وہ بزم جو ہوں منکر سے نوشی وہاں
 ساتی و مشچہ و مست، سر، اپنے کی قسم
 پنی شراب غم معنی کہ ہو رنگیں یہ غزل

۳۹۵

آتش دل ابھی بجھ جانے ہے، یہ آب تو پنی
 زہر کے گھونٹ ہیں پینے، دل بیتاب! تو پنی
 سر پھرا ہونے ترا صورت دو لب تو پنی
 سے اگر واقف رسم و رہ آداب تو پنی
 دفع تپ کے لیے افسردہ عناب تو پنی
 ہنسنے کو ہو جو کعبہ کی بھی مراب تو پنی
 بادہ جب چشم میں آئے لگے کچھ خواب تو پنی
 چھوڑ کر سودہ الماس میں زہراب تو پنی

آگ بھڑکے سے جو سینہ میں سے ناب تو پنی
 وہ تو سے نوش ہے، دکھلا کے مجھے غیر کے ساتھ
 قطرہ اک چاہ محبت کا کرے سرگرداں
 نے اگر پیر مغاں دے، نگر انکار تو بارے
 چوس اس ہونٹ کو تا دل کی حرارت کم ہو
 نہ کسی جا پہ روا ترک قدح نوشی ہے
 نش دیتا ہے مزا نیند بھری آنکھوں میں
 لطف تمہوں وہ کیا دے ہے دل زخمی پر

۱۔ لندن، دل، لیکن دم، زیادہ مناسب ہے، غالباً سو کاتب

شب وصل اس سیزہ خو سے کب عہدہ بر آتی سے
گہر کے ہار ہیں بے آب، پتر مردہ لڑی گل کی
جگر ہوتا ہے خون، جاتا ہے دل یاں ہاتھ سے اپنے
ہوس کے رنگ نیچے ہیں نگاہ پاک بازاں سے
کوئی سینہ میں کیونکر دل کو اپنے تھام کر رکھے
تمناے جراحت مشردہ باد آج پھر اوس کو
لبوں سے آپ کے جام محبت دور ہی بہتر
رہا، طوفان کا سا اک تلاطم اپنے سینہ میں
غزل اک خونچکاں سی عاشقانہ اور پڑھ نمونوں

کہ گالی ہر سخن پر، ہر اشارت پر لڑانی ہے
کہو، کس سینہ سوزاں سے شب چھاتی لگانی ہے
وہاں سینہ پہ کس کے آج وہ دست حنائی ہے
کہ گردن پر ترے جلووں کے، خون پارسائی ہے
وہاں ایک اک ادا میں دل کشی ہے، دل ربانی ہے
جگر خون گشتکاں پر قبضہ خنجر آزمائی ہے
یہ وہ سے ہے کہ کرتی رنگ گھگھوں، کہربانی ہے
نہ بھگی، نک مرہ، اللہ کیا دل کی سمائی ہے
کہ وضع درد و رنگیں طرز تو نے زور پانی ہے

ترے ہاتھوں سے یاں درپیش کیا کیا اے جدانی سے
ترا مجرد بھی سے کشتہ آسودگی کتنا
کوئی غم، کوئی ایذا، داغ کوئی دے کے نکلے
خدایا کیا یہ شاخ گلبن باغ نزاکت ہے!
کسی کے کوچے میں گھبرا کے سو سو بار جاتا ہوں
رقیبوں نے دبا رکھی سے خاک در میں آگ اس کے
نہیں معلوم دل میں نہیں یا ہے ہول نمونوں کے

ہمیشہ دل نگاری، سینہ کاوی، جاں زدانی ہے
رکھا سینہ دم خنجر پہ تب، نک نیند آتی ہے
ایسی دل یہ اپنا ہے کہ کچھوں گدانی ہے
پچھتی بوجھ سے گہرے کے، وہ نازک کلانی ہے
نہیں لگتا کہیں دل، آنکھ جس دن سے لگانی ہے
کہ لے، اے آرزو یاں سے جواب جبہ سانی ہے
شکستہ رنگ، رو پر اس کے بینھے بینھے آتی ہے

خوب ہم سمجھے ہیں طرز دل ستانی آپ کی
ہر نگہ میں جواب صد سوال آرزو
شوق میں اس منہ کے لوں بوسہ، دہان غنچہ سے
نک سمند ناز کو ہوا، رخصت آہستگی
زیر لب کیا کیا لگوں، کہنے کہ جب آتی ہے یاد
دست بردوش نفس آتی ہے لب تک آج وہ
لعبت چیں لے نمک، کان ملاحظت وہ بدن
حضرت دل بس خوش، رونا چلا آتا ہے یاں
اک غزل پڑھیے حضور خسرو ہندوستان

ایک تمہید ستم ہے، مہربانی آپ کی
وہ ری طرز اشارت، نہبانی آپ کی
پر یہ ذر سے ہونہ افزوں، بدگمانی آپ کی
برق تھی ٹل شاک، آتش عنانی آپ کی
لب تلک، گالی وہ آکر ٹھیر جانی آپ کی
حضرت دل زور پر ہے ناتوانی آپ کی
نقش بند چیں نے اب چیں مانی آپ کی
درد کا انسوں سے یہ انسانہ خوانی آپ کی
کچھ نہیں ہووے ن نمونوں قدر دانی آپ کی

۱۔ آتہ کیا

۲۔ آتہ ہر

۳۔ ب۔ گل کو

۴۔ آتہ بھگی

۵۔ ب۔ پتر

ہے پھر اوس غمزے کو سمجھوں، پھر زبانی آپ کی
 کوہِ طاقت حسن کے شعلہ سے پھر سٹکا ہے رشتہ
 دو قدم بھی کھینچ کر لائی نہ اوس کو، اس طرف
 ہر سخن پر گہ نگاہِ خشم گہ پھین۔ جبیں
 چتونوں میں کون ہے بوسہ کا طالب، بزم میں
 سینہ میں کچھ ہم فقیروں کے ہیں حاضر، لختِ دل
 طاقتِ غوغا نہونا، کشمکشوں کو ہے ضرور
 تیسری بھی تم غزلِ مسموں پڑھو اس بحر میں

۴۰۰

قتل ہی کرتی ہے یہ شیریں زبانی آپ کی
 سنگِ روئی دیکھ اوس بت کی، کہ کہتا ہے مجھے
 رشک سے پھر کیوں نہ تپے خون میں صد آرزو
 حضرتِ دل یک طپش سے عرضِ صد امید ہے
 آہ بھر کر قصہ اپنا جو کہا، بولا وہ شوخ
 حضرتِ دل کب تک ماتم، یہ شیون تا کجا!
 کچھ گھلے جاتے ہو مسموں دم بدم، کچھ خیر ہے

۴۰۱

غمزے کو پھر ہیں کاوشیں اس دلِ پاش پاش سے
 وصل میں بھی نگاہِ شوق تا مشرہ، یہاں نہ آسکی
 نقدِ غم ہزار سال، خرچ ہے اک روز کا
 حسرت و یاس و رنج و غم، محنت و غصہ و درد و سوز
 شب وہ بہار حسن تھا خواب، میں ہمکنار، صبح
 سرد کبے جو آپ کو قامت یار، راست سے
 بسترِ خار پر سے پھین اس تنِ چاک چاک کو
 بخیرہ زخمِ دل، مگر آج قلق میں کھل گیا
 خواہشِ نیمِ خندہ تھی اس کے لبوں سے وقتِ ذبح
 جامہ سفید صبح ساں، بر میں ہزار نور سے
 یہ بے گلِ خندہ زن ہوں، نہ بلبلِ نغمہ سنج ہوں میں

اپنے حق میں زہیم ہے، شکر نشانی آپ کی
 کھینچ کر تلوار، دیکھوں سخت جانی آپ کی
 ناز سے جب اور پڑ ہو، تیغِ رانی آپ کی
 سخت گویا ہے زبانِ بے زبانی آپ کی
 کچھ اثر سے ہے، بہت خالی کہانی آپ کی
 بس کہ مارے ڈالتی ہے نوحہ خوانی آپ کی
 گریہ آیا، دیکھ کر ہم کو جوانی آپ کی

قطرہ خوں سے دو بدو، دشمنہ جاں فراس سے
 عشوے کے اہتمام سے، غمزے کی دور باش سے
 آپ نے ہیں سخت ہم بجاں، اس دلِ بد معاش سے
 خانہ دل کو آنے ہیں ڈھونڈ کے، سو تلاش سے
 رول کے لے گئی نسیم پھول، میرے فراس سے
 کس کو دماغِ گفتگو کندہ، ناتراش سے
 رنج کشوں کو کام کیا، نخلِ خوش قماش سے
 پکے ہے کچھ لبو پڑا، نالہ دلِ خراش سے
 پکے سے خونِ آرزو اب تک، اپنی لاش سے
 حسن کی کچھ چمک نہیں باولہ اور تاش سے
 باغ جہاں میں لاندہ کیا میری بود و باش سے

۱۔ آہ ہم سے کیا حضرت غم کنندہ دل، لیکن غم زیادہ مناسب ہے۔ غالباً ہو کاتب

۲۔ بے رول لے گئی

۳۔ بے نے

زیارت ہم نے، کی کہیں کی وہاں، اللہ کے
 صلے رنگ بوسے غنچہ تنگ آیا، کمر بوزن
 جگر جلتا ہے، دل بھڑکے ہے، کچھ عیب سلطانی
 گرہ ہیں حسرتیں دل میں بہت، شب وصل کی تھوڑی
 عبت گھٹ گھٹ کے کیوں دیتے ہو جی، گھلتے ہو کیوں تمہوں

۲۰۵

دل نہ خود کاوہ کاوہ نوک مرگان کیجیے
 یاں تک تڑپے کہ ہر مو سے شرارے از علی
 گو چھپایا درد دل، پر ساتھ ہر ہر نہیں کے
 وصل کی شب بھی کوئی بے درد، یوں کرتا ہے طے
 برق کو سے شکوہ آتش عنانی آپ کا
 وصل کی شب، ہر سوال آرزو و شوق پر
 سے ہجوم یاس پر، سینہ میں اپنے تنگ جا
 آبلے پر آبلے، سینہ سے لب تک پڑ گئے
 ہاں یہ سچ خواباں کے ملنے کا تو اک لپکا سا ہے

کب تک حد فیشتر نذر رنگ
 ضبط گر، یک دو نفس یہ برق انفال
 رنگ رو اڑنے لگے تو کونکے پہاں
 شکوہ تیرا کیوں نہ اے، گردوں گرداں
 تک سمند ناز کو کم، گرم جولان
 دم بدم کب تک نہیں، اک بار تو ہاں
 چیرے پہلو کو گر میرے تو احساں
 ضبط کب تک یارب! آہ آتش افشاں
 عشق کا تمہوں پر، ناحق نہ بہتاں

۲۰۶

اے بت! سجدہ در سے ترے خو نہ کیجیے
 رکھ دیجیے لفق میں، دم تیغ پر یہ دل
 گر پھر ہجوم شوق مرہ سے جو خار خار
 آراگہ کریں وہنہ انھی بلا
 مجلس میں تیری، اور سے آنکھیں لڑا ہے
 دیکھیں صبا سے جنش زگس تو آئے عش
 انجھیں صبا سے، شانے سے یا لپٹیں بار بار
 روئے نیاز در پہ ہر اک کے رکھیں، ولے
 سو سو طرح سے جلوہ کرے تو، پہ چشم شوق
 گل ہی سے کیجیے چارہ از خویش رنگی
 تمہوں کی طرح ہوں، کسی مسجد میں محکف

قبلہ بھی ہو ادھر تو کبھو رو نہ
 لیکن خیال بوسہ ابرو نہ
 جز دشنہ نذر سینہ وہ پہلو نہ
 پر مسکن موس غم گیسو نہ
 کچھ پاس، جنگ زگس جادو نہ
 دل عجب رمز چشم سخن عمو نہ
 بالوں کا تیرے شکوہ، سر مو نہ
 منہ اوس طرف کو ہوسے جدھر تو نہ
 آئینہ دایر عارض نیکو نہ
 تیرا لباس عطر فشاں، بو نہ
 پر سجدہ گاہ ترا، سر کو نہ

۲۰۷

بس تہا! زور آزمائی ہو چکی دل بروں سے ہاتھا پائی - ہو چکی

۱۔ لندن، بہ زائد شعر

۲

ہر تمنا کام آتی، ہو چکی
 رات تھوڑی، حسرتیں دل میں بہت
 ناز گرم جنگ ہے جرات یہ دل
 غزہ یوں بیگانہ پرس اب ہے تو یاں
 آتش ملے سے جو کہ بگڑے بار بار
 آتش دل سے ہوا، زیور وہ گرم
 بخت بد، صیاد غافل، بند سخت
 دل خراشی، سینہ کاوی، جاں کنی
 پر فرشتوں کے جلس ہیں، واں تری
 خار غیروں نے کہے ہیں، یاں نہاں
 حسرت دل پوچھ مت ہر آرزو
 جرم سے کے لیے یہ اضطراب !

کشتہ صلح کیجئے بس، لڑائی
 لے ہوس ! مطلب برائی
 عرض، حرف، آشنائی
 اس خود آرا سے صفائی
 اس سے باہم سینہ سانی
 ہم اسیروں کی رہائی
 تجھ سے کیا کیا، اے جدائی
 مرغ نامہ بر، رسائی
 اسکے در پر جہہ سانی
 کشتہ، تیغ، جدائی
 میر نمونوں ! پار سانی

جوں صبا گاہ، ہوادار چمن ہم بھی تھے
 ہم کو مت بھولو، گو کوچہ ہستی سے گئے
 قبر بچوں پہ جو گزرا تو صدا آتی مجھے
 دل ہوا خون جو کہا مرغ قفس نے کل، ہانے
 صید بہ میں جو نمک دان بکف آیا کوئی
 واہ رے وصل کے عالم کہ وہ منہ لاتا پاس
 غیر مخصوص ادا کیونکہ سمجھتے آخر
 ہم زباں چشم سخن گو سے ہے کون اب کہ گے
 اپنے گر، کشتہ دیدار کا پوچھے سے حال
 منہ پہ اک یاس غیب طور سے پیکے تھی، ترے
 سب ترا نام تھے لیتے کہ کیا اس نے قتل
 لب گزاں حیف سے تھا، اس کی جہانی پہ ہر ایک
 سنتے ہی ہو گئے نمونوں کی غزل، انسردہ

باد خواں، گل و نسرين و سمن ہم
 اس محلہ ہی کے یاران وطن ہم
 یونہیں آوارہ صد دشت و سخن ہم
 ایک دن بال زن طرف چمن ہم
 تھیلے ذوق سے، بر زخم کہن ہم
 بوسہ گیر لب و رخسار و ذقن، ہم
 ناز و انداز و حیا، شوخی و فن ہم
 لایق رمز و اشارات و سخن، ہم
 سن وہیں تا بدم دن و کفن ہم
 تجھے سب افسوس میں، مارے ہونے من ہم
 اس کے اثبات میں اے عہد شکن ہم
 رکھتے انٹشت وہاں وقفہ دہن، ہم
 ایک دعویٰ گر گری سخن ہم

بس کہ مڑکاں سے شعلہ باری تھی
 اک تغافل میں سو گئی حرماں
 رات جوں شمع، ہم پہ جہی بھاری
 دل میں جتنی افسیداری تھی

لندن، بہ زائد شعر
 آ، زائد شعر
 آ، زائد شعر
 م۔ تہ دہن

کچھ کہتا ہے کہ اس کو دیکھا گیا ہے
 و شمنانہ کے لئے یہ سب کچھ ہے
 شب ہمیں اس خیال میں
 کس کے دل پر رکھا تھا ہم نے
 تھے گل زخم تازہ، شب و تا
 روز و شب زلف کے خیال میں
 شہج صاحب کو کل بایں ہمیں
 صحبت شب سے کیوں مکرے ہو
 ملنے آنکھیں کہاں سے آنے تھے صبح
 بے خودی میں عجب مزے ہیں واہ
 شور دیوانگان میں کس کی بو
 نہا وا کسی طرح مسنون

مرہ سے جاے اشک گرم، اک شعلہ نکلنا سے
 تصور سے ترے لڑتا ہوں گلے، گاہ ہستا ہوں
 کیے بنھا سے ضبط گریہ، یہ آرزو دل تیرا
 کسی نے تہقیر کر یاد، یہ ہنسی سے لگ جاتی
 جو دھیان اس زلف کا لہرانے تھا دل میں، نہ سمجھا تھا
 گل لخت دل آہوں میں، مثرہ پر اشک کے خوشے
 ہوا سے کیا پہاڑ اللہ! اب یہ روز تہنائی
 میں کشتہ اس تھجک کر ہاتھ پڑنے کا ہوں، قبضہ پر
 وہاں گالی سے یا اقرار یا انکار، کیا جانوں
 غزل اک شوخ و برجستہ سی مسنون اور بھی پڑھ لے

غضب جب مجھ پہ ہوا، اس دم غضب عالم نکلنا سے
 سخن ہر ہر نگہ میں کیا کہوں ہوں میں، کہ وہ کافر
 یہ دوری میں بھی موندی آنکھ سیر وصل دیکھوں ہوں
 نجانوں، دھیان میں کس کا جنائی ہاتھ پھرتا ہے
 جو مانکا بوسہ، پشت دست جز، منہ پر مرے بولا

یہ واہ وعدہ پر کس کے چراغ دیدہ چلتا ہے
 کہ یوں، اس کج تہنائی میں دل اپنا پہنتا ہے
 کہ کوئی چھیز دیتا ہے تو اک دریا بہتا ہے
 کہ پھر دو دو پہر تک دم نہیں اپنا پہنتا ہے
 کہ یہ مار پیہ، ڈسنے کو جی، پہلو میں پہنتا ہے
 نہال آرزو، عاشق کا شاید یوں پہنتا ہے
 نہ گھٹتا ہے، نہ کھتا ہے، نہ ہنتا ہے، نہ نکلتا ہے
 کوئی جب اس سے کہہ دے، نیچو دیکھو نکلتا ہے
 پہ جب عرض ہوس کرتا ہوں، تب وہ ہونٹ پہنتا ہے
 کہ ہر ہر شعر تیرا، قالب شوخی میں ڈھلتا ہے

کن آنکھوں سے نگہ ہے، ہونٹے ہونٹ پہنتا ہے
 کبھو تو مسکرا دے ہے کبھو تیور بدلتا ہے
 کہ جوں جوں میں لگا جاتا ہوں، توں توں وہ چلتا ہے
 پہ یہ کبھوں ہوں، دل سینہ میں جیسے کوئی ملتا ہے
 کسی کی ہے زباں چلتی، کسی کا ہاتھ چلتا ہے

۱۔ آتے
 ۲۔ تصور میں ترے روتا ہوں
 ۳۔ تیرے نہ جھتا ہے نہ نکلتا ہے

کے جو شاخِ گل بننے سے جی میرا دھلتا ہے
ہی کہتا تھا، یہ پتھر نہیں چھاتی سے لٹکا ہے
صدائے واہدن سے نکل کی، دل پہروں اچھلتا ہے
دہی قند ہے لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے

لپٹاں خوں میں، شہید اپنے اگر دیکھے تو کیا گزرے
بوقتِ تیشہ رانی، کو ہن لے نام خسرو کا
سنے کیا وہ مرا نالہ کہ جس نازک طبیعت کا
تفاوت قامت یارو قیامت میں ہے کیا سموں!

دل چوٹک ! نہیں ، شباب باقی	شب سے نہ برائے خواب باقی
قالب سے تھی تمام پر دم	آنکھوں میں ہے جوں حباب باقی
خاک اپنی کے، بن گئے، بگولے	مرکر بھی سے بیچ و تاب باقی
لب تشہر زخم ہم وہیں ہیں	دہان تیغ میں ہے نہ آب باقی
سے پانے تو چار روز پنی لے	پھر سے نہ یہ ماہتاب باقی
پورے تو میں نے لیا یہ چٹ سے	کاسے کا ہے اب حجاب باقی
آ ! بہرے ثواب تو لگا تیغ	مت زیت کا رکھ عذاب باقی
خون میرا بہرے سبیل کر ، وہ بولا	تھا ، یہ عملِ ثواب باقی
سے سب کو ملی، مگر ہماری	تسست میں ہے خون ناب باقی
شب ہو بھی چکی ہے اور باہم	یہاں عجز ہے، دہاں عتاب باقی
نک صبح تو نہر ! رہ گئی ہے	یک دو گرہ، نقاب باقی
قربان ادا کہ شب جو دکھا	سے یہاں نہ طیش سے تاب باقی
چھاتی سے مری وہ لگ کے بولا	کیوں اب بھی ہے اضطراب باقی
کیا کیا نہ مجھے کہا ہے، اس نے	کوئی ہے نہیں، خطاب باقی
سموں، گو خاک ہوں پہ کیا ڈر !	ہے فصلِ ابو تراب باقی

جوں غنچہ، رنگِ گھس گھس ہستی پہ ہنس چلے
رو دے ہے اس گمزی کہ نہ جس وقت بس چلے
یاں دل خراشوں سے ہمیں، ناخن بھی گھس چلے
کیا کیا تری گلی سے لیے ہیں، ہوس چلے
پھر کے بس اس قدر کہ پرد یاں گھس چلے
نہ سانس آسکے ہے، نہ مطلق نفس چلے
نک سوے باغ نے سوسے باغ چلے
رہرو، کتے سے تیب صدائے باغ چلے
دہلی کو تم ہو، حضرتِ سموں زبس چلے

کرنے نہ پانے نیم تبسم کہ بس چلے
رخصت کے وقت ہوں تری گریاں، کہ آدمی
ہو باز کب ؟ تری گرہ بند پیرہن
دل کو سوستے ہیں تو مت عیب کر کہ، ہم
کب سیر باغ کی غم پرداز ہے کہ یاں
سینہ غبارِ کلفتِ دل سے سب اٹ گیا
جوشِ گل و بہار ہے، صیاد سے کہو
چٹکا جو سوزِ سینہ سے دل، جاں رواں ہونی
لے جاؤ تحفہ، واسطے یاروں کے یہ غزل

۱- ب- دہی

۲- آ- بے زائد شعر

۳- ب- سے ناخن

۴- ب- میں یہاں

جگر کے درد سے رنگیں لٹکانے والے
 ہجوم بوسہ وہاں کیجئے واہ ایسے لب لعلوں
 رکے سے ضبط سے دم، آہ سے جگر تڑپے
 ہم اپنے ہاتھ سے خود کشتہ ہوں، جو پوچھے تو
 وہ دیکھ آئینہ بولا، کئی شکلیوں سے
 ہونے مرید سب، خاندانِ تاک میں ہم
 دکھ انتظار کا تک اس سے پوچھا، جس نے شمار
 یہ کس سے وعدہ تھا یارب کہ گھر سے، شب سو بار
 ہزار خرقہ و عمامہ ہوں، پہ یاد جو آنے
 غلط نہ حرفِ خرابی سے، گردشِ شب و روز
 گیا جو دل تو جلو میں تھے یاس و حسرت و درد
 سنا ہے تمہوں! ہے آرزو گار اس کا نام

چند آہیں سرد کیں، گریہ سے تب فرصت ہوئی
 کشتہ شب خون سپاہِ درد سے طاقت ہوئی
 تک دمِ خنجر سے لگ بیٹھا تو کچھ راحت ہوئی
 سب گھٹھے جاں، وقت سفر ایک ایک سے رخصت ہوئی
 آہ ریا کتنی درازی، شبِ فرقت ہوئی
 شب ہمیں اس کے تصور سے عجب صحبت ہوئی
 گھونٹ جو پی زہر کی، معلوم سو شربت ہوئی
 دشت گردانِ جنوں کی، تیرے یہ صورت ہوئی
 کون سی ساعت تھی یارب اس سے جب الفت ہوئی
 سرگرانی سے تری مجلس میں کیا خفت ہوئی
 حالِ تمہوں دیکھ کر، اپنی عجب حالت ہوئی
 شمع سا، اے طبعِ روشن مجھ پہ تو آفت ہوئی

کچھ نہ پوچھو، صرف کونکر یاں شبِ محنت ہوئی
 خون میں ڈوبا ہوا نکلے ہے سینے سے نفس
 اس سراپا زخم کی آسائش شب کچھ نہ پوچھو!
 بے کسی و حسرت و حرمان و داغ و درد و سوز
 انتظارِ صبح میں خون ہو گیا، آنکھوں سے نور
 گاہ داغِ دل دکھاتے تھے، گئے کہتے تھے حال
 اس ہلاہل خوارِ غم کی تلخ کای کچھ نہ پوچھو
 رو خراشیدہ سے، مو زولیدہ، خاک آلودہ تن
 دشمنی پر دشمنی دیکھے، پہ جی ہنستا نہیں
 تھا جوابِ صد سوال اپنا، نہ جز چینِ جبیں
 اس کی بالیں پر نہ ہو سکتا تھا، ہم سے گریہ ضبط
 روشنی میں جو تری بیٹھا، جلا جاتا ہے وہ

۱۔ لندن الم، لیکن ب میں علم ہی لکھا ہے اور یہی درست ہے۔
 ۲۔ لندن تمہوں، آرزو گار لیکن تمہوں ہے اور یہی موزوں ہے۔
 ۳۔ آہ بہ جب
 ۴۔ بہ پر
 ۵۔ آہ میں دہلی کے حوالے سے لیا گیا ہے۔

وہ آبرِ چشمہ شمشیرِ آبرِ زندگانی ہے
 بغل میں کاوشِ خنجر، مشرہ سے خون نشانی ہے
 سرِ سنبل سے برگِ لالہ پر، عنبرِ نشانی ہے
 تطف ہے، عنایت ہے، کرم ہے، بہرانی ہے
 خجالت سے جن میں شبنمِ گل پانی پانی ہے

ہماری تشہ کای کو نویدِ کارانی ہے
 یہ تجھ بن گوشہ غم میں، ہماری زندگانی ہے
 نہیں یہ خطِ مشکیں، زیرِ زلف اس روئے نگلوں پر
 عتاب و تہر، جور و خشم ہم پر اور غیروں پر
 عرق انشاں ترے اس عارضِ نگلوں کو جو دیکھا

قطعہ

تو کہتا ہے تجھے کیا مانعِ عرضِ زبانی ہے
 کہے سے، کس قدر تجھ کو دماغِ تصہ خوانی ہے
 کہ ایسی صورت دیوار سے دل پر گرانی ہے
 برانے مصلحت دو چار دم، تک بہرانی ہے
 تو پھر ہنس ہنس کے غیروں سے کچھ ایمانے نہانی ہے
 سلوک اس کا ہو جب یہ کچھ بھی لطفِ زندگانی ہے
 کہ وہ بت تو لبِ جاں بخش ہے، عیسیٰ ثانی ہے
 غرض، نئے مرگ اب سے مصلحت، نہ زندگانی ہے
 ہمارے سر پہ نمونوں، اک بلانے آسمانی ہے

اشارات میں جو کہے، اک حرفِ مدعا اس سے
 اگر یہ سن کے، دو حرفِ تمنا لاینے لب پر
 اگر چپ بنھیے ناچار تو یہ چھیز کی رکھے
 اگر اٹھ جانتے جھنجلا کے مجلس سے، تو بلوا کر
 جو ہم بھی لگ حلقے تک دیکھ اس لطفِ نمایاں کو
 خدا کے واسطے اے ہم نشینو! غور فرماؤ
 نہیں کچھ کام مرجانا، ولے یہ سوچ رہتا ہے
 خدا جانے کہ کر کے زندہ پھر کیا کیا بلاوے
 نہیں زلف سیاہ خوش قدماں بالا سے یہ نازل

اس ظلم کے سنے کو کہاں سے جگر آوے
 لے کر نہ کوئی پھول، مری خاک پر آوے
 گلزارِ جہنم کو تماشا نظر آوے
 گلے، غلطی سے جو مری خاک پر آوے
 طوفانِ بلا سینہ سے تا چشم تر آوے
 دعویٰ یہ مسلم ہے، جو وہ بت ادھر آوے
 تک قاصدِ بیچارہ کی، اپنے خبر آوے
 رو دے ہے وہ، میرا جسے چہرہ نظر آوے
 آوے مری بالیں پہ، تو دل تھام کر آوے
 ہر شعر کو سن جس کی، تری چشم بھر آوے

صد تیر بلا متصل یک دگر آوے
 اس درد سے آگاہ ہوں، بے رخصتِ بلبل
 گر رنگِ گل داغ، بھوکا سا دکھا دوں
 دامن ہی جھٹکنے کا ہو، دسواں کنی روز
 اے دوریِ دل دار ذرا رحم کہ کب تک
 اے جذبہ دل لاف کش تجھ سے غلط ہے
 میں نامہ و پیغام سے گزرا کہیں یارب!
 بیماری محبت ہوں، غم آور ہے مرا حال
 رکتے ہیں نہ یہاں اشک، مسیحا سے یہ کہہ دو
 پر درد، غزل اور بھی پڑھتا ہوں کہ نمونوں

غش میں ہوں پڑا شب سے، افاتہ مگر آوے
 لے، جو تری زلف کی باد سحر آوے

۱۔ بکچھ

ہاں میں جس سے ہرگز نہیں
 آجک کہ شب کو گزرتا ہے
 آؤں جو لیے داغ دل کے
 اک دن تو مرا ہاتھ سے لے لیا
 رنجور نہ جا دے نگہ کے
 دوں آہ شہر بار کوہ گر رخصت ہو جان
 بجا گلہ نالہ و افغان ہے کہ ہر روز
 دوزخ سے زیادہ ہے یہاں دود فغان گہر

۴۱۹

سوزِ دل کیوں کر کریں
 زنگ جاتی ہے پکو شمشیر پانی کے
 ذوبِ نخل سے مٹی تصویر پانی کے
 خابِ ماہی بن گئے ہیں تیر پانی کے
 سیکھ خواصوں سے یہ حدیث پانی کے
 شیخ برسوں خرقدہ تذبذب پانی کے
 کون سے گوہر کی ہے توفیر پانی کے
 کس طرح برہا ہے یہ تعمیر پانی کے

ہیں سدا دل گریہ سے ہم، دلگیر پانی کے
 وہ عرق آلودہ ابرو اور بھی براں سے، گو
 نقش زیر شیشہ خالی میں جیسے ہو تاج کو دیکھ
 کون سے صیاد کی اب شست کے مشتاق ہیں
 گوہرِ مطلب اگر چاہے تو کر ضبطِ نفس
 کب نشان اس سے ریا کا پھونٹا ہے، گو رکھے
 کچھ وطن میں ہونہ قدر و قیمت اہل صفا
 ہے بنانے جسم ممتوں آنسوؤں سے زیر آب

۴۲۰

پھر اضطرابِ دل نے، واں سے اٹھا دیا ہے
 خورشیدِ صبح جس کے آگے بچھا دیا ہے
 غنچوں نے چٹکیوں میں اس کو اڑا دیا ہے
 یوں خاک میں جو تو نے مظالم ملا دیا ہے
 بھل سے آج پردہ کس نے اٹھا دیا ہے
 شوخی میں زور اس نے رنگِ رحنا دیا ہے
 مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا ہے
 آتش نے رنگِ گل کے، مجھ کو جلا دیا ہے

بے طاقتی نے جس جا، ہم کو بٹھا دیا ہے
 مکھڑے سے آج پردہ، کس نے اٹھا دیا ہے
 بوے بدن سے تیرے، تھا بوے گل کو دعویٰ
 تھے سبزہ رہ گزر کے، نہ نقش پا، فلک ہم
 ناتھ کے ساتھ بجنوں جاتا ہے دست بر دل
 اس چشمِ قندہ زا کی، پنہاں نگہ ستم ہے
 نوبی پہ ناز اپنی جو کیجیے بجا سے
 کچھ چراغِ تربت، سوزاں دلِ عنادل!

۱- آہ زائد شعر

۲- بے گریہ سے

۳- کون سی تقصیر گوہری

۴- آہ یا

۵- بے مینا

وایسگان کا گل، شورش سے کچھ تھے پھرے
ممنون، ہم قضا کے کچھ اس قدر نہیں ہیں
یہ سلسلہ صبا نے پھر کچھ ملا دیا ہے
البتہ ایک دل تو درد آشنا دیا ہے

ہر نگہ میں اس کو اک ایمانے تازہ یاد ہے
ہاتھ سے اس کا کاد کاد نالہ کی فریاد ہے
زور ہی افسردگی کچھ ان دنوں رہتی ہے یاں
خون سے رنگیں، رلوانے داد خواہاں کو کیا
جو غم و حسرت اٹھے جس دل سے، سو یاں آجے
کون آتا ہے لیے تیغ و نمک داں، یاں بہم
اے دل ناداں! تمنائے جراحت کب تک
درد کو سے مزہ لذت کہ بہر چاکِ دل
سخت کچھ افسردہ و دلگیر ہو، رہنے لگے

نکتہ سخی میں وہ چشم پر نسوں، استاد ہے
دل سے لے تا پر وہ سینہ میں نیش آباد ہے
کس افسردہ کی یہ تاثیر دل ناشاد ہے
ہاتھ سے ان ظالموں کے، داد بھی بے داد ہے
دل ہے اک معمورہ غم، سینہ یاس آباد ہے
پہر لب زخم جگر عوڑ مبارک باد ہے
کچھ بھی تجھ کو پاس دست و بازو سے جلاد ہے
سوزن بخینہ و کیل خنجر فولاد ہے
خیر باشد میر ممنون! تم پہ کیا بیداد ہے

اس رنج سے خدا ہی نگہدار چشم ہے
دل سا عزیز، مفت ہوا پارہ پارہ یوں
شرکوں سے جیب و جیب سے دامن میں دھلکے اشک
اجزائے سینہ ہم رہ اشک آنے یاں تک
ایمانے کنایہ، رمز، سخن، غیر سے سے کیوں؟
دل کا کروں علاج کہ تدبیر جاں کی، یار
جلاد پوچھتا ہے تمنا بوقت ذبح
یاں کیا گمان خیال، وہاں کیا ہونے کہ جو
سے دم بدم ادھر نہ لگاوت نگاہ میں!
دل! بچ کہیں کہ سینہ ممنوں میں نیزہ باز

تجھ بن، نگاہ نیش و مشرہ خار چشم ہے
رو دے اگر لبو تو سرا وار چشم ہے
غلطوں نپٹ ہی گوہر شہوار چشم ہے
کل تھا جو نیش سینہ، سو اب خار چشم ہے
ہمکو بھی فہم معنی گفتار چشم ہے
یہ زخمی نگاہ، وہ بیمار چشم ہے
اس پر بھی یاں اشارہ ہر بار چشم ہے
بیگانگی سے دونوں طرف کار چشم ہے
ادھر نہ دلفریبی ہر بار چشم ہے
مڑگان سے پھر وہ ترک ستکار چشم ہے

یاں، دل کی تمنا جب اظہار کی آنکھوں سے
عرصے مرے مشہد کا اب دشتِ غزلاں سے
بیمار کا تیرے تھا کیا حال کہ گرد اس کے
یک پارہ دل آیا، ہم راہ ہر آنسو کے

داں طرز حیا نیکی پھر پیار کی آنکھوں سے
تھا زیست ہمیں ہنگامہ، کل یار کی آنکھوں سے
دامن تھا نگاہ، ہر اک غم خوار کی آنکھوں سے
لڑ، لعل و گہر کی، کیا تیار کی آنکھوں سے

۱۔ بہ ہلا دیا ہے

۲۔ ب۔ لب سینہ

۳۔ آ۔ کا

کس دستِ حالی سے...
 دینا قدح سے...
 نظروں میں کبھی تھی کل کچھ خواہش...
 غمزدوں کی نہ غموں دیزی، مشرگاں کی نہ دل دوری
 کرتے ہیں تمک دیزی، راتوں کو یہ اختر کیا
 وہ ذبح کرے تھا، یاں پیچھے تھیں، دم بسمل
 یاد آنے جو وہ صورت تو پہنوں ہی اودتا ہوں
 اے جرخ! ترے اختر کم ہیں نہ ذرانے کو
 زخمِ دلِ مسموں کا نونا، کوئی ناکا، کیا

۲۲۲

کس نے کیا نئے لگ کے ترے خواب، کس نے
 چیرے تو نکلے پارہ سپاہ...
 جو یوں رواں ہے، خون کا سیلاب...
 جگے ہے آفتاب، جہاں تاب...
 کیا چاک جیب کے مرے، اجباب...
 لیں، بوسہ پار کے گلِ شاداب...
 جاری بجانے خون ہے، مئے تاب...
 آنکھوں کی واہ ہوگے، بہا آب...
 کب کا نکل گیا، دلِ بچاب...

تکلا پڑے سے یاں دل بیتاب...
 ہم دم نہ پوچھ دل کے مرے اضطراب کو
 پھر دل کے ساتھ ہیں، صفِ مشرگاں کی کاوشیں
 کھایا ہے ہم نے، داغِ محبت کا جب سے بار
 روکو! رگے جو دستِ جنوں، ورنہ فائدہ
 کیوں دل کے داغ، یاں نہ ہرے ہوں کہ جب وہاں؟
 کس کی نگاہِ مست ہوئی خنجرِ آزما
 کیا آگ سوزِ عشق نے دی، دل و جگر تمام
 مسموں اب اضطراب کا اتنا ہے کیا سبب

۲۲۵

تفاضل ہانے رفتہ کی، نگہ کو عذر خواہی ہے
 تجھے سوگند بوسے گل! نسیم صبح نگاہی ہے
 دعا دیتے ہیں جانِ عشق کو، فضلِ الہی ہے
 کہ جس کے قتل کا محضر ہے، اس ہی کی گواہی ہے
 کہ بادِ مصر کا اک قافلہ، اودھر کو رہا ہے
 کہ اپنے کشورِ دل کے لیے بیمِ تباہی ہے
 کہ مثلِ ماہِ نخب، ماہِ مصرہ اک ماہِ چاہی ہے
 بغل میں کاوشِ دل سے کہ نشتر، یا الہی ہے
 یہ وہ واہی ہے جس میں برش کا بھی رنگ کا ہی ہے
 ہمیں مطلب نہیں کچھ آپ ہی کی خیر خواہی ہے

زبانِ غمزہ کو پھر آج عذر کم نگاہی ہے
 دماغ اپنے سے، کچھ ہے آشنا، کس کی چہ نگہبت
 مزاج اپنے کو کیا پوچھو ہو یاں خوش ہیں بہر صورت
 رہ و رسم دیارِ عشق کا کشتہ ہوں، شوخی سے
 زلیخا رشک سے بیتِ المزن کے باغ میں بولی
 کہاں تک ترک تاز اے لشکرِ اندوہ! بس فرصت
 کہاں وہ اور کہاں یہ غیرتِ ماہِ فلک اپنا
 جدھر دل سے اودھر پہلو سے اپنے خون نیکے سے
 نہ پوچھو نے کسی کچھ یاں، گیاہِ خشک کی اپنی
 نہ ددخوبوں کو دلِ مسموں! بہت بد ہے، کہا مانو

۱- تہیہ
 ۲- تہیہ

کس کا نظر میں جلوہ تیر کشیدہ ہے
 کچھ یاد آئی قدر دل آرمیدہ ہے
 کیا حال ہے کہ جیسے سحر کا سفیدہ ہے
 سینہ میں کس کا ہر سر ہر گانِ خلیدہ ہے
 خون ہزار حسرت دل کیا چکیدہ ہے
 جو یوں برنگِ صبح گریباں دیدہ ہے
 کیوں سوے در لگنے، دل و جان دیدہ ہے
 اب کیوں سر شک تا سر دامن دیدہ ہے
 آیا یقین اب، مرا حال شنیدہ ہے
 مسمون! نامِ عاشق آنت رسیدہ ہے

جوں غنچہ سرخرو وہ گلِ نودمیدہ ہے
 کیوں فق ہے رنگِ چہرہ و جاں کیوں ٹھیدہ ہے
 رنگِ عذار وہ جو شفق سے تھا باج خواہ
 افشاں سے سرخ سا ترے دامن و جیب پر
 دیکھی فشار دستِ حنائی کی کچھ بہار
 دیکھا ہے کس کا سینہ، گریباں کے چاک سے
 حالاتِ انتظار نہ یاد کسی کے ہیں
 گلِ آستین و چشمِ مہری تھے خندہ زن
 دیکھا کہ انتظار دکھاتا ہے راہ کیا!
 جا! اس سے پوچھ کوئی تو تدبیر وصل کی

لطر ہوا، کا شیشہ خالی پہ سنگ ہے
 وسعت تمام ملکِ سلیمان کی تنگ ہے
 دامن و جیب پر میرے، لہو کا رنگ ہے
 آئینہ سپہر بھی جو زیرِ رنگ ہے
 موجِ نسیم اپنے، جگر پر خدنگ ہے
 صباے غم کے نشہ کی جن کو ترنگ ہے
 اپنے تو سلسلہ کا، یہ مجنوں ہی تنگ ہے
 اس زندگی بچ سے مسمون بہ تنگ ہے

ہر جنبشِ نفس سے مرے دل کو جنگ ہے
 مت کیجیو غرور کہ یاں چشمِ مور میں
 ازبیک اس کی کاوش مرگاں ہے وقفِ دل
 کس خستہ جان کی ہے یہ دمِ سرد کا اثر
 کیا سیرِ باغِ کشہ غم کو ہو، تجھ بغیر
 چھبھیں ہیں ایک ریزہ، مینا سپہر کو
 رسوائیاں ہیں عشق کی، جوش و خروش پر
 کب تک رہے بتوں کے دہن کا اسے خیال

کہ خاکِ کشمیاں پر شورِ محشر دامن افشاں ہے
 کہ آگے رفتہ رفتہ چاکِ پھر پیراہن جاں ہے
 جو کنٹاں کی طرف آوے تو مغربِ پیر کنٹاں ہے
 سرِ فکر اور زانو، آستین اور چشمِ گریاں ہے
 کرشمہ ہے، تقاضا ہے، نہ یاں سر ہے، نہ ساماں ہے
 کہ ہر خارِ مغیلاں شکلِ خونِ آلودہ مرگاں ہے
 جو ہودے، اس کے خالی جھولنا ہے، لعبِ طفلان ہے

سمندرِ ناز کس کا صید گہ میں گرم جولاں ہے
 یہ ہتھ پہیلیاں جنوں کی ہیں تو گزری جیب سے نوبت
 گلِ امید سے پڑ ہے، نسیمِ مصر کا دامن
 ہمیں اب کنجِ تنہائی میں یہ کچھ شغل رہتا ہے
 چلے کیونکر ابی اب نیاز و ناز کا سودا
 برہنہ پانی نے اپنی دلایا دشتِ وحشت کو
 شکر لفظ اور معنی ریختہ میں شرط ہے مسمون

۱۔ بے قتل گہ

۲۔ بے ادس خالی

وہ ہی شمع کعبہ ہے، وہ ہی چراغِ دیر ہے
نہ نشیں گوہر ہو، کف، پانی پہ آتا تیر ہے
دھیان میں آتے ہی جاتا، جان و دل میں تیر ہے
لگ چلے منہ اس قدر کیوں، میر تمنوں! خیر ہے

مگر وہ مومن دیدہ، تحقیق سے دیکھیں اگر
ہوں فردن مایہ در، بے مایہ جاتے ہیں اہل
بلے تیزی سر مرگاں کہ ایک اک بیشتر
پاس منہ کے، منہ کو لے جاؤں تو کہہ دے منہ کو پھیر

۴۳۲

بادِ سحر بھی آکے، دمِ سرد بھر گئی
آئی صبا تو اس سے اڑاتی شرر گئی
لے، موجِ اشکِ چرخ پہ بھی چشم تر گئی
اس مشغلہ میں رات ہماری گزر گئی
سو بار جوئے آبِ چڑھی اور اتر گئی
تائیر زہرِ کام، غرض اپنا کر گئی
تڑپے تھے پانچ سات، جدھر کو نظر گئی
اس کی گلی میں بادِ صبا تو، اگر گئی
جیکے سے دل پہ تیغ لگا کر مگر گئی
گرتے بھی ہیں کسی نہ کسی بات پر، گئی
تیری سنان، سینہ سے اپنے گزر گئی
ہوں لختہ دل لیے مری آہ سحر گئی
نخلت سے ذوبِ آب میں، سلکِ گہر گئی
کیوں میری مشتِ خاک کو برباد کر گئی
یہ فوج تو اجاز، نگر کے نگر گئی
تحریکِ آہ وا، گرہِ دل کو کر گئی
آتا ہے دمِ رکا، مری چھاتی تو بھر گئی
گردوں پہ لے کے، تھفہ لختہ جگر گئی

بلبل ہی اس چمن سے نہ کچھ نوحہ کر گئی
خاکستر اپنی گرم سی کچھ رہ گئی تھی، یاں
نک ضبطِ گریہ! ذوبِ چکی تھی زمین تو
پر درد کوئی شعر پڑھا، آہِ سرد کی
اس سیلِ اشک کا نہ گھنا زور، ورنہ یاں
آخر ہونے، خیالِ خطِ یار میں کہ یاں
نکلے تھے ہم بھی جا، ترے کوچے میں کل وہاں
لانا وہ خاکِ در کہ عبیرِ کفنِ کردوں
کیسے کے گواہ کہ پنہاں نگاہِ یار
پر حرفِ آرزو پہ نہ اتنا غضب میں آ
آغوشِ خون میں، دل آرزو چھوڑ کر
گل، برگِ جوں لیے ہیں، موجِ نسیم سے
آلودہ عرق، تری چمنِ جبین کو دیکھ
کب^۳ کا غبار تھا تجھے، مجھ سے بھلا صبا!
اس دل پہ اب جھکی سپاہِ عشق، دیکھیے!
غنیچہ کو باز، لطفِ صبا جوں کرے ہے، یوں
نک حکم ہو کہ رزوں میں دل کھول کر کہ اب
تمنوں ہماری آہ، مسیحا کے رو برو

۴۳۳

کیے اطفال نے پتھروں سے تا دیر و حرمِ خالی
کہ بذل و حرف سے ہوتے ہیں ناداں، کونئی ہم خالی
کہ بھر کر آہ، کیسے نک دل پڑ درد و غم خالی
بے دریا، نہیں ہوتی مری پیر، چشمِ ہم خالی
برنگِ بالہ، جب تک آپ سے ہوویں نہ ہم خالی
کہ لوہو سے نہیں ہے، ایک بھی نقشِ قدم خالی

نہیں رہتے کہیں، دیوانہ پن کرنے سے ہم خالی
یہ آنکھیں وہ نہیں، جب روٹکے تو خشک ہو جاویں
بھری آتی ہے چھاتی، حکم پر ہوتا نہیں اتنا
اپنی کیا مدد ہے، قلمِ دل سے اسے پہنچی!
لبالب نور سے رویاں سے کب آغوش ہو اپنی!
ترا بروج، اس دادی سے شاید آج ہے گزرا

۱۔ آتوہ جو

۲۔ آہِ شغل ہی میں

۳۔ لندن، ب۔ زائد شعر

نویہ کارانی ہے بس اے میرے دل
 بجز عسرت نہ کچھ پہناتے دیا کے
 اگرچہ نوج نوج اہل ہستی ہے
 بہت آرایش و زینت دلیل ہرزہ گردی سے
 بھری، سو شور افغاں سے، ایک اک استخوان اپنی
 اپنی آگ کسی آج سینہ میں، مرے بھرنکی
 ہستی دستی پہ تمہوں کی نہ ہنس، اتنا بھی تو سودا

رگ نگل ہیں، قبائے کانرہ بیباک کے دورے
 کھلے ہیں پھر رونے سینہ صلا چاک کے دورے
 رگ تبسمل، ہمارے دامن صلا چاک کے دورے
 رکھے ہیں نیچوں پر، کس نے اس سفاک کے دورے
 رگ جاں سے ہماری، کیسے دلاک کے دورے
 بنایا چاہیے لے، تجھ کو رستی پاک کے دورے
 بنے ہیں رشتہ جہاں سے، ترے لتراک کے دورے
 نشہ میں سرخ ہیں، اس ترگس سفاک کے دورے
 عباد آلودہ جون ہوں جامہ پر خاک کے دورے
 جو ہم نے گردن صاف مت چالاک کے دورے
 دم تیغ بٹاں سے، کوزہ گر کے چاک کے دورے
 ہونے ہیں شمع ساں، تار تار پاک کے دورے
 نہ دیکھے ہوں جو تو نے سجدہ اللاک کے دورے
 طناب خیمہ اللاک ہیں یہ خاک کے دورے
 کہیں بیکار، آگے صاحب ادراک کے دورے

نہوں کیوں تار دام بلبل، اس پوشاک کے دورے
 خیر دو، بخیہ سازوں کو کہ دل کی بے قراری سے
 سر مشرگاں کی خوں نا بہ نشانی سے، بنے آخر
 تہوں سے گردنیں، بے درد کیا آزاد کرتا سے
 لگے اس تن نازک سے کیا کیا، کاش کہ بنتے
 اگر مستوں کے زخم دل کو کرنا ہے رونہ سانی !
 نہ اس میں باندھو، ظالم ! کسی نغیر مضطر کو
 مے لعلیں کے جون ساغر سر شار میں موجیں
 تنِ خاکی کی ہر رگ یوں بھری سے گرد کلفت سے
 کنید گردن طاقت کے وقت رقص دیکھے تھے
 ایک گردش نصیبوں کے گئے کیا کاسہ سر میں
 فروغ حسن سے تیرے، حریف آتش سوزاں
 نظر کر، اختروں میں رشتہ تدر شہابی کو
 سمجھ کر، قطع کیجو تاک کے ریشوں کو اسے زاہد !
 غزل اک اور بھی کہ اس زمیں میں پر نہیں تمہوں

رگ نگل ہیں، قبائے کانرہ بیباک کے دورے
 کھلے ہیں پھر رونے سینہ صلا چاک کے دورے
 رگ تبسمل، ہمارے دامن صلا چاک کے دورے
 رکھے ہیں نیچوں پر، کس نے اس سفاک کے دورے
 رگ جاں سے ہماری، کیسے دلاک کے دورے
 بنایا چاہیے لے، تجھ کو رستی پاک کے دورے
 بنے ہیں رشتہ جہاں سے، ترے لتراک کے دورے
 نشہ میں سرخ ہیں، اس ترگس سفاک کے دورے
 عباد آلودہ جون ہوں جامہ پر خاک کے دورے
 جو ہم نے گردن صاف مت چالاک کے دورے
 دم تیغ بٹاں سے، کوزہ گر کے چاک کے دورے
 ہونے ہیں شمع ساں، تار تار پاک کے دورے
 نہ دیکھے ہوں جو تو نے سجدہ اللاک کے دورے
 طناب خیمہ اللاک ہیں یہ خاک کے دورے
 کہیں بیکار، آگے صاحب ادراک کے دورے

- ۱۔ لندن بت زائد شعر
- ۲۔ ب۔ یہ سب
- ۳۔ لندن بت ہونے ہیں جا کے پانے طائر افلاک کے دورے لیکن یہ مصرعہ زیادہ مناسب ہے جو شب میں ہے
- ۴۔ آ۔ ب۔ یہ شعر دوسری غزل میں ہے
- ۵۔ لندن، بت زائد شعر
- ۶۔ آ۔ ب۔ یہ سب دوسری غزل میں ہیں
- ۷۔
- ۸۔
- ۹۔ آ۔ ب۔ چشم بت
- ۱۰۔ لندن، بت زائد شعر

ہونے ہیں جا کے، پانے طائر افلاک کے ڈورے
رگ گل ہو گئے ہیں دام میں شباک کے ڈورے
اگر درکار جڑوں میں ہو، اوس سفاک کے ڈورے
رہیں گے خاک میں آلودہ، جیسے چاک سٹے کے ڈورے
ہونے زناہر کفر، صاحب اشراک کے ڈورے

رہا ہیں اس قدر، اس آتش ناک کے ڈورے
نہیں معلوم منہ دھویا ہے کس گل رونے دریا میں
رگ دجاں کو لیے، حور و ملائک نذر، آتے ہیں
جو دشمن آل حیدر کے ہیں، سو گردش سے، گردوں کی
یہ رشتے زاپدوں کے خرقہ بندوں کے ممتوں

انھے جو پردہ رو، گھر مرا چمن سے ملے
نہ اس صباحت و رنگینی بدن سے ملے
اگر خیال میں بھی وہ دہن، دہن سے ملے
شفق سحر سے، نم، سرخ مئے سخن سے ملے
اگر وہ پر تو عارض، ذر عدن سے ملے
کہ سبزہ زار کے گوشے حدیمن سے ملے
عجب مزے ہیں، ہمیں بوسہ ذقن سے ملے
شمیم مشک کے ہیں، نگہبتر چمن سے ملے
کہ اس کی بوسے، کسی بوسے پیراہن سے ملے
گلے ملے تو اس اسباب سوخن سے ملے
نگاہ جب اس نگہ پر نسوں و فن سے ملے
حلال رشتہ ہر اک رشتہ کفن سے ملے
بھلا یہ دست تو دست، قسم، سخن سے ملے
کہ خار خار بیاباں، اس کے تن سے ملے
کہ خار کن کی مصیبت نہ خارہ کن سے ملے
عجب طرح کے مزے ہیں، ترے سخن سے ملے

کھلیں وہ سو تو مشام جاں، سخن سے ملے
جو رنگ گل سے، صفائے نسترن سے ملے
غضب سے ہنازکی لب کہ رنگ اڑنے لگے
جو اس کی کھینچی سے تصویر، چامے نقاش
برنگہ لعل بنا گوش میں دیکھنے لگے
وہ خط قریب لب لعل ہے، سنا تھا کبھی
حدیث سبب بے بسی سے ذوق کیا، واعظ!
گئے ہیں باغ میں کھل کس کے بال، جھوکے آج
چمن میں دیکھتے ہی گل، مجھے سے آتا غش
کدھر سے آنے نہ میں بنے بھوکا آپ
جو دل کو روح قدس تھام لیں، سلام کروں
موا، گداختہ ہو، یہ کہ سب مرے اعضاء
کہیں وہ قول بھی دے جھوٹ ہو تو جھوٹ سہی
سنا جو دشت نوردنی قیس کا قصہ
کیا خطاب یہ لیلیٰ سے ناز شیریں نے
غزل لذیذ سی پڑھ اور بھی کوئی ممتوں!

کوئی غریب وطن جیسے، ہم وطن سے ملے
ہوا نہ فرق، یہ اس سیم گوں بدن سے ملے
نکین لخت جگر کیوں نہ نورتن سے ملے
عزیز و غیر کے دیکھے لب و دہن سے ملے
نہ کارہ سخت مرا، کارہ کو بہن سے ملے

ہم اس گلی میں دل پر نم و سخن سے ملے
جو پہنے اس نے شب ماہ بار، نسریں کے
ہمیشہ بازو سے قاتل پہ بوسے تو دیے
ترے مریض کی بالیں کے رگد، سر انگشت
وہاں تھی سنگ شکنی، یہاں ہے سینہ دری

۱۔ آخاک

۲۔ لندن۔ زائد غزل

۳۔ لندن۔ زائد غزل

فرق کا بے ہوشی سے
 جانے سے نہ ہستی یہاں
 نہ کچھ عجیب ہیں، میری
 سنا ہے، یوسف پایا کتوں سے
 بہشت وصال کے عالم میں یاد
 کھلے ہونے تھے دو سنبل
 حسی و عشق میں تھا اتحاد
 کروں تھا دست بہم کس ہنر سے
 کھلے جو بند گرجاں تو آستیں
 ملاپ سب وہ غمے بھول، اس قدر
 ادا غمے جو مرا دل، تلوں ہوں
 تم اپنی جان کے معنوں ہونے ہو دشمن، آپ

۴۳۸

حرم سے زخم کی خواہش میں ہر آن
 کہ مردم دیکھ کر دوتے ہونے ہر سو
 اگر سو پردے میں رکھے برنگر ہو
 دل مضطرب مبادا! چیر کر
 پریشاں کر کے جب چہرے پہ وہ گیسو
 کہ سو سو بار اٹھ کے گھر سے ہم تاکو
 تجھے کر یاد، اس کی چشم سے آنسو
 کوئی کہہ دو کہ خبر لے کے وہ بد خو
 کہ سو سو شعلہ اپنے تن سے جاے مو
 ہزاروں تیلے، ہنجر سے تا ہازد
 اگر پردے سے تیرا چاند سا وہ رو
 جب ہی میر معنوں تو بدبہت گور
 نکل آنے

جو لے حیر وکماں، صید اگنی کو تو نکل آنے
 جب ہی طور کی کچھ بے کسی تھی نعش پر اپنی
 اسے کب تاب مستوری! جسے ہو ذوق رسوائی
 یہی ہے گر قلق اور یہی کاوش ہے تو ڈرتا ہوں
 عجم عد بلا ہودے دل و جاں پر مری اس دم
 کہیں کیا اضطراب دل! کسی کی یاد میں شب کو
 نہیں نظرے ہیں شبنم کے یہ زگرس پر گلستاں میں
 بہت ہی دور سے آنے تمناے جراحت میں
 یہاں تک ضبط اپنی آتش دل کو کیا ہم نے
 دل سوزاں پہ میرے ہاتھ تک ہم دم نے دکھا تھا
 نجانِ رنج و محنت سے نکل آنے مرا اختر
 غزل اب اس زمیں میں اور بھی کیا جلد لکھی ہے

۴۳۹

مسلمان کعبہ سے، اور بتانے سے ہندو نکل آنے
 ہیں کہ، گر قبائے سرخ وہ ہزد نکل آنے
 حنائے سو وہ ساں یک دست، بس لوبہ نکل آنے
 یہ جان ہیرا تیرے قاتل دل جو نکل آنے

جو اے برہم زن ایمان و کفر! اب تو نکل آنے
 شفق سے غرق خوں ہو صبح، ہنگام سحر گاہی
 جو ہم غوئیں دلوں کی خاک لے کر ہاتھ میں نکلے
 کسی پہاں کے پہچانے کو جوں نکلے کوئی گھر سے

۱۔ لندن: جو برہم زن دین و کفر گھر سے تو نکل آنے، لیکن یہ مصرعہ زیادہ بہتر ہے، جو "ب" جہاں سے نکلے
 ۲۔ ب۔ دیر

ہوا وہ خاک جل کر، اس کے کچھ آنسو نکل آنے
جو کر کے سرمہ سا، وہ زگسِ جادو نکل آنے
کہ رنگِ درد ترا، کرنے سے شستِ دشا، نکل آنے
سراسر آبلے سے جانبِ پہلو نکل آنے
خدا شاہد ہے بس اپنے تو کچھ آنسو نکل آنے

جب تھے رازِ باہم، شمعِ پروانے کو مجلس میں
کر کے خاک سے دونوں جہاں کو، میری نظروں میں
نہ دیکھی آبِ و تابِ شعلہ بانی بھی، بجز اس کے
لگے آگ اس تپِ دل کو کہ شب کو اس کی شیدت سے
غزل کیا دردِ مندانہ پڑھی مجلس میں مسمون نے

۴۴۰

نہو جاں بر، حرم سے جب کوئی آہو نکل آنے
مثالِ دودِ عنبر، دود میں خوشبو نکل آنے
کہ جیسے بحرِ اعظم میں کوئی ناپو نکل آنے
عرقِ زخار پر تیرے، جو اے گلِ رو نکل آنے
مبادا خاک سے یاں، دستِ دامن جو نکل آنے
نفس سے مرغِ جیسے پلنے جب قابو، نکل آنے
جو کونھے پر مرا ماہِ ہلال ابرو نکل آنے
عجب ہی کوئی وہ استاد، اور پرگو نکل آنے

دل وحشی مبادا! چھوڑ کر وہ کو، نکل آنے
حلے گر۔ یادِ زلفِ عنبریں میں دل، تو پھر اس سے
زمینوں سے احاطہ میں محیطِ گریہ کی اپنے
نجات سے ٹہن میں شبنم نکل پانی پانی ہو
کچھ کر میرے مرقد پر ذرا دامن کشاں آنا
شگافِ سینہ سے یہ دل کبھو ڈھب پائے نکلا تھا
مہ نو کا دماغ اب آسماں پر ہے، تماشا ہو
غزل چوتھی بھی استادانہ، کیا مسمون نے لکھی ہے

۴۴۱

زبانِ خلق سے تب الاماں، ہر سو نکل آنے
ذرا برقع سے گر تیرا وہ روشن رو نکل آنے
اگر تن سے، شبِ ہجران میں اے جاں! تو نکل آنے
رگِ خارا اگر ہو، اس سے بھی لوبو نکل آنے
اگر اس بزم میں کچھ راہِ گفت و گو نکل آنے
کہ سو سو تیر اپنے تن سے جاے مو نکل آنے
مگر محفل میں مسمون! پڑھ کے تم جادو نکل آنے

ہمارے قتل کو جب تیغ لے کر تو نکل آنے
سے، جوں دود، موسیٰ کچھے انوارِ تجلی کو
نہ نکلیں عہدہ احساں سے ہم تیرے، کبھو ہر گز
کرے نشتر زنی گر یہ نغانِ دل خراش اپنی
کروں مفتون باتوں کا، ابھی اس کم سخن کو میں
یہاں تک ہم ہونے آماج گاہِ نادرِ محنت
تمہارے اٹھتے ہی نکلا وہ بیتابانہ مجلس سے

۴۴۲

کہ نہیں تگہ میں رنگِ سوس و اشارہ بانی
اسی آگ کا سے تو بھی مگر اک شرارہ بانی
کہ نہیں نفس کو لب تک گزر دوپڑہ بانی
کہ نہیں رہا بغل میں دل پارہ پارہ بانی
نہ جہاں میں تو نے چھوڑا عمل ستارہ بانی

تھے، سچ سے کس سے شوقِ تگہ دوبارہ بانی
سر طور پر چمک کر جو گرے تھا برق آسا
کہیں آہ کہ جاں بلب ہوں، ترے لب پہ لب تو دکھ لوں
پنے نذر جیب و مشرگاں، نکل تر کہاں سے لاؤں
ترے حسن نے چمک کر فلک و زمیں کو گھیرا

۱۔ لندن، بہ زائد شعر

۲۔ بہ وحشی

مری مرگ و دیست میں سے برائے کچھ نہیں ہے
 نفس تو ایک ہے لونا یہ سادہی نہیں ہے

۲۲۳

شب، دل پھنکا کہ جاں، نہیں کچھ خبر مجھے
 اللہ دے فرطِ شوق! جو یک دم ہو تو نہاں
 تھا کس کا انتظار کہ شب، اضطرابِ دل
 پیکر سے زخم زخم یہ، راحت کئی تو دیکھ!
 کس نے دل شہید کا، شب مرثیہ پڑھا
 اے وہ شرمِ عشق! اس افراطِ شوق پر
 سیلابِ جنسِ قائلہ، منزل سو شعلہ زار!
 کس کو فراغِ غم سے، شبِ وصل سے کہ یاں
 ہے فرشِ خوابِ خنجر و شمشیر میں ولے
 شبِ ماہتاب و تن میں، ترے فرق تھا حال
 گر سر پہ کوہِ غم کی گرانی یہی رہی
 مٹوں اس زمیں میں غزل اور بھی سنا

سینہ میں آئی، اک سیرتِ دل
 بے مانتی اٹھانے سے کس کس کا کمر
 کھینچے تھا، کلہا پام یہ، کہ
 تک نیند، اتنی سحرِ الماس
 رکھا عجب ہی، سینہ چارون بلا
 تک اذنِ یک نگاہ، ہیں ہے اور
 شوقِ زیاں پسند نے، کھینچا کہ مر
 تھا شام ہی سے، لکیرِ طلوعِ صبح
 کروٹ لٹق سے گہرے، ایدم گہرے اور
 آتی نہ ہو، عطرِ گریباں اگر
 اک دن نصیب ہوئی، شستہ کمر
 خوش آنے ہیں بہت ترے اشعار تر

۲۲۴

بزمِ اپنی سے جلانے سے وہ دور تر مجھے
 وعدہ تھا کس سے رات کہ سو مرتبہ لٹق
 کی تو بہت تھی ضبط پہ تڑپے یہ برق آہ
 آیا سے کون تیغ و ننگ داں لیے بہم
 حسرت ہے اے ہوس کہ رکھے کون لب پہ لب
 کنعانِ دہر میں ہوں وہ جنسِ عزیز میں
 نکلے سے ہیں دل کے، لہو روئے کے لیے

گویا دیے ہیں، طالعِ قندیلِ دور
 لانا تھا گھر سے تا بسر رہ گزر
 آنے نظر، بدن سے نکلنے شرد
 دیتے ہیں تہنیت، لب زخمِ جگر
 اس کو حیا سے اور ادب سے، ادھر
 بیقوب، عشق کھمبے سے زورِ البحر
 مٹوں سکھانے عشق نے کیا کیا ہنر

۲۲۵

ادھر سے عشق میں پہلی نگاہ ہوتی ہے
 دل اس کو دوں تھا میں جس دن، نہ آہ روشن تھا
 نگہ میں کچھ تو تغافل، کچھ اک نگاوت ہو

ادھر جو دل سے تھتا، تو آہ ہوتی ہے
 کہ کیا بلا شہیدِ ہجرانِ سیاہ ہوتی ہے
 مزا ہے اس میں، حیا سے جو چاہ ہوتی ہے

۱۔ آہ نپٹ

۲۔ ادھر ہے۔

جفا سے رفتہ کی جو عذر خواہ ہوتی ہے
 کہ یاد اللہ ہاں گاہ گاہ ہوتی ہے
 تو نازنینوں کو رحلت میں چاہ ہوتی ہے
 رکابِ شاہ میں جیسے سپاہ ہوتی ہے
 وہ کون لوگ ہیں جن میں نباہ ہوتی ہے
 ہمیشہ وعدوں میں شام و پگاہ ہوتی ہے
 نہ نیند آنے سے نہ صبح گاہ ہوتی ہے
 کہ چاہ سہل ہے، مشکل نباہ ہوتی ہے

مروں ہوں اوس نگہ التفات پہنہاں پر
 بتوں سے کیسے وہ چہچہے، وہ اختلاط کہاں
 عوض تو دیکھ، جو عاشق کو نالہ ہجر میں ہو
 گیا جو دل تو جلو میں تھے یاس و حسرت و درد
 ہاں تو عہد جو باندھا، سو توڑنے کے لیے
 میں آفتاب لب بام ہوں اور اس سے کو
 شبِ فراق کی پیمینیاں یہ اور ہیں، لیکن
 خدا کے واسطے مسنوں نہ دل کسی سے لگا

کہ جس کو سن کے، لے اغیار سے تا یار روتا ہے
 برہنہ پانی مجنوں پہ ہر اک خار روتا ہے
 کبھو سو بار ہنستا ہے، کبھو سو بار روتا ہے
 اگر در سے اٹھا دیجے، پس دیوار روتا ہے
 کہ جب انسان کو پہنچے نپٹ آزار، روتا ہے
 بہت ہو جانے سے جب آدمی ناچار، روتا ہے
 ترے رخسار و خط کے شوق میں گلزار روتا ہے
 پنک کر ہاتھ سے تلوار وہ خون خوار روتا ہے
 نشہ میں یہ فرنگی زادہ دھاڑیں مار روتا ہے

نے آہنگ سے اپنا دل بیمار روتا ہے
 نہیں یہ اوس کے قطرے جو کہ کانٹوں پر جھلکتے ہیں
 ترے دیوانے کو کیا کیا بندھے ہیں، دھیان کیا جانوں
 مرے رونے سے ہو کر تنگ وہ بے درد کہتا ہے
 ترے دردِ جدائی سے جو ہوں گریاں، نہ مانع ہو
 نہ روکے سے رے رقت، دمِ رخصت تو رو دوں ہوں
 نہیں کچھ سبزہ و گل پر نظر آتی ہے، یہ شبنم
 نگاہِ حسرت اپنی اس نے کیا دیکھی دمِ بسمل
 یہ شورِ لقلقل مینا نہیں ہے بزم میں مسنوں!

مت سیر کر، دودِ دل سے بام و در دوچار کے
 آستین تھی چشم پر، زانو پہ سر دوچار کے
 ہیں ابھی یاں آٹے پاؤں میں تر، دو چار کے
 نام اپنا اور ترا، دروازے پر دو چار کے
 پڑ گئے چھالے نہ ہاتھوں میں، مگر دو چار کے
 تہنیت خواں ہیں لبِ زخمِ جگر، دو چار کے
 جمع ہوں روز اس گلی میں نوحہ گر، دو چار کے
 آشیاں میں ہر طرف جلتے تھے پر، دو چار کے
 تجھ کو کہتا ہے غلط تاراج گر، دو چار کے
 یوں تو ہم نے سن لیے اشعار تر، دو چار کے

آہ گر کھینچوں کبھی میں گرد گھر دوچار کے
 شبِ ترے بیمار ہجران کے جو دیکھا آس پاس
 مت اجلا یک چند خار، اس دشت کے اے برق اور
 چھیز یہ غیروں کی رکھی ہے کہ لکھ آتا ہوں روز
 میں کہوں تھا، مت دل سوزاں کو چھونا ہم دموا
 کون آتا ہے لیے تیغ و نمک داں، یاں بہم
 بلے سفاک، لگی کس کس پہ وہ تیغِ ستم
 شعلہ رنگہ رخِ گل نے یہ آتش دی کہ صبح
 ترک تازی سے ترے غمزے کی عالم سے خراب
 دیکھیے مسنوں غزل کہتے ہو کیسی گرم تم

۱۔ آہ مگر

۲۔ آہو

۳۔ لندن، بے زائد شعر

۴۔ آہیہ

نام لکھ دوں ہوں، کس نے کہا کہ
 دستان لکھ دوں، کس نے کہا کہ
 سچ تک پہنچاؤں، کس نے کہا کہ
 دل لکھ دوں، کس نے کہا کہ
 جا لکھ دوں، کس نے کہا کہ
 جل لکھ دوں، کس نے کہا کہ
 صبح لکھ دوں، کس نے کہا کہ
 رات لکھ دوں، کس نے کہا کہ
 رہ گیا مجلس میں کیا ہے، کس نے کہا کہ

غل پڑے میرے وہ دھوکے سے
 چشم میں کیا کیا نہ انداز
 ہانے کس ہرجائی کا مشتاق ہوں
 خوں چکاں تہیں بھریں کس نے
 اشک مت پوچھو کہوں کس کس سے
 سوزِ غم اب خط میں لکھو ہال
 شب اسیروں کی ترے سنتے
 رنج و غم کا سے کبھی، حرمان
 بے کسی تو دیکھ تمہوں شب جو وہ

کہ اٹھایے اس تیغ سے، کس نے کہا کہ
 قفس تنگ سے ایک، اور گزرا
 آج پڑ خوں نظر آتے ہیں سر
 کہ گریبان میں بائی ہیں ہے، تار
 آستین چشم پہا گرد اس کے ہیں
 کشتی ایک سے، ٹھننے کے سر
 خواب دیکھا تھا لپے مجھ پہ ہیں
 کیونکہ یارب ہوں دلا، تھے بہم
 قطرہ خون دل پہ پہنے جمع، یہ
 کہ اتار ایک، نظر آتے ہیں بیمار
 غمزہ وعشہ سے ہوں ساتھ، مددگار
 بند ہوتے ہیں جوں ہی، روزن دیوار
 پردہ اٹھتے ہی گرتے، طالب دیدار
 بدھیاں پھول کی، سک در شہوار
 کس لیے! میرے گلے کے یہ ہونے ہار
 اور بھی شر لکھ! اے ہلک، فسوں کار

آج ہم بیٹے ہیں، لنت دل انگار
 ہم تہ ہرج بھوک بھی نہیں سکتے
 کیا ترے آبلہ پا، دشت جنوں سے
 ایک دو دم میں ہے بیکار
 ترے بیمار کی حالت نہیں معلوم
 ہم اسیروں کا قفس یکہ سنایا
 صبح کو وہ نگہیں اپنی طرف
 نہ اسے یاد نہ کہنے کا
 غم جدا، درد جدا، داغ جدا
 خندا یا کرے چارہ گری کس کس
 بہر تاراج جو ترکانہ جھکیں
 جھانکنے کی بھی نہیں راہ
 کیا غضب حسن کی ہوتی ہے
 رات پہننے ہی وہ کس لطف
 یاں گلے گلے کے جو اشکوں کے
 تانیہ پھیر کے، پھر تازہ غزل کے

- ۱۔ آہ صبح
- ۲۔ لندن = بھانکنے بھی۔ غائبنا ہو کلاب
- ۳۔ آہ ہونے
- ۴۔ آہ جو اس کو لگے، صد ہار کہا

حال دل کھول کے رہ۔ دیں گے یہ غماز کئی
 کہ جدا مجھ سے ہونے، میرے ہم آواز کئی
 وہ گئے ٹوٹ کے بال د پر پرواز کئی
 اس کے ہونٹوں میں خدا نے دیے اعجاز کئی
 ہیں قضا سے بھی فزوں یہ قدر انداز کئی
 ایک دل، تس پہ تھکے عریبہ پرواز کئی
 کہ یہ جاں باز کئی، وہ ہیں سناں باز کئی
 گل کترنے کو ہیں مراض کئی، کا ز کئی
 کہ اٹھے سینہ سے، شعلہ ہیں لنگ تاز کئی
 اس نے چھوڑے ہیں لبِ بام پہ شہاز کئی
 تو نے اے ضعف! دیے روک یہ دم ساز کئی
 ایک در بند جو ہوتا ہے تو ہوں باز کئی
 ہم ہونے، تیس ہوا۔ ہیں یہی ممتاز کئی
 جاگے کان سے اس کے ہیں، سخن ساز کئی
 غزہ و چشمک پنہاں تھے، نسوں ساز کئی
 شیوہ چند ہیں، لینے کے دل، انداز کئی
 وہیں جانا کہ جہاں، جمع ہوں طراز کئی

اشک آتے ہیں طے، پردہ در راز کئی
 خوں چکاں دل سے نوا کیونکہ نہ نکلے یارب
 کب نفس سے سے نکلا مجھے اس نے، جس دم
 ہنسنے میں شقِ قر، ہونے میں جاں بخشی
 غزہ و عشوہ و مڑگاں ہیں خدنگ انگن تہر
 تیر تیر میر مرہ، تیغ سے تیغ نگاہ
 جی، جگر، دل ہے ادھر، غزہ، نگہ، عشوہ ادھر
 وہ مرہ بل کے مشرہ پر، جگر و دل سے کے
 حذر اے خرمن گردون! خطر اے دامن چرخ
 نامہ بر مرغ تو پہنچے، پہ یہ اڑتی سی سنی
 اب نہ سے آہ، نہ نالہ، نہ نغلا، نے فریاد
 موند گئی آنکھ تو کیا کھل گئے ابوابِ شہود
 یوں تو اس سلسلہ عشق میں ایک عالم سے
 مرہ اے تہمت دے صدق و صفا صد افسوس!
 گوشہ چشمی نگہ و جنبش لب، آہستہ
 میں نے پوچھا کہ لیا کس نے سے دل! ہنس کے کہا
 تم بھی تمہوں عجب ناز کش عالم ہو

الماس سودہ سا شب، کوئی تملہ کیا ہے
 کس کے نقاب کا شب، گوشہ پہلا کیا ہے
 شب ہانے وعدہ رہ پر، پہروں جلا کیا ہے
 کیا وجد اس نے پڑھ پڑھ صل علی کیا ہے
 شب قطرہ قطرہ لوسو منہ پر ڈھلا کیا ہے
 آئینہ دل اپنا، مدت جلا کیا ہے
 قربان تیغ جاناں، کیا فیصلہ کیا ہے
 کس کس بلا میں یارب! دل مبتلا کیا ہے
 درپیش یا ابھی کیا مشغلہ کیا ہے
 ورنہ جو غنچہ دیکھا، سو وہ کھلا کیا ہے
 اللہ دل کا پیدا، کیا حوصلہ کیا ہے!
 نخل مراد اپنا، یوں ہی پھلا کیا ہے
 کیا مرحمت یہ تمہوں! اس نے جلا کیا ہے

ہر زخم دل غلش سے، دم کی پھلا کیا ہے
 اک چاند کا سا مکھڑا جکے تھا اور چھپے تھا
 جوں اشک شعلے نکلے، اپنا چراغ دیدہ
 کیا جانے وہ رخ سے یا گل کہ جس نے دیکھا
 سینہ میں کون یارب! دل کو فشار دے تھا
 مردم نیم جلوہ اب تک ہیں، گرچہ ہم نے
 دل زندگی سے اپنا، تھا کس قدر الجھتا
 گے زلف گھیرتی ہے، کاکل سے گے الجھتی
 گاہے ہوں خون روتا، گے جیب کو ہوں دھوتا
 سو سو بہار آتی، دل وا، ہوا نہ اپنا
 یک قطرہ خون میں سو سو، طوفان ہیں باندھ رکھے
 گہاے داغ حرماں یا برگ و بارِ حسرت!
 سن دوسری غزل کو، چھاتی سے لگ گیا وہ

انکارہ سا بقل میں شب
 ہنگام بوسہ دم کی تک جائے
 آخر گو رختہ رختہ جی لے کے
 رنجش کی بات کیا تھی، کیوں
 دنباں میں ہیں کتنے بختوں سے
 دل تو گیا نہ تنہا، اس رہ میں
 میکش کا جو عمل سے سچا شج کا ہے
 کھولے ہیں بال کس نے، بکھری ہیں
 چھوٹا اور اس گلی میں مسنون کہیں ہے گھر بھی

۲۵۳

گرداب سے بھی ہے تو کوثر بھی
 کچھ اس کی داکھ گرم ہے، کچھ ایک سرد ہے
 مدت سے روح قیس بیابان فرد ہے
 کہنے لگا کہ آج، مگر دل میں درد ہے
 یہ بھی کوئی روشِ افک بہرہ گرد ہے
 اس قندہ گر سے آنکھ لڑاؤے سو مرد ہے
 دل کی، بیاض صبح صفت، سادہ فرد ہے
 آتشِ حذر میں اس سے بوقتِ خبرد ہے

کیا رنگِ نو بہار میں حل، بوسے درد ہے
 شاید کہ جل بجھا سے ترا قندہ دیر ہے
 دوچار گام ناقہ لٹنی، ادھر ہی رکھ
 اڑنے لگا جو رنگ مرے چہرہ کا وہ شوخ
 آخر، شبِ دصال کو اس طرح کیجیے
 تیغ و سنان و تیر جو جھیلے تو کیا ہوا
 کیے نگار و نقش خیالات دھو چکے
 سیلاب اپنے دامن خس میں ہے بندھا، ہا

قطعہ

کیا مہرہ باذنِ فلک لاجورد ہے
 گردش میں اس سے جو ہے، سو مانند فرد ہے
 مسنون آج رنگ ترے مدد کا درد ہے

دیتا نہیں قرار، بساطِ زمانہ پر
 بٹھلانے سے کسی کو، اٹھانے کسی کو یہ
 کیا قطرہ قطرہ خون جگر ہو چکا تمام

۲۵۴

صید گہ میں یہ غضب ہے کہ نہ صیاد آوے

جب بھد ذوقِ اسیری دلِ ناشاد آوے

- ۱- بید تپش میں
- ۲- لندن، بہ زائد شعر
- ۳- آج جو کہ غم ہے
- ۴- آ، بہ آزاد

دے ذرا اذن کہ کب تک میری فریاد آوے
سرِ فریاد پر اور تیشہ فولاد آوے
پھر بھی یک بار خدایا، کہیں جلاذ آوے
یاد جس دم، مرغا خنجر بے داد آوے
کب سے پروا کہ ادھر، مرغِ چمن زاد آوے
ہانے اس وقت مرا عاشقِ ناشاد آوے
نشہ میں بال کھلے، گر وہ پری زاد آوے
کیا کروں یاد کہ دل میں نہ تری یاد آوے
اس طرف نگہت گل، ہم نفسِ باد آوے
پر دریا پر عاشق نہ پئے داد آوے
تکہ سنجی میں مقابل کوئی استاد آوے

دم گھٹا جانے ہے اے نازکی خاطرِ یار
سرِ پرویز تھے، بازوے شیریں جو واہ
دخم خوردہ ترا کہتا تھا یہی خون میں لوت
ہونٹ لذت سے ہر اک دخم جگر چانے سے
آج کس درد سے کہتے تھے اسیرانِ نفس
اس کے مدنے کہ بناؤ جو کیا، کہنے لگا
نظر آنے ابھی لگتے ہیں، فرشتے زاہد
کون سے شغل سے یہ شغل تصور چھونے
بند صیاد نہ کر جاگ نفس کے، شاید
حضرت عشق کا ہے حکم کہ ہوں ظلم پہ ظلم
کیا غزل دوسری تمہوں نے پڑھی، کب اس سے

۲۵۵

بوسے گل تجھ سے، جب اے جامہ صیاد آوے
آج کہتا ہوں یہی پھر، ستم ایجاد آوے
تم بھی دیکھو جو بتوں کو تو خدا یاد آوے
شرم تم کو نہ کہیں، مانی و بہراد آوے
منہ بنانے جو ادھر سے کوئی ناشاد آوے
طاق سے پھر نہ فرد، نسخہ اوراد آوے
نہ گلستاں کی طرف اب گل و شمشاد آوے
یہ کو ڈھب راہ ہے، کہہ دو کہ نہ فریاد آوے
پر ذرا باسنے بھی تو کوئی جلاذ آوے
کام محشر میں پیہر کی ہی اولاد آوے

لبِ مرغانِ نفس دیدہ ہے فریاد آوے
کل ہی سو تیغ ستم مجھ پہ لگا کر ہے گیا
داعظا! مجھ کو جو کہنا ہے، سو کہہ لو لیکن
کھینچنے بیٹھے ہو یہ تصویر کسی کی، لیکن
رنگ کہتا ہے مگر اس پہ بھی رنجش کی بہوئی
ابو سے یار کے مت ذکر سنو، حضرت شیخ!
یہی بہتر ہے یہی قامت و خوش رو میرا
کوہ سے کوہِ بلا، قلع کچے ہیں ہم نے
پسلے ہی وار پہ ہم جان لگا دیتے ہیں
غرض اٹانے جہاں سے نہیں ہم کو تمہوں

۲۵۶

چونکا پہ، گل جیب سنگھانے سے کسی کے
تھمکا یہ ہوا، پردہ اٹھانے سے کسی کے
یاں کام ہوا، ہونٹ ہلانے سے کسی کے
قند یہ ہوا، آنکھ لڑانے سے کسی کے
رو دیتے ہیں یعنی کہ ہسانے سے کسی کے
اندازِ حیا، آنکھ جھکانے سے کسی کے

آیا مجھے غش سا جو شب، آنے سے کسی کے
آنکھوں کے تلے برق سی کچھ کوند رہی ہے
گالی کی بھی جی بھر کے ملی، ہانے نہ لذت
مڑگاں سے لیے تیر، سناں غزہ، نگہ تیغ
اس معرکے میں ہم بھی ہیں جو، تازہ جراحت
کیا اپنی نگاہوں نے کہا رات، کہ بچے

۱۔ آ۔ ساعد

۲۔ ا۔ ب۔ واعظوں۔۔

۳۔ آ۔ ہم نہیں اور سے رکھتے ہیں غرض کچھ تمہوں، بید نہیں رکھتے تمہوں

کے لئے شادمانی کا عالم تھا، لیکن اس کے
 جاننے تو بہت دیر سے ہی ہوئے تھے۔
 سکھ کا اس عالم تھا، لیکن اس کے
 یازوں کے سننے ہی میں اللہ سے

۲۵۷

یوں دن گزرتے، راتوں گزرتے کسی کے
 کیا ہاتھ لگا کر، اس کا دل کسی کے
 یہ درد بھی کبھی کبھی کسی کے
 رات اپنی کئے پر، اس کے دل کسی کے
 جاؤں گا ٹھہرا اب بھی، میں اس کے کسی کے
 دھڑکا ہے یہ آغوش میں لانے سے کسی کے
 کیا ہونے ہے، یاں کان لگانے سے کسی کے
 معلوم ہو، گھڑیاں بجانے سے کسی کے
 کچھ چھیز کے ممنوں یہ سنانے سے کسی کے

شاکی ہوں نہ میں، تیغ اٹھانے سے کسی کے
 جو خار بھی دل میں سو رہی، اسے تپ دوری!
 دل میں یہ ادھے ہول کہ اڑتا ہے پڑا رنگ
 گو، چرخ یہاں، سب کو بڑھا کر سے گھناتا
 رنجور ترا گل یہ کبے تھا، دمِ رخصت
 زبور دہک اٹھے نہ کہیں، اس تپِ دل سے
 چتون میں بہم آرزوے دل کے بیاں ہیں
 ہر لحظہ وہ پوچھے سے کہ اب رات ہے کتنی
 کیا دل پہ مرے، چوٹ سی لگتی ہے شبِ وصل

۲۵۸

رنگِ رو سب کے، مرا دیکھ کے رو، ٹوٹ گئے
 سر سوزن سے یہ برین سے ٹوٹ گئے
 سینہ خون شدہ سے تا بہ گلو ٹوٹ گئے
 دم کبھو ٹھہر گئے اور کبھو ٹوٹ گئے
 پھرتے پھرتے ہی بگردِ سر کو ٹوٹ گئے
 ہنستے ہی مثلِ جناب لب جو، ٹوٹ گئے
 سینہ چاک کے سب تار رو ٹوٹ گئے
 اپنی بیعت کو مگر دستِ سو ٹوٹ گئے
 تیرے خیر مگر اسے عریبہ جو! ٹوٹ گئے
 لاف تیرے نہ سب اسے زمرہ گلو، ٹوٹ گئے

آسرے، زیت کے کیا دیکھو، تو ٹوٹ گئے
 رات کانٹوں پہ لٹایا، غلش بھرنے کیا
 دل خراش آہ تو روکی، پہ کئی دشنے سے
 یاس و امید تھی کیا کیا ترے بیمار کی شب
 کس سے وعدہ تھا، مرے پاؤں بھی شب سے تا صبح
 عیش کیا درطہ ہستی میں کہ یہاں شیشہ و جام
 کوئی یوں بھی سے تڑپتا، دل مضطر تو دیکھ
 دیں، ترے ہاتھ میں کیا ہاتھ، بس اسے مرشدِ شہر
 ہو جس چاک میں سینہ سے لہو، کب سے تمام
 تو نے ممنوں کی غزل اور سنی بلبلِ باغ!

۱۔ بہاک

۲۔ آہ بہی

۳۔ لندن، بعد زائد شعر

۴۔ بید شب

شب جو وہ ہار کہ تھے، زبِ نگو ٹوٹ گئے
کیوں ترے پاؤں نہ وقتِ ننگِ وپو، ٹوٹ گئے
جب ہونے ناخنِ غم ان میں فرد، ٹوٹ گئے
کہ دل اس معرکہ میں، مثلِ سبِ ٹوٹ گئے
شانہ سلسلہ غالبہ بو ! ٹوٹ گئے
بند چولی کے یہ کیوں، دیکھو تو ٹوٹ گئے
یہ کچھ رکھ، جو گئے ذرہ بھی چھو، ٹوٹ گئے

کیوں نہ دستِ ہوسِ معرکہ جو ٹوٹ گئے
قیس پس ماندہ پہ کی ناقہ لیلیٰ نے نگاہ
لائیں کیا رو پہ کبھی، سینہ پرخوں کی خراش
کن نگاہوں کا یہ ہنگامہ بدستی ہے
کیا کیا دل کو جدا اس سے، ترے ہاتھ نہ کیوں
کب کسی نے تجھے آغوشِ ہوس میں کھینچا
دلِ مسنوں پہ نہ رکھ ہاتھ کہ چھالے اس کے

دل کو درکار کفنِ قرمزی و طوسی ہے
کہ مرے خوں کو بہت حسرتِ پابوسی ہے
آج لبریزِ ایدو صد جلوہ طازسی ہے
جس کو سنتے ہیں کہ برقِ نگرِ موسیٰ ہے
لبِ ہر زخم نے پیکانِ تری چوسی ہے
آج کچھ چادرِ مہتاب میں خوشبو سی ہے
غزہ پھر، دشنہ بکف در پے جاسوسی ہے
دہی لبیک، دہی نغمہ ناتوسی ہے
ایک انرود وہاں شیوہ سالوسی ہے
آج کچھ چہرہ مسنوں پہ مایوسی ہے

کشمہ لعلِ دمی زبِ پہ مایوسی ہے
ذبح کرتا ہے تو رکھ پاؤں ذرا سینہ پر !
کس کے نیرنگ سے ہوں داغ کہ ہر پارہہ دل
اویں ہی آتش کا مگر تو بھی ہے چمکارا ایک
جوں زباں تیری، مرے منہ میں ہو، یوں لذت سے
کون ہے چاندنی میں عطر لگا کر بیٹھا
مژدہ باد اے جگر و اے دلِ باقی ماندہ !
آشنا کی اگر آواز سے ہوں محرمِ گوش
مے کشی میں تو نہیں شیخ بھی، رندوں سے کم
خوں، تمنائیں ہونیں اس کے تغافل سے مگر

آلودہ بوے گل میں، آتی ہے بو کسی کی
تصویر کیا دکھانی، اب ہو ہو کسی کی
فرسودہ کیوں ہو سوزن، وقتِ رنو کسی کی
اب آرزو سے دل میں، ہو آرزو کسی کی
ساتھ اپنے یاد آتی، یعنی ہے خو کسی کی
بارے نہو تمنا کیوں کر، لبو کسی کی
کتنی ہے صاف و نازک جلدِ نگو کسی کی

بادِ جنِ گلی سے گزری ہے تو کسی کی
صورت گر تصور، صنعت کے تیری قرباں
دل کے شگاف یوں ہی رہنے بھی دو کہ ناحق
سو آرزو سے دل کی، ہر آرزو بدر کی
خرمن سے ربطِ آتش، سنتا ہوں کان دھر کے
وہ سرخ سے کے ساغر اوروں کے لب پہ رکھے
زیور کے عکس کیا کیا ہیں، جا بجا نمایاں

۱۔ آتے کہتے ہیں

۲۔ آتے جامہ

۳۔ آتے جیسے

دردوں جہاں سے
مرگاہ کا بھی
یاں آنسوؤں کے
مفتون زال دنیا، گر برد ہے

۲۶۲

چھاتی مری شب کاوش حسرت سے چھنی تھی
نہاد پہ کب میری طرح آن ہی تھی !
لب سرخ کیے سے ہے، کہاں بیٹھ کے تم نے ؟
شب دھندہ خونیں نہ ملا، اسے لقتن بھرا !
چین ایک گھڑی بھی، کسی کروٹ پہ نہ پایا
کل جان ملک بچ ہی گئی، آہ کو ورنہ
گاسے نہ کیا یاد، مقیمان در یاد
خاک، ان کی پہ لایا نہ کوئی پھول نہ چادر
کرتا تھا کبھی شکوہ، کبھی عذر سنوں تھا
کیا کیا تری دوری نے خلش دل سے کیے رات
مہتاب ستاروں سے، ان آنکھوں کے لیے آہ !
شیریں غزل اک اور بھی، مسنوں نے پڑھی آج

جو دہری کی تھی سوزی سوزی
یاں جہاں کی تھی سوزی سوزی
یاں خون نہیں تھی سوزی سوزی
کی خیر خدا ہے، کہ تھی سوزی سوزی
کتنی تپ دوری ہے شب
گردوں کی طرف، نیت نادک
آخر تو کبھی تم سے نہیں، ہم
جن کو کہ جن پوشی و گل
شب کس کے تصور سے مجھے
کچھ دل ہی سمجھتا ہے کہ جو دل پہ
رکھتے تھک سودہ میں ہیرے کی
طوطی کو رہی یاد نہ شکر چھنی

۲۶۳

مہتاب کی چادر میں سحر خوب چھنی تھی
قطرہ عرق شرم کا تھا، اختر تاباں
آنکھوں کو جو سینہ پہ کہیں، اس کے تھلا رات
پان نے جو ترے، لعل بدخشاں سے کیے ہونٹ
شب کھول دیے بال، پہن ہار تو اڑنے
اس عطر گریباں کی لپٹ، گل پہ جو گزری
دو ہوسے بھی اس چشم کے لینے نہ دے، گاہ
عیسیٰ کو بھی بیمار کیا، چشم نے تیری
کیا کیا سے جلے، دیکھ کے مجلس میں تجھے شمع
وہ شمع پہ، اس شعلہ عارض پہ جلا، یہ
آزاد صغیر اس پہ ہوا سرد کے بر میں
گلزریں الفاظ نہ آسان سے مسنوں

جب تیری یہ تصویر صفا خیز
چمکی جو کہیں رات، وہ سہیں
مرگاہ کے پڑے نقش، یہ نازک
خوں رشک سے، سرخی عقیق
مل، بونے گل و نگہت شک
بھرتی نفس سرد، نسیم چینی
عادت ترے مرگاہ کی سدا، عیش زنی
کیا قبر یہ جادوگری و سحر فنی
ہر چند بہت گرم وہ گردن زونی
پودانے کو دل سے مرے، ہم
رعنائی کی تھی وہ جو تباہ سو
خون نوشی جہاں ہے یہ رنگیں

- ۱۔ آہم سے کہیں
- ۲۔ آہ جو کچھ
- ۳۔ آہ کچھ سہل

تصویر کوئی کھینچے، یوں ہی مرے قاتل کی
 گلشن سے مگر آتی آواز عنا دل کی
 بس اب تو عنان اٹھے، جنش میں ہے عمل کی
 کچھ دامنِ عمل پر، چھینٹیں سی پڑیں گل کی
 پھیلائیں، رملیں لڑیاں، پار اور حمایل کی
 من بعد خبر کچھ بھی، اپنے نہیں حاصل کی
 کل لعبتِ چیں میں نے، اس بت سے مقابل کی
 گر آبِ بقا پیئے، ہے گھونٹ بلا ہل کی
 یک سد سکندر سی، آئینہ نے ہاتل کی
 کب پوچھنے تم آنے، لی خوب خبر دل کی
 سن کر جو کہیں چونکا، جھنکار سلاسل کی
 نیت تو مصمم ہے، اب قطع مراحل کی
 آتش کدہ کتنے ہی، ہیں راہ میں منزل کی
 حسرت سی کوئی حسرت ہر لفظ میں شامل کی

تلوار دھرے بٹھا گردن پہ ہے، بسمل کی
 مرغانِ نفس کیا کیا حسرت سے نواکش ہیں
 کس دشتِ غربی میں دیکھیں کہ قدم ٹھیرے
 اے گریہ قیس اتنا کیا آب، بہانا تھا!
 تربت تھی مری جنت، جو چادرِ گل اس نے
 پہلے تو گزرتی سی، اک برق ادھر دیکھی
 گڑی نہ نگہ کی تھی، شوخی نہ ادا کی تھی
 کیا زندگی شیریں اب تلخ گزرتی ہے
 کیا یار میں اور مجھ میں آڑے سے یہ سنگیں دل
 نپکا سرِ مرگاں سے خوں کے کئی قطرے، ہو
 ہونے سے وہ یوں بولا، دیوانہ مرا آیا
 دیکھیں کہ سلامت ہے، کیوں کر یہ سفر طے ہو
 سیلاب سے جس اہنی، مرکب سے سو موی سے
 کس درد سے شبِ نمونوں، تھا اور غزل پڑھتا

بولا وہ، نگہ دیکھے، کوئی مرے مانل کی
 در طے سے ہے ناواقف، محرم نہیں ساحل کی
 فریاد کی تربت پر کیوں لوح نہ وہ، رسل کی
 اللہ رے زبرستی! اس جذبہ کا مل کی
 گر، اوٹ سرک جادے پیراہنِ حائل کی
 کوئی نہ خبر لایا، یاروں کے توائفل کی
 تا صبح سفر دل سے، بند آنکھ تھی غافل کی
 ہر اک سے سماجت تھی یہ ہی، ترے گھائل کی
 زنگس وہ گلابی سی، ہیں ساتی مفضل کی
 یارب! کسی انسان کو صحبت نہو جاہل کی
 کچھ سیر بھی کی تو نے، الفت کے رسائل کی
 کل شکل عجب دیکھی، نمونوں سے عاتل کی

بھر آئیں تمنائیں، آنکھوں میں جو یہاں دل کی
 یاں موجہ اول میں کشتی کے ہونے نکلے
 جس پر کہ بنایا تھا، نقشہ رخِ شیریں کا
 پا، ناقہ لیلیٰ کا لفظیہ، کدھر آیا
 سینہ سے لگا سینہ، ہم ایک ہی ہوتے ہیں
 کس دشتِ غربی میں، اللہ ہیں سر گرداں!
 پیری بھی جوانی سے آتی ہے نہ دل چونکا
 قاتل کو کوئی میرے، پھر تیغ بکف لاوے
 ہوں جامِ مئے سرخ اور سے نوش کہ دیکھوں ہوں
 نادانی دل سے میں کیا کیا ہوں بہ تنگ آیا
 ہر ہر ورقِ دل پر، تھا نام ترا لکھا
 کوئے کی طرف تیرے، دیوانہ سا پھرتا تھا

۱۔ آ، ب۔ آئی نہیں

۲۔ بید شب سے

۳۔ لندن، بید زائد شعر

چشمِ نسوں گر نسوہ شوقی بہت جاہلی بہت ہی سے
 ناز سے جھکنا معنی آفت، چشمِ شریعہ عفت ہی سے
 دل کی رات رات ہرگز نہیں لگا سکتا
 صبح کو بولا جان رنگت، میرے دل میں تپ سی ہے
 وصل میں ذرہ مڑگاں جھپکی، وہ مٹی فرست کم شب کی
 چال پہر لٹنہ طلب کی، آج ابھی سے کلاہب ہی ہے
 آہ کی کاوش سوزا، صبرِ فرست، جس سے انجان دے
 تارِ جگر سے صبح بدقت، دل کی رات اب ہی ہے
 دل کی جو حسرت چشم سے نکلی، یوں ہی تھی جنش اس لب کی
 طرز نگاہ شوق کسی کی، ہم سے بوسہ طلب سی ہے
 وصل کا وعدہ ٹھہرا شب پر، دیکھیے کیا ہوا ہے
 رنگ پہ آنے گاہ ملامت، منہ پر گلے طرب سی ہے
 یادِ محبت پہلی کر کے، وصل میں پوچھے تھا مجھ سے
 جانِ وفا کی تجھ کو قسم ہے، اب بھی محبت، جب سی ہے
 شوقِ چکدین لب پہ ہے رقصاں لب نہ جھکا پر لب پر یاں
 دیکھ کے شامل رنگ ہوس میں، اب تک طرزِ ادب سی ہے
 نیمہ رخ پر بال وہ پر خم، بکھرے تو ہے یہ عالم
 صبح سے یک سو گھر میں سرے، ایک طرف سے شب سی ہے
 جامہِ تزیی اس کی نظر کر، رعنا گل تیرے تن پر
 خرقہ دوزِ صنع ازل نے، ٹھیک قبا یوں۔ کب سی ہے
 لب پر ہر قدسی کے بڑھے شوقِ چکدین دیکھ تجھے
 کیوں نے لعلیں تجھ میں بھی کیفیت اس کے لب سی ہے؟
 تو نے پری خواں سیر بہت کی، ہوش ربا د پر شوخی
 شیشہ میں گاہے کوئی پری بھی دیکھی بنتِ عنب سی ہے
 گلیوں میں اب دخترِ رز پر، ٹھہرتے ہیں مستان سے
 تمہوں کو ہے لافِ سقاہت، وضع یہ ان کی عجب سی ہے

دل	غزے،	ترے	دلیر	ہونے	تھے	تو	آہوں	پہ	شیر	ہونے
نہ	پھرنگ	سکین	ہیں	ذکر	کس	قفس	میں	ہم	اسیر	ہونے
تو نہ	تھا،	غش	سے	چونک	چار	طرف	نگران	ہم	اخیر	ہونے

۱۔ لندن، بہ ذائد غزل
 ۲۔ بہ الفت
 ۳۔ بہ یہ غزل نہیں ہے آہ مقطعہ نہیں ہے

زخم اب نگہ سے جھیلیں گے
 شب بھراں کی ہانے بے چینی
 زور طوفان بھرتی میں
 بے دماغی سے یاں کے تھا، جواب
 ہوں غریبانہ ہا نشان ، نفاں
 وصل میں بھی ہے کنگلی، در پر
 وہ جو آنے تو دل کے تکرے لیے
 رک کے کہنے گئے معاذ اللہ
 دوسری بھی غزل کے تیری، شر

دشمن و تیغ سے تو میر ہونے
 بال مرے بدن پہ تیر ہونے
 ہم تو آخر، کنارہ گیر ہونے
 منتقل منکر و نکیر ہونے
 کہ جدا، اپنے ہم صغیر ہونے
 انظاروں سے خو پذیر ہونے
 ہم بھی موجود، ناگزیر ہونے
 نہونے ہم، کوئی فقیر ہونے
 کیا ہی مسنون! بے نظیر ہونے

ہم بچا آنکھ ، بوسہ گیر ہونے
 صبح ساں زندگی سے سیر ہونے
 جیب میں آ، شر سے چھوڑ گئے
 شب دوری! درندہ سا تھا فلک
 اس خرابی کا ہے، تعجب ہی کیا!
 کیوں لب غنچہ رہ گئے ہیں بند؟
 اس طرف تک نگہ، نگہ سے ملی
 ہم بھی جل ہی چکے تھے، پر آگے
 ناتوانی سے روسے خاک پہ ہم
 دل ہر اک کا کھینچنے ہے سینہ سے
 نہ غزل گو، کوئی ہے مسنون سا

شرمگین سے وہ، تا بدیر ہونے
 ہم دم ادلیں میں پیر ہونے
 طفل اشک اپنے، کیا شریر ہونے
 ہم پہ اختر بھی، چشم شیر ہونے
 حضرت دل سے جب مشیر ہونے
 ہونٹ کیا ترے خوردہ گیر ہونے
 سرا اودھر سے ہزار تیر ہونے
 متوقف، نہ راہ گیر ہونے
 موج نقش، خطِ حصیر ہونے
 اس قدر کیوں ہو، دل پذیر ہونے
 ہم ہونے، تم ہونے کہ میر ہونے

لکھا ہے ہر مزار پہ خطِ غبار سے
 کیا کیا مزے اٹھانے تصور میں یار سے
 وقت وداع اشک تو روکے، نہ رک سکے
 دل کی خلش سے سینہ ہوا چاک چاک سب
 کیا تم کہیں تھے رات، کھلے بال سو گئے
 ہوں نخل خشک شعلہ سے، میرا ہے جوش گل

حاصل ہو خاک! زندگی مستعار سے
 شاید نہ وصل میں بھی ہوں بوس و کنار سے
 مجبور تھا میں گریہ بے اختیار سے
 آخر کھلے ہیں پھول یہ اس خار خار سے
 آتی لپٹ سے مشک کی، پھولوں کے ہار سے
 آتش بھی کم نہیں مجھے باد بہار سے

۱۔ لندن۔ زائد شعر

۲۔ لندن۔ زائد غزل

۳۔ بید یہ غزل بھی نہیں ہے۔

۴۔ آ۔ پھر

اللہ سے گرائی غم دوری جاننا !
 شق دل کو کیا اس ہوس شست میں، میں نے
 کیا کیا نہ اگھتا ہوں کہ یوں سامنے سرے
 پینا کے جو گہنا، اوسے آئینہ دکھایا
 مشاطہ سے بولا، ابھی آجانے جو مسوں
 شاداب سا ہے سبزہ خط، کون سر تک
 مسوں نے کی نظم، غزل اور عجب صاف

ہر ایک سر سو پر مرے کہہاں لگانے
 شاید کہ وہ تیر اپنے میں، سوز لگانے
 چھاتی پہ تری ہاتھ ہے، ہار لگانے
 تھا، اپنی طرف آپ، نگہ یار لگانے
 کیا کیا نہ گئے، کر کے مجھے پیار، لگانے
 رویا ترے رخسار سے، رخسار لگانے
 اس سلک میں کیا کیا در شہوار لگانے

جھلکے سے جدھر باغ، وہ رخسار لگانے
 کونین تک قیمت دل، کم ہیں لگانے
 صیاد سے کہہ دو کہ کسی شاخ میں، گل کی
 گل محنت کرے کیا نگہ شوق کہ خط نے
 انداز، ادا، ناز، نگہ، غمزہ، کرشمہ
 کیا بند نقاب اس کے کروں باز، شب وصل
 سے رشتہ بستر پہ مرے تن کو خم و پیچ
 کچھ بر میں تو آنے سے رہا ہے وہ چھلادا
 میں نے کہا آؤں، ہدف گماہ پہ رکھ دل
 سے، عشق کے ساغر میں نہیں، خون جگر سے
 ہر سو میں شراب سے ہیں، کہہ دو کہ مسیحا
 بیمار تھا اس چشم کا، دل نے بھی دیے رنج
 چشم اس کی نہ شوخی سے، کہیں بھی ہے ٹھہرتی
 کب سر وہ اٹھا، خاک سے چھاتی پہ لگالے
 مسوں نے موزوں کیے اور کئی شر

ٹھہرے کہ ہے جہاں سر، قدر یار لگانے
 پر دیکھیے کیا مول! خریدار لگانے
 یک دم قفس، مرغِ گرخسار لگانے
 گرد چمن حسن ترے، خار لگانے
 یک دل پہ ہیں سو اس نے، طلب گار لگانے
 کھولوں جو گره، ایک تو دوچار لگانے
 بننے کو کئی تار میں، جوں تار لگانے
 ہونے کو کوئی ہاتھ، گنہگار لگانے
 بولا، یہ نشانے تو کئی بار لگانے
 جام نہ منہ سے، کوئی ہشیار لگانے
 قفس پہ مرے ہاتھ نہ زہبار لگانے
 آزار میں کیا مجھ کو ہیں، آزار لگانے
 سر سے جو لگانے تو فسوں کار لگانے
 نھو کر جو سمجھ کر نہ مجھے، عار لگانے
 کیا باغ معانی میں ہیں، اشجار لگانے

باتوں میں نہ یک دم، کوئی غم خوار لگانے
 اے خضر و مسیحا جو جگر ہونے تو آجا
 دردِ الم و سوز و غم و داغ ہیں حاضر
 ہم تھیلے ہیں جان پہ، سینہ پہ، جگر پہ
 دل لینا ہے، لے چک کئی بوسے بھی دے چک
 آہستہ تری غیر سے باتوں کی خبر ہے

سر زانو سے، روتا ہوں میں ناچار لگانے
 آتا سے کوئی سان پہ، تلوار لگانے
 بننے نہیں شہر عشق، یہ دربار لگانے
 کچھ شرط لگا کر، وہ اگر دار لگانے
 سودا تو چکا، مفت کی تکرار لگانے
 ہوں کان رہا شب، پس دیوار لگانے

۱۔ آزاد شعر

۲۔ بہت یہ غزل بھی نہیں ہے۔

۳۔ بہت یہ غزل بھی نہیں ہے۔

میں نے یہ کہا کہ میں نے اپنے دل سے
 اے دخترِ روزِ ازل! ہرگز نہیں
 کیوں آجمن لالہ رحاں کی یاد میں
 میں خون کے ہون گھونٹ سے پشیمان
 اے گل! تجھے دعویٰ تھا، کسی رخ کے مسالے
 تمہوں نے تسبیح تو چھوڑی، یہ خطر ہے

۲۴۴

شہ
 گل و بلبل میں، باہم صحبتیں ہیں
 گل کھولتے تھے
 فلک پر چڑھ گیا پلہ تھا، وہ کا
 جو تیرے حسن سے جب بولتے تھے
 وہ اب کرتے تھے مجھ سے وعدہ قتل
 غم سے اب نہیں، گلِ خم میں تمہوں!
 کبھی ہم تم کی یاد میں بولتے تھے
 کہ زہر آبِ بقا میں کھولتے تھے
 قدح پر ہم قدح جھکوتے تھے

۲۴۵

اس لب سے بازہ ہے حکایت عتاب کی
 دیکھا نہ صاف چہرہ پر اتنا ہوں جانتا
 تصویرِ رخ بنانی، تری کلکِ صبح نے
 نقطہ سے خال کا، سرِ ابرو پہ دیکھنا
 ہوتے تو اس سے لبت چہیں، دودھ ہونے
 شعلہ سا، تہر چہرہ پہ سے شرم کی جھلک
 کھل کر، ہیں کس کے بال گہیاں پہ آرہے
 وقت سخن سے یوں حرکت، اس کے ہونٹ کو
 اپنی نگاہ گردش چشم بتاں پہ سے
 چولی مسک رہی ہے، پریشاں ہیں منہ پہ بال
 دستِ ہوس سے آئے ہو تم، کس کی چھوٹ کر
 تمہوں دردناک غزل کیا پڑھی کہ ہے
 یعنی بہت لذیذ ہوں تجھی شراب کی
 صبح بہار سے ترے رخ پر نقاب کی
 حل، رنگِ گل میں کر کے، صفا ماہتاب کی
 حسن آریں نے بیت، جب انتخاب کی
 بولا جو وہ تو پانی نہ طاقت جواب کی
 شوخی کے رنگ میں ہے غضب نہ حجاب کی
 لپٹی ہے بوے عطر میں ہو، مشکِ تاب کی
 جوں پنکھڑی ہوا سے، بٹے ہے گلاب کی
 ہے روز و شب کی کچھ، نہ خبر انقلاب کی
 ہوسوں سے از رہی ہے مسی لعلِ تاب کی
 صورت پدید شکل پہ سے اضطراب کی
 طرز سخن پسند ہر اک نکتہ یاب کی

۲۴۶

۳
 پوچھ آتشِ فراق کے مت سوز و تاب کی
 اک جان تھی سو وہ بھی ہے، اس نے کباب کی

- ۱۔ لندن۔ زائد غزل
- ۲۔ لندن۔ زائد غزل
- ۳۔ لندن۔ زائد غزل

جسکان تیرا دل پہ ہوئی بوند آب کی
 نچے ہے بوند بوند پہ اک خون تاب کی
 جب ہے لب و زباں میں نہ طاقت جواب کی
 آتی ہیں جب کہ یاد وہ راتیں شباب کی
 آسودہ دل کو تا ہو، خبر اضطراب کی
 چشم اپنی آشنا ہی نہیں، شکل خواب کی
 نیت تھی مدتوں سے مجھے اس ثواب کی
 تو نے تمام دل کی نواہی خراب کی
 نیم، اک گرہ تھی جب رہی بند نقاب کی
 رنگت سیاہ ہوتی ہے، دیوار و باب کی
 ہوتی خرابیاں ہیں، جہان خراب کی

اللہ دے سوزِ سینہ کہ ہو کر گداخہ!
 کیا زخمِ دل کا رنگ ہے، یارب! مٹہ سے آج!
 داحسرتاً! کہ پوچھنے آیا کب آرزو
 پیری میں صبح ساں ہوں، دمِ سرد کھینچتا
 کس طرح اس کے سینہ میں رکھ دیکھے اپنا دل
 کہتا ہے شکل خواب میں آکر دکھاؤں گا
 قربانِ ناز، ذبح کیا مجھ کو اور کہا
 اے ترک باز لشکرِ غم، اب سے کیا رہا!
 حسرت تو دیکھو کہ ہوئی صبح کب وداع!
 کہتا ہے کیا یہ آن کے، دھونی لگانی سے
 تمہوں بس یہ گریہ بے صرفہ کب تک

اپنی کہی نہ حیف، نہ کچھ یار کی سنی
 فریاد، عندلیبِ گرفتار کی سنی
 شاید صغیر، مرغِ چمن زار کی سنی
 جاتی ہے تشنگی نہ لبِ خار کی سنی
 آہستہ ہیں جو باتیں کچھ پیار کی سنی
 شاید کہ نازکی ہے، لبِ یار کی سنی
 تم نے شرارت، آہِ شرر بار کی سنی
 شہرت ہے، عام وعدہ دیدار کی سنی
 اقرار کی سنی ہے، نہ انکار کی سنی
 شب آہِ خونچکاں، ترے انکار کی سنی
 تعریف ہے بہت، تری تلوار کی سنی
 شہرت بہت ہے، آپ کے اشعار کی سنی

۱۷
 یہ نزعِ دمِ صدا، ترے بیمار کی سنی
 صیاد نے، نہ گل نے، نہ مرغانِ باغ نے
 کبجِ نفس میں آج، پھرتے ہیں تو اسیر
 چل تو بھی میری آبلہ پانی! بسونے دشت
 اپنی نگہ نے اس سے کہا کیا! کہ زہر لب
 نخلت سے رنگِ غنچہ گل سرخ ہو گیا
 دامن، مسجِ چرخِ نشیں کا جلا یعنی
 غیرت سے چشمِ وا، نہ کروں گا کہ حشر میں
 عرضِ ہوس جو کی تو وہ لبِ ہل گئے تھے، کچھ
 اب تک مرے جگر میں ہے، بر جھی سی لگ رہی
 سینہ بھی ہے، جگر بھی ہے، آہِ ہاتھ آزما
 تمہوں کوئی تازہ غزل اب سنانے

آج اور ہی خبر، ترے بیمار کی سنی
 تیرے شہید حسرت دیدار کی سنی
 آوازِ سودن کفِ غمِ خوار کی سنی
 رنگیں حکایتی لب سے خوار کی سنی

۱۸
 شہت تھی کل تک بہت آزار کی سنی
 آنکھیں رہیں کھلی کی کھلی، یوں وداع جاں
 رنجور کا ترے، نہ سنا حال کچھ مگر
 لب سے ترے ہے غنچہ گل، پھول یوں جھڑے

۱- بید یہ غزل بھی نہیں ہے۔

۲- آہ سے ناز گیا

۳- بید یہ غزل بھی نہیں ہے۔

میری زندگی تو نے ایک لمحہ کے لیے بھی
 معلوم نہیں کرنا چاہا، اب تو اس کی
 دلوں سے اس کی برائی اور کڑواہٹ
 ہے سا عشق میرا سزا، دیکھ لو اس
 اب رو رہے ہو حضرت دل کیوں کہہ سکتے ہیں
 پوچھے ہے مجھ سے، کون ترا دل ادا کیا
 میں حال دل کہوں تھا، وہ سن کر کہے تھا رات
 کہتے ہیں مجھ سے وہ کہ ترک جنوں کروں!
 ممنون تھا، معاملہ خلوت میں کس سے رات!

آئی تیری سی، کھلی زلف سے کس کی تھی
 گم گئے قبلہ پرستوں کے بہت عامہ
 دیکھی ابوسے بتاں طاق حرم بھی دیکھا
 رنگ تن، اس کا جو دیکھا تیرے پیرہن سے
 بزم خوابوں سے جو آیا تو یہ مجھ سے پوچھا
 تم تو لہروں میں نشہ کی، لب دریا پہ رہے
 باز مڑگاں کی شرر ریز، نفاں برق انداز
 دیکھ آیا مجھے زخمی تو یہ گھر میں ہوا
 چرخ تک، دامن عیبی بھی نم آلودہ ہوا
 کس کے وعدے تھے، رسم یاد کہ سب بھول گئے
 تھی مگر چشم سے، یا چشمک پہناں سے مدد
 دل دیا میں نے تجھے، تو نے کیا خون اسے
 سے طلب میں نے جو کی، منہ پہ صراحی دی ہنک
 کوئی باز تیرے دنیا سے لگاتا ہے دل!
 کیا تبدیل توانی میں پڑھے مسنون شعر

پھر ہوئی آج کمان ناز سے، ذرہ کس کی تھی
 حرف پر حرف تمنا ہوئی برہم، درہم

گئی بجلی سی جھک، گرم نگہ کس کی تھی
 ہو گئی ناز سے سج، طرف کتھ کس کی تھی
 سچ کہہ اے کعبہ نشین بدل میں جگہ کس کی تھی
 خرقہ پوشان کہو، شہلی ہوئی تیرے کس کی تھی
 طلعت صاف بھلا صورت مس کس کی تھی
 ہے خبر کشتی احوال تیرا کس کی تھی
 تجھ سی، اے بادشہ عشق! یہ کس کی تھی
 خونچکان لاش پڑی وہ سر رہ، کس کی تھی
 موج پہ موج گئی، چشم سے تیرے کس کی تھی
 وا رہی صبح تنگ چشم برہ، کس کی تھی
 غارت دل پہ کرشموں کو یہ کس کی تھی
 کس کی تصویر خطا، آپ ہی کہا کس کی تھی
 بارہ اپنی سے تعذیر، گنہ کس کی تھی
 دیکھ مسنون یہ سب کس کی ہے! کہا کس کی تھی
 غزل تازہ بھلا مجھ سے تو کہا کس کی تھی

رہ گئی سینہ میں کل جان، گرہ کس کی تھی
 کل تفاضل پہ نگہ قائمہ، کس کی تھی

- ۱۔ آدرین یار
- ۲۔ آو بھی
- ۳۔ لندن۔ زاد غزل
- ۴۔ لندن۔ زاد غزل

فوج بیباک یہ غارت گر وہ کس کی تھی
گرم خون ریزی ہر اک کہ دمہ کس کی تھی
کہ دعا یا کہ دوا، فائدہ وہ کس کی تھی
کھل گئی کا کل پر بیچ و گرہ، کس کی تھی
کہ جراحت کو یہاں، صورت بہہ کس کی تھی
باختہ زلف وہ مانند زرہ کس کی تھی
بد دعا، واسطے ممنون کے یہ، کس کی تھی

ن گئی کشتِ تمنا مرے دل کی، اے عشق
کشتہ پہ کشتہ طبا، دیکھے نگاہِ سفاک
ہم نے تو چارہ بیماری دل یوں ہے، کیا
نفس بادِ سحر، آج ہیں مشکیں آئیں
گیونے مشک نشان، تم نے ہلانے پھر کیوں
بیچ گیا تیر ستم سے، مرے دل کے آڑے
دم کشتن بھی نہ دید رخ قاتل ہو نصیب!

چاک دل کچھ اور ہے، چاک گریباں اور ہے
ہانے حسرت ہاتھ میں اپنے نہیں جاں اور ہے
تیر پر اک تیر ہے، پیکاں پہ پیکاں اور ہے
جان بھی سے مانگتا، نقصاں پہ نقصاں اور ہے
دیکھنا! شیشہ میں سے، سائی مستان اور ہے
عاشقوں کا اور مذہب، دین و ایمان اور ہے
آرزو سے دل مری، اے میرے جاناں اور ہے
غنیہ و نکل اور کچھ، وہ لعل خنداں اور ہے
قطرہ اشکِ رواں کا، در غلطاں اور ہے
اک غزل پڑھتا، یہ ممنون غزل خواں اور ہے

لاف ظاہر اور کچھ ہے، عشق پنہاں اور ہے
ایک جاں دے کر لیے اس تیغ سے کیا کیا مزے
اس نگاہ و غمزہ سے ہر دم، مرے سینہ پہ آہ
روحانی میں دیا، دین و دل و ہوش و خرد
ایک دو ساغر سے بجھتی ہی نہیں اپنی پیاس
ترک دنیا، ترک عقی، سجدہ کونے بتاں
پاس منہ ہوسے کی خاطر، لا کے ڈپکاتا ہے کیا
پیاری پیاری گفتگو، یہ ناز کی باتیں کہاں
دامن، سحر سے محشر تک نہیں تھمتا کہیں
نکھ نہماں! رتبہ شر و سخن کو دیکھنا

نیشتر پر نیشتر نذرِ رگِ جاں اور ہے
دیکھ آئینہ کہ تجھ سا، ایک جاناں اور ہے
رات کیا باقی ابھی اے چرخ گرداں اور ہے
آستین پر داغ ہیں، کچھ رنگِ دامان اور ہے
شورش ہنگامہ شب ہانے ہجران اور ہے
قامت اس کا اور کچھ، سرورِ گلستاں اور ہے
اور بھی خورشید سے اک ماہر تاباں اور ہے
سے کہیں آنا تو آ، اک دم کا بہاں اور ہے
ذر نہیں تیرا نلک! اپنا نگہیاں اور ہے

تھی، غلش پر ہر نگہ، کادش پہ مڑواں اور ہے
کہ نہ مجھ سا کب، درون بزم امکاں اور ہے
ہجر کی شب ہر گھڑی، اٹھ اٹھ کے پوچھوں ہوں یہی
لعل سے آلودہ شب مستی میں کیا پوچھے نہ تھے؟
سن چکا ہوں روزِ رستا خیز کے قصے بہت
قد ہوا سیدھا تو کیا! نازِ دادا بھی چاہیے
جامِ نئے میں عکسِ روئے یار دیکھ اے چرخ ہیرا!
ہیں ترے بیمار کی بالیں پہ سب رخصت کو جمع
ہے مددگاری کو ممنون کی علی مرتضیٰ

۱۔ لندن۔ زائد غزل

۲۔ لندن۔ زائد غزل

ہا ہستوں کو لگا جاتے ہیں ٹھوک اے چرخ!
 چشمِ صغیرا دم پروازِ خبر ہے کہ نہیں
 چشمِ کافر نہ ابرو سے غضب ہے پیباک
 آبِ شمشیر ادھر بھی ہو رواں، گلہ کہ یاں
 چشمِ جادو میں تری شہیدہ کیا کیا ہیں بھرے!
 ہندونے کج کلمہ و ترکِ خدنگ اگلن سے
 شکلِ آغازِ محبت ہی میں وحشی سی بنی

کسی گرتے کا لیا ہاتھ کبھی، تھام بھی ہے
 کہ پھرنکا کوئی بیچارہ، تر دام بھی ہے
 لانے عراب میں کعبہ کے کوئی جام بھی ہے
 تفتہ جاں، سوختہ دل، بستہ لب و کام بھی ہے
 نرگس و جام بھی ہے، بادہ و بادام بھی ہے
 وہ چھلاوہ بھی ہے، وہ آسوسے بدرام بھی ہے
 تم کو مسنون، کچھ اندیشہ انجام بھی ہے



جوں شعلہ بھٹکا ضبط نکان سے
 گھٹ گھٹ کے جلوں جا بجا
 امید ہر اک یاں ہوئی سینہ میں اپنے
 خوں ہو گئی جو دل میں یہاں آئی تمنا
 رکنا ہے نفس بزم میں بھر آنے ہے چھاتی
 جی میں ہے کہیں بیٹھ کے اب روئے تنہا
 اے واہ عجب حسن ہے یک جلوہ سے جس نے
 جوں آئندہ سب چشم کیے اہل تماشا
 ہر چند یہاں قتل کو اک عمر ہے گزری
 ہیں جیب جلا دیا حال ہو پڑا
 ہر خار ہے جس دشت میں جوں نہیں اودھر کو
 لے واسطے تیرے ہی اب اے آبدہ پا!
 جانبازی دل دیکھ کہ یک قطرہ خوں ہے
 پتا ہے یہاں روکش مرگان صف ادا
 دل میں جو تمنا تھی گرہ رہ گئی دل میں
 اں بند قبا کے نہونے صبح تلک وا
 حیروں جو تڑپنے سے لگا دیتے ہو مجھ پر
 ہں ہوں میں اور آپ کو اک کھیل ہے ٹھیرا
 قربان مردت

لذت چش مد زخم ہے اب ہاتھ سے اٹکے
 کہتے ہیں کونئی صید
 جینے کا یہ کیا لطف ہے از جانے یہ جینا
 اے کشتہ غیرت
 دل دشمن جاں تھا سو گیا سینہ سے مسنون
 آسودہ ہو اب تو
 ہے کاہے کا غم، شوق سے بس پاؤں کو پھیلا
 کر خواب فراغت

بن ٹھن کے یہ جانا سوئے اجماع کہاں
 بیہودہ گری کے ترے اطوار کہاں
 ہم بڑی دندانِ قدح خوار کہاں
 مستی شب و روز سے سرشار کہاں
 روز نئے دوست، نئے یار کہاں
 آنکھیں طرفِ تازہ خریدار کہاں

ہر یک سے صحت تھے سزا رات ہی سے
 دوچار سے بہرہ روزِ ملاقات ہی سے

تھے گھر میں نہ اے وعدہ فراموش کسی کے
 شاید کہ نہ تھے رات، ہم آغوش کسی کے
 تھے ہاتھ سے تاصبح، نہ سے نوش کسی کے
 تھے نشہ الفت سے نہ مدہوش کسی کے
 کیا تم سے نہ تھے، ولولہ و جوش کسی کے
 کھلاؤ نہ بس اب، لب خاموش کسی کے

اب تک بھی نم سے لبِ لعین سے چکاں ہے
 دامن پہ کئی داغ، گریباں پہ نشان ہے

آپ اپنی گواہی کے لیے لائیں ہیں آنکھیں
 سے نوشی پوشیدہ کو فرمائیں ہیں آنکھیں
 بیداری شب سے وہ جھکی جانیں ہیں آنکھیں
 یوں سرخ نشہ میں ہیں کہ جوں آئیں ہیں آنکھیں
 جو بادہ کشی کی تھی، سو دکھلائیں ہیں آنکھیں
 کیوں میری طرف دیکھ کے، شرمائیں ہیں آنکھیں

اس شکل سے صورت ہے، مجھے آکر جو دکھائی
 اللہ ربے اللہ یہ دیدہ کی صفائی

اشفتگی طرہ طرار کو دیکھو
 اس برہمی کا کل خم دار کو دیکھو
 بہکو ہو ہر اک بات میں، گفتار کو دیکھو
 کہنے میں نہیں پاؤں ہیں، رفتار کو دیکھو
 کچھ سرخ بھی ہیں، زگس سے خوار کو دیکھو
 کیا رنگ بنے! لالہ رخسار کو دیکھو

آنکھوں میں نشہ، سے لب آلودہ ہیں اب بھی
 کیوں مستی دوشینہ کے انکار ہیں اب بھی؟

اب یہ صورت مجھے آکر دکھائی

سو چین دشمن پر گئے، دامان کو تو دیکھو
سکا ہے ہر اک جاے گریباں کو تو دیکھو
ہیں بال کھلے، زلف پریشاں کو تو دیکھو
پچھلی سے مٹی، تک لب خنداں کو تو دیکھو
کچھ بند ہیں، کچھ وا، سر مرغاں کو تو دیکھو
جاتی ہے جھکی، زرگس خاں کو تو دیکھو

گر یوں نہ نظر آوے تو میں آنندہ لاؤں
لونا سا چمن شکل بنی، رنگ اکھاؤں

پہلو میں نہ تھے ایک ہوس کار کے شاید
قابو میں نہ تھے مست قدح خوار کے شاید
رنگ از نہ گئے لالہ رخسار کے شاید
مرجھانے ہونے پھول نہیں، پار کے شاید
شاہد یہ نہیں، آپ کے اطوار کے شاید
ہیں جھوٹ سخن سب ہی، گنگار کے شاید

آنندہ میں اپنی کہیں تصویر تو دیکھو
رنگت نہیں چہرے کی ہے، تفسیر تو دیکھو

باندھے کہیں پیمان تھے، توڑی کہیں قسمیں
لا، بس میں کسی اور کو، تھے اور کے بس کے میں
جو تم میں مری جان! محبت کی ہیں رسمیں
نہ سو میں، نہ دو سو میں، نہ یہ بیس، نہ دس میں
تھے، رات کسی کے جو تم آغوشِ ہوس میں
تھی یہ بھی خبر، جان کسی کی ہے نفس میں

آسودہ تھے خود، کوئی جو پھر کا تو بلا سے
گو کام کسی کا ہو ادا، کام ادا سے

کیوں تم کو رہی، رات نہ اغیار سے صحبت
کیوں صبح تک تھی نہ بہم، پیار سے خلوت
کیا منہ کی بنی، نشہ سرشار سے رنگت
کیا لب کی ہونی، بوسہ صد یار سے حالت
کی، حسن کی کم، تم نے اس اطوار سے عزت
جاڑ، کہ نہو دست گنگار سے جرات

پہلے تو کروں آپ کے دامان کے نکلے
تھنجلے کے، پھر اس اپنے گریبان کے نکلے

تھا، تم کو کہا کس نے کہ میری طرف آؤ!
تھا کس نے کہا قندہ خوابیدہ جگاڑ!
کس واسطے، کیوں خیر ہے، بس بس کہیں جاؤ
دیتا ہے قسم کون، قسم مفت نہ کھاؤ!

مجھ سے نہیں بنے کی، یہ اس کا دلا
میں آپ ہی جلتا ہوں، یہ اس کا دلا

کہیے کہ ازیں پیش گرفتار تھا کوئی
فرمایے پہلے بھی بھلا یار تھا کوئی
اس نو گل عارض پہ دل انگار تھا کوئی
اس زگس بیمار کا بیمار تھا کوئی
جی میری طرح دے کے، خریدار تھا کوئی
مجھ، بن، سب گرمی بازار تھا کوئی

شہرت جو ہوئی حسن کی، اشعار سے کس کے
مضمون بندھے یہ، لب گفتار سے کس کے
مشہور زمانے میں ہوئے، پیار سے کس کے
معروف ہونے خلق میں، اظہار سے کس کے
یہ رنگ لیے، دیدہ خوں بار سے کس کے
ہیں آپ، بنانے ہونے گلزار سے کس کے

پھر گرم ہوا آپ کا بازار تماشا
ہر ایک ہوا آکے، خریدار تماشا
اب سب کے ہو آئندہ دیدار تماشا
کس کس کو ہے، گل چینی گلزار تماشا
ہر سفلہ و ناکس ہے، طلبگار تماشا
کیوں مجھ کو نہو ننگ نظر، عار تماشا

آئیں گے اب نامہ وہیغام سبھوں کے
دلال چھنے یہ سحر و شام سبھوں کے
کام آنے تم، اے دل بر خود کام، سبھوں کے
ہم خواب ہونے دشمن آرام سبھوں کے
معتوق بنے، سرور گل اندام سبھوں کے
منکر ہو تو بتلاؤں، ابھی نام سبھوں کے

فرمائیے مشہور ہونے کے سبب
کہہ جلیے، مشہور ہونے کے سبب

مشہور ہونے آپ، تو معرود ہونے ہیں
پر کس کے سبب کہیے کہ مشہور ہونے ہیں

: معشوقہ، اگر دشمن ناموس دلا ہو
ہر چند پری زاد ہو، عاشق نہ بلا ہو

بدنام کیا حسن کو، انداز کو رسوا
غیرت کو خراب اور کیا ناز کو رسوا

بگڑے ہو تو بگڑوں کہ نیا یار بلاؤں
 بیٹھے رہی رہوں اور پری رخ کو بلاؤں
 پاس اس کو بٹھا ناز سے، کچھ ناز اٹھاؤں
 آغوش میں کیا، میں اسے آنکھوں پہ بٹھاؤں
 لوٹا ہوں، میں جو آگ پہ، تجھ کو بھی لٹاؤں
 جیسا کہ جلایا ہے مجھے، میں بھی جلاؤں

وہ شوخ کرے، تیری ہر اک بات پہ چشمک
 سفلیں سے اس اندازِ ملاقات پہ چشمک

لوں، نگاہ میں اس زلف پریشاں کی بلانیں
 دیکھوں مجھے، اس عارضِ تاباں کی صفائیں
 مجھ چشم میں ہوں، چشمکِ مہیاں کی حیائیں
 مجھ پیش نظر، زگسِ نساں کی ادائیں
 بسنے میں سنوں، اس گلِ خنداں کی صدائیں
 ہوں، جان میں اس رشکِ گلستاں کی ہوائیں

دیکھو، اس گلِ رعنا کو عجب حال ہو تیرا
 منہ زرد گئے، رنگ گئے لال ہو تیرا

جھنجلا کے جو اٹھ جانے تو اٹھ جانے، نہ پوچھوں
 گر رک کے، کئی روز نہ پھر آئے، نہ پوچھوں
 خط لکھ کے اگر لاکھ تو بھولنے، نہ پوچھوں
 گر صلح کے پیغام کوئی لائے، نہ پوچھوں
 گو تیری طرف سے وہ قسم کھائے، نہ پوچھوں
 اے وانے نہ پوچھوں، مجھے اے وانے نہ پوچھوں

ہوں تیری ہر لیک وضع پہ ہر طور پہ طعنے
 یاد آنے مجھے بات نہ کچھ اور پہ طعنے

منظوم کروں رخصتِ ناموسِ حیا کو
 مرقوم کروں روز کی اس مشقِ جفا کو
 مشہور کروں سستے پیمانِ وفا کو
 معروف کروں ٹھکمی وضعِ دغا کو
 صورت کو رکھوں نام، کہوں بیچ ادا کو
 اس طرح سے دوں شہرہ، غرض تیری ثنا کو

عشاق کو ہوجانے ترے نام سے نفرت
 مشتاق کریں نامہ ، پیغام سے نفرت

آنکھوں سے اتر جانے تو ہر ایک بشر کے
 دل میں نہ جگہ ہو تری، آنکھوں سے اتر کے
 ہوں تجھ پہ نظر باز نہ مشتاق نظر کے
 یاد آئیں مجھے ربط جب اس خستہ جگر کے

اس وقت کے، ایک دم سرخ ہو کر
اپنی وہ مثل ہے گہرا دھڑکے کے

تو چشم میں ہر ایک کی معیوب ہو پیارے
تیری نہ ادا ایک بھی، مرغوب ہو پیارے
ہر شیوہ ترا، مگر میں محسوب ہو پیارے
انداز ترا ایک نہ محبوب ہو پیارے
تو ایک بھی طالب کا نہ مطلوب ہو پیارے
پُر نخبت و شرمندہ و محبوب ہو پیارے

تھی تجھ سے نہ امید کہ مجھ سے نہ بنا ہے
یوں مجھ سے قسم توڑ کے، تو اور کو چاہے
ہر چند کہ لڑتے بھی ہیں، بھرتے بھی ہیں، گاہے
اس طرح بھی ہو جاتے ہیں عروم نکاہے
ہو دور سے ہی دید نہ گلے، سر را ہے
پوچھے نہ کوئی بات پس از سالے و ماہے

نے غیرتِ معشوقی و نہ حسن پہ جاؤں
یوں شوکتِ محبوبی و خوبی کو مٹاؤں
بلوانے نہ تو اور چلا، آپ سے آؤں
قدرت یہ خدا کی ہے کہ میں تجھ کو مٹاؤں
تو جانے بگڑا اور میں آ آ کے مٹاؤں
یہ اور تماشا ہے ترے ناز اٹھاؤں

جب عذر کروں، چشم پہ رکھ، اس کف پا کو
یہ روؤں کہ پھیکا سا کروں، رنگِ حنا کو
سو، شوق سے کھولوں گہر، بندہ تبا کو
پر عطر کی بوتل بھی نہ دوں لینے صبا کو
گہر دستا، گئے باز کروں، زلف دو تا کو
لوں، اپنے لیے چھیرا، غرض آپ بلا کو

خود آکے کے مجھ سے کہ (سوس) خدا کی قسم
اس طرح لکھی ہوتے ہیں ملاقات کے

یہ نہیں مجب طرح کا، پر خشم ہے تو بھی!
اللہ غضب کوئی سے چشم ہے تو بھی!

گو تجھ میں وفا کب، پہ وفا ہی کی قسم ہے
چھل نہ کر، میری ادا ہی کی قسم ہے

پھر خاطر آزاد، گرفتار کروں میں
پھر دہی نخبت کے سب اطوار کروں میں

۱- ب- نہ

۲- لندن میں لینے دوں، غالباً ہو کاتب

رکھ کر، سر دامن کو تری چشم پہ روؤں
یاں تک کہ غبارِ دلِ نازک تری دھوؤں
شکوہوں کے جو دفتر ہیں سو رو رو کے ڈبوؤں
پھر تنم وفا دانہ ہر اشک سے بوؤں
کہ پیار کی باتیں وہ ملات تری کھوؤں
اس قصہ میں تو صبح تک سونے، نہ سوؤں

پھر حسن و محبت میں بہم راز کی ٹھیرے
یاں شوق کی ٹھیرے تو وہاں ناز کی ٹھیرے

چھانی سے لگا تجھ کو، کہوں سادہ و پرکار
کیا خاطر نازک پہ، شکایت سے ہوا بار
گستاخ تو اتنا بھی نہ تھا، تیرا گنہگار
بیتابی دل سے پہ، کہے حرف یہ دوچار
پر وقتِ گزشتہ کا مناسب نہیں تکرار
تقویم یہ پارینہ ہے، کیا اس سے سروکار

پھر یوں جو بنے، اس میں نہ تقدیر نہ تدبیر
ممنوں کے نقطہ جذبِ محبت کی ہے تاثیر



۱۔ عشق بر عین غلظت و غلظت بر عین عشق

صورتیں چند ہیں بت خانے میں بے حس و بے ہوش
کعبہ میں خاطر افسردہ، نہ جوش نہ خروش
چھوڑ ان دونوں کو، کہ جام جنوں آخر نوش
سر خوش از کوئے خرابات، گزر کردم دوش
بطلبکاری

ترسا

نقد دل ہاتھ سے جاتا تھا ادھر کو ہارے
جو کہ جویندہ سو یا بندہ، یہ سچ ہے آڑے
رنگر آن چشم تھی ہر سو، کہ یکایک ہارے
پیشم آمد بسر کوجہا پری رخسارے
کافرے، قندہ گرے، زلف چو زنار بدوش

کافرے، قندہ گرے، زلف چو زنار بدوش

دل شیدا کے سراپا تھا، مگر خواہش و خواست
جان والہ کے لیے باعثِ حد کاہش و کاست
کج یکے ناز سے بھوں، میری طرف آیا راست
گفتم این کوئے چہ کونیت، ترا خانہ کجاست

اے میر، تو خم ابروئے ترا حلقہ بگوش

دے ترے غمزہ سے حد سحر طرازی پہنود
ترے دیوانہ افسوں نگہ دانش مند
رندی و کفر کہ تقویٰ درخیاں ہے پسند
گفت تسبیح بجاک انگن و زنار بہ بند

سنگ بر شیشہ تقویٰ زن و ہیمنہ بگوش

دہن شیشہ دہن پر لب ساغر پر لب
چاہئے دلق میں زہاد کی رہتا ہے غضب
سے خلاف رہ یاران قدح خوار عجب
تو بہ یکسو بند و ساغر مستانہ طلب

خرقہ بیرون لگن و کسوت زندانہ بگوش

مسجد و خانقہ و صومعہ کو چھوڑ پرے
جا، سوے میکدہ، داں طاق میں شیشہ ہیں دھرے
اولاً چند قدح پی کہ لبالب ہیں بھرے
بعد ازاں سوے من آتا بتو گویم خبرے

راہ بنامیم، اگر بر ستم داری بگوش

کیا ہوا شور لگن دل میں یہ حرف دلکش
ساتھ اس جنبش لب ہی کے مجھے آیا غش

سینہ میں دلولہ شوق، زباں پر عیش عیش
 دیں بے فکادہ و مہوش دودیم سولش
 تا رسیدم بمقام کہ نہ - دیں ماند، نہ ہوش

اٹھ گیا سامنے سے پردہ گر چرخ کبود
 نہ مرکب نہ بسیط نہ تجرد، موجود
 لوح ہستی سے ہونے نقش و صورت، سب مفقود
 عو شگفت ، از ورق کون و مکان حرف وجود
 نہ پری ماند ، نہ آدم، نہ طیور و نہ وحوش

تھے کئی شخص کہ تا حرم میخانہ دست
 کچھ جب لوگ کہ ناواقف پیمانہ و مست
 گرمی و بادہ انگور سے بیگانہ و مست
 دیدم از دور گرد ہے ہم دیوانہ و مست
 از تف بادہ شوق آمدہ درجوش و خروش

مست و سرشار نہ ، پر جام و بطر سے موجود
 طرہ آہنگ پہ آہنگ نہ پر، بربط و عود
 نغمہ پر نغمہ دلکش نہ رباب اور نہ رود
 بے دف و مطرب و سانی، ہمہ در عیش و سرود
 بے سے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

جب یہ عالم نہ رہا اور ہی دیکھا عالم
 جلوہ گر معنی بے رنگ و تعین برہم
 نہ فزوں سلسلہ ننگ و حیا اور نہ کم
 چوں سر رشتہ ناموس برنت از دستم
 خواستم تاخیرے پرسم ازو، گفت خموش

یہ نہیں مدرسہ ، تا بخت سخن کا ہو لاف
 حلقہ بھی یہ نہیں، زہد جہاں دیکھیں صاف
 بے اجازت نہیں اس راہ میں یک گام معاف
 این نہ کعبہ است کہ بے پا دسر آئی بطواف
 این نہ مسجد کہ در او بے خبر آئی بخروش

یاں سے محبت نظارہ معشوق پسند
 چشم جاں ہیں ہو کھلی، چشم جہاں میں ہو بند
 یہ نہ وہ بزم کہ بیٹھے ہوں جہاں عاقل چند
 این خرابات مفاست درد مستانند
 از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

زور یہ خرقہ سے ممنون بہ کم پردہ یا بیست
 کہ فنا زیت کو سمجھے ہیں، فنا کو یہ زیت
 قیمت بادہ میں کونین تلک سمجھیں نیست
 گر ترا نیز بہ این خرقہ سر یک رنگیست
 دین و دنیا بہ یکے جرمہ چو عصمت بفروش

۲۔ "مخمس بر غزل حافظ میرزا"۔

چشم سال جشن شہنشاہ میں لاس آمد
 بجشش است رگ ساز و سے بگوش آمد
 ترانہ و غزل و صوت نے بگوش آمد
 صبا بہ تہنیت پیر سے فروش آمد
 کہ موسم طرب روز انک ساز بگوش آمد

وہ دن ہے آج کہ ہر سو ہے سابی سرشار
 نقیبہ مست ہے، صوفی تک ہوائے خوار
 عجب ہی وقت ہے یاں، اب رفیق بادہ گسار
 بگویم سخنے خوش بیا و بادہ بیار
 کہ زاہد از پر ما رفت و سے فروش آمد

ہر ایک سمت سے پہنچی، شمیم روح فرا
 کہ مردگان چمن کا ہوا ہے پھر احیا
 صبا سے غالبہ فرسا، نسیم لکھنے سا
 ہوا مسج نفس عشت و باد نانہ کشا
 درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

مدح۔ شہ کی پڑھے عندلیب گلشن زاد
 سبق طیور سحر گلہ یہ کریں ہیں یاد
 مگر ثنا شہ عالم کی ہے بیاں سے زیاد
 زمرغ صبح ندائم کہ سوسن آزاد
 چہ گوش کرد کہ بادہ زبان خموش آمد

نہ اس چمن میں ہے، دم سردنی خزاں کو بار
 فسردہ بہن دے کا ہوا ہے سب بازار
 گل آتشیں سے ہوا شعلہ گوں، رخ گنار
 تنور لالہ چٹاں بر فروخت باد بہار
 کہ غنچہ غرق عرق عشت و گل بگوش آمد

ہر ایک سمت سے آتی ہے بانگہ نوا نوش
 سے نشاط ہیو، ہر طرف سے ہے یہ خروش
 نشاط و عیش کی سن بات، تک ادھر رکھ، گوش
 بگوش ہوش نبوش از من و بعشرت گوش
 کہ این سخن سحر از ہاتھم بگوش آمد

ہونے ہیں جمع جو اقبال و بخت کر کے رجوع
 کبھی نہ ہوگی پریشاں یہ دولت مطہوع
 نہ گوئے گوئے خیالات کر کہ ہیں ممنوع

۱۔ بہ تعلیم کا عنوان نہیں دیا گیا

ذکر ترقی باز آئی تا شوی بمجموع
 اہرمین سرودش آمد
 نشاط دیکھی ہے اب بے حساب و حد، حافظ
 نہ رکھے جام پہ تمون دست رد حافظ
 سمجھتا صحبت زاہد ہے آج بد، حافظ
 ز خانقاہ بہ میخانہ می رود حافظ
 مگر زمستی زہد و ریا بہوش آمد

۳۔ ایضاً" در غسلِ صحت حضرت فردوسِ منزل (برغزلِ حافظ)۔

مباد دکھ ہو تجھے شاہِ ارجمند مباد
 ترا مزاج کہیں ہو غلغل پسند مباد
 حکیم تک سرِ دعویٰ کریں بلند، مباد
 منت بنازِ طبیبان، نیاز مند مباد
 وجودِ نازکت آزرده گزند مباد
 شہا کبھی نہ تری ہو اساسِ صحت سست
 تو ہمیشہ قوی اور ہوویں، اعضاء چست
 تری بقا سے ہے یہ سلسلہ جہاں کا درست
 سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست
 پہنچ عارضہ شخص تو درد مند مباد
 ترے جمالِ دلِ افروز کو نہیں ہے حد
 مدام ہو تری نظر سے دور دیدہ بد
 رہے بریدہ ہمیشہ زبانِ اہلِ حسد
 دران مقام کہ حسنِ تو جلوہ آغاز
 مجالِ طعنہ بد بین و بد پسند مباد
 درست قد پہ ترے ہو قبائے رعنائی
 برنگِ نخلِ بہشتی سدا ہو زیبائی
 بہارِ ریز رہے تیری جلوہ پیرائی
 دورانِ چمن کہ در آید خزاں بہ نغمائی
 گزار تا بہ ہی قامت بلند مباد
 ہی ہے صانعِ قدرت کا حکم روزِ نخست
 کہ روح و تن کی ہو خوبی، ترے کرم سے درست
 نہ آشکار و نہاں بترا کوئی کام ہو سست
 جمالِ صورت و معنی ہمیں ہمت تست
 کہ ظاہرتِ دروم و باطنتِ نژد مباد
 نہ کم تر سے ہے یہ دلِ افروزِ عارضِ دغد

پہ نور ان کا ہے جس نے ہرگز نہ
جلا ہمیشہ کرتے وہ کہ ہمیشہ
ہر آنکھ روئے چہ مہابت

کے سے عرض یہ تمنوں کے اسے
دعا انہوں کی سے کان لسان غیب
نہ چکھ طیب کے ہاتھوں سے تلخ و شیریں کو
شفا زنگہ شکر نشانِ حافظ

۴۔ "مخمس بر غزل حافظ شیرازی"

زہرہ نہ صبر کا ہے نہ ضبط کا ہے یارا
صبر و شکیب و طاقت سب کر کے کنار
کچھ اختیار دل پرہ بائی نہیں ہمارا
دل ی رود ز دستم صاحب دلاں خدارا

دردا! کہ راز پہنایں خواہد شد آشکارا

اس بحر غم فرا میں کیا کیا ہیں موج خوں ریز
گردابِ جاں گزا ہے، صر صر جفا کی، سو تیز
زورق ہے رختہ رختہ، لہجے سے آفت انگیز
کشتی شکتانیم اسے بادِ شرط بر خیز

باشد کہ باز بینم آن یار آشکارا

واعظ ، یہ تیری باتیں کیا ہم کو نایدہ مند
کام آنے نے نصیحت ، نہ سو سو مند ہو ہند
کب تک بھلا ملامت، طعنہ زنی یہ تا چند
در کوئے نیک نای مارا گزد نہ دادند

گر تو نمی پسندی، تغیر کن تضارا

جو ہو، سو ہو، نہ دینا ہمت کو اپنی پستی
ریسے جہیں کشادہ، کیا لکر تنگ دستی
قلب غم کی خاطر اکسیر، سے پرستی
ہنگام تنگ دستی، در عیش کوش و مستی

کیس کیمیایے ہستی تاروں کد گدارا

اک وضع پر نہیں ہے دور زمانہ دون
وہ کام کہ کہ جس میں ہو نیک نای افزوں

۱۔ ب۔ نے
۲۔ ب۔ نے

مجھ سے اگر تو پوچھے تو میں یہی کہوں ہوں
 وہ روز مہر گردوں افسانہ بیت و انسوں
 نیکی بجانے یاراں، فرصت شمار یارا
 گر اے شہ زمانہ! دی حق نے تجھ کو دولت
 درویش سے نہیں ہے، لازم غرور و نخوت
 بخشش جو حق نے نعمت، واجب ہے شکر نعمت
 اے صاحبِ کرامت! شکرانہ سلامت
 روزی تفتدی کن درویش بے نوارا
 نغمہ پہ ان ہتوں کے رکھ، گوشِ ہوش یک چند
 جب یہ غزل سرا ہوں، ہوتی ہے روح خورسند
 آبِ ترنم ان کا، جاں کو کرے برومند
 خوبانِ پارسی گو، بخشندگانِ عمرند
 ساتی! بدہ بشارت پیرانِ پارسارا
 اس انجمن میں تمہوں، حافظ تھا کل بھی موجود
 حد سے ہی شیخ دیں کے، طعنے ہونے جو افزود
 بولا یہ آہ بھر کر، طعنے سے کیا بھلا سود
 حافظ بخود نپوشید این خرقہ سے آلود
 اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

۵۔ "ایضاً بر غزل حافظ شیرازی"

گر عارضِ بیان جہاں چوں تر شود
 نے تو مرا کے نہ قبول نظر شود
 شو تم چناں کہ ہر نفسم نیشتر شود
 عشقت نہ سر سر بست کہ از سر بدر شود
 بہر نہ عار نیست کہ جانے دگر شود
 تھے جب کنارِ دایہ میں، عاشق ہیں تب سے ہم
 باقی ہے تاحیات ترا شوق ہو، نہ کم
 پروردہ بتری چاہ سے ہے میرا روح و دم
 عشقِ تو در وجودم و مہر تو در دلم
 با شیر اندرون شد و با جاں رہبر شود
 آزارِ عاشقی کسی دشمن کو بھی نہ ہو
 ہٹھا ہوں اس مرض میں، دل و جاں سے ہاتھ دھو
 کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے ہر ایک چارہ جو
 دہیست، دردِ عشق کہ اندر علاج او
 ہر چند سعی پیش نمائی بتر شود

دلگداز ہو، جو درست نہیں، غالباً سو کاتب

نالوں سے اس الم کے کسے کسے
 گر ایک ہو تو حال کچھ اس کا کون
 کیا پوچھتے ہو تو جان کسے
 ادل یکے منم کہ دریں شہر

بلے فروغ وہ درخشانی مدار
 شرمندہ جس کے نور سے مہر شرم ساد
 کھولے شب اس نے بال تو کچھ اور تھی بہاد
 دی درمیان زلف بدیدم رخ نگار

رخسار نور بار تماشا تھے چاند سے
 گیسوے مشک نام جو کھل اس پہ آسے
 روشن وہ چہرہ دیکھ کے اس زلف کے طے
 گفتم کہ اجدا کنم از بوسا گفت نے

بگذرا تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود

۶۔ "مخمس بر غزل قمر الدین منت"

یک بار کہہ چکے ہیں کہیں ہیں دوبارہ ہم
 جز درد اور کچھ نہیں رکھتے ہیں چارہ ہم
 غم سے کریں نہ ظاہر و باطن کنارہ ہم
 پوشیدہ دم ز عشق زخم آشکارہ ہم

چاک دلم بہین و گسبان پارہ ہم

ہاتھوں سے اضطراب کے اب زندگی ہے شاق
 کیونکہ قلق نہ ہووے کہ طاقت ہوئی ہے طاق
 یار و عزیز و محرم و ہمدام با اتفاق
 گوئند چارہ نیست بجز صبر در فراق

کردم طریق صبر گم و راہ چارہ ہم

بخود کہوں میں آپ کو دیوانہ یا کہ مست
 اللہ کس قدر ہے یہ دل آرزو پرست
 گر ایک کام دل ہو تو شاید وہ دے دے دست
 دارم دو کار پیش و شب وصل کوہ است

۲ دن پپائے تو سر و ذوق نظارہ ہم

۱۔ بہ ہوں دیکھتا ہے

۲۔ بیوہ راہ

۳۔ بہ غم سے کریں ظاہر

بے سہم طاق و جنت جو دیکھیں، کہاں سکت
کچھ نیک و بد پہ ہے نہ نظر، یہ سنی ہے گت
مجموعہ دل سے ہوں، مجھے بخار کہہ تو مت
بے اختیار ہی کشم شوق بر دوت
از دل فراموش است، سکوں استخارہ ہم
ہیمانہ حیات کو دی مرگ نے شکست
دورا ہوا تمام، رہے یار نیم مست
سیری ترے نظارے سے کس طرح دے دے دست
شد عمر صرف یک نگہ و شوق باقی است
نہیں۔ شد از تو سیر بجز دوبارہ ہم
تیرا دم جدائی بلا، یا کہ تھا ستم
دل ہے کہاں، فراق میں تیرے، کدھر ہیں ہم
ہم بے دل اور دل نہیں ہوتے، کہیں ہم
زاندہم کہ برکنار نشستی ز پہلو، ہم
پہلو گرفتہ است دل از من کنارہ ہم
جب درپے شکست دل تھا وہ کینہ کار
گریاں ہزار جیف سے تھا، ہر ستم شعار
انساں کا کیا ذکر کہ نہ ہوتا وہ اشکار
آن دم کہ شیشہ دل مارا، شکست یار
آہن ز شرم آب شد و سنگ خارہ ہم
یک نیم دم سے عمر کی فرصت کو ہے کہی
اور اتنی حسرتیں ہیں کہ میں جانوں اور، جی
امید کیا ملے، ترے امیدوار کی
حد آرزو بدل گرہ و صبح زندگی
کو تاہ تر زعر چراغ شرارہ ہم
کیا جانوں دور چراغ کو تھا، مجھ سے کیا حد
ماہ و ستارہ دونوں کہیے اس نے، مجھ سے بد
ممنون سے نہ پوچھ جفانے فلک کی حد
منت مگر زمیر حسینم رسد، مدد
بامں ستارہ بد شد و آن ماہ پارہ ہم

۶۔ "ایضاً بر غزل قمر الدین منت"

کہ بخوبی رسیدہ است ترا
حق کہ صورت کشیدہ است ترا

۱۔ بتدیکھوں
۲۔ بتدیکھوں

تہ سردیست کہ ان کیسے ہوں
 زخم ہر آگ سے زخمی ہوں
 لالہ داغ سے رنگیں سے
 کون جلنے سے بہانے گہرے کان
 اشک لعلیت کہ آید زبانشان
 شراہیت

کس طرح، تیغ سے اس کی نہ بھلا ہو الفت
 حق میں عشق کے ہے جس کی جراحت، راحت
 تازہ، نمون ہے ہر زخم کہن سے عشرت
 تا ابدیت ازو سرخوشی با منت
 چشم ناسور ایاغیت

۱۔ "مخمس بر مصرعہ امیر خسرو"

شبہ عیش ساتھ کس کے کیے پیشی میں یوں سب
 ہوئی کس کو تجھ سے صحبت کہ جو پی شرابِ مطلب
 نگہیں جھکی جھکی ہیں، مشرہ نیم باز ہے اب
 توئی شیشہ ہی نمائی بہ برے کہ بودی اشب
 کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

تجھے اے عدوے عصمت نہ رقیب سے تھی صحبت
 نہ تدرج کشی تھی باہم، نہ ہوئی تھی رات خلوت
 نہ دلیر یوں قسم کھا، نہ بہا نہ کر، مگر مت
 نہ دروغ، نہ غلط ہے، نہ ہے الترا نہ تہمت
 کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

دل پر ہوس کو کس کے ہوئی تجھ سے کامیابی
 تری آنکھ سے عیاں سے جو نشان نیم خوابی
 تری نیم باز زگس نظر آنے سے گلابی
 لیے کس سے شب پیلے، ہوئی کس سے نیم شرابی
 کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

نہ گیا تھا رات کو تو، طرف شراب خانہ
 نہ کہے تجھے نوش باہم، تدرج سے مغانہ
 نہ تو حیلہ آنے باور نہ قبول ہے بہانہ

دارد	خمار	اثر	مست	چشم	ہنوز	کہ	نہ ملے ابھی تک ہے، عمل سے بہانہ
دارد	خمار	اثر	مست	چشم	ہنوز	کہ	میں شعلہ رنگ کو پنی، ہونی کس سے گرم جوشی تری آنکھ سے عیاں ہے، یہ عبث سے راز پوشی کہ بیاں کریں ہیں چتون، ہونی لب کو، گو خموشی دم صبح تک رہی شب، تجھے کس سے بادہ نوشی
دارد	خمار	اثر	مست	چشم	ہنوز	کہ	کہیں بادہ پی کے آیا، یہ کھلا دہن کی بوسے لب جام تو نے چوسا، ترے ہونٹ کس نے چوسے نظر آئی نیم مستی، نگہ بہانہ جو سے دم صبح تک جھکا تھا، سے جام آرزو سے
دارد	خمار	اثر	مست	چشم	ہنوز	کہ	نہ کچھ ایک میں کہوں ہوں کہ دکھیں ہیں ذکر ہر سو کہ پیالہ کش دے شب ترے ساتھ ہمدوم نو جو، ہر ایک دے گواہی، تجھے شرم آنے کچھ تو نہ فقط کہے ہے مسوں، یہ پڑھے ہے تا بخسرو
دارد	خمار	اثر	مست	چشم	ہنوز	کہ	

۱۱۔ "مخمس بر غزل میلی ہروی"

از	مجت	خویش	خبر	کنم
از	امیدواری	خویش	خبر	کنم

ترسم کہ بر حدیث وفا نالہ سر کنم
ترسم کہ نام او برم و چشم تر کنم
ترسم کہ گہ ز دور بیویش نظر کنم
یا خویش سرگرانی او بیشتر کنم

جو دل پہ ہو، سو ہو، نہ کہوں تجھ سے میں کبھی
از ہے کبھی خوب چیز مناسب ہے خامشی
حالت نہ پوچھ کچھ دل امیدوار کی
ترسم زبے وفائی خود منقل شون

مثل اس کے، جس کے قتل پہ ہو ہر شیخ و شاب
ہر ایک سے ہو اسکی شفاعت پہ اضطراب
یا تیغ کش ہو جس کی رتفا گوئی پر عتاب

۱۔ بویہ بند نہیں ہے۔

۲۔ بے اگلا مصرعہ پہلے اور یہ بعد میں ہے

وقتِ وداعِ اور

گو وصل کا تمام ہوا اب جھلک رہی دور
ہر چند ہے کنار میں وہ مہر دل فرود
تحریکِ اشتیاق پہ وہاں ہے سینہ دوڑ
بے طاقتی شوق بہین کز برم پہنڈ

نگزشت یار و رشتے برای دیگر

جو دیکھتا ہے حال مرا شیخ یا کہ شاب
رکھتا ہے اس کو نام، جفا پختہ دے خطاب
بدنام اس کو مفت کیا، خود ہوا خراب
رسوائیم رسید، بجائے کہ از حجاب

دیگر بہ پیش اور نتوانم گزر کنم

فریاد، آہ، نالہ، گنے حد سے بھی زیاد
تاثر جب ہر ایک کی دیکھی گئی بیاد
گریاں بھرا، کہ گریہ سے پاؤں میں دل کی داد
دیدم کہ بیچ داد دلم گریہ ہم نداد

در کوسے اور نشینم و خاکے بسر کنم

اس برم میں پہنچ ہوئے، یہ تو ایک سو
یہ بھی محال ہے کہ رسائی ہو تا بکو
ہوں بھی اگر تو جہرِ ممتوں سے رد ہو
میلی زشرم عشقِ بجانم کہ سوئے او

بشوق این چنین نتوانم نظر کنم

۱۲۔ "مخمس بر غزلِ صنّعی"

دنا و مہر ازاں ماہ رو نمی آید
صفا و صلح ازاں تند خو نمی آید
جوابِ لطف ازاں تلخ گو نمی آید
بغیرِ جور، ازاں جنگ جو نمی آید

دنا خوش است و لیکن ازو نمی آید

کوسے، دل اپنے کو، کس بات پر کوئی تسکین
نہیں سے خوگر یک حرف وہ لب شیریں
یہ کیا غرور ہے، کیا کبر، یا ہے کیا تمکین

چہ شد کہ لب ز سخن بستر ہم چو لعلیت چیں
 چہ صورت تست کہ در گفتگو نمی آید
 کسی کی حسرت دل، یاں زیادہ ہو یا کم
 نہیں غرور کو وہ شہسوار کرتا کم
 ادھر جو آنے تو ہو اس کی شان سے کیا کم
 سمندر اونگدہ میل سبزہ خاکم
 بدیں گیایہ سر او فرو نمی آید
 یہ کیا کہے ہے کہ تمہوں کو دے، کسی کو شکر بھی
 جو ترک الفت خوباں کروں نہو یہ بھی
 بھنوں شے، دل کے لگانے میں کون سی ہے بدی
 زنیواں نکم قطع آرزو صنعی
 چرا کہ ایں صفت از من نکو نمی آید

۱۳۔ "مخمس بر قصیدہ فیضی دہلوی در تعریف حضرت عرش آرام گاہ"

نو	شاہ	ہے	شان	آرینش
دوں	تجھ	سے	بیان	آرینش
کہتی	ہے	زبان	آرینش	آرینش
اے	مرتبہ	دان	آرینش	آرینش
اے	دور	شمسین	تاج	آرینش
دے	صدر	نشین	تخت	آرینش
بالا	سب	سے	بوقت	آرینش
نام	تو	باقضائے	تقدیم	آرینش
کرسی	ہو	فلک	ہو	آرینش
دعویٰ	علو	بہت	ہو	آرینش
سو	تجھ	سے	کہیں	آرینش
منزل	گہ	آرینش	تو	آرینش
جوں	کھک	زباں	بھی	آرینش
وہ	وصف	رہیں	پہ	آرینش
گو	شاہ	تھے	اور	آرینش
تو	اکبر	عہد	د	آرینش
تو	اے	شہر	کشور	آرینش
سے	خلق	میں	سو	آرینش
			یہی	آرینش
			اشارات	آرینش

۱۔ بیت بھلوں کے

تو معنی و خلق آریدہ

آرینش درجان

کس سے دیوان ہے جملہ صفت
تو بیت شرف پر حقیقت
اے از فرطہ منتخب کتاب
از فرطہ شرف گزیدہ بخت

آرینش زمین

چاہے جو پہرے کوئی
قند ہو کونی دہی
تدبیر تیری کرے ہے چارا
در بد و وجود شد قضارا

آرینش ضمان

تو فکر و قیاس کے ہو ہرہ
گرم گنگ و دو ہو جان آگہ
پینچے تھم تک کبھی نہ اے شہ
تا پیش دوت رسید ناگہ

آرینش عنان

کیا حسن بیان ہے کیا طبعیت
مد نسیو حکمت و شریعت
ہر حرف میں ہے تیرے ودیعت
در عمل نکتہ ودیعت

آرینش بیان

ہوے نہ نیز بخت دشمن
رات کجا و نعل آہن
اقبال یہاں ہے عکس انگن
آئندہ بخت تست روشن

آرینش دان

ہر چند تو ہے شہ ستودہ
تھا دے لطف نا کشودہ
چون عاشق چشم وا نہودہ
از شوق تو بیقرار بودہ

آرینش دران

دو خد کو جو دے تو اذن الفت
شاہین و تدرو میں ہو صحبت
گو چرخ پھرا کیا بحسرت

۱۔ بہت ہی

وادی زباں

اے شاہِ بزمِ جہاں
قائم رہے بس
پہنچا ہدفِ اثر بہ یک لبت
تیرے چہ دعائے دولتِ سمیت

کمان آفرینش

دانش سے تیری جہاں سے آباد
پیش سے تیری ہر ایک دل شاد
اس بن مجھے درد کچھ نہیں یاد
از دانش و بیخست اثر باد

روح در روان آفرینش

۱۴۔ "مخمس بر غزل فیضی"

شاہا تری جناب سے عالم کو اعتبار
خالق نہ تو پہ خلق تری سب سے بندہ وار
تو نازشِ جہاں مہاباتِ روزگار
اے کائنات را بوجود تو افتخار

وے پیش ز آفرینش، و کم ز آفرید کار

بیک زبان ہو صنم سے تیری سکوں پذیر
بن تیرے حکم سیر ہو سیارہ پر عسیر
ایما سے تیرے گردشِ بہرہ سر منیر
اے امر تو چہ درد فلک باعثِ مسیر

اے نبی تو چہ طبعِ زمین موجبِ قرار

رتبت کو تیری دیکھ فلک کو سجدہ فرض
رفعت سے تیری چرخ و ثریا نثر ارض
شوکت سے تیری لے سے علو عرش دام و قرض
ازہمت تو یافتہ الملک طول و عرض

وز مدت تو یافتہ ایام پو دو تار

ہک آگے ترے عہد کے اے شاہِ حق پرست
رنگے تھا خونِ صید سے، صنمِ دہان و دست
کرتے سوے شکار تھے، اکثر سباعِ جسوت
یک چند بی شبانی عدل تو بودہ است

گرگ ستم سمین برہ عاقبت نزار

سو، تو نے اب یہ جو کیا ظلم کا وجود

ابہ انداخت

نہند آنے گر غزال کو تو بہرہ خوابِ زود
تو شک ہو جلدِ گرگ سے ضخم لیے نمود
پہلوے امن بسترِ ملک آن گہمی بسود
کاتبال
کرد بالمشِ عدل تو آشکارا

تیری اماں سے یہ ہوا فتحِ یاب، امن
آشوب کی نہ چشمِ رہی، کامیاب امن
رکھتا ہے زنتِ غنودہ غمارِ شراب امن
جانے رسید پاس تو کز بہرِ خواب امن
بگرفتہ قندہ را ہوسِ کوک و کوکنار

اللہ دے تیرے عہد میں آرام کی نمود
چونکے نہ قندہ تک بھی نہ کیندہ کبود
جامِ زیاں میں سے لبالب شرابِ سود
از خوابِ امن و مستیِ جود تو در وجود
کس نیست غیر بخت تو بیدار و ہوشیار

تجھ سے ہو اذنِ حفظ جو اے شاہِ داد گر
ظلمت سے نور، نور سے ظلمت نہ لے ضرر
ہو گردشِ فلک کے لیے ہنیتِ دگر
تا حشرِ منکشف نشود آفتابِ نگر
آید بریز سایہ عدلت بزینہار

برقِ ضمیر کی ترے نالش ہے کیا شدید
چشمِ ستارہ خیرہ ہو شاید بوقتِ دید
خورشید اور شہاب نہیں روز و شب پدید
رانے تو پر محیطِ فلک شعلہ کشید
بر سقفِ او ہنوز سفر میکند شرار

تھکیں سے تیری کوہ تلے چرخِ سر بلند
آوے تو غالباً ہو تہ خاکِ دب کے بند
یک بار یوں سنا ہے کہ اے شاہِ ارجمند
حلمِ تو بر محیطِ زمیں سایہ لگند
در او ہنوز دفین میکند قرار

جگے جو برقِ تہر تری، خاک ہو جہاں
چھوڑے نہ دستِ جود ترا کچھ درون کاں
ہمت کی یا کہوں تری ہمت کی داستاں
از آبِ تفِ پستِ تو بر کشد داخاں
وز سنگِ جذبِ ہمتِ تو برکشد بخار

سر سبز تجھ سے مزرعِ امیدِ خلق کا
بختے ہر ایک کو لو لو و مرجان تو شہا
ثابت ہر ایک امر میں، ہر حال میں رسا

عقلی گہر و گہرا

امری تضا نشان ہے ترا دی
دستِ گہر نشان سے توئے سب کس
کیونکہ نہ تجھ کو کچھ اب اے عزت
قادر بگمگر برہم کس آسمان صفت

اللہ کے پیش بینی و خود ہی تری
جو شے کسی کو چاہیے ہو سو تو نے آج دی
آئندہ جو گہ ہو سواب تو نے باز کی
اے فکرت تو مشکل امروز دیدہ دی

کیا کیا خواص ہیں تری ہمت کے سود مند
تقریر تا کجا ہو بیاں کیجے تا پھند
دہقان روزگار حد ایوان کرے بلند
گر در صبا زوست تو یک خاصیت نہند

اے عرصہ زمیں پہ تہ گنبد کبود
ہے رختہ بندیاں تری تدبیر کی نمود
آمد شد تین کی دی روک سب حدود
تا حدِ مژم تو نکشیدند در وجود

سنخے حدِ علو کو نہ تری شہا ۱۰ خیال
انجم کو گردِ راہ تری زبور جمال
گردن شکن لنگ کا ترا پنجدہ جلال
ہم لقمہ را ز دست شکوہ تو گوشمال

۱۵۔ "مخمس بر غزل فیضی"

اے کہ بکشادہ دگر بند قبا ی آئی
زلف از ناز براگندہ پیا ی آئی
جام سے بر کف و آہنگ سرا ی آئی
سر خوش و غمزہ زن و عشوہ نمای آئی

۱۔ بیہ کل
۲۔ بہ ہم چرخ

چہ کسی و ذکبانی و کجائی آئی

تو کہ آتا ہے کیجے ملک دلوں کا غارت
صبر تاراج کنسی کا ہے، کسی کی طاقت
مجھ کو دھڑکا ہے کہ پہنچی ہو نہ اپنی نوبت
گرم ی آئی و دل کی طہیز آمدت

غالباً از پئے دل بردن مای آئی

تو سن ناز کی تیرے ہے غضب جولانی
برق تازی سے عرق ریز ہوئی پیشانی
تیری گرم عنانی سے مجھے حیرانی
صبر من رفت دگر تند چرا ی آئی

جان من سوخت دگر گرم چرا ی آئی

کوئی انسوں ہے وہ دور سے تیری چشمک
دست بر سینہ ہیں دیوانہ سے ہشیار تلک
ہوں نہ بیتاب فقط میں کہ کئے سے ہوا چشمک
وہ چہ جادو گری، اے شوخ کہ اندک اندک

ی رود صبر من دل شدہ تالی آئی

اللہ اللہ وہ رفتار زبے قامت و قد
چشم بد دور خط و زلف، عجب عارض و خد
زاہد و رند ہو، دیوانہ ہو یا اہل خرد
کس نہ بینم کہ ترا بیند و از جان نرود

تا تو در دیدہ مردم چہ بلا ی آئی

خوار ترا ہے باین قدر و جلالت فیضی
کم نہ مستون سے کھینچے سے ملالت فیضی
غم میں رکھتا ہے ترے، نزع کی حالت فیضی
ی دید جان ہمتانے جہالت فیضی

گر چہ در دیدہ دی روح فرا ی آئی

۱۶۔ "مخمس بر غزل ملک الشعراء قمر الدین منت علیہ الرحمۃ"

داغ شد دل در غمش دلداری
گاہ گاہے پرستی غم خواری
بتگریہ از چشم ما خونباری
بر جگر داریم زخم کاری

بارے مرہم گزاران یاری

پاس نہ مونس نہ ہم دم کی نشست
کنج غم میں سر ہوا زانو پرست

کیا زمین اپنا کیا ہے؟
شعلی دل نام از من

وہ نکلیں دل میں پھرتی ہیں کمال
دیکھنے ان ساحروں سے کیا ہو حال
سے نہ صحت نہ شفا کا احتمال
روز و شب چشم تو دارم در خیال

تیرے آگے اے بہشت حسن صاف
باغ ، دوزخ ہے ، خطا اپنی معاف
پر جب ہے عادت اہل گزاف
لالہ زد پیش گل رو مینو لاف

سال ہو وہ ماہ یا ہو نہ کہ بہشت
جیسے فریادی پھرا ہوں شہر دشت
اتفاقاً صید اگن، گرم گشت
دی زہ آں شاہر خوباں میگذشت

راہ و رسم کفر میں کتنا ہوں فرد
چھوڑ کعبہ، ہوں صنم خانے کی گرد
نہ غم دیں ہے نہ کچھ ایمان کا درد
آن چہ با اسلام من کر دم، نکرد

ہاتھ سے جس کے ہیں سب خون قابہ نوش
پر طرف جس سے رہا شود و خروش
دیکھو طالع مرے اے اہل ہوش
خفت در آغوش من آن قند دوش

کیا کرے تعریف مسنون بر عمل
چہ سلاست میں ہیں بے مثل و مثل
تمتنع اور سہل و نظم بے بدل
دل نشیں افتادہ منت این غزل

۱۷۔ "مخمس بر غزل شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ"

ایں نامہ کہ لطف ترجمانست
پاکیزہ جو رحمت آسمانست

مختون سندی کی نظم

سے نقد روان ہے دل
کیوں مرگ سے وہ دے وہ پیش
خودم دل آنکہ چون روانش

از آتن خودم چون روانش

۱۸۔ "مختون بر غزل حافظ شیرازی در تہنیت مراجعت جناب لکھن بہادر سید رشید علی شاہ" سفر پر ظفر

نفس عیسوی روح فرا یاز آمد
پہ علاج دل خوں گشود ما باز آمد
خوش نسبی سحری لکھو سا باز آمد
مردہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد

پہدی خوشخبر از شہر صبا باز آمد

آج شادی کا چمن میں ہے عجب ساز و نوا
سرد استادہ پئے رقص صنوبر ہے پیا
دل کشی کے لیے موجود ہے ہر موج صبا
برکش اے مرغ سحر نغمہ داؤدی را

کے سیلان گل از طرف ہوا باز آمد

ابر رحمت سے بچنے صفت بکلا نین
آنے جانے وہ جدہرا سبز ادھر کی ہو چمن
آمدورفت میں صاحب کے ہے رنگین سخن
عادنی گو کہ کند فہم زبان سوسن

تا بگوید کہ چرافت و چرا باز آمد

اس کے آنے سے طرب ریز سے کیا عالم صبح
کچھ مئے ناب سے مستی میں نہ کم، شبنم صبح
نگہت آلود سے کتنا نفس خورم صبح
لالہ ہوئے سے نوشیں بشنید از دم صبح

داغ دل ہو د پامید دوا باز آمد

کس قدر مدت ایام جدائی تھی مدید
کہ سر راہ پہ آنکھیں یہ ہوئیں اپنی سفید
گریہ پر گریہ کیا تب ہوئی تاثیر پدید
چشم من از پئے این لالہ بس آب کشید

دلم آواز دوا باز آمد

ابید میں یہ نظم نہیں ہے۔

صبر کا کوہِ غم بھر رہا شیشہ شکن
 کوئی عیب نہ بن آئی، کیسے سو سو فن
 خوش نصیبی پہ مری دیکھ بیک چشمِ زدن
 مردی کرد کرم بختِ خدا دادہ من
 کاں بت سنگ دل از بہرِ خدا باز آمد
 وہ پہ کھینچے تھا ہر اک منظر غم پر درد
 نالہ پہ نالہ گرم اور پیالے دمِ سرد
 ہر ستم دیدہ پہ ستموں سے آیا بھر درد
 گرہ با عہدِ شکستیم، گنہ حافظ کرد

لطف او ہیں کہ بصلح از در تا باز آمد
 نوٹ: (نظم کے اختتام کی کوئی علامت یہاں نہیں ہے)

۱۹۔ "مخمس بر غزل حافظ شیرازی"

اے سنگِ ونام حسنِ زخودِ کامی تو رفت
 ہر سفلہ جا بجا پتے ہم جالی تو رفت
 ذکرِ جمیل تو زے آشامی تو رفت
 رفتی بہ بزمِ غیر و نکو نامی تو رفت
 ناموسِ صد قبیلہ بیکِ خامی تو رفت
 ہر ایک بزم میں سے تجھے نغمہ و سرود
 بازاروں کے ساتھ شراب و رباب و عود
 کھاتا سے کیوں قسم، کہ قسم کو ہے کیا وجود
 اکنوں اگر فرشتہ نکو گویت چہ سود
 در شہرِ چوں حکمتِ بدنامی تو رفت
 مجلس تری رے گی خرافات تا بکے
 ہر سفلہ و ذلیل ترا یار آج ہے
 بد وضع چھانٹ چھانٹ کے آتے ہیں پے پے
 رندی کہ سے فروشِ ندادیش درد سے
 مشہورِ خاص و عام بہم جالی تو رفت
 چھپ چھپ کے سفنگاں سے ہے صحبت تجھے زبیں
 رہتے تری تلاش میں ہیں شمنہ و عس
 عزت کا تجھ کو پاس نہ غیرت سے پیش و پس
 برد از رخ تو رنگِ حیا بادہ ہوس
 شرے کہ بود در ہم جا حالی تو رفت
 آوارگی نے منہ پہ نہ چھوڑا وہ نورِ حسن
 رسوائی کا ہے شور، رہا کچھ نہ شورِ حسن

۱۔ بے میں یہ نظم بھی نہیں ہے۔

مانا کہا کسی کا نہ ہے تو اسے جہنم میں
ہم صحبتِ رقیبِ عذیٰ

پہلے سنی کسی کی نصیحت نہ تو اسے ہند
ہوتی زبانِ خلق کسی سے نہیں ہے ہند
اب عذر نہ مفید نہ حیلے ہیں سود مند
یارانِ شفق ہمہ انکار می کنند

ہر جا حدیثِ نیک

رخ کی نہ تاب سینہ پر غوں پہ جیسے چاند
تسخیرِ نگاہ کی بھی چمک ہو گئی ہے ماند
مستوں کرے ہے شکرِ خدا کٹ چکی ہے راند
با کادِ کادِ غمزہ نظیری اثرِ نمائد

نارخ نشیں کہ خونِ دلِ آشامی تو رفت

قطعات

۱۔ ”قطعہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وآلہٖ اجمعین“

ہے پنے اوج رسالت ذات تیری آفتاب
تیرے دریائے شفاعت کا ہے بس اک قطرہ آب
صورت مکتوب حسرت ہے مجھے یہ بیچ و تاب
گر کریں خطِ عمل سے میرے قصد انتخاب
نیم نیم حرف بھی دیکھیں نہ الا ناصواب
عاصیوں کے واسطے باقی نہ پھر رہ دے عقاب
عرض کرتا ہوں تری خدمت میں اے عالی جناب
اے مولانا سوا کم لیں فی یوم الحساب

اے محمد، اے حبیبِ ہاشمی، اے نورِ حق
ہو دو روئے نامہ اعمالِ عالمِ گر، سیاہ
نامہ عصیاں کی اپنے کیا کہوں میں شرح و بسط
ناظرانِ دفترِ اعمالِ عالمِ وقتِ سیر
ایک نقطہ بھی نظر آوے نہ جز صدِ صدِ خطا
گر مرے جرموں پہ ہو حرفِ سزا، روزِ جزا
تو وسیلہ سے مرا، اسی بن نہیں کچھ آسرا
یا شفیع اللذنبین انظر الی احوالنا

۲۔ ”قطعہ در متقبت جناب ولایت مآب سید الاوصیاء علی مرتضیٰ علیہ السلام“

تجھے نسرِ طائرِ گردوں ہے، طائرِ ایوان
تجھے ہے ہاتھ میں جاروب، اپنے کاکشان
امام جن و ملک بادشاہِ ہر دو جہاں
جمالِ اس کے ہے، در پوزہ گر مرِ تاباں
نہلکنے لگتے ہیں جوں ذرہ ہائے ریگستان
ہمیشہ چرخ پہ انجم رہیں ہیں یوں تاباں
لکھے تو ہو نہ ادا ایک شمعِ احسان
کہ اس کے وصف و ثنا کا تو کچھ نہیں پایاں
جہاں ہو مایہہ جود پر تیرے مہاں

زے امامِ فلکِ شاں کہ جس کے روضہ پر
اس آستانے پہ مشاقِ خاکِ ربوبی ہے
وہ کون یعنی علی، ولیِ والا قدر
جلال، اس کے سے ہے خشک چشمہ خورشید
ضیاءِ ہر جہاں تابِ عالم آرا سے
فروغِ تیرے زریں ہر ساں سے، ترے
ازل سے تا بہ ابد، کاتبِ قیاس اگر
کروں ہوں نغمہ وصفِ علی دعا پر ختم
ہمیشہ تاکہ، ہو نطقِ زمین و خوانِ فلک

۳۔ ”قطعہ در تہنیتِ نوروز“

لالہ سے کم نہیں کچھ ہر زاغ کا نشین
خوانِ فلک میں اختر ہیں بیضہ ملون
کم سنبلِ چمن سے دیکھا نہ دودِ گلشن
زاغِ کماں غزلِ خوان، مانند مرغِ گلشن

نو روز نے کیا یہ باغِ جہاں کو رنگیں
ہیں بس کہ عکسِ انگن گلہائے گوئے گوئے
فیضِ ہوا نے ارزاں کی نزہت و طراوت
لطفِ ہوا سے خنداں، سو فارِ تیرا چوں گل

۱۔ بیہ عصیاں

۲۔ بیہ روز جزا، حرفِ سزا

۳۔ بیہ عنوان نہیں لکھا ہے۔

۴۔ بیہ عنوان نہیں دیا ہے۔

۵۔ ایضاً (۲)

کہ چار عنصر ہیں مثل چار گل شاداب
کہ کم نہیں پر طاؤس سے ہے بالِ غراب
برنگِ بیضہ نور سے ہے ہر ایک جناب
کہ ہو جلوسِ ثناء، آفتابِ عالیشان
وہ آفتابِ لک تو سن ہلالِ رکاب
بغیر تفتہ نہ طالع میں سے کسی کے خواب
زبان کو اسکی نہ طاقت ہے، نہ قلم کو تاب
کے سے ہاتھ اٹھا کر، یہ اسے پہر جناب
لسانِ برف، عدو اس کی تاب سے ہو آب

یہ باغِ دہنگوں کو نو روز نے کیا رنگیں
ہوا یہ ہو دہنگوں عکس سبزہ و گل سے
پڑا ہے آب میں گہاے رنگ رنگ کا عکس
پر اصطلاح میں اتنی یہ روز ہے نو روز
وہ کون یعنی شہِ عالم، پہر مقام
ہر ایک کے بخت ہیں بیدار، عہد میں اس کے
نہ اے یگانا تیری ثنا ہو مسنون سے
تری دعا میں وہ ہر ایک صبح دم لیکن
کہ اوج پر ترا خورشید جاہ ہو ہر دم

۶۔ ایضاً (۳)

سرخ گل تعبیر آتش میں بوتر زر
منقالِ آتشیں میں جوں داغِ لالہ عنبر
سے بیضہ ملون دستِ صدف میں گوہر
برخِ حمل میں بیٹھے آ، تاجدارِ خاور
جب ہو جلوس فرما، ہندوستان کا داور
سے سجدہ گاہِ عالم، اوس کا ہی کوچہ و در
چنگال، باز کا ہو راحت گہرِ کبوتر
آبِ گہر میں ہوئے ہر اک گدا شناور
جیبِ جناب میں ہو کب دستِ موجِ صرصر
وہ خاکِ آستان ہے، رہتی سدا نجد
اس طرح صدق دل سے آتی دعا لبوں پر
جوں بخ، گداختہ ہو ہر دشمن خنک سر

نو روز سے سے یاں تک رنگِ بہار اوزاں
ہیں جوہر ہوا نہیں یہ نزہتیں کہ تر سے
تا بہر سبزہ و گل آئینہ دار ہے آب
نو روز اصطلاح اہل سخن نہیں یہ
نو روز استعارہ، اس روز سے کریں ہم
وہ کون! شاہِ عالم پشت و پناہ عالم
وہ پنجہ حمایت گر ہووے کار فرما
گر آستینِ ہمت جہنم میں آوے اس کی
گر حفظ اس کا آوے، آڑے تو چاک انگن
گردون پر کواکب، ازبکہ بوسہ زن سے
مدحت گری سے تیری، اب ناطقہ ہے عاجز
خورشید جاہ تیرا پرتو نشاں ہو ہر دم

۷۔ "قطعہ در تہنیتِ عید الفطر"

عیدِ طرب زا، پی سے حرا کرتی ہے دنیا گلشنِ آسا
پر تو مینا، جلوہ صیبا، لالہ رعنا، سروِ خراماں
مطربِ مہوش، ساقیِ سر خوش، نغمہ دگش، بادہ بے غش
زینتِ مجلس، ہم دم و مونس، روحِ رواں، خوبِ دل و جاں

۱۔ بیدہ

۲۔ بیدہ اسکی نہ طاقت

۳۔ بیدہ عنوان نہیں لکھا۔

جو وہ حج ہے، تو یہ بھی ہے حج اکبر
 ہمیشہ رہے سایہ اس کا جہاں پر
 یہ نالہ قلم ہو گیا بار گویا
 نشاں بوسہ کے مثل انجم منور
 یہ چرخ سے نام ہے گوئے عنبر
 فرط بقا ہے شہ نیک اختر
 تم گھٹتے ہیں اختر، اے سب نظر کر
 دہاں، غنچہ گل کا رہتا ہے پرورد
 اے جو صلہ دے وہ کم، بلکہ کتر
 نظر، اپنی بہت ہے کہ، تو نہ مجھ پر
 نہ مایوس رکھا، مجھ کو اے لطف گستر
 کہ طول سخن کیا ہے مومن بہتر
 دعا یہ ہے اے خالق خلق پرورد
 سدا ہو تہ دشنہ یا زیر خنجر
 بلبیک گویان بیت۔ مطہر

خدا کے لیے آ، کہ اب طوف اس کا
 ابو نصر اکبر، وہ ظل الہی
 ہوا، نشان مدح میں اس کی از بس
 صفا خیز یاں تک وہ در ہے کہ یاں ہیں
 ترے قلم نالہ، خلق سے اب
 تری آتش عزم کے ہر شرر کو
 کہ یوں مستقل ہو کے گردوں پہ بنٹھا
 رکھا ذکر، اس دستہ زر بار کا، جو
 مومنوں کے ہے مدح خواں تیرا دل سے
 یہی عرض کرتا ہوں اب یاں میں ہر دم
 گیا کون مایوس اس در سے پھر کے
 دعائیہ پر ہے ختم کلام اب
 وہ رسم ہے عید اضحیٰ کی جب تک
 عدد کا گلا صورت پیش قرباں
 رہے طوف گاہ جہاں باب اس کا

۱۰۔ "قطعہ در تہنیت عید اضحیٰ"

تجھ سے عالم کو میسر طوف، بیت اللہ کا
 ہو میسر طوف جس دن آستان شاہ کا
 ہے وہی خورشید اوج، اقتدار و جاہ کا
 پلہ، حکمیں میں اس کے وزن برگ کاہ کا
 ہو مثال، پیش قربانی، گلا بد خواہ کا

مرجا حد مرجا اے عید اضحیٰ، مرجا
 لیک اس دن پر کروں قربان میں، سو روز عید
 وہ شہ عالم کہ ہر ذرہ سے اس سے فیضیاب
 قدر کیا سنجیدہ اس کی ہو کہ ہے، ہر کوہ کو
 عید ہو ہر روز اس کو اور مومنوں زیر تیغ

۱۱۔ "قطعہ تاریخ وفات ملک اشعرا، میر قمر الدین منت"

کر گیا برہم یہ صحبت ہانے ہانے
 ہم پہ دوزخ سے یہ جنت ہانے ہانے
 نیر اوج بلاغت ہانے ہانے
 اختر سعد سعادت ہانے ہانے
 ٹوٹ جام، جام راحت ہانے ہانے
 لب پہ جز افغان حسرت ہانے ہانے
 ہو گیا خون فصاحت ہانے ہانے
 کہ رہی سے روح شوکت ہانے ہانے
 اب یہی کہتا ہے عصمت ہانے ہانے

انجمن آرای، ارباب سخن
 نالہ فردوسی نے، اب یوں سر کیا
 انوری کہتا ہے عالم ہے سیاہ
 یوں لب سعدی سے نکلے ہے صدا
 لب پہ ہے بجای کے جام خون، گئے
 اب نغانی غزل خواں کے نہیں
 مرثیہ خواں ہے نصیبی، اس طرح
 وہ شکوہ لفظ و معنی، یاد کر
 ہو گئی برباد ناموس سخن

۱۔ لندن۔ ول کا

۲۔ والد شاعر (۱۱۵۸ھ - ۱۲۰۸ھ)

عشرتی ہیں
 ہیں حزیں کہا ہے
 پڑھا ہا، تمہوں ہے
 ہیں سال ولادت

۱۲۔ "قطعہ تاریخ دروفات سیدان حکما میرزا حسین علیہ السلام"

سید حسین زبده اولاد مرثی
 ہم نام تھا رسول کے، وہ عین مرثی
 سینہ تھا اس کا مصنف اسرار معرفت تھا وارثہ علوم
 ہے اس کے، مجلس علماء سب خراب ہے اس بزم میں نہ ذکر رہا زب
 تاریخ کے لیے، لب اجاب سے مجھے آواز آتی یہ یاد کہ مرثی سے حسین کا

۱۳۔ "قطعہ تاریخ وفات میرزا قمر الدین منت علیہ الرحمۃ"

کہا میں نے تمہوں سے، اے خوش بیاں نہ گرد چمن تیرے پھولیں غروب
 قمر مطلع دیں پہ منت جو تھا ضیا بخش بہر چراغ کلوب
 ولادت، سن عمر، رحلت کا سال بیاں کر تو اس کے، وہ بولا کہ خوب
 ولادت کو خورشید والا سے دیکھ کواکب سن عمر رحلت، "غروب"
 ۱۱۵ھ

۱۴۔ "قطعہ درتاریخ رحلت والدہ ماجدہ صاحبہ"

وہ رضیہ کہ دم آخر تک تھی دل و جاں سے رضا جوے خدا
 دم مدین برائے تاریخ لکہ، ہر زائر تربت کو تھا
 دامن خاک پہ اس کی مرقوم یہی "دیکھا، رضی اللہ عنہا"
 ۱۲۲۲ھ

۱۵۔ "قطعہ درتاریخ تصنیف تذکرہ اعظم الدولہ سرور تخلص"

زے اعظم الدولہ نکتہ سنج کہ ہر نکتہ اس کا ہے در عدل
 لکھا زور سے اس نے ایک تذکرہ کہ باہم ہو، تمیز ارباب فن
 جو تاریخ پوچھی تو تمہوں نے کہا یہ ہے معیار نقد سخن
 ۱۲۱۵ھ

- ۱۔ حکیم میر محمد حسین ولد محمد باوی عقلی شیرازی، متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) قریبا دین کبیر (۱۷۷۱)، (۲) توفیح الرشحات (۱۷۷۲)، بحوالہ باگی پور کیناگ (خدا بخش) جلد ۸ ص ۶۶۵، (۳) مجمع البواع (۱۷۷۱-۱۷۷۲)، (۴) مخزن الادویہ، (۵) کلمات مکتوبہ (از حسن کاشی)، بحوالہ برد کلمن ص ۵۸۳۔
- ۲۔ ب۔ ایک
- ۳۔ والدہ شام (موتی ۱۲۲۳ھ)
- ۴۔ عمدہ خجہ (۱۲۱۵ھ)

۱۶۔ "قطعہ درتاریخ برادر بزرگوار خود"

آہا بے نور شمعِ روئے شمس الدین خلق نظروں میں سے یہاں تاریک
 وہ ہوا شمعِ محفلِ قدسی رہ گیا بس یہ خاکِ داں تاریک
 چھپ گیا ہانے ہانے کیا خورشید ہے زمیں تا آسماں تاریک
 سالِ تاریخ ہی اس کا ہے دیکھ بے شمسِ دین جہاں تاریک

۱۲۲۵ھ

۱۷۔ "قطعہ درتاریخ وفات برادر بزرگوار خود"

شمسِ دین، مہرِ شمعِ طلوعِ محفلِ عرفاں اوس سے روشن رہا پہر یقین
 وہ ہوا شمعِ محفلِ قدسی ہو گیا تیرہ آسمان و زمیں
 سالِ تاریخ کا کیا جو سوال میں نے نمون سے کہ سے غمگین
 یوں وہ بولا سر بکا سے ہانے لاکھ افسوس شمسِ الدین

۱۸۔ "قطعہ درتاریخ شہادت برادر عزیز خود"

میر صادق^۳ علی، جوانِ شکیل ہانے تیری وہ وضعداری ہانے
 تو چمن دار تھا، سیادت کا ہونے رنموں سے لالہ کاری ہانے
 وہ شباب و سہی قدی، صد حیف وہ جوانی، وہ گلِ مزاری ہانے
 گرد آلود ہوا، وہ روئے منیر یہ میری تیرہ روزگاری ہانے
 اپنی دوری میں دیکھ، میرے رنگ ہانے حالتِ جب سے طاری ہانے
 رگِ جان و چیکیدنِ خون آہ سرِ مشرکان وہ اشکِ باری ہانے
 جگر چاک و صد غلش، بہیات جانِ عنناک و بے قراری ہانے
 سینہ و صد ہزار ریش و شگاف دلِ حدِ گونہ داغِ داری ہانے
 الفت میں آں تھا پاکِ حیدر کی ختم کی تو نے پاسِ داری ہانے
 دل میں تھا عشقِ سید الشہدا دل پہ کھا کر موا کٹاری ہانے
 عاشقِ سیرِ بریدہ گلو دیکھ لی خود گلو نگاری ہانے
 کھا کے سیرِ دو جراتِ بیداد ہانے کی تو نے جاں نثاری ہانے
 تیری تاریخ بھی ہونی ہے ہی "اے شہیدِ دو زخمِ کاری ہانے"

۱۲۳۲ھ

۱۹۔ ایضاً (۱)

مری جان و جگر صادق علی، ہانے! نشان تیرا نہیں معلوم افسوس
 مرے شہبازِ قدسی آشیانہ کرے تجھ کو شکار، اک بوم افسوس

۱۔ برادر شاعر میر شمس الدین (متوفی ۱۲۲۵ھ) ب۔ شمس ملت و دین

۳۔ برادر شاعر میر صادق علی (متوفی ۱۲۳۲ھ)

۲۲۔ مہاراج مختاری نوازش خان

جب نوازش خان ہوا مختار کار رنج میں اس سے رہا، کہہ تا بہرہ
پست قامت، دشمن جان جہاں سے یہ کافر، زہر کی گویا گرہ
مٹل سے نہیں چڑھتا ہے دن لیکن اس کو ہے شاباش ذرہ
تھیلنے کو گالیوں کی گولیاں پہن آیا بے حیائی کی ذرہ
ہو ہے تاریخ، کچھ آواز غیب سے حق سے منتظر، ہر اک تھا سہ
سر آزار، خلق، از بس اسے یوں کہا ہاتف نے، "ظالم مردہ ہے"

۱۲۲۸ + ۱ = ۱۲۲۹

۲۳) ایضاً

جب ہوئی تجھ کو، اے نوازش خان خانہ بادشاہ کی مختاری
کمر آزار خلق پر باندھی ہوئی، عالم کو تجھ سے بیزار
شاعران زمانہ سے تو نے کی جو تاریخ کی طلب گاری
اور شاعر تو چپ ہے، لیکن روح سعدی نے کی مدد گاری
سر دشنام سے کہا تجھ کو "مردنت بہ، کہ مردم آزاری"

۲۴۔ "قطعہ در تاریخ وفات حضرت فردوس منزل شاہ عالم"

شاہ عالم، خسرو ملک، دقار وہ کہ تھا ملجا و باب سلطنت
تھا عجب مجموعہ آیات لطف ذات اس کی انتخاب سلطنت
تائش آفات ہے، طاقت گداز کیا ہوا ظل جناب سلطنت
چھپ گیا وہ آفتاب اور جاہ اب کہاں وہ نور و تاب سلطنت
گوش بر آواز تھے، تاریخ کو ہم کہ ہیں خدام باب سلطنت
شور، بس روئے زمین سے یہ اٹھا "ہے کسوف۔ آفتاب سلطنت"

۱۲۲۱ - ۶ = ۱۲۲۷

۲۵۔ "قطعہ در تاریخ جلوس مرزا محمد اکبر شاہ غازی خلد اللہ"

جلوہ بہرہ فلک تنا ہے، شہ اکبر کے زیر پا تخت شہی، زینت سرا، افسر ہو
بہر تاریخ جلوس، اس کی مجھے لکر یہ تھا کچھ سوے غیب سے الہام، میرے دل پر ہو
یوں سر جاہ عدو توڑ، نہا ہاتف نے اے خداوند! جہاں گیر ہی اکبر ہو

۱۲۲۲ + ۳ = ۱۲۲۵

۱۔ نوازش علی خاں ولد شاہنواز خاں۔ محمد اکبر شاہ ثانی کے وزیر تھے۔ جن کے بعد اس عہدے پر سرسید کے نانا خواجہ فرید الدین خاں فائز ہوئے۔

۲۔ شاہ عالم ثانی (۱۱۳۰ھ - ۱۲۲۱ھ)

۳۔ اکبر شاہ ثانی (۱۱۶۲ھ - ۱۲۵۳ھ)

۴۔ محالی لکھی ہے۔

۵۔

۲۶۔ "قطعہ درتاریخ شادی مولانا"۔

مولانا من اللہ لہی مولانا
 دماغ آسماں پر نہ کہیں ہو جہاں
 اس ہاتھ کی زد نشانی کو لکھے
 وہ ابرکرم بحر و رنگ پر گنگسان شادی
 ہے آب و رنگ کا وہ جس کے آگے
 اس کو ہوندا یاں اک شجر سے
 کہ ہے نخل بندر منامیں
 تاریخ پڑھنے لگا ہوں

مولانا من اللہ لہی مولانا
 دماغ آسماں پر نہ کہیں ہو جہاں
 اس ہاتھ کی زد نشانی کو لکھے
 وہ ابرکرم بحر و رنگ پر گنگسان شادی
 ہے آب و رنگ کا وہ جس کے آگے
 اس کو ہوندا یاں اک شجر سے
 کہ ہے نخل بندر منامیں
 تاریخ پڑھنے لگا ہوں

۲۷۔ "قطعہ درتاریخ فرزند از جمند خود"۔

مرے حیدر اے طوطی باغِ جنات
 گیا خورد سالی میں دنیا سے تو
 ترا حال کیا ہے کہ بن تیرے جاں
 کنار پور میں جگہ کھی تری
 یہی بہر تاریخ پڑھتا ہوں میں

کہاں تیری شکر مقال ہے اب
 خراب بہنی پیرانہ سالی ہے اب
 بہت دل کو آشفہ حالی ہے اب
 کہاں جاے ماندن نکالی ہے اب
 "کنارہ" پورا حیف خالی ہے اب

۲۸۔ "قطعہ درتاریخ وفات مولوی قطب الدین فرزند مولانا فر الدین قدس سرہ"۔

قطب الدین انکار دودہ نقر
 تھا جہین شہوہ میں اس کی
 بسر اس کی وضع سمجھنے سے پیدا
 جب اسے سمجھنے سے پوچھے آسرا
 اب کس سے پوچھے غلہ
 ہوا زب بکش غلہ
 تاریخ اس کی پڑھتا ہوں

فر الدین نامدار نقر
 نور و عز و وقار
 اور انکار
 کہ ہونے ہم دو چار
 نہ ہا داد داد
 وہ گل نو بہار
 "پانے" اے یادگار

۲۹۔ "تاریخ وفات، میاں عبد العظیم عموی خود"۔

سید عبد العظیم، پاک دیں
 متقی شیعہ آل علی
 چھوڑ کر زندانِ دنیاے
 میں نے تمہوں سے کہا، کیوں ہے خوش
 کر کے آغاز بکا پڑھنے لگا

صراطِ حکام راہ
 خلاق راہی وہ
 باغ راہی وہ
 دل سے اے
 حیف اے

۱۔ آفاق مرزا۔ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے جن کی شادی ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔
 ۲۔ مولانا قطب الدین (۱۲۳۸ھ)۔ شاعر کے چچا زاد بھائی (موتی ۱۲۳۸ھ)۔

سلیم آل گوہر تاجِ خلافت برفت و دستِ دولت ماند خالی
چہ گوہر بود کز کم کشتن او گمتے چم شہرے سلکِ لالی
دل تار بخش از روے بکا خواند بیفتادہ گہر از تاج عالی
۱۲۵۰ + ۱۲۵۲ھ

۳۱۔ "قطعہ تاریخِ وفاتِ شہزادہ مرزا سلیم"

آہ ازیں بزمِ گہ ہستی رفت مالکِ دہیم و سریرِ اکبر شاہ
غفلت و شور و فغان و فریاد کرد گزر از سرِ نیلی خرگاہ
بر لبِ من بود سوالِ تاریخ ہاتفِ از غیبِ سر دوش آگاہ
از سرِ افسوسِ جوابم دادند "ہست یکے حادثہ اکبر آہ"
۱۲۵۲ + ۱۲۵۳ھ

۳۲۔ "قطعہ تاریخِ وفاتِ حضرت عرشِ آرام گاہ"

شاہِ اکبر! ادج دنیا سے ترا ہے عجب ہی واقعہ حسرت نرا
تہنیت خواں میں ہمیشہ تھا ترا تو پھر آرام سوے خلد جا
ہوں مجھے تاریخ کہنی ہو نصیب "شاہِ خلد آرام گاہ، اے واے واے"
۱۲۵۳ھ

۳۳۔ ایضاً

ہو ظفر بادشاہِ دیں پرورد داد احکامِ شرع جملہ رواج
کردہ پر نور بزمِ دنیا را بہر دین محمدیت سراج
قدمش کرد بختِ تخت بلند فرق او داد تاج را معراج
دوش سالِ جلوس او، تمون خواستم از طبیعت وہاج
سرِ بد خواہ را برید آنگاہ گفت، "زمبِ سریر رونقِ تاج"
۱۲۳۹ھ - ۱۲۴۲ھ

۳۴۔ "در تاریخِ جلوسِ میمنت مانوس مرزا ابو ظفر سراج الظفر بہادر شاہ"

شاہِ مظفر، ہو ظفر آلِ شہ ذاتش عالم پرورد آمد
سالِ جلوسِ از روے جلالت ظل اللہ الاکبر آمد
سایہ حق و سایہ چترش بر سرِ گردوں انسر آمد

۱۔ اکبر شاہ ثانی (۵۔ ۱۷۵۳م - ۱۱۶۳ھ - ۱۸۳۷م - ۱۲۵۳ھ)
۲۔ بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵م - ۱۱۸۹ھ - ۱۸۶۲م - ۱۲۷۹ھ) تاریخِ جلوس ۱۸۳۷م - ۱۲۵۳ھ -
۳۔ لندن - شاہ بو - غالباً سہ کاتب

۳۱۔ ایضاً (۱)

میر باقر علی راست روش
مشکم حدیث دان و فقیہ
ہم اسرار دین بر او مکشوف
غزوة بھگت سبیل و رحمت یزداں
حصہ از بھگت سبیل و کوش یافت
بہر تاریخ او نشان می جست
از تر آب آمد آوازی

سالک راہ چار دہ معصوم
رتبہ اش برتر از عقول و نہوم
ہم اطوار دین بر او معلوم
میر مغفور و سید مرحوم
اے خوشا قسمت و زبے مقسوم
دل مجزون و خاطر مغنوم
”رفت آن باقر محیط علوم“

۱۲۲۶ + ۲ - ۱۲۲۹

۳۲۔ ایضاً (۲)

میر باقر علی کہ گوہر او
جز براہ خدا نمیزد گام
ثانی میر باقر اشراق
دی ز شمع سنہ تاریخش
سر چہ برداشت از بکا، آن گاہ

تعمدہ عصر بود و نادر وقت
ز اول عمر تا باختر وقت
بود از زمزمہ اکابر وقت
خواستہ زانکہ اوست شاعر وقت
گفت ”صد حیف“ میر باقر وقت

۱۲۵۱ - ۲ - ۱۲۲۹

۳۳۔ ”قطعہ تاریخ فتح غزنی کہ صاحبان کلکتہ نمودند“

ذمے لارڈ جنرل گورنر بہادر
لک از برائے نثار در او
ز قندھار تا لشکرش راہ کابل
بغزین رسید و نہر بران فوجش
چہ تاریخ اورا می بچستم، ز ہاتف

کہ باج و خراج از سلاطین گرفتہ
بد من لانی ز پرویں گرفتہ
بہ تنبیہ اعدا پر کہیں گرفتہ
بیک حملہ آن حصن سنگیں گرفتہ
ندائیم شدہ ”زود غزنین“ گرفتہ

۱۲۳۲

۳۴۔ ”قطعہ تاریخ گھانی لشکر کہ از نواح اجمیر است“

جناب میکشان صاحب ذی عالی قدر شان
برہ مسجد لشکر چو کوہ دید فرمانداد
وہ تاریخ می جست کہ خضر داد آوازے

نہ مثل اوست فیاض نہ مانندش کرم این جاست
کہ بردارید این راہ بہر سالک خوف و بیم این جاست
”سوے منزل گہ جانان صراط مستقیم این جاست“

۱۸۰۸

میکلاسن
سال

جزی
تاریخ جو ہستیم

نہا

تاریخ

۲۶۔ "قطعہ تاریخ وفات سربرا عظیم مجتہد مکرّم مولوی سلیمان دہلوی علیہ السلام"

دلدار آل علی ولی را کہ در جہاں
گویند بود مجتہد و فاضل و صدوق
دائم حساب دلترا و ایام خواندہ ام
تاریخ انتقال شریفش رقم زدم
تعلیم دین حق و لایب
این نیز از تفصیل اور
از کلک روزگار و خودش
وارث ہے علوم رسول و انبیا

۲۷۔ "تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز محدث دہلوی"

مجلد آیات اسرار کلمات
عبدالعزیز اش سینہ
ماننے کتابے
قلک عجب بود
نیت اور لایب
اور لایب
فیہ
نقیبہ

۲۸۔ "تاریخ تولد مریم بیگم، نواسی خود"

چہ پیدا شدہ مریم نور چشم دل تنگ چوں غنچہ گل گفت
چہ تاریخ آن خواستم از سرودش ذویقعدہ چار ی یوم گفت

۲۹۔ ایضاً

مریم نور چشم فرزندم بعبادت منیر شد پیدا

۱۔ لندن۔ پانچواں مصرعہ نہیں ہے۔
۲۔ لندن۔ صرف دو ہی مصرعہ ہیں۔

رباعیات

(۱)

تھا ایک ہی جلوہ ساز، ہر سو دیکھا تک فرق کسی میں نہ سرِ مو دیکھا
منوں مگر آئندہ خانہ ہے جہاں دیکھا جس میں زویٰ قد و رو دیکھا

(۲)

تمنوں نگہ میں طرزِ مستی کب تک مفتونِ نگار و نقشِ ہستی کب تک
نقاش کو دیکھ، نقشِ بے معنی کیا موجود خدا ہے، بت پرستی کب تک

(۳)

جنس نہ کرے، اذنِ ربِ اس کے، پر کاہ وہ کون ہے جس پر کہ پڑے اپنی نگاہ
کیا طاقت و قدرت ہے کسی کو منوں لاجلِ ولا قوتِ الٰہی باند

(۴)

احمد کہ اس ایجادِ جہاں کا ہے سب صورت میں کہ، اس کی غور، کہتے ہیں سب
صورت ہی سے معنی کی طرف پہنچے راہ معنی میں ہے عینِ رب، بصورت ہے عرب

(۵)

احمد کہ ہے نثرِ بشر و جن و ملک سب اس کے طفیلی ہیں، چہ ارض و چہ سمک
مزاج کی جب اس کی حقیقت سمجھے پہنچے جو گمان کسی کا اللہ تک

(۶)

احمد کہ سے عرش اس کی رفعت سے پست حکم اس کا ہوا سرِ شگن سنگ پرست
اصحاب کے ہاتھ میں وہ تسبیحِ حصی اوس کا ہے عجب معجزہ، دست بدست

(۷)

احمد کہ تمام آل اس کی سے نیک ساتھ اس کے ہیں متحد تن سیزدہ، لیک
نام اس کا جو ظہر ہے کہ اس میں تک غور چودہ عدد میں ہیں، حقیقت میں ایک

۱۔ بعد اجداتی تین رباعیات نہیں ہیں۔

زہرا کہ وہ اک نور ربانی ہے
عانی جب اس کی ہو گئے سے رسم

(۹)

ایمان کے تین رکن ہیں اے دانا
ان دو جزدوں کے جیسے بارہ ہیں حرف

(۱۰)

کیا رفعت رتبہ علی کجے بیان
جس دوش پہ تھا مہر نبوت کا نقش
فکر بلند ان کی ہو بست یہاں
یہاں اس کے قدم کا کجی نشان

(۱۱)

ممنون بہت غور سے کی ہم نے نگاہ
ظاہر میں نبوت ہے، ولایت باطن
پیدا ہے عیب حق نے نہاں شہیر الہ
کیا ظاہر و باطن ہے یہاں سبحان اللہ

(۱۲)

سبٹین کہ ہیں دو بازوے ہنغیر
دو کو ہے دوش مصطفیٰ پر معراج
ایک اک سے رتبہ میں نہیں کچھ کم تر
دونو ہیں علو مرتبت میں ہمسر

(۱۳)

سبز لباس وہ جو مسموم امام
دشمن کہ ہے راہ دین میں گویا افعی
کیا رز سے اس میں! دیکھ باغور تمام
چشم اس کی میں کرتا ہے زمرہ کا کام

(۱۴)

ہوں آل نبی کا شیفتہ اور مایل
داغ ، الم حسین سے پرخوں ہے
شمسیر محبت سے ہوں اس کی بسمل
لالہ ہے حسینی ، یہ نہیں اپنا دل

(۱۵)

سبحان اللہ وہ امامِ غناک کی مرگ تک بندگیِ ایزدِ پاک
سجدوں سے ہوا حق کے، جہاں کا مسجود ہے سجدہ گر، انام اس کی کفِ خاک

(۱۶)

سجادہ کہ عابدین کو اس سے ہے زین کہتے ہیں اسے علی ثانی کو نہیں
تکرار تجلی نہیں از بسکہ روا وہ عین علی کا ہے، علی اس کا عین

(۱۷)

باتر کہ خدا کا ہے سراپا اک نور کیا طرفہ جمال سے کہ چشم بد دور
کہتے ہیں محمد جو اسے، یہ ہے سبب اس شکل میں بھرا ہوا محمد کا ظہور

(۱۸)

جعفر کہ بیاں اس کا ہے، صدق اور صواب صادق طرف خدا سے، اس کا ہے خطاب
اس کا ہے کلام مثل آیات خدا ہے ایک وہ ذات اور اللہ کی کتاب

(۱۹)

جعفر کہ جمال حق کا ہے آئینہ یاں اس کی محبت سے بھرا ہے سینہ
صد شکر کہ نقدِ جعفری سے مسنون لبریز ہے ایماں کا مرے عکینہ

(۲۰)

کاظم کہ امامِ اہل ایماں کا ہے ہر لحظہ اسے شہود، یزداں کا ہے
موسیٰ نہ وہ یہ کہ طور سینا پہ جائے موسیٰ ! یہ کلیم طور عرفاں کا ہے

(۲۱)

جو شاہِ خراساں کی ثنا کہتے ہیں ہم ان کو رضا جوے خدا کہتے ہیں
وہ لوگ جو ہیں تاجِ مرضی خدا ہر ایک نفسِ رضا رضا کہتے ہیں

۱۔ ب۔ پھر ہوا۔

۲۔ ب۔ مسنون نہیں لکھا ہے۔

فائب جو تھی، جناب اس کا نام ہے محمد جو اسے کہتے ہیں

(۲۳)

وہ والی دین، تھی ولی، ابن علی
من بعد تھی تحت امامت پہ ہے شاہ

(۲۴)

اے عسکری، اے خسرو، دین شاہ، زمن !
ہمنام حسن تو ہے، تجھے حق نے دیے

(۲۵)

کی خوب، امامت کے رسالے کی سیر
سب کاتب قدرت نے رقم کر، آخر

(۲۶)

ام سلمہ وہ لالہ داغ جگر
یہ داغ دیے جگر پر اس کے غم نے

(۲۷)

تدبیر میں تاثیر نہ دیکھی ہم نے
تدبیر کے، ہر چند بہت گرد پھرنے

(۲۸)

یازب ! یک چاک تو گرہاں میں رہے
یک مشت برنگ غنچہ گل آتش

(۲۹)

کعبہ کو جو دیکھا تو سے تشویش طواف
اے برہمن و شیخ ! بجز خانہ دل

(۳۰)

عالم کا جو خوب ہم نے، عالم دیکھا فارغ دلی و عیش بہت کم دیکھا
یاں رنگ نشاط و رنج، ہم نے مسوں مانند گل دو رویہ توام دیکھا

(۳۱)

سے و رطہ ہستی کہ بہت سینہ گداز جوں موج، رے نہ کوئی امید دراز
اس بحر فنا میں کیا ثبات عشرت یک دم کے لیے جناب ہے مینا ساز

(۳۲)

وعدوں پہ کسی کے شادمانی تھی عبث امید وفا پہ زندگانی تھی عبث
دیکھا وہ دوست دشمن جاں نکلا مسوں ہر دم کی جاں نشانی تھی عبث

(۳۳)

کس سے کہوں تنہائی بد روزی کو جز داغ نہیں کوئی جگر سوزی کو
کوئی غم خوار گاہ گاہے جوں تیر پہلو میں جو بنھے ہے تو دل دوزی کو

(۳۴)

باتوں میں دل گرفتہ مسوں! کھولو یا کھول کے دل، مار کے دہاڑیں رولو
یہ ضبط یہ گھٹنا تو بہت سا ہے برا کس واسطے بنھے ہو روکے! کچھ بولو

(۳۵)

مسوں کے دل میں رات کیا تھا درد کھینچنے تھا جو نالہائے گرم و دم سرد
کرتا تھا جو ضبط دل پہ رکھ کر وہ ہاتھ بیچارہ کا کچھ رنگ ہوا جانے تو زرد

(۳۶)

افغان نے کیا حریف خنجر دل کو اور آہ نے اک کیسہ نشتر دل کو
آنکھوں سے بھلا خون نہ پکے کیونکر! زخم زخم کیا ہو جب سرا سر دل کو

۱۔ لندن۔ کو، مگر کا، مناسب ہے۔ غالباً سو کاتب

رکنا نہیں سیدہ میں سے بہتر، دل تری
کھینچنے پہلو سے، اس کے کیا کیا ہیں، مدالت

(۳۸)

جس جا کہ ترے شہیدِ غم کا ہے مزار
یہ جوش تھا ناکامی و حسرت کا وہاں
کل یاں اللہ صبر کو خیر قرار دیا
رکھ سینہ پہ باغداد روئے ہم، دکھانے

(۳۹)

غش آنے تھے ہر دم نہ ہمیں یوں اب تک
اے جذبہ دل! جلد اے صبح کے لا
جان، ضعف سے پہنچی نہ تھی (جی) لیا
دن آج کا بھینٹتا نہیں ہم کہ شب تک

(۴۰)

جیا نہ دکھانے حق تری شکلِ ریک
اس جسم سیاہ میں وہ فرج تیرہ
عاقل جو ہے وہ آنے نہ تیرے نزدیک
ہے رات اندھیری سے مل بھی چاہ تارک

(۴۱)

اے واحد اے فاش، پوچ اور خیرہ
کیا قدر تری کس میں ہے کبر
تہی سا ترا جسم سے کس ہے تیرہ
ہے وہ بی، مثل، اونٹ کے / منہ میں ذرہ

(۴۲)

وہ جسم لطیف سے جو روحِ مطلق
دیکھ اس کی لطافت اور اپنی شوخی
ترب لی، جو لیا بغل میں اس کو ناحق
کھینچی یہ خجالت کہ گئے، ہو کے عرق

(۴۳)

کیونکر شہ عالم نہ تری کیجئے دید
ابرو کا تیری اشارہ، مثلِ مسر عید
طلعت سے ہے تیری، مطلع صبح امید
عالم کے ذوق کی خاطر ہے کلید

۱۔ لندن میں بھی

۲۔ بہرہ بات ہے جو

۳۔ پ۔ بی سے

(۴۴)

تھے جو وہیں جس کے گھرانے کے مرید اس سے تھے اے لعین! ہے بغضِ شدید
مرشد کے نواسے کا ہوا دشمنِ جاں نے تجھ کو بنایا ہے، مگر خاکِ بڑید

(۴۵)

گردِ طمع و حرص نہ پھر بیودہ گرد جو سب سے کریں کنارہ، وہ مرد ہیں فرد
دنیا کا نہ طالع ہو اگر غیرت ہے حد حیف کہ زنِ حاکم و محکوم ہو مرد

(۴۶)

۱۰۱. خوبکلاں پد فطونہ، فرزند آئے اے موسلی حکیموں کی پسند
عطار بچے کے کہ اقلاطوں ہوں تھے معجون ہے یہ ماشھو گلقد

(۴۷)

اے دعویٰ اسلام میں تو سے چھوٹا سر رشتہ دین ہاتھ سے تیرے چھوٹا
یوں آلِ پیہر سے اکرا کر چلنا آخر نہ ترا ہرہ گردن ٹوٹا

(۴۸)

کیا خیر سے ہے! مجلسِ اربابِ نعیم جا کر جو وہاں نہو ہماری تکریم
جنت کی طرف بھی منہ نہ کیجے ممنوں طوبیٰ سے جو سرود نہ دیکھیں تعظیم

(۴۹)

ممنوں یہ تو نے دل کا کیا رنگ کیا جو عینِ صفا تھا لے سب رنگ کیا
آئینہ گراں، سنگ سے آئینہ بنائیں شاباش تھے، آئینہ کو سنگ کیا

(۵۰)

ممنوں سفیدی اب تو مو پر آئی مو پر جو سیاہی تھی سو رو پر آئی
کھولے علمِ سفید یہ فوجِ اجل اے خفتہ نصیب اٹھ! سر اوپر آئی

اسدراک

نسخہ دہلی باوجود لسانی کوششوں کے اس وقت تک حاصل نہ ہو سکا جب تک کہ پورے کلیات کی حدود میں مکمل ہو کر کاپی پمپنگ نہ ہو گئی۔ کاپی پمپنگ کے مرحلہ کے بعد یہی صورت مناسب نظر آئی کہ آخر میں "اسدراک" کے ذریعہ اسے شامل کلیات کیا جائے۔

صورت کچے یوں بنی ہے کہ "اصل متن" کا صفحہ نمبر اور سطر نمبر نوٹ کر کے نسخہ دہلی کا متن اسدراک میں درج کر دیا ہے۔

قصائد

نہ شیل و نہ ممال رکھے نہ مثل و مثل	ص ۱۱۳، سطر ۲
دست پر قوت عدل اوسکا وہیں لپکے جبل	ص ۱۱۵، سطر ۹، مصرعہ ثانی
جہد میں تیرے یہاں تک ہے عدالت کا عموم	۱۱ سطر
بادِ صرصر سے ہے پردہ فانوس چراغ	۱۵ سطر
ہے ترے جہد میں یہ حظ و عدالت کا عمل	۱۶ سطر
کسی مظلوم پہ پھینکے جو کوئی ظالم تیر	۱۹ سطر
چل اودھر ہی کو پلٹ ہاں بس اب ایدھر کونہ چل	۲۰ سطر
میل پستی کرے وہ شے کہ جو ہودے بو جھل	۲۲ سطر
رشک گل ہودے اگر آب میں رکھیں مستقل	۲۳ سطر
کیا عجب ہے جو ترے جہد میں ہو جل کر خاک	۲۶ سطر
صورت نہیں زہیں رکھے ہیں گردوں نے کئی	۲۷ سطر
بے ترے حکم اگر چاہے کہ ہو رفع علل	۲۸ سطر
فرش ہو جائے کسی گوشہ ایواں میں ترے	۲۹ سطر
رد برد تیرے عدد کیا ہو تیرے مزدیر و جبل	ص ۱۱۶، سطر ۱، مصرعہ ثانی
برق شمشیر تری ہودے اگر دشمن سوز	۲ سطر
خاک پھر اوسکی ہے چشم عدم ہو کا جل	۲، مصرعہ ثانی
دیکھ اس کو کہ تیغ کو یوں میداں سے	۳ سطر
کھینچ کر تو جو لگا ہے اوسے روئے جبل	۶، مصرعہ ثانی
جب کہ میداں میں اسے کھینچے ہے تو روز مضاف	۶، مصرعہ اول و ثانی
اپنی ہی جان کا رکھے ہے وہاں نیم اجل	۹ سطر
ڈر یہ ہے جائے کہیں عرصہ کاغذ سے اوجھل	۱۰ سطر
طبع ہوتی ہے اس اندیشہ سے اسکی ہے کل	۱۰ سطر
جست و خیز اوسکی سے کچھ دور نہیں ہے کہ جائے	۱۱، مصرعہ اول و ثانی
توسن دم صفت عرصہ کاغذ سے نکل	۱۳ سطر
کتر اک نیم نقطہ سے ہے تیرے پا اسکی	۱۳ سطر

جب تک ہاتھ میں دریا کے ہو تسبیحِ حباب
میل ہر شے کا ہو، تا سونے مقرر اصلی

۱۴ سطر

۱۵ سطر

صبح عید کہ میں عام نغمہ پائے (.....)
گدا کا کاسہ ہے ہمارا کاسہ ظہور
بلند جنشِ انگشتِ یار ، ساہِ صفت
کرنے ہے ہمارے تسبیح کے نوائے سرور

ص ۶۸، سطر ۲۶، مصرعہ اول: ثانی
شے = کلاب نے یہاں طرب لکھا ہے۔
زاد شعر

شراب ہاتھ میں پڑھ ان ربنا نفعور
کہ ابساط کا بزمِ جہاں میں ہے یہ دفور
کرنے ہے عقلمند شریا جن میں آج ظہور

ص ۹۹، سطر ۶، مصرعہ ثانی
۱۱ سطر، مصرعہ ثانی
۱۲ سطر، مصرعہ ثانی

نت ، خونِ عدد میں ہے شناور
ایک اثرنی پائے ہے مقرر
اے بچہ، جو د ابر و احسان
جو کوئی کہ خیرا مدح خواں ہو

ص ۱۰۳، سطر ۲۵، مصرعہ ثانی
۳۲ سطر، مصرعہ ثانی
۳۳ سطر
۳۶ سطر

تو اوسکو صلہ جو دے سو ، کم ہے
پہ چاہے وہ نے درم ، نہ دینار
درکار یہی ہے اور بس

ص ۱۰۴، سطر ۲
۳ سطر
۶ سطر، مصرعہ ثانی

تو ام شگفتگی سے ہے آشفگی گل
حیران و ہے کسی ہی جہاں برگ و بار ہے
ہر صبح صوتِ فنجہ سے یہ آشکار ہے
تا صبح نے تو بزم ہے ، نے کوئی یار ہے

ص ۱۰۸، سطر ۳
۴ سطر، مصرعہ ثانی
۵ سطر، مصرعہ ثانی
۹ سطر، مصرعہ ثانی

مراثی

اوس بحرِ مکرمت نے نکرنا ، کرانا تھا
ہم والیوں نے ناقدہ بہت کو ہے کیا
وہ خندہ تھا جو وقف لبِ نسترن کہاں
رکھتی نہیں ہیں عارضِ نسریں شگفتگی
نے، وا ہوئے ہیں پائے کو اکب برائے عشت
نے کچھ موافقت انہوں کی غفلت پسند

ص ۱۰۹، سطر ۸، مصرعہ ثانی
۱۰ سطر، مصرعہ ثانی
۱۲ سطر، مصرعہ ثانی
۱۳ سطر
۲۳ سطر
۲۶ سطر، مصرعہ ثانی

آج کیا حال ہے ، ہوتی جو نہیں انہیں ضبط
 جا کے اس شاہ سے کہی کوئی میرا احوال
 لطف سے حال فریبوں کا جو نت ستا تھا
 آہ ، دلانگہگی و داپسی و تہنائی
 روش دہر اسی ڈھب سے چلی جاتی ہے
 روش دہر کبھی خوب ہے لیکن افسوس
 صبر گر ڈھونڈیے دل میں تو نہ کم ہے نہ زیاد
 وہ جو غمخوار تھا ، سو اسکو نہیں غم اپنا
 ہائے کیا ہے کہ جو خاطر کو نہیں آج سرور
 نہ تو آسودگی ہے طبع کو ، نے دل کو حضور
 ہے کہاں آن کے دیکھے وہ ارسلوئے زماں
 شب سے تا صبح نہیں چشم کو اکب میں خواب
 بس کہ جاتی ہے فلک پر یہ نغان پر شور
 جیش آہ ہوئی ناسب نیش زنبور
 دشمن جاتی مریم ہے ، رفو سے انفور
 لایہ بخیر و مریم سے ، کہ کچھ سود نہیں
 گل اب خندہ کناں سونے چن آدے کا
 شردہ روح یہاں سونے بدن آدے کا

ص ۱۱۳، سطر ۲
 سطر ۳، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۵، مصرعہ ثانی
 سطر ۱۱

سطر ۱۲

سطر ۱۳، مصرعہ ثانی

سطر ۱۴، مصرعہ ثانی

سطر ۱۵، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۱۸

سطر ۱۹، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۲۰، مصرعہ ثانی

سطر ۲۲، مصرعہ ثانی

سطر ۲۳

سطر ۲۵، مصرعہ ثانی

سطر ۲۶، مصرعہ ثانی

ص ۱۱۵، سطر ۲، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۶، مصرعہ ثانی

سطر ۱۰، مصرعہ ثانی

سطر ۱۱

سطر ۱۲، مصرعہ ثانی

سطر ۱۳، مصرعہ ثانی

تھی یہ امید کہ ہر زخم دل اچھا ہوگا
 مریم تازہ ناسور کہن آدے کا
 آہ تہنائی وہی روز سیاہ بھراں
 نہ تو رہبر ہے نہ اس راہ میں پاؤں کا نشان
 کس طرح کھینچے اب رخت سفر اسکی طرف
 ہائے کیا جان پہ ہے جور و ستم کا طغیان
 یاس و محرومی و حراماں کا ہے اک دل پہ نجوم

غزلیات

یہاں پیدا ہے دیکھو ظرف اس آئینہ جاں کا
 گلیساؤ صنم خانے نہیں دیکھے تو ادھر آ
 ہر آئینہ میں جلوہ ہے اس آئینہ ساز کا

ص ۱۱۶، سطر ۱۱، مصرعہ ثانی

سطر ۱۰

سطر ۲۲، مصرعہ ثانی

جھگڑا چکے گا کیونکہ یہ ناز و نیاز کا
 گھمیں نسیم خلد کو شعلہ بحیم کا
 زہے رتبت کہ وہ پا (..... کذا)

ص ۱۱۷، سطر ۳، مصرعہ ثانی

سطر ۱۲، مصرعہ ثانی

سطر ۱۶، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۱۱، مصرعہ ثانی

ص ۱۱۸، سطر ۳

ص ۱۱۹، سطر ۴

سطر ۵، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۱۰

سطر ۱۸، مصرعہ ثانی

سطر ۲۲، مصرعہ اول و ثانی

ص ۱۲۳، سطر ۲، مصرعہ ثانی

سطر ۶، مصرعہ ثانی

سطر ۸، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۹، مصرعہ ثانی

سطر ۱۳

ص ۱۲۴، سطر ۲

سطر ۳

سطر ۴، مصرعہ اول و ثانی

ص ۱۲۵، سطر ۱۱، مصرعہ ثانی

سطر ۱۳، مصرعہ ثانی

زائد شعر

ص ۱۲۵، سطر ۱۵

سطر ۱۷

ص ۱۲۶، سطر ۲

ص ۱۲۷، سطر ۳

ہوا ہے پردہ و سوا جواب دراز دل و سوز
نوید اے درد چج کو زور ہی راحت ہونے کا
للق میں کھن گیا کل جو دل مجوں کا
جگر ہے ٹکڑے ٹکڑے کون سی طاقت پہ ہوں
نہیں مشتاق آبِ خضر اور باہر مہیا
نگاہ لہنہ دا کو کس کی پھر مشقِ قافل ہے
کہ ممتوں چرخ تک ہے موج زن یاں خون تنہا کا

ہے مہر یا کہ برق ہے ، یا شعلہ طور کا
کیا لادہ قفس میں اسیروں کے شور کا
کاہیدہ ناتوانی سے ہم یاں تلک ہوئے
درکار ہے عصا ہمیں شرکانِ مور کا
بیمار نے لگایا ہے کیا تیر زور کا
ممنوں اگر بگلتے سودا کریں نظر

دل کو کہ تنگ، تاب و تسلی ہے روزگار
بیعت تھے دستِ رابیب بیتِ الصنم ہے آج
کیسا کیا ہے خانہ بخاند تھے خراب
خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا

سایہ ہو کب نقابِ رخ آفتاب کا
عارض سے دیکھو یہ ربطِ خطرِ مشکِ تاب کا
دھویا ہے چشمِ مست کو دریا میں کس نے صبح
گرداب ہو گیا ہے پیالہ شراب کا

ممنوں بقول حضرت سودا جو دیکھتے

دیکھا جو قد و زلف و دہاں ، اسکا ، مٹ گیا

گر کھول دوں میں سینہ ، سوزاں کے چاک کو

غبطہ نفسِ گرم کر اے بلبلِ نالان

کس واسطے دیتا ہے اب آئینہ کو بوسہ
وہ شوخ جو دلدادہ نہیں لپٹے دہن کا
ظلمی میں دیا ہے سبق استاد نے تم کو
چھوڑا نہ نقش جامہ میں لپٹے کہیں تن کا
جو یاد آتا ہے لب تک آکے رک جانا وہ گالی کا

کسی کے کان میں تھا جلوہ یوں عقلمانی کا
کسی کی جیش، دستہ، حنائی یاد آتی ہیں

عرق اس شعلہ گوں عارض پہ کیا صنع الہی ہے
نہیں دیکھا ہے جئے ربط بدم آب آتش کا

برنگ شعلہ پہلو میں سدا جلتا ہی رہتا ہے
الہی کیا بنا ہے یہ دل، بیتاب آتش کا
ڈراتا ہے عبث مسوں کو تو دوزخ سے اے داعظ
دکھاؤں داغ دل تو ہوئے زہرہ آب آتش کا

ڈر اسکے عکس تیغ سے رکھے ہے بحر بھی
مسوں غزل اک اور بھی اس بحر میں کہو
ہوں میں گدازِ عشق سے ہمسرہ جناب کا
لک باؤ باندھتے ہی بس اتنا پھر چلا
دیکھا جو جلوہ موج کے اوپر جناب کا

ہیں آہ گرم میں دل پر آبلہ کے تحت
یاں شعلہ میں روانہ ہے لشکر جناب کا

سپاہ درد نے طاقت میں خانہ جنگی کی
ہوئے ترے دیکھے سے روشناس صد اندوہ
جگر کا سوچ جدا، لگر ہے جدا دل کا
عجب ہی سوز سے کل مرثیہ پڑھا دل کا

سینہ تنگ میں مشکل ہے چھپانا دل کا
آگ دیتا ہے کوئی گھر کو ہی لپٹے ناداں
حق میں تیرے ہی نہیں خوب بلانا دل کا

ایک طہش کرتی ہے صد حسرت پوشیدہ طہاں
نہیں محتاج بیاں حال سنانا (دل کا)

سطر ۴، مصرعہ اول و ثانی

سطر ۶
سطر ۸، مصرعہ ثانی
سطر ۲۰، مصرعہ ثانی

ص ۱۲۸، سطر ۲، مصرعہ ثانی
سطر ۳

ص ۱۲۸، سطر ۱۵، مصرعہ اول و ثانی

زائد اشعار

ص ۱۲۹، سطر ۷

سطر ۹

سطر ۱۰

سطر ۱۷

سطر ۱۸، مصرعہ ثانی

زائد شعر

ص ۱۳۰، سطر ۱

سطر ۳

سطر ۷، مصرعہ ثانی

سطر ۸، مصرعہ ثانی

ص ۱۳۱، سطر ۴، مصرعہ ثانی
سطر ۹، مصرعہ اول و ثانی

زائد شعر

ص ۱۳۲، سطر ۲

مصرعہ ثانی

۲۱۱ شعر

درد کی ہری ہری ہری ہری ہری ہری ہری ہری ہری ہری ہری
رات بست بست بست بست بست بست بست بست بست بست
جگر (کرا) (کرا) (کرا) (کرا) (کرا) (کرا) (کرا) (کرا) (کرا) (کرا)

ص ۱۳۲، سطر ۲۹

۲۰ سطر

لعل ہے اس گتہ کا لہے دل حیران میں حیران
گہت مٹک دم ہلا کر میں سے آج

ص ۱۳۳، سطر ۱۲، مصرعہ اول و ثانی

کوئی غمخوار یہ عالم میں ہے تو تو آب ہی
اپنی چھاتی سے میں روؤں دل روؤں کا

۲۱۱ شعر

آگ ہی لگ گئی سینہ میں ہمارے مسوں
لپٹے آنسو پی کے کرنے جو تقریر کا

ص ۱۳۴، سطر ۱۵

۱۹ سطر

۲۰ سطر

۲۱ سطر

پورے لینے کی بھی فرصت دی نہ پیتابی نے آہ
چشم حیرت باز مسوں آہینہ کی رہ گئی
سینہ میں لگتے ہی اس کا ہی گیا تن سے نکل
سنتے ہی ہم صوتِ مطرب خاک ہل کر ہو گئے

ص ۱۳۵، سطر ۲

مصرعہ اول و ثانی

میں کربلائے عشق ہوں ، صد دشت دور تر
آتا تھا دم گسستہ حرم سے ہر ایک صید
محرر شکار کون سا طاقت شکار تھا
شب ہم بغل جو لپٹے وہ رشک بہار تھا

مصرعہ ثانی

ص ۱۳۶ - سطر ۵

مصرعہ اول و ثانی

برق ہے درد نے یک دست جلایا دل کو
کل طرف تیرے ہوا ہوتا گرچہک دن
اس کو کیا کام ادب سے کہ وہ صحرائی تھا
کل جو ابروئے کج منہاں آئے نظر

۱ سطر

کل برنگ غنچہ کس کو نصی ہمال

۱۵ سطر

بہہ چلا جو اشک سو بہاں اختر سیارہ تھا
خزمن طاقت سے یاں شعلے بجکتے تھے پڑے
گرم جولاں کل کہاں مسوں وہ آتش پارہ تھا

ص ۱۳۷، سطر ۱، مصرعہ ثانی
سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی

دی شوق رخ گل نے یہ آتش کہ قفس میں
ایدمر تو ادب مانع و حائل تھی ادھر شرم
ساتھ اس کے نہ جاگے کبھی ، اک رات بھی چنے
لینے ہی بس اس طفل نے جز رشتہ دامن
سید نے کہا سن کے انصاف سے افسوس

ص ۱۳۷، سطر ۶

سطر ۹

سطر ۱۶

سطر ۱۸

سطر ۲۰

دیکھا ترے کوچہ میں یہ اے جان تماشا
دیکھے ہے ہر اک سرد خیابان تماشا
یاد آئیں ہیں گاہے نہ اسیران قفس بھی
دیکھو ہو جو اے مرغ گلستان تماشا

ص ۱۵۹، سطر ۹، مصرعہ ثانی

سطر ۱۲، مصرعہ ثانی

زائد شعر

ہم ہیں ایک آتش سوزندہ و پرناہ گرم
دم ہے اب ہو ہونٹوں پہ اے ماہر یگانا اپنا
بوسہ گر مانگوں تو کہوے منہ سنبھالو خیر ہے
اس سے اور میرے لبوں سے دانت کانٹا ہر ہے

ص ۱۶۲، سطر ۱۳

سطر ۱۸، مصرعہ ثانی

ص ۳۰۸، سطر ۲۲، مصرعہ اول و ثانی

آج دل اپنی بغل میں کیوں نہ کھٹکے مثل خار
دامن اس گل کا چمن میں دست مال غیر ہے
بوسہ گر مانگوں تو کہتا ہے وہ منہ کو پھیر کر
اتنا کیوں منہ لگ چلے ہو ، میر مسوں خیر ہے

زائد اشعار

یہ جان ہمراہ میر ، قاتلِ دلو نکل آئے

ص ۳۱۲، سطر ۲۸، مصرعہ ثانی

عجب تھے راز بلام شمع و پروانے کو مجلس میں
کرے خاک و سیہ دونوں جہاں کو میری نظروں میں
نہو جاں بر ، حرم سے گر کوئی آہو نکل آئے

ص ۳۱۳، سطر ۱

سطر ۲

سطر ۶، مصرعہ ثانی

بسانِ دھڑ صبر ، دود میں خوشبو نکل آئے
شکافِ سینہ سے یہ دل کبھی ڈھب پانکے نکلے ہے

ص ۳۱۳، سطر ۷، مصرعہ ثانی

سطر ۱۱

کوئی وہ تو عجب استاد اور پرگو نکل آئے
نہ نکلیں عہدہ احساں سے تیرے ہم کبھی ہرگز

سطر ۱۳، مصرعہ ثانی

سطر ۱۶

ذرا اس بزم میں کچھ ، گلفگو نکل آئے
کہ سو سو تیر لہنے تن پہ جانے سو نکل آئے
مگر محفل سے مسوں پڑھ کے تہ جہاد نکل آئے

سطر ۱۸، مصرعہ ثانی

سطر ۱۹، مصرعہ ثانی

سطر ۲۰، مصرعہ ثانی

جب کسی کو دل میں غم ہو تو اس کو دل سے غم نکال دینا چاہیے۔
 غم سے دل بڑھتا ہے اور دل بڑھنے سے دل میں غم نہیں رہتا۔
 غم سے دل بڑھتا ہے اور دل بڑھنے سے دل میں غم نہیں رہتا۔

ص ۳۲۲، سطر ۸
 سطر ۲۶
 سطر ۲۸

تاکے لائق نہوے کہ طاقت ہوئی ہے۔
 اللہ سے کس قدر ہے یہ دل آزاد ہے۔

ص ۳۲۸، سطر ۲۲
 سطر ۲۶

بے سوج طاق و جلت میں دیکھوں کہاں سکت
 تیرا دم جہدائی تھا یا قہر یا ستم
 ہم بے دل اور دل نہیں ہوتے کبھی ہم
 انسان کا کیا جگر کہ نہوتا وہ اشکبار
 یک نیم دم کی زینت سے فرصت کو ہے کیا
 اور اتنی حسرتیں ہیں کہ میں جانوں یا کہ جی
 ماہ و ستارہ دونوں کیسے اس نے آہ بد

ص ۳۲۹، سطر ۱
 سطر ۱۱
 سطر ۱۳
 سطر ۱۸
 سطر ۲۱
 سطر ۲۲
 سطر ۲۶

دشت ایک نشہ کہ ہے زینت کا شانہ دل
 درد وہ ہے کہ پڑ جس سے ہے پیمانہ دل
 غم وہ آتش کہ ہے مارا جگر غم صبر

ص ۳۵۱، سطر ۱۸
 سطر ۱۹
 سطر ۲۳

لالہ داغ سے رنگیں ہے گلستان جگر
 زخم ہر ایک ہے اک نو گل خندان جگر
 پوئی کس سے تھو صحبت کہ جو پی شراب مطلب
 نگہیں جھکی جھکی ہیں شرہ بھی نیم باز ہے اب
 تری نیم باز رنگس نظر آتی تھی گلجانی

ص ۳۵۲، سطر ۳-۴
 بخش ۱۰، ص ۳۵۲، سطر ۱۳
 سطر ۱۵
 سطر ۲۵

میں شعلہ رنگ کو پی ، ہوئی کس سے بادہ نوشی
 کہ بیاں کرے ہے چوں ہوئی لب کو گو خوشی

ص ۳۵۳، سطر ۳
 سطر ۵

گا ہے اگر در انجمن او گزر کس
 کئی قصہ زدود دل خویش سر کس
 چون شرح حال خود من ہے پاؤ سر کس
 ترسم کہ از محبت خویش خبر کس
 با خویش سرگرائی او بیشتر کس

ص ۳۵۳، سطر ۱۸ تا ۲۵

ہر چند جہاں ہے سرت و خواہش بہت مہری
حالت نہ پوچھ ہر دل امید وار کی
کچھ حرفِ آرزو نہ کہوں تج سے میں کبھی

۳۰۵۲۸ سطر

مثل اسکے جس پہ حاکم کشور کا ہو عتاب
یا جکے قتل نامہ پہ مہر شیخ و شاب
یا جس پہ ظلم ہو کسی ظالم کا بے حساب

۳۰۵۲۹ سطر

یک ذرہ مہر لسنے نہ گو کی ہے کم ہنوز
آوردہ ایک آن ہوئے پہ نہ ہم ہنوز
لسنے نہیں کنارہ کیا ایک دم ہنوز

۳۰۵۳۰ سطر

آوارگی سے ہیں میری آگاہ شیخ و شاب
میں کو بکو و خانہ بخانہ پرا خراب
سب بج کو دیکھ کر اسے بیدرد دیں خطاب

تاہر جب ہر ایک کی دیکھی ہوئی بباد
صفا و صلح ازاں جنگ جو نئی آید
بغیر جور ازاں تند خو نئی آید

۱۳ سطر

۲۳ سطر

۲۶ سطر

یہ کیا کہے ہے تو منوں کو دے ، کسی کو نہ جی

۳۰۵۵۵ سطر

قطعات

زبے امام فلک شاں کہ اسکے روضہ پہ
امام جن و ملک اور ہے شہ مرداں
جلال اسکے سے ہے خشک تا بچشمہ مہر
ہمیشہ رہتے ہیں انجم فلک پہ یوں تاباں
لکھے تو اسکا ادا ہو نہ شمرہ احسان
کہ اسکے وصف و ثنا کو تو کچھ نہیں پایاں
ہمیشہ تا کہ ہے خوان زمیں و نطع فلک
جہاں خوان سخاوت پہ اسکے ہو مہماں

۳۶۷ سطر

۱۱ سطر، مصرعہ ثانی

۱۲ سطر

۱۳ سطر

۱۵ سطر، مصرعہ ثانی

۱۶ سطر، مصرعہ ثانی

۱۷ سطر، مصرعہ اول و ثانی

منضبوط پکڑنا، بٹنا، تنگ کرنا	ابرہم	۲
کپڑے کے نقش و نگار اور آرائش	اتو	۳
بلند عالی - مہاذا آسمان	اشر	۴
چولھا، آتش دان	اباخ	۵
گننا، گنتی کرنا	احصا	۶
شوخ طبع، پھیل، پھلاک	اچیل	۷
نیلا، کربخی آنکھ والا، زہد، پرہیزگار	ازرق	۸
گازحار ٹپھی کرنا، بانہ	استبرق	۹
دوست رکھنا	استجاب	۱۰
بونٹوں سے ہتھڑ چومنا (اصطلاحاً ہتھڑ کے اشارے سے ہتھڑ چومنا)	استیلام	۱۱
لیٹھی	اصل السوس	۱۲
خیمہ کی ڈوریاں (طنب)	اطناب	۱۳
گناہ سے بچانا، منضبوط پکڑنا	اعتصام	۱۴
اندھا، نابینا	اعنی	۱۵
خاکی، گرد تلوہ	اغبر	۱۶
بلند کیا ہوا	افراشہ	۱۷
پنزا، پنچوڑا ہوا، چھبویا ہوا	افشرہ	۱۸
تاج، مرصع عصابہ	اکلیل	۱۹
اب بھی	اکنوں	۲۰

آگ کا بھوکانا، شعلہ مارنا	الہتاب	-۲۱
لذت حاصل کرنا، مزہ پانا	التذاد	-۲۲
مانوس، پالتو - سدھایا ہوا	الیف	-۲۳
امیر ہونا، حکومت، سرکاری	امارت	-۲۴
آرزو، امید	امل	-۲۵
انگلیوں کے سرے	انامل	-۲۶
ذرا کم	اندک	-۲۷
شہد	انگبیں	-۲۸
ب		
محصول لینے والا	بارج خواہ	-۲۹
مثل مرغ	بزدس افرق	-۳۰
سرکش گھوڑا، ہمیشہ خوش و خرم، بہتر	بدرام	-۳۱
ابتدا، ظاہر ہونا - جنگل	بُدو	-۳۲
سخت گھوڑا	ربدو	-۳۳
بخشش، بہت، سخا، عطا	بذل	-۳۴
کاٹنے والا	براں	-۳۵
سارہ مشتری، زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی	برجیس	-۳۶
ایک لباس جنگ، پاکر	برگستواں	-۳۷
حوض	برکہ	-۳۸
خوبی، آراستگی	برہ	-۳۹
کانا ہوا، فح، متردک	بریدہ	-۴۰
بکری کا بچہ	بزغالہ	-۴۱
کھنٹل، مچھر	بق	-۴۲
انگوری شراب	بنت عنب	-۴۳
کھٹالی	بوتہ	-۴۴
بخر زمیں، سرشت، الو، طینت	بوم	-۴۵
چہرے پر پڑے ہوئے داغ - جسم کے داغ	بہق	-۴۶

پیلہ	-۴۷
بہق	-۴۸
برق	-۴۹
برق	-۵۰
بیل	-۵۱

پ

پر توڑا	-۵۲
---------	-----

ت

بڑی چادر، سرا پردہ، جہاز کا حصہ	تتق	-۵۳
قسم دینا، حلف اٹھوانا	تخلیف	-۵۴
آتش پرست - نصرانی، ڈرنے والا	ترسا	-۵۵
سٹر کھینچنا، نکھنا	تسطیر	-۵۶
آراستہ کرنا، چھپانا	تعبیہ	-۵۷
ڈھونڈنا، پوچھنا، غمخواری کرنا	تفقیدی	-۵۸
سرمد	توتیا	-۵۹

ث

منقار، چونچ	ثحور	-۶۰
-------------	------	-----

ث

اڑہا، دیوار	ثعبان	-۶۱
قیمتی	ثمین	-۶۲

ج

بھینسا، گاڑبیش زر	جاموس	-۶۳
-------------------	-------	-----

دوغلا	جودہ	-۶۴
ترشنے والا	جکاک	-۶۵
ایک پرانا ہتھیار	جدمر	-۶۶
میدان جنگ ، مقام جنگ	جنگاہ	-۶۷
لادنے کی گون ، گھٹیا	جوال	-۶۸

ج

شعر ، نظم ، غزل	چامہ	-۶۹
ایک ساز کا نام	چخانہ	-۷۰
پکا ہوا	چکان	-۷۱
ہتھوڑا	چکش	-۷۲
صلیبی	چلیپائی	-۷۳
دائرے میں ، حلقہ والا	چتری	-۷۴
ہنچہ	چنگال	-۷۵
کیا ، کیونکہ	چ	-۷۶

ح

دربان ، نگہبان	حجاب	-۷۷
حجت کی جمع	حج	-۷۸
تلواریں ، چھریاں	حداد	-۷۹
کلام میں ہوشیار ہونا	حزم	-۸۰
تلوار ، تلوار کی دھار	حسام	-۸۱
قلعہ ، معلق آسمان	حصن	-۸۲
عورت کی عفت	"	-۸۳
چٹائی ، بوریا	حصیر	-۸۴
استوار ، محکم	حصین	-۸۵
پستی ، نشیب	خفینیں	-۸۶

حک	-۸۷
حاک	-۸۸
حل	-۸۹
حلہ سازیاں	-۹۰
حلہ پردازیاں	-۹۱
حس	-۹۲

خ

چڑا، یا کوئی چیز جس پر مہر لگائیں	-۹۳
بہت بڑا خیر	-۹۴
خوشی کی جگہ	-۹۵
رائی	-۹۶
کسم کا پھول	-۹۷
کلبانا، جی میں آنا	-۹۸
پازیب، گوجری	-۹۹
عزیز، رشتہ دار	-۱۰۰
بید	-۱۰۱

د

پینڈھ پھیرنا، لیجانا، بوڑھا ہونا	-۱۰۲
ڈبیا، صندوقی	-۱۰۳
ہائے افسوس، دریغ	-۱۰۴
فارسی زبان کی ایک قسم، جاننا	-۱۰۵
لوہے کی کیل، میخ	-۱۰۶
رومال، بد حال، قیدی	-۱۰۷
بھیک مانگنا (دک کا معرب)	-۱۰۸
تیز زبان، گدڑی، میان سے تلوار نکالنا	-۱۰۹

ڈول ، منکا	دل و سہو	-۱۰۹
اگا ہوا ، پھنکا ہوا ، حملہ کیا ہوا	دمیدہ	-۱۱۰
چراغ کا کاہل ، خاندان ، کنبہ	دودھ	-۱۱۱
قوی ہیکل ، مضبوط	دوسر	-۱۱۲
گزشتہ رات والا ، کندھے کا بوجھ	دوشینہ	-۱۱۳
ہٹ ، شراب یا پانی کا گھڑا	دولاب	-۱۱۴

ذ

حکیم ، ذوق مصدر	ذق	-۱۱۵
روشنی کا دنبالہ (کیر)	ذنب اسفار	-۱۱۶
گناہ	ذنب	-۱۱۷

ر

شراب	راوق	-۱۱۸
نیزہ ، جھنڈا ، علم	رایت	-۱۱۹
خالص اور صاف شراب	رحیق	-۱۲۰
قیامت	رستخیز	-۱۲۱
قطرے ٹپکنا	رشمہ ریز	-۱۲۲
آنکھ دکھنا ، آنکھ آنا	رد	-۱۲۳
برچھا	رع	-۱۲۴
بھاگا ہوا	رمیدہ وضع	-۱۲۵
گلی ہوئی ، بوسیدہ ہڈی	رمیم ہونڈی	-۱۲۶
مسافر	رہ گرا	-۱۲۷

ز

کوا	زاغ	-۱۲۸
بڑھیا - بوڑھا	زال	-۱۲۹

زنگولہ	-۱۳۰
زخم	-۱۳۱
زشت سیمائی	-۱۳۲
زنگولہ	-۱۳۳
زہ	-۱۳۴
زہ	-۱۳۵
زوار	-۱۳۶
زوار	-۱۳۷
زورق	-۱۳۸

س

میدان ، آنگن	-۱۳۹
سائن جس سے روٹی کھائیں	-۱۴۰
سات	-۱۴۱
سبیل کی جمع	-۱۴۲
بھوسی چوکر	-۱۴۳
تعریف کیا گیا	-۱۴۴
لڑائی میں ماہر	-۱۴۵
موزوں کلام ، غم کی آواز	-۱۴۶
گھسیٹنا ، پھیلانا	-۱۴۷
عرب کا فصیح و بلیغ شخص کا بیٹا	-۱۴۸
قبیلے ، کرتا (سروال)	-۱۴۹
ماہی ریت - ریت کی مچھلی	-۱۵۰
فکر ، اندیشہ ، دشمنی	-۱۵۱
مستی ، بیہوشی ، اصل ، دیکھ	-۱۵۲
مچھلی ، ماہی	-۱۵۳
آگ کا کیرا جو آتش کدے میں پیدا ہوتا ہے	-۱۵۴
ایک قسم کا باریک دیبا	-۱۵۵

منحن	سنون	-۱۵۶
گھسنا، ملنا، رگونا	سودن	-۱۵۷
ملیٹی کا درخت	سوس	-۱۵۸
ایک ننھا تارہ	سبا	-۱۵۹
علامت، نشان، پیشانی	سیما	-۱۶۰

ش

جوان	شاب	-۱۶۱
مشغول، کام رکھنے والا	شامل	-۱۶۲
جال (دشک)	شباک	-۱۶۳
چمکاؤر	شپرک	-۱۶۴
جال، جالی	شبک	-۱۶۵
کو تو ال	شحنہ	-۱۶۶
خصہ میں بھرا ہوا، پھرا ہوا	شرزہ	-۱۶۷
عجب، نادر، مضبوط	شگرف	-۱۶۸
بایاں ہاتھ، اتر، عادت، خصلت، شمالی ہوا	شمال	-۱۶۹
تیرنا، تیراک، ڈنڈ کی ورزش	شنا	-۱۷۰
سرخ معدنی چیز، سرخ روشنائی	شجرف	-۱۷۱
گواہ، شاہد	شہود	-۱۷۲
بلند اور اونچا	شہوق	-۱۷۳

ص

سر کا درد	صداع	-۱۷۴
مولانا، جو ایک دم ہلانے والا اہلق موسیٰ پرندہ ہے	صحوہ	-۱۷۵
گرجا	صومعہ	-۱۷۶
شہرت، آوازہ، ہتھوڑا	صیت	-۱۷۷
صراف، حلیہ گر	صیرنی	-۱۷۸

دندوں کی آہٹ، آہٹ، آہٹ	نسان	-۱۸۰
تازو، نکان	نیران	-۱۸۱
ط		
بنسلوچن، کھریا	طباشیر	-۱۸۲
ہٹ جاؤ، چوہدار کی آواز	طرقہ	-۱۸۳
روزی، خوراک	طعمہ	-۱۸۴
جسم، بدن	طلل	-۱۸۵
پنچنی رنگ، طوس کا باشندہ	طوسی	-۱۸۶

ع

گال، رخسار	عارض	-۱۸۷
لاحق ہونے والا	عارض	-۱۸۸
ترش روئی	عبوس	-۱۸۹
زعفران، ایک مرکب خوشبو	عبیر	-۱۹۰
بدخونی، لڑائی	عربہ	-۱۹۱
میدان، صحن، فاصلہ	عرصہ	-۱۹۲
کوئوال، شہر کا محافظ	عس	-۱۹۳
مشکل، دشوار	عصیر	-۱۹۴
چیز کا درخت	عرعر	-۱۹۵
پتھر	عقرب	-۱۹۶
بے اولاد، بانجھ عورت	عقیم	-۱۹۷
جما ہوا خون	علق	-۱۹۸
گراہ، چمکڑے باز	عنود	-۱۹۹

آنگھ ، شعاع ، طلا	صین	-۲۰۰
ایک روشن تارا	مصدق	-۲۰۱

ع

ایک مرکب خوشبو	غالیہ	-۲۰۲
خوشبو دار بالوں والا	غالیہ مو	-۲۰۳
سارنگی	غچک	-۲۰۴
پھلنی ، ترا آدمی ، دف	غریال	-۲۰۵
فریقگی ، نا تجربہ کاری	غره	-۲۰۶
غرور ، مغرور	غره	-۲۰۷
چاند کی پہلی تاریخ	غره	-۲۰۸
بخشش ، معافی دینے والا	غفراں پناہ	-۲۰۹

ف

ترکستان کا ایک شہر جو خوبصورتی میں مشہور ہے	فرخاری	-۲۱۰
خوبصورت	فرخاری	-۲۱۱
اسپ	فرس	-۲۱۲
کم ، نیچے	فرد	-۲۱۳
پستہ	فستق	-۲۱۴
پیسہ ، دولت	فلوس	-۲۱۵

ق

رسیدیں (عربی)	قبوس	-۲۱۶
میل ، نزدیکی	قراں	-۲۱۷
چنائے زین ، زین کے آگے اور پیچھے اٹھے ہوئے کنارے	قربوس	-۲۱۸
سرخ ، لال	قرزل	-۲۱۹
بڑی ترازو	قسطاس	-۲۲۰

کلا	-۲۲۱
کلاب	-۲۲۲
کلاب	-۲۲۳
کیرگوں	-۲۲۴
کینل	-۲۲۵

ک

کاز	-۲۲۶
کاسہ	-۲۲۷
کاف	-۲۲۸
کبود	-۲۲۹
کبوس	-۲۳۰
کبوس	-۲۳۱
کڈر	-۲۳۲
کدر	-۲۳۳
کنز	-۲۳۴
کنز	-۲۳۵
کوکنار	-۲۳۶

مٹی کا تیل
 گھٹایا ہوا
 بھانے والا، باز رکھنے والا
 نیلگوں
 زمین پوش
 نیمہ میزہ لکیر
 تیرہ، گولا، کدر
 گدلا پن، کیوڑے کا پڑ
 ذخیرہ جمع کرنا
 خزانہ، سونا چاندی
 پوست کا ڈوڈا

گ

یہودہ ، بکی ، یادہ ، یہہ	گزاف	-۲۳۷
توڑا ہوا ، ڈٹا ہوا	گستہ	-۲۳۸
انگیشی ، بھاڑ ، بھی	مخفن	-۲۳۹

ل

روشن ، چمکیلا	لامح	-۲۴۰
ہونٹ کاٹا ہوا ، ہونٹ کاٹنے والا	لب گزاں	-۲۴۱
تھاہ ، بھنور ، گرداب ، درطہ ، یار موجہ	لبہ	-۲۴۲
داڑھی والا	لحیہ کیش	-۲۴۳
کھیل ، بازی	لعب	-۲۴۴
گڑیا	لعبت	-۲۴۵
نقاشی کا ایک رنگ	لعلی	-۲۴۶
بے بالوں کا	لق لوق	-۲۴۷
روشنی (جمع) چمک	لمعات	-۲۴۸
اللہ اس کو وحشت نہ دے (کلمہ ، تعجب و تعظیم)	لوحش اللہ	-۲۴۹
بادام بستہ اور گری کا حلوہ	لوزینیہ	-۲۵۰

م

کھانے سے بھرا ہوا دسترخوان	ماندہ	-۲۵۱
بزرگ ، بلند ہونے والا	متعال	-۲۵۲
چمچک زدہ	مبدر	-۲۵۳
جہالت پر آمادہ کرنے والی چیز	مجلد	-۲۵۴
چاند کا گھٹاؤ ، چاند کے مہینے کی آخری تاریخیں	محاق	-۲۵۵
دوات ، آمہ	ممبرہ	-۲۵۶
بات ، مطلب سے پھرنے والا	مخرف	-۲۵۷
آڑا ، مطلب سے پھرا ہوا	مخرف	-۲۵۸

مرفق	-۲۵۹
مک	-۲۶۰
مفلج	-۲۶۱
مقلد	-۲۶۲
مطلب	-۲۶۳
مدبری	-۲۶۴
مدرک	-
مدیر	-۲۶۵
مذاب	-۲۶۶
مرفق	-۲۶۷
مردود	-۲۶۸
مستامل	-۲۶۹
مستلک	-۲۷۰
مستند	-۲۷۱
مسبب	-۲۷۲
مس طینناں	-۲۷۳
مسیر	-۲۷۴
مشون	-۲۷۵
مشعبد	-۲۷۶
مشوش	-۲۷۷
مشوش	-۲۷۸
مصاف	-۲۷۹
مصیقلہ	-۲۸۰
مصقل	-۲۸۱
مصنون	-۲۸۲
مطبوع	-۲۸۳
مطوس	-۲۸۴
معبر	-۲۸۵
مکملے والا	
کمرلی	
لٹا ہوا اہلکار	
میشہ، وائی	
کتیا، شکاری پرند کا بچہ، شیر و میرو کا بچہ	
پیشہ دکھانا	
گمنا ہوا، دریافت کیا ہوا	
گمانے والا، ایڈیٹر	
گھٹا ہوا، گداختہ، شراب	
وہ کام جس سے فائدہ ہو	
پٹکھا	
جز سے اکھاڑنا	
نیت کیا ہوا	
جاحت، رنجیدہ، غمگین	
درست، جائز	
تانبہ کی سی خصلت، سرشت رکھنے والا	
سیر کی جگہ، سیر کرنا، دورہ، طبع	
بھرا ہوا، پریدہ، پر	
بازیر، شعبہ باز	
منہ صاف کرنے کا رومال	
پریشان کرنے والا	
صف باندھنا	
صیقل کرے، چکانے کا آلہ	
چکانے کا آلہ	
محفوظ	
پسند، چھاپی ہوئی چیز	
ناپید، غائب	
اودھنی، دودھ	

گرہ لگانے کی جگہ	معقد	-۲۸۶
دقیق اور مشکل بات	مغفر	-۲۸۷
خود کے نیچے زرہ، زرہ کا ٹکڑا	مغفر	-۲۸۸
فرش پھانے والا	مغرش	-۲۸۹
پھوٹنا، پھمایا ہوا	مغروش	-۲۹۰
نزدیک کیا ہوا، ملایا ہوا	مغرون	-۲۹۱
اقرار کرنے والا	مغر	-۲۹۲
باریک چادر	مقنع	-۲۹۳
چپکا ہوا	لمصق	-۲۹۴
تھونے کی چیز، جسم اور کھال	لمس	-۲۹۵
رنگ برنگ کیا ہوا	لمون	-۲۹۶
گھسنے والا، گھسنے کی جگہ	لماس	-۲۹۷
بندھنے والا	منقذ	-۲۹۸
سوراخ کرنے کا آلہ، پہاڑی راستہ	منقب	-۲۹۹
منزل، انگینھی، آتش دان	منقل	-۳۰۰
دستور، طریقہ، جولاہے کی تر	منوال	-۳۰۱
لشکر، سپاہ	مواکب	-۳۰۲
وصل کیا ہوا، پیوند کیا ہوا	موصل	-۳۰۳
ملنے کی جگہ	موصل	-۳۰۴
سلائی، فرسنگ کا نشان	میل	-۳۰۵
توجہ، خواہش	میل	-۳۰۶
بشت، زمرہ، زبرجد	مینو	-۳۰۷

ن

گلنار، نام پھلواری	نارون	-۳۰۸
آگ، شعلہ، دشمنی، کترانے والا	نارہ	-۳۰۹
مبارک پڑ	نخلہ، ایمن	-۳۱۰
دھنسا	نداف	-۳۱۱

چوسر کھیلنے والا	نراد	-۳۱۲
گدھ، کرگس، نام بت کا	نسر	-۳۱۳
پٹی، کر بند، ٹپکا	نطاق	-۳۱۴
بساط، چڑے کا ٹھکانا	نطح	-۳۱۵
انوکھا، نادر، رخند، شکاف	نفر ترک	-۳۱۶
اچی چیز، اچھا معمولی کلم	نفرک	-۳۱۷
مٹی کا تیل، باروت	نفت	-۳۱۸
خوشبو	نفوہ	-۳۱۹
گھمٹی ہوئی چاندی، گڑھا، سفید گھوڑا	نقرہ	-۳۲۰
نیک خصلت، اچی عادت	نکو محض	-۳۲۱
اچی شان و شوکت	نکوفر	-۳۲۲
خارجی (مسلمانوں کا وہ گروہ جو حضرت علیؑ کے خلاف تھا)	نواصب	-۳۲۳
پیشانیاں	نواصی	-۳۲۴
بخشش، عطا	نوال	-۳۲۵
بیشا، شیریں	نوشین	-۳۲۶
زور، طاقت، قوت	نیرد	-۳۲۷
آدھا، نصف، طرف	نیرہ	-۳۲۸
و		
پرہیز گاری	درع	-۳۲۹
نیل کی پتی	دسمہ	-۳۳۰
روشن، چمکیلا، بھڑکیلا	دہاج	-۳۳۱
غبارہ، ذرہ	ہبا	-۳۳۲
کسی کا خون بہانا جائز ہونا	ہدر	-۳۳۳



لونا ہوا شہر یغنا کا باشندہ

-۴۴۲ یغنائی

پہودہ گو، بکواسی

-۴۴۵ یادہ گو

ہماری اہم مطبوعات

- 1- نقدِ غالب مرتبہ: پروفیسر مختار الدین احمد - 250/-
- 2- غزل، غالب اور حسرت از: پروفیسر رشید احمد صدیقی - 120/-
- 3- فورٹ ولیم کالج از: پروفیسر سید وقار عظیم - 180/-
- 4- لطائفِ غیبی از: غالب مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمن - 90/-
- 5- نقدِ عبدالحق مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمن - 290/-
- 6- اُردو میں نظم معرا اور آزاد نظم از: ڈاکٹر حنیف کیفی - 430/-
- 7- نقوشِ غالب مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمن - 280/-
- 8- انجمن پنجاب کے مشاعرے از: عارف ثاقب - 290/-
- 9- کلیاتِ ولی مرتبہ: پروفیسر نور الحسن ہاشمی - 325/-
- 10- کلیاتِ مسنون مرتبہ: ڈاکٹر صدیقہ ارمان - 430/-
- 11- مجموعہ تنقیدات از: پروفیسر آل احمد سرور - 650/-
- 12- بیسویں صدی کے منتخب افسانے مرتبہ: ڈاکٹر معراج نیر - 280/-
- 13- غالب کا علمی سرمایہ از: ڈاکٹر سید معین الرحمن زیر طبع
- 14- اُردو ڈرامہ فن اور منزلیں از: پروفیسر سید وقار عظیم زیر طبع
- 15- غالب نامہ: تجزیاتی مطالعہ از: عاصمہ وقار زیر طبع
- 16- فرحت اللہ بیگ کے مضامین (انتخاب) مرتبہ: ڈاکٹر اسلم پرویز زیر طبع

الانوار
پبلی کیشنز
۵۰- لورمان لاہور

میر نظام الدین ممنون (وفات ۱۲۶۰ھ) اپنے دور کے پرگو، مشتاق و قادر الکلام شاعر تھے اور اردو شاعری کی اس بڑی روایت کے علمبردار تھے جو ”ولی دکنی“ سے شروع ہو کر ”حاتم“ سے ہوتی ہوئی ”ابراہیم ذوق“ تک پہنچتی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ اپنے دور کے اتنے اہم و معتبر شاعر کا کلیات اب تک شائع نہیں ہوا۔ خوشی کی بات ہے کہ اب یہ کام ”ڈاکٹر صدیقہ ارمان“ کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ہے۔ ”کلیات ممنون“ مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ متن کی صحت کے ساتھ تیاری جان جو کھوں کا کام ہے۔ ”ڈاکٹر صدیقہ ارمان“ نے پتا مار کر اس کام کو بڑی جاں کاہی سے کیا ہے۔

----- ڈاکٹر جمیل جاہلی

ممنون اردو ادب کے دور قدیم کے اہم شعراء میں شامل ہیں وہ اپنے مزاج کے اعتبار سے شعر گوئی میں بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف انہوں نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ انہوں نے ہر قابل ذکر صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور اصناف کے معیار متعین کرنے والوں میں ان کا نام شامل ہے۔ ایک ایسے بڑے اور اچھے شاعر کے کلیات کا شائع نہ ہونا ایک بڑی کمی تھی۔ ”ڈاکٹر صدیقہ ارمان“ نے بہت محنت اور لگن سے کام کر کے ایک اہم تحقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

----- پروفیسر یونس حسنی

المنار پبلیکیشنز
۵۰- لورڈ مال لاہور